"لو کان الایمانُ عندالثریا لنالَه رجالٌ او رجلٌ من هٰؤلاءِ" (رواه الشیخان)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ

کی

محدثانہ جلالت شان

مؤلف: استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث

مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت دامت فیوضہم

تلمیذ رشید

امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ العزیز

وخلیفہ مجاز

پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناشرین

قاری ثقلین اللہ، قاری محمد الیاس اینڈ قاری محمد ابراہیم مروت مالکان مکتبہ صفدریہ

حسن گڑھی پشاور

03009598307\03464070976

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبع دوم نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ

نام کتاب..........سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان

مولف:..........................شیخ الحدیث ڈاکٹر عبدالستار صاحب مروت مدظلہ

ضخامت..۶۰۸ صفحات

طبع اول..............................جمادی الآخرۃ ۱۴۲۷ھ، جولائی ۲۰۰۶ م

تعداد بار اول...۱۰۰۰

ناشر..............................اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

☆ ملنے کے پتے ☆

(۱) حافظ تسکین اللہ مروت، حافظ محمد الیاس مکتبہ صفدریہ جامع مسجد حافظ عبدالرحمٰن حسن گڑھی پشاور

03009598307,03018847697,03459137274

(۲) مکتبہ ضیاء القرآن جنگی محلّہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۴) مکتبہ العلم جنگی محلّہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۵) مکتبہ تاج القرآن جنگی محلّہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۶) مکتبہ روضۃ القرآن جنگی محلّہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۷) مولانا عبدالرحمٰن نائب مہتمم جامعہ عمر، جامعۃ البنات للعلوم الدینیۃ تجوڑی ضلع لکی مروت

اللهم صل على محمد وعلى اٰل محمد كماصليت على ابراهيم وعلى اٰل ابراهيم انك حميد مجيد

اللهم بارك على محمد وعلى ال محمد كمابارکت على ابراهيم وعلى اٰل ابراهيم انك حميد مجيد

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان

شیخ الحدیث ڈاکٹر عبدالستار صاحب مروت مدظلہٗ

جس میں ٹھوس دلائل وشواہد سے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی حدیث دانی ☆ حدیث فہمی ☆ مہارت فی الحدیث ☆ ثابت کی گئی ہے اور آپؒ کو اپنے زمانہ کا اعلم، احفظ کے علاوہ ازہد واتقی ہونے کا اثبات کیا گیا ہے ☆ متعصبین کے بیجا اعتراضات کے بہترین انداز میں جوابات دیئے گئے ہیں ☆ بڑی محنت اور کاوش سے تیار کی گئی ہے ☆

آئینہ مضامین

عرض ناشر طبع اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کو شیخ القرآن والحدیث حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالستار صاحب مروت مدظلہٗ کی مایہ ناز کتاب ''سیدنا امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ جلالت شان'' شائع کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ ارباب علم ودانش بخوبی آگاہ ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر بے شمار خوبیوں کے علاوہ تفقہ فی الدین، اجتہاد واستنباط اور علم حدیث میں جو کمال ورسوخ حاصل تھا ان کے ہم عصروں اور بعد والے اصحاب علم وفضل میں دور دور تک اُن کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اللہ رب العزت نے فقہ حنفی کو جو قبول عام کا شرف عنایت فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن وحدیث کے دودھ سے مکھن نکال کر امام اعظمؒ نے امت کے سامنے رکھ دیا مگر نوایجاد محدثات میں یہ بدعت اپنی عمر کی ایک صدی مکمل کرنے کو ہے کہ فقہ وحدیث دو متضاد چیزیں ہیں اور امام ابوحنیفہؒ ماہر قیاس تو تھے، ماہر حدیث نہ تھے۔ اگرچہ اہل علم چراغ کو اندھیرا کہنے کی حقیقت سے باخبر ہیں، مگر عامۃ الناس کے بارے میں یہ خدشہ ضرور ہے کہ وہ اس بدعت کا شکار ہوکر گمراہی میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ چنانچہ موصوف نے اس کتاب کے ذریعے آفتاب علم وعرفان پر پڑے گرد وغبار کو صاف کردیا ہے۔ لہٰذا افادہ عام کیلئے یہ کتاب شائع کی جارہی ہے۔ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ہر ایسی کتاب کی اشاعت ضروری سمجھتی ہے، جس سے نوایجاد گمراہ فرقوں کی فریب کاریوں سے پردہ ہٹایا گیا ہو۔ تاکہ اُمت محمدیہ (علی صاحبہا التحیہ) کے ایمان وعمل کا رشتہ ارشاد محبوب ﷺ کے مطابق اکابرین امت سے قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کو اجر جزیل اور قارئین کو اس کتاب سے علم نافع عنایت فرمائے۔ آمین۔

ابوالحسن شعبہ نشر واشاعت اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ۴ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف (طبع دوم)

اس رحیم وکریم ذات کیلئے ہر قسم کی حمد وثنا ہے، جس نے فقیر عبد الستار بن الحاج اکبر علی خان مروت غفر اللہ لہ ولا بویہ کو ایک بہت بڑے ولی اللہ، عظیم مجتہد اور امام المحدثین والمجتہدین کی محدثانہ حیثیت پر نہ صرف ایک کتاب بنام "سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان" لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی، بلکہ ان کی ایک ہزار تعداد کی پہلی ایڈیشن بھی بہت جلد نکالنے کی توفیق بھی عنایت فرمائی۔ چنانچہ بعض کانفرنسوں میں پچاس اور بعض میں سو تک کے نسخے لائے گئے اور سب کے سب عاشقان امام اعظمؒ نے ہاتھوں ہاتھ لئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو خواص وعوام کے حلقوں میں جو قبولیت نصیب فرمائی، وہ فقیر کے وہم وگمان سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ بعض مناظر علماء نے فون پر بتایا کہ میں نے بہت بڑے اکابرؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، لیکن جو ذخیرہ یہاں ملا ہے، بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ مجھے یہ ذخیرہ کسی کتاب میں یکجا نہیں ملا اور میں نے پندرہ سولہ دفعہ اس کتاب کے پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کیا ہے اور ہر جمعہ آپ کی کتاب سے ترتیب وار تقریر شروع کی ہے۔ جبکہ بعض اہل علم کی بابت یہاں تک سنا کہ انہوں نے اسی موضوع پر قلم اُٹھانے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب یہ کتاب ان کے مطالعہ میں آئی تو اس کتاب کو جامع جانتے ہوئے اپنے ارادے کو ترک کر کے اپنے تلامذہ واحباب کو فقیر کی اس کتاب کے لینے کا مشورہ دیا۔ اس لئے فقیر نے اس کتاب پر نظر ثانی کی،

جس کی وجہ سے کتاب میں کچھ مزید اضافے کئے، مزید عنوانات قائم کئے، کہیں غیر ضروری عبارت کو حذف کیا۔ کہیں عبارت کی تصحیح اور کہیں ترتیب میں تبدیلی کی۔ جس کی وجہ سے کتاب کا حجم دوگنا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اس ایڈیشن کو بھی سابقہ ایڈیشن کی طرح قبولیت نصیب فرمائیں گے۔

الحمدللہ ملک اور بیرون ملک کے شیوخ عظام نے فقیر کی دوسری مطبوعہ کتب ''دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذیؒ جلد اول'' اور ''دو محبوب کلمے'' کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اول الذکر کتاب کو علامہ ڈاکٹر شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے ''احادیث کے جملہ حواشی وشروح کا انسائیکلوپیڈیا اور علم روایۃ الحدیث ودرایۃ الحدیث کا گنج گراں مایہ اور بعض دوسرے شیوخ اور سکالروں نے روایتی، درایتی، فقہی اور تاریخی مباحث میں اہم ترین مرجع، بیش بہا متاع عجیب، علمی اور اسلامی دنیا کیلئے قابل قدر علمی خزانہ قرار دیا ہے۔ الحمدللہ آئے روز علماء کرام، پاکستان کے بڑے بڑے جامعات کے شیوخ عظام کے فونز آتے رہتے ہیں کہ ان کو ترمذی کی شرح دقائق السنن کی دوسری جلد کی آمد کا بڑا انتظار ہے، لیکن پشاور کے تین بڑے جامعات میں صبح سے عصر تک دورہ حدیث اور موقوف علیہ پڑھانے، جامعہ صفدریہ، جامعہ صفیہ کا اہتمام سنبھالنے، جامع مسجد حافظ عبدالرحمٰن محسن گڑھی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے اور علاقہ کے دینی وسماجی مسائل میں مصروف ہونے کی وجہ سے تصنیف کیلئے وقت کا نکالنا بہت دشوار تھا۔ جس کی وجہ سے قریباً تین سال سے فقیر کا تصنیفی کام سرد خانہ میں پڑا تھا۔ بحمداللہ، اللہ تعالیٰ نے کچھ وقت نکالنے کی توفیق عطا فرمائی، جس کی وجہ سے زیر نظر کتاب پر نظر ثانی کرنے کا موقعہ ملا۔ امید ہے،

اس دوسری اضافی شدہ جدید ایڈیشن کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

فقیر اس کتاب کی نظر ثانی میں جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب زید مجدہم کا بہت ممنون ہے کہ انہوں نے نظر ثانی کیلئے کتب مہیا کرنے میں بہت کرم نوازی فرمائی۔ بعض کتب ان کے کتب خانہ میں موجود نہیں تھے' انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر خود کتب خانوں کا چکر لگایا اور وہاں سے بعض کتب قیمتاً لے کر فقیر کے پاس پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ سوال ہے کہ فقیر کی اس معمولی کاوش کو قبولیت سے نوازتے ہوئے ناچیز' ناچیز کے آباء و اجداد' اساتذہ' اہل و عیال' جملہ خاندان' عزیز و اقارب اور تمام مسلمانوں کیلئے سبب مغفرت بنائے۔ آمین۔

فقیر عبدالستار مروتؔ عفا اللہ عنہ (سکنہ تجوڑی ضلع لکی مروت)

خادم الحدیث جامعہ دار القراء نمک منڈی و خادم الحدیث والتفسیر جامعہ بحر العلوم کینال ٹاؤن و خادم الحدیث جامعہ صفیہ حسن گڑھی پشاور و رکن نصاب کمیٹی وفاق المدارس العربیہ پاکستان و سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر

ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق مارچ ۲۰۱۲م

03464070976/03009598307

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال {وجۂ تالیفِ کتاب}

یوں تو امام المحدثین والمجتہدین، سید الحفاظ، امام الائمہ کی سیرت کے ہر پہلو پر بہت سی کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں، لیکن ''امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان'' کے موضوع پر ضرورت سے کم لکھا گیا ہے۔ فقیر نے امام ابوحنیفہؒ کی سیرت کے اس مخصوص پہلو پر قلم کیوں اُٹھایا؟ اس انتخاب کا پس منظر کیا ہے تو عرض ہے کہ ''دوسری بنوں فقہی کانفرنس'' میں فقیر کو ایک مقالہ لکھنے کی دعوت دی گئی، اس وقت تک میری کوئی تصنیف، تالیف یا کوئی مضمون کسی رسالہ یا اخبار میں شائع نہیں ہوا تھا، لیکن اس کانفرنس کے بعض منتظمین کی حسن عقیدت تھی، کہ فقیر کو اس قابل سمجھا۔

فقیر ان دنوں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کلینک بھی چلاتا تھا۔ (اگرچہ تدریسی خدمات کی کثرت کی بناء پر ستمبر ۲۰۰۰ م سے اب تک کلینک کو خیر باد کہا ہے۔) ان دنوں کچھ دوسری مصروفیات بھی تھیں، لیکن ان کاموں سے بمشکل وقت نکال کر ان حضرات کے مقرر کردہ ہدایات کے مطابق تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ''امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت'' کے نام سے ایک مقالہ تیار کیا اور قریباً ۲۰ مقالات میں سے اس مقالہ کا انتخاب اپنے امام سے اظہار عقیدت تھا، نیز لوگوں کے اذہان کو امام اعظمؒ کے متعلق صاف کرنے کی ایک کوشش تھی جو کہ لامذہب لوگوں کی طرف سے امام اعظمؒ پر الزام لگایا گیا تھا کہ ''<u>ابوحنیفہؒ فقہ میں تو فلک کو چھونے والے لیکن حدیث دانی میں مرکز خاک پر یتیم بیٹھے ہیں۔</u>''

فقیر نے اس موضوع کا انتخاب تو کیا لیکن دس اور اصحاب فضل و کمال و تحقیق نے بھی اس موضوع پر قلم اُٹھا کر اپنے امام سے عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ جس کی وجہ سے منتظمین کانفرنس کی طرف سے یہ طے ہوا کہ اس موضوع کو فی الحال نہ چھیڑا جائے اور یہ کہہ کر کہ سب اہل تحقیق نے خوب عرق ریزی سے مقالات لکھے ہیں ہم ان میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ اس لئے فی الحال اس کی طباعت ترک کرتے ہیں البتہ مستقبل میں ان کو اکٹھے ایک کتاب کی شکل میں طبع کریں گے۔ جس کی وجہ سے تمام اصحاب تحقیق کے اس موضوع پر لکھے گئے تمام مقالات کو التواء میں ڈالنا پڑا۔ فقیر نے ان سے اپنا مذکورہ مقالہ واپس لیکر اپنے ساتھ محفوظ رکھا۔ (اب انہوں نے ان مقالات کو یکجا ایک کتاب ''امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت'' کے نام سے شائع کیا لیکن اس میں فقیر کا مقالہ نہیں ہے کیونکہ فقیر نے ان سے اپنا مقالہ واپس لے لیا تھا۔)

جب فقیر کو ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰م مستقل پشاور آنا پڑا تو اس مسودہ کو بھی اپنے ساتھ لایا اور فرصت ملنے پر اس مقالہ میں کچھ اضافے کئے۔ جس کی وجہ سے وہ مقالہ ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر جب مرکز علوم اسلامیہ میں "**الـــراحة**" رسالہ نکالنے کا فیصلہ ہوا، تو اس رسالہ کے نظم و نسق سنبھالنے کیلئے مولانا اورنگ زیب صاحب اعوانؔ کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے اس رسالہ کی ادارت سنبھال لی۔ مولانا موصوف فقیر سے ہر ماہ کسی ایک موضوع پر مضمون لکھنے کی پُر زور سفارش کرتے تھے۔ فقیر تدریسی مصروفیات کی بناء پر اکثر اوقات ٹال مٹول کرتا رہتا، جس پر وہ فقیر سے مزید الجھتے۔ فقیر مجبور ہو کر کوئی ایک مضمون لکھ کر ان کے سپرد کرتا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے قلم چلنے کیلئے ظاہری سبب مولانا اورنگ زیب صاحب اعوانؔ کو بنایا اور پھر الحمد للہ

پہلے ہی مضمون سے تہنیتی پیغامات وصول ہونے شروع ہوئے' ان تہنیتی خطوط میں فقیر کے بعض مضامین "رسالہ کا اصل' مغز اور خلاصہ" قرار دیئے گئے' جن میں "حب رسول ﷺ" اور "تحفۂ معراج" کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ اول الذکر مضمون تو کئی بار "مشرق اخبار" میں موقعہ بموقعہ منظر عام پر لایا گیا۔ اس کے بعد مولانا موصوف اور بعض دوسرے احباب اور تلامذہ نے "امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت" پر لکھی ہوئی کتاب شائع کرنے پر زور صرف کیا' لیکن فقیر نے اس کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ جب فقیر کے ہاں وکیل احناف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب گھمن دامت برکاتھم العالیہ ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان' پشاور پہلی بار تشریف لائے' تو فقیر نے اس وقت ان کی خدمت میں اس کتاب کا مسودہ پیش کیا۔ جس پر انہوں نے بھی شائع کرانے کا مشورہ دیا۔ بلکہ آج کل کے ماحول میں جب کہ سادہ لوح مسلمانوں کو ائمہ مجتہدینؒ خصوصاً امام ابوحنیفہؒ سے متنفر کرانے کیلئے ان حضرات کو نعوذ باللہ فتنہ وفساد اور افتراق امت کی جڑ تک کہا جاتا ہے' بلکہ اس سے بھی ترقی کر کے ان کو زندیق تک کہا گیا ہے اور ان میں سے بعض کم حاسدین' ان کو کافر وزندیق کہلانے سے تو کتراتے ہیں۔ البتہ احادیث سے نابلد و نا آشنا' دانستہ یا غیر دانستہ طور پر احادیث کے مخالف گردانتے میں کوئی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر امام ابوحنیفہؒ کو تین یا گیارہ یا سترہ احادیث کا جاننے والا کہتے پھرتے ہیں اور ان کی اس گستاخی کی وجہ سے بعض سکول کے بچوں سے سنا گیا کہ امام ابوحنیفہ کون ہے؟ امام تو میں بھی ہوں وہ بے چارہ احادیث کیا جانتا تھا۔ پس جب قیامت کی نشانی (کہ بعد والے لوگ پہلے زمانے والے لوگوں کی برائی بیان کرنا

شروع کریں، تو قیامت کے آنے کا انتظار کریں) حد سے متجاوز ہوگئی، تو فقیر نے بامر مجبوری امام ابوحنیفہؒ کی بابت اُٹھائے ہوئے قلم کا دوبارہ جائزہ لیا جس میں کچھ ترامیم واضافے کئے۔ ''امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت'' کے نام سے چند کتابیں منظر عام پر سامنے آنے کی وجہ سے اس کا نام تبدیل کرکے ''سیدنا امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان'' رکھا۔ اب اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کے شائع کرانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وکیل احناف مولانا محمد الیاس صاحب گھمن اور مناظر اسلام مولانا محمود عالم صاحب صفدر اوکاڑوی نے مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سے چھپوانے کا کہا۔ مولانا اورنگ زیب صاحب اعوان نے بھی شائع کرانے کی اجازت دینے کا بار بار کہا۔ فقیر نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کتاب شائع کرنے کیلئے دے دی۔ (انہوں نے نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلیٰ پیپر پر چھاپی اور چند ہی دنوں میں ایک ہزار نسخے بازار سے مفقود ہوئے۔ جس سے فقیر کا حوصلہ بڑھا اور الحمدللہ مزید اضافوں کے ساتھ نظر ثانی کرکے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اضافہ دوران نظر ثانی)

فقیر نے اس کتاب میں اس بات کے ثابت کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف فقیہ تھے، بلکہ فقہ کی باریکیوں سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث کے لطیف نکتوں کی تہہ تک پہنچنے والے، حافظ الحدیث، نقد وجرح کے امام بلکہ حفاظ الحدیث، ائمہ لغت وعربیت اور زہد وتقویٰ کے جبال کے سرخیل رہنما اور شیخ بھی تھے اور ان کی بابت حدیث میں یتیم ہونے کا جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، وہ جھوٹ کا پلندہ، افتراء عظیم اور بہتان صریح ہے، جس کی اصل وجہ ائمہ دین سے نفرت،

عداوت دلانا اور اللہ تعالیٰ کے دین سے بغاوت کرنا اور کرانا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء اللہ کی عداوت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الحاصل فقیر نے اظہار حق اور لوگوں کو ائمہ امت کی نفرت سے ڈرانے اور اولیاء اللہ کی بے جا عداوت کر کے حرب الٰہی کو مول لینے سے بچانے کی غرض سے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے دوسری دفعہ شائع کرانے کا اردہ کیا ہے۔اس میں کسی کے دل دُکھانے یا اپنا نام کروشن کرنے اور خودسری' خودنمائی جمانے کا بالکل ارادہ نہیں ہے۔

آخر میں میں مولانا مفتی خالد عثمان صاحب ختٹک کا شکریہ ادا کرنا بھی ایک فریضہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بلا کسی لالچ کے فقیر کی اس کتاب کی کمپوزنگ بخوبی سر انجام دی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔امین۔

اللہ تعالیٰ سے فقیر دست بدعا ہے کہ فقیر کی اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبولیت سے نوازے۔فقیر کے والدین' اساتذہ' اہل خاندان' تلامذہ' معاونین اور جملہ مسلمان عالم کی نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین یارب العٰلمین والسلام

فقیر عبدالستار مروتؔ سکنہ تجوڑی ضلع لکی مروت

۲۶ رمضان ۱۴۲۷ھ، مطابق ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۶ م

03464070976/0300 9598307

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفی والصلوۃ والسلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء وعلیٰ اٰلہ الاذکیاء وصحابتہ الاتقیاء وعلیٰ من تبعھم باحسان من المحدثین والمجتھدین والفقھاء وعلی العلماء الراسخین و الطلباء امابعد فقد قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم﴾ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام "لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء" صدق اللّٰہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم ﷺ۔

علم رجال:

مسلمانوں میں جو ترقی علم رجال کو ہوئی ہے' دنیا اسکی مثال لانے سے قاصر ہے تراجم' طبقات' قرون' وفیات اور اعیان وغیرہ کے نام پر جدا جدا عنوانات قائم ہوئے اور ایک ایک عنوان کے تحت اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ انکا شمار بھی مشکل ہے' لیکن خاص سیرت کے فن کو چنداں ترقی نہیں ہوئی' علماء' شعراء' قضاۃ اور حکماء میں سے بہت کم ایسے خوش نصیب گزرے ہیں' جن کے حالات مستقل تصانیف میں مرقوم ہیں۔

امام اعظمؒ کی سوانح عمری:

جہاں تک فقیر کو معلوم ہے' صرف ''**امام الائمۃ' سراج الامۃ' سید الفقھاء والمحدثین' حافظ الحدیث' امام اعظم ابو حنیفہ**ؒ'' ایک ایسی عظیم شخصیت ہیں جن کے واقعات زندگی کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتناء کیا گیا ہے۔

اپنوں اور پرایوں نے بہت کثرت سے امام اعظمؒ کی سوانح عمریاں لکھیں اور ان نامور اہل قلم اصحاب نے آپ پر لکھا ہے' جو خود اس قابل تھے' کہ ان کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جائیں' اس خصوصیت میں اگر کوئی امام اعظمؒ کا ہم سر ہو سکتا ہے' تو وہ شاید امام شافعیؒ ہونگے۔

امام اعظمؒ کی سیرت طیبہ پر اکابرؒ کی چند مرقوم کتب:

امام اعظمؒ کی سیرت پر بہت سے اکابرؒ نے کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے صرف چند اساطین امت یا ان کی کتابوں کے نام ملاحظہ کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

1۔امام' محدث' مؤرخ' فقیہ ابو العباس احمد بن صلت حمانیؒ (م ۳۰۸ھ)۔

2۔امام' حافظ' مجتہد ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاویؒ (م ۳۲۱ھ)۔

3۔امام' حافظ' محدث علامہ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد سعدی المعروف بابن العوامؒ (م ۳۳۵ھ)

4۔شیخ احمد بن محمد بن احمد بن شعیب الحنفیؒ (م ۳۵۷ھ) نے **"فضائل الامام ابی حنیفة"** کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

5۔حافظ' محدث' ناقد' امام عبداللہ بن محمد حارثیؒ (م ۳۴۰ھ)۔

6۔شیخ الاسلام' امام' محدث' فقیہ ابو الحسین احمد قدوریؒ (م ۴۲۸ھ)۔

7۔امام' محدث' مؤرخ الکبیر' فقیہ' قاضی ابو عبدالرحمٰن بن علی صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام صاحبؒ اور ان کے صاحبینؒ کے مناقب میں **"اخبار ابی حنیفة واصحابه"**۔

8۔امام ابو عمر بن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کی **"جامع العلم وفضله"**

میں بہت زیادہ تعریف کے علاوہ تین فقہاء پر ایک مستقل کتاب **"الانتفاء فی فضائل الائمة الثلاثه الفقهاء"** لکھی جس میں امام ابوحنیفہؒ کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

9۔علامہ جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (م ۵۳۸ھ) نے **"شقائق النعمان فی مناقب النعمان۔"**

10۔امام ابوزکریا یحیٰ بن ابراہیم السلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) نے ائمہ اربعہؒ کے منازل و مراتب پر ایک کتاب بنام **"منازل الائمة الاربعة"** اور

11۔علامہ صدر ابو المؤید موفق الدین بن احمد مکی، خوارزمیؒ (م ۵۶۸ھ) نے **"مناقب الامام الاعظمؒ"** لکھ کر امام اعظمؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

12۔امام، محدث الکبیر، فقیہ، مجتہد ظہیرالدین مرغینانیؒ صاحب الہدایہ (م ۵۹۱ھ)

13، 14۔امام الشیخ شرف الدین ابوالقاسم بن عبدالعلیم عینی، قرشی، حنفیؒ نے **"قلائد عقودالدررو العقیان فی مناقب ابی حنیفة النعمان"** اور **"الروضه العانیة المنیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة"** دو کتابیں لکھ کر آپؒ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

15۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدِسی الحنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے ائمہ اربعہؒ کے مناقب میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ کی شاندار انداز میں تعریف کی ہے۔

16۔شیخ محی الدین عبدالقادر القریشیؒ (و ۶۹۶ھ م ۷۷۵ھ) نے **"البستان فی مناقب النعمان۔"**

17۔شیخ مؤرخ ابن المظفر یوسف بن قزاغلی بغدادیؒ نے **"الانتصار لامام**

اسحمة الامصار"

18۔امام محمد بن الکردریؒ المعروف بہ البزازیؒ (م ۸۶۷ھ) نے "**مناقب الامام الاعظمؒ**" اور 19۔مؤرخ ابن خلکان نے "**تحفة السلطان فی مناقب النعمانؒ**" لکھ کر آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا ہے۔

20۔خطیب بغدادیؒ نے "**تاریخ بغداد :۱۳**" کی ابتداء میں امام صاحبؒ کے مفصل مناقب بیان کئے ہیں لیکن بعد میں انہوں نے امام صاحبؒ کے ایسے مثالب بھی لکھے ہیں جن سے امام صاحبؒ کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا۔اب ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک شخص میں بیک وقت جمع نہیں ہوسکتیں کہ وہ اپنے دور کا افضل ترین انسان بھی ہو اور بدترین خلائق بھی۔یقیناً ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہوگی اب دیکھنا یہ ہے کہ اُمت نے اجماعاً کس بات کو قبول اور کس کو رد کیا۔تو امت نے اجماعاً آپؒ کے مثالب کو رد اور مناقب کو قبول فرمایا۔نیز خود علامہ خطیبؒ بغدادیؒ نے "**الکفایة فی علم الروایة**" میں امام ابوحنیفہؒ کو امام الجرح والتعدیل میں سے شمار کیا ہے۔چنانچہ انہوں نے اس کتاب میں آپؒ کے اقوال بطور سند کے پیش کئے ہیں۔(جن میں سے بعض اقوال کا بوقت ضرورت تذکرہ کیا جائے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ) پس باجماع امت امام کے مناقب مجمع علیہ متواتر قرار پائے اور آپ کے مثالب شاذ بلکہ منکر قرار پائے۔

21۔امام ابن حجر مکی شافعیؒ نے "**الخیرات الحسان**" کے نام سے امام صاحبؒ کو بہترین انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

22۔علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے امام صاحبؒ کے مناقب میں "**تبییض الصحیفه**" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

23۔امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی شافعیؒ نے "عقود الجمان" میں امام صاحبؒ کے مناقب جمع کئے ہیں۔

24۔علامہ ذہبیؒ نے "مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه ابی یوسف ومحمد بن الحسن" کے نام سے کتاب لکھ کر آپ کی توثیق فرمائی۔

25۔حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے "مناقب امام اعظمؒ" تحریر فرمائی۔

26۔علامہ محمد ابوزہرہؒ نے "ابو حنیفةؒ حیاته وعصره و آراؤه وفقهه" تصنیف کی۔

27۔مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نے "مکانة ابی حنیفة فی الحدیث" میں امام صاحبؒ کی شان محدثیت کو آفتاب نیم روز کی طرح واضح کیا ہے۔

28۔امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے "مقام ابو حنیفةؒ" لکھ کر آپؒ کی تبحر علمی کو اُجاگر فرمایا اور

29۔مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ نے ایک ضخیم کتاب "امام اعظمؒ اور علم الحدیث" لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت کو سراہا ہے۔

30۔مشتاق احمد قریشی نے "امام اعظم ابو حنیفةؒ حیات وفقهی کارنامے" نامی کتاب تحریر کی۔

31۔مولانا عبدالشہید نعمانیؒ نے "امام ابو حنیفةؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت" لکھ کر مخالفین کے منہ بند کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

32۔مولانا محمد اویس سرور نے "امام ابو حنیفةؒ کے سو قصے" نامی کتاب تالیف کی۔

33۔مولانا خدا بخشؒ نے "فقاهت ابو حنیفةؒ" کے نام سے مختصر کتاب تحریر کی ہے۔

اور 34۔ ہمارے ایک محترم دوست بہترین سکالر اور عظیم مؤرخ مولانا عبدالقیوم حقانی

دامت برکاتہم نے "**دفاع ابی حنیفہ**" لکھ کر امام ابو حنیفہؒ کی خوب مدافعت کی ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ کتب کے علاوہ بہت سے کتب ورسائل میرے سامنے موجود ہیں۔ اگر امام اعظمؒ کی سیرت پر لکھی گئی کتابوں کو گننا شروع کیا تو وہ ایک مستقل رسالہ کی شکل اختیار کرے گی لیکن فقیر نے طوالت سے بچنے کی خاطر انہی چونتیس کتب پر اکتفاء کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظمؒ پر اتنی کتابیں لکھنا دراصل امت کی طرف سے ان کو خراج عقیدت پیش کرنا' ان کی خدمات کا اعتراف اور "**انتم شھداء اللہ فی الارض**" کا مصداق ہے۔

امام اعظمؒ کو یہ عالی شان مرتبہ ان کے اوصاف حمیدہ کی بدولت ملا ہے' کیونکہ آپؒ ان تمام اوصاف حسنہ کے جامع تھے' جن کی موجودگی ایک عالم دین' مقتدا اور امام ومجتہد میں ضروری ہوتی ہیں۔ آپؒ علم وعمل کے پیکر' زہد وتقویٰ کے مینار' استنباط واجتہاد میں بے نظیر' حدیث دانی میں مرجع' ریاضت وعبادت میں لاثانی' خشیت الٰہی کی وجہ سے آہ وبکاء میں بے مثال اور فہم وفراست میں اپنی نظیر آپ تھے۔

امام اعظمؒ کے ساتھ تعصب کی انتہاء:

مذکورہ صفاتِ جمیلہ کے ساتھ ساتھ آپؒ کی ''عظیم محدثانہ جلالتِ شان'' بھی تمام اہل اسلام میں مسلّم اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ مگر علمی دنیا میں شاید ہی اس سے بدترین تعصب کی مثال کوئی اور ہو کہ بعض تعصب وعناد اور ہوا وہوس کے شکار افراد امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے بارے عرصہ دراز سے گمراہ کن اکاذیب اپنی مخصوص ملمع ساز فیکٹری کے جدید سانچوں میں ڈال کر خلافِ واقعہ بیان کرتے ہیں اور آپؒ پر بے

بنیاد الزامات قائم کرکے اس فعل بد کی نشر واشاعت اور تشہیر میں شب وروز سرگرم عمل ہیں۔
چنانچہ کبھی امام اعظمؒ پر الزام لگاتے ہیں: کہ "وہ قیاس اور رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے تھے" اور کبھی امام موصوفؒ پر "قلت عربی اور قلتِ حدیث کا الزام تراشتے ہیں۔"

امام ابوحنیفہؒ کو صرف تین احادیث یاد تھیں:

بعض کوتاہ بین، خوف الٰہی سے نڈر وبے باک افراد امام اعظمؒ سے محض حسد و عناد اور بغض وعدادت کی بناء پر تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں: کہ "ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ بعض گیارہ جبکہ بعض کرم فرما تو گیارہ احادیث کے ماننے کو بھی تیار نہیں، وہ کہتے ہیں کہ ان کو صرف تین احادیث یاد تھیں۔"

امام ابوحنیفہؒ مع اساتذہ واولاد ضعیف تھے:

بعض حضرات نے ایک دو قدم بڑھ کر یہاں تک لکھا ہے: کہ "آج تک جس قدر محدثینؒ گزرے ہیں، سب نے امام صاحبؒ کو مِن جہۃ الحفظ ضعیف کہا ہے۔" (۱)
پھر مزید درافشانی کرتا ہوا لکھتا ہے: کہ "امام صاحب ضعیف، ان کے استاد ضعیف، ان کے استاذ الاستاذ ضعیف، حتی کہ (بخاری کے راوی [مروت]) امام اعمشؒ ضعیف، امام صاحبؒ کے بیٹے اور ان کے پوتے بھی ضعیف ہیں"۔ (۲)

کل کے کل کوفہ والے ضعیف ہیں:

پھر چند قدم آگے بڑھتے ہوئے یوں گل افشانی کرتا ہے: "ان کے شاگرد ابو یوسف وامام محمد ضعیف اجی! اصحاب ابی حنیفہؒ کو ابھی رہنے دیجئے، کل کے کل کوفہ

ماخذ ومصادر: (۱) مجموعہ مقالات (۲) الجرح علیٰ ابی حنیفۃ بحوالہ امام ابوحنیفہؒ اور معترضین: ۱/ ۱۱۸۷

والے ایسے ہی تھے۔ پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں‘ تو امام ابوحنیفہؒ کیسے قوی الحافظہ ہو سکتے ہیں؟۔‘‘(۱) پھر اپنی کرم نوازی کا مزید یوں اظہار فرماتا ہے: ’’امام صاحبؒ اس کے علاوہ کہ ضعیف تھے‘ مرجئہ بھی تھے۔‘‘ ایک جگہ مزید دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ’’وہ جہمی اور مرجئہ تھے۔‘‘ نیز دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو بالا طاق رکھتے ہوئے ’’آپؒ کو زندیق تک کہتا ہے۔‘‘(۲)

حنفیوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے:

بعض بدزبانوں نے مزید ترقی کر کے‘ یہاں تک جسارت کی ہے: کہ ’’ابوحنیفہؒ ’’مجوسی النسل‘‘ ’’رؤیت صحابیؓ ‘‘ سے محروم اور ’’آل عمرؓ کے ساتھ پُرانے عجمی کینہ رکھنے والا‘ ‘تھا۔‘‘ لیکن ان کا زہر فاسد اسی پر بھی ختم نہیں ہوا‘ بلکہ بعض بدبخت مزید جسارت کرتے ہوئے آپؒ کے جملہ متبعین کو دائرۂ اسلام سے خارج بتاتے ہیں‘ چنانچہ ایک بدبخت لکھتا ہے: کہ ’’اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے‘ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے‘ پس سمجھو اور جلدی نہ کرو‘‘۔ "لیس لھم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافھموا و لاتعجلوا"۔(۳) لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

نبی کریم ﷺ نے فقہ حنفی کے سیکھنے سے منع فرمایا ہے: العیاذ باللہ

یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ سے عناد کی بناء پر کہاں سے کہاں تک پہنچے۔ نبی کریم ﷺ پر بہتان وافتراء تراشنے سے بھی دریغ نہیں کی چنانچہ پہلے تو نبی کریم ﷺ کے

ماٰخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۱/ ۱۹۷ تا ۲۱۲ (۲) ایضاً: ۱/ ۲۹۲ (۳) یضاً: ۱/ ۲۷۶

زبانی حنفیوں کو اسلام سے نکال دیا اور اب نبی کریم ﷺ پر ایک اور افتراء کے ذریعے اسلام کی بیخ کنی کی بے جا کوشش کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''سنو اور غور سے سنو! رسول اللہ ﷺ نے خود امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے۔''(۱)

احناف کی بیویوں سے طلاق دیئے بغیر نکاح جائز ہے:

قارئین کرام! آج کل امام ابوحنیفہؒ کی بابت غلاظت اور نجاست سے بھرپور انتہائی بدبودار مواد اور لٹریچر تقسیم ہو رہا ہے، جس میں آپؒ کے ساتھ (بلکہ اسلام کے ساتھ) حسد اور عناد کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کو نہ صرف ضعیف کہا گیا ہے، بلکہ آپؒ کے اساتذہ، تلامذہ اور اولاد بلکہ پورے کوفہ کے محدثینؒ کو ضعیف قرار دیکر ذخیرۂ احادیث پر پانی پھیر دیا ہے۔ کوئی آدمی ضعیف ہونے کی وجہ سے کم از کم اسلام سے تو خارج نہیں ہوتا، بلکہ ضعیف ہونے کے باوجود بھی وہ مسلمان رہتا ہے، لیکن ان بدبختوں نے امام ابوحنیفہؒ کو نہ صرف اسلام سے خارج کر دیا ہے، بلکہ آپؒ کے تمام متبعین حضرات کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر کے اپنی بدمعاشی نکالنے کیلئے کھاتہ صاف کر دیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کا ایک مصنف قسم کھا کر لکھتا ہے: کہ ''احناف کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیویوں کے ساتھ بلا طلاق دیئے نکاح کرنا جائز ہے۔''(۲)

ائمہ اربعہؒ کے جملہ مقلدین مُخَلَّد فی النار ہیں:

ناظرین کرام! ان کا ایک ہم مسلک بھائی مزید ترقی کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتا ہے: کہ ''جو مدرک رکوع بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز پڑھے گا، وہ مخلد فی

ماٰخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۲۹۶ (۲) اطیب الکلام: ۱۲ بحوالہ تنقیح التنقید: ۲۵

النار ہے" اور آگے اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے: کہ "جس مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوا' اس کی نماز نہیں ہوئی اور جس کی نماز نہیں ہوئی وہ بے نمازی ہے اور بے نمازی کافر ہوتا ہے اور کافر مخلد فی النار ہوتا ہے۔" (لہٰذا حنفی بھی مخلد فی النار ہیں۔)(۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ "مدرک رکوع مدرک رکعت ہے" کا حکم صرف احنافؒ کے ہاں ہے یا ان کے علاوہ دوسرے حضرات بھی اس کے قائل ہیں' تو حقیقت یہ ہے کہ ائمہ اربعہؒ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے: کہ اگر" کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پاوے اور امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر شامل ہو جائے' تو اس شخص کی نماز ہوگئی اور اس کے ذمہ نماز کا لوٹانا ضروری اور واجب نہیں۔" (۲) تو جب احنافؒ کو مدرک رکوع کی وجہ سے کافر کہا گیا' تو کیا ائمہ ثلاثہؒ جب اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کے ہم نوا ہیں' وہ اس بدبخت کے اس فتویٰ کفر سے بچ سکتے ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے: کہ "ان کے نزدیک ائمہ اربعہؒ اور ان کے متبعین سب کے سب کافر ہیں۔" بلکہ اس بدبخت کے اس فتویٰ سے خود اس کے اپنے اسلاف بھی نہیں بچ سکتے' وہ بھی اس فتوے کی زد میں آ گئے ہیں۔ چنانچہ مولوی شمس الحق غیر مقلد نے تصریح کی ہے: کہ "قاضی شوکانیؒ کا پہلا فتویٰ تھا' کہ مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں۔" اب ان کا فتویٰ ہے کہ "مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔" (۳) اور علامہ مبارک پوریؒ کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں: "مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔" (۴)

ماٰخذ و مصادر: (۱) اطیب الکلام: ۱۲۰ بحوالہ اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع (۲) رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز: ۱۳۷' بحوالہ عمدۃ القاری: ۶/ ۱۳' فتح الملہم: ۳/ ۲۱' اوجز المسالک: ۱/ ۲۴۰ (۳) عون المعبود: ۱/ ۳۳۴ (۴) تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۶۱

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خلفاء راشدینؓ مذکورہ فتویٰ کی زد میں:

مذکورہ بالا مسئلہ پر ''دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذی'' میں انشاءاللہ تفصیلی بحث کریں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ کیاان کے اس فتویٰ کی زد سے خلفاء راشدینؓ بچ سکتے ہیں؟ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام ناجائز تھا۔تب ہی تو اس سے منع فرمایا کرتے تھے' چنانچہ بعض روایات میں آتا ہے:

"ان ابابکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام" (۱)اور بعض روایات میں آتا ہے: "قال علی: "من قرأ مع الامام لیس علی الفطرة" (۲)اسی طرح رفع یدین (جس پر ان لوگوں نے خوب زور صرف کیا ہے) کے اصل اور بنیادی راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جو کہ ان کے نزدیک بہت زیادہ عامل بالسنۃ تھے) نیز حضرت زید بن ثابتؓ اور جابرؓ بھی قرأت فاتحہ خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے' چنانچہ امام مسلمؒ صرف زیدؓ کا جبکہ دوسرے محدثینؒ تینوں کا قول نقل کرتے ہیں:

"لایقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوٰة"۔(۳)

ع ابھی تو ابتداء عشق ہے' آگے دیکھیں ہوتا ہے کیا؟

کیا سید الکونین ﷺ مذکورہ فتویٰ کی زد میں نہیں آئے؟:

آیئے! ذرا آگے بھی نظر دوڑائیں' ان کے کفر کے اس فتوی سے خود

ماخذ و مصادر: (۱) طحاوی :۱/ ۱۲۹، عمدۃ القاری:۳/ ۶۷' الجوہر النقیح:۲/ ۱۶۹ (۲) طحاوی: ۱/ ۱۲۹
(۳) ایضاً' مسلم:۱/ ۱۲۵

سیدالکونین ﷺ بھی بچ نہ سکے' کیونکہ "آپ ﷺ نے مرضِ وفات میں جو آخری ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تھی، اس میں آپ ﷺ نے مکمل فاتحہ یا کم از کم فاتحہ کا کچھ حصہ چھوڑ کر جماعت کرائی تھی۔"(۱)

قارئین کرام! امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بغض وعداوت نے ان کے عقل کو اتنا اندھا اور ماؤف کر دیا کہ انہوں نے صرف ایک ہی فتویٰ سے پورے اسلام کا نقشہ بدل دیا اور اس حسد وعناد اور "**حب الشئ یعمی ویصم**" کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو کر صرف احنافؒ کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا' بلکہ دانستہ یا نادانستہ طور پر سیدالکونین ﷺ کو بھی اپنے فتوے کی زد میں لایا۔

الغرض امام اعظمؒ ان کے نزدیک کافر اور زندیق ہیں اور جب نعوذ باللہ آپؒ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا' تو ان کا اجتہاد خود بخود ختم ہوا اور جب اجتہاد نہ رہا' تو ان کی اتباع کا جواز بھی ختم ہو گیا۔

نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف ایک راسخ العقیدہ ثقہ مسلمان تھے' بلکہ اکابرین امت کی تصریح کے مطابق آپؒ "**من ائمة الحدیث**" "**من ائمة الحدیث والفقه**" اور "**من کبار المجتهدین فی الحدیث**" ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم تابعی اور نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے اولین مصداق بھی تھے۔

اس مختصر کتاب میں اولاً نہایت اختصار سے امام صاحبؒ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی جائے گی' بعدہ امام صاحبؒ کا علم حدیث' فن روایت ودرایت میں بلند وبالا

ماخذ ومصدر: (۱) تفصیل کیلئے احسن الکلام دیکھیں۔

مرتبہ اور آپؒ کی ''محدثانہ جلالتِ شان'' پر ٹھوس دلائل اور مضبوط شواہد پیش کیے جائیں گے اور آخر میں آپ پر چند بے بنیاد اعتراضات کی فضا میں دھجیاں بھی **انشـــاء اللّٰہ** بھکیر دی جائیں گی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دنیا میں آمد:

امام صاحبؒ کی سن ولادت میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین آپؒ کی سن پیدائش ۶۱ھ بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں حافظ سمعانیؒ اور ان کے ساتھ حافظ ابن حبانؒ نے ''کتاب الجرح والتعدیل'' میں اور ابوالقاسم سمنانیؒ نے ''روضۃ الصفا'' میں اسی کو راجح بتایا ہے۔(۱) حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ کی رائے میں بھی یہی صحیح ہے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ آپؒ معمرین میں سے ہیں اور نوے سال سے آپؒ کی عمر متجاوز ہوگئی تھی۔(۲) جبکہ علامہ عینیؒ نے آپؒ کی سن ولادت ۷۰ھ بتائی ہے اور علامہ محمد زاہد الکوثریؒ نے اپنی کتاب ''تانیب الخطیب'' میں بہت سے دلائل و شواہد ذکر کر کے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔(۳) البتہ اکثر محققین جن میں علامہ خطیب بغدادیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی شامل ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کی سن ولادت ۸۰ھ (مطابق ۶۹۹م) ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: کہ ''اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: یعنی ہم آزاد بنو فارس میں سے ہیں۔ میرے دادا جان نعمانؒ سن اسی (۸۰ھ) میں پیدا ہوئے۔ "**نحن من ابناء فارس الاحرار ولد جدی النعمان سنة ثمانین**"۔(۴) علامہ مزیؒ نے تہذیب الکمال

ماٗخذ و مصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۱۳۱ (۲) ایضاً بحوالہ الروض الباسم: ۱/۱۹۲ (۳) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: ۱۸ (۴) تہذیب التہذیب رقم ۸۱۹: ۱۰/۴۰۱، مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۲۶

میں اور ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ میں اسے راجح قرار دیا ہے۔(۱)

امام صاحبؒ کا علم:

امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمان بن ثابت ہے(۲) جس پر تمام مؤرخینؒ کا اتفاق ہے۔ نعمان دراصل اس خون کو کہتے ہیں: ''جس پر بدن کا سارا ڈھانچا قائم ہوتا ہے اور جس کے ذریعے جسم کی ساری مشینری حرکت کرتی ہے۔'' اس لئے روح کو بھی نعمان کہا جاتا ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی ذات گرامی قدر اسلام میں قانون سازی کے فن کیلئے محور اور اس کے مدارک ومشکلات کیلئے مرکز ہے اس لئے بقدرت الٰہی آپؒ کا نام نعمان رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں: کہ ''ابوحنیفہؒ فقہ کا آسرا ہیں۔'' "**فابوحنیفة به قِوامُ الفقه**۔" (۳) علاوہ ازیں نعمان سرخ اور خوشبودار گھاس کو بھی کہتے ہیں اسی مناسبت سے بھی امام اعظمؒ کے بہت مناسب ہے کیونکہ آپؒ کی کمالاتی مہک اور لہک سے اسلامی زندگی کا ہر گوشہ متأثر ہے۔ آپؒ کی عادات مبارکہ میں پاکیزگی تھی اور آپؒ کمال کی انتہاء کو پہنچ گئے تھے۔ "**طابت خِلالُه وبلغ الغايةَ كمالُه**۔" علامہ ابن حجر ہیثمیؒ لکھتے ہیں: کہ ''نُعمان فُعلان کے وزن پر نعمت سے بنا ہے۔ آپؒ کے اسم گرامی میں معنوی رعایت یہ ہے کہ آپؒ کی ذات مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے آپؒ کا نام نعمان رکھا گیا ہے۔''

"**فابوحنيفةَ نعمةُ الله علىٰ خلقه**"۔(۴)

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۱۳۱ (۲) تہذیب التہذیب رقم ۸۱۹: ۱۰/ ۴۰۱، طبقات الحفاظ لابن الخیاط: ۱/ ۳۲۷ (۳) الخیرات الحسان: ۱۰ (۴) الخیرات الحسان: ۱۲

امام ابوحنیفہؒ کا لقب:

امام اعظم آپؒ کا لقب تھا'(۱) آپؒ کو امام اعظم کہنے والے صرف احناف نہیں ہیں بلکہ اپنے اور پرائے' یگانے اور بیگانے سب ہی آپؒ کو اسی لقب سے پکارتے ہیں چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں' حافظ محمد بن ابراہیمؒ نے ''الروض الباسم'' میں اور ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلامؒ نے ''قواعد الاحکام'' میں آپؒ کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے۔ آپؒ کو امام اعظمؒ کا لقب یقیناً بجا ہے کیونکہ حافظ محمد بن ابراہیمؒ کے بقول آپؒ کی علمی بزرگی' عدالت' تقویٰ اور امانت تواتر سے ثابت ہے اور آپؒ کا علمی مقام تمام عالم اسلامی میں شرقاً وغرباً ۱۵۰ھ سے آج تک علماء میں مانا ہوا ہے۔ (۲)

امام اعظمؒ کی کنیت:

ابوحنیفہ آپؒ کا نام نہیں تھا' بلکہ یہ آپؒ کی کنیت تھی' لیکن یہ کنیت ان کی نسبی اور حقیقی نہیں تھی' بلکہ یہ وضعی معنی کے اعتبار سے ہے۔ (۳) یعنی یہ کنیت وصفی تھی' کیونکہ امام صاحبؒ کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہیں تھا' بلکہ حماد کے علاوہ ان کا کوئی بیٹا تھا نہ بیٹی۔ "ولا یُعلَمُ له ذکرو لا انثی غیرُ حماد" (۴) جیسے عبدالرحمان بن صخرؓ کی کنیت ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن ابی قحافہؓ کی کنیت ابوبکرؓ وصفی کنیت تھی' نسبی نہیں تھی۔ چنانچہ اول الذکر کا ''ہریرہ'' کے نام سے اور ثانی الذکر کا ''بکر'' کے نام سے کوئی بیٹا نہیں تھا۔ البتہ اول الذکر ایک بلی رکھنے کی وجہ سے ''ابوہریرہؓ'' اور ثانی الذکر ہر کارِ خیر میں پہل کرنے کی وجہ سے ''ابوبکرؓ'' کہلانے لگے۔ اسی طرح ''حنیفہ'' کے نام سے

ماٰخذ ومصادر: (۱) سیرۃ النعمان:۱۵ (۲) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: حاشیہ:۱۱۹ (۳) ایضاً:۲۱ (۴) الخیرات الحسان:۱۲

آپؒ کی کوئی بیٹی نہیں تھی بلکہ آپؒ کو یہ کنیت کسی اور وجہ سے عنایت ہوئی تھی۔

ابوحنیفہ کنیت رکھنے کی وجہ:

ابوحنیفہ کنیت رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ حنیفہ حنیف کا مؤنث ہے اور حنیف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سب سے کٹ کر مولیٰ کا ہو رہے۔ اس وجہ سے اسلام کو دین حنیف اور ملت حنیف کہتے ہیں اور ادیان باطلہ سے ہٹنے اور ان سے کٹ کر اسلام قبول کرنے والے کو حنیف کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اسلام کو ملت حنیف کے نام سے یاد کیا ہے جو حضرت ابراہیم حنیفؑ کی طرف منسوب ہے۔ ﴿فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا﴾ اہل عرب سب سے پہل کرنے والے کو اب کہتے ہیں اور امام اعظمؒ اس دین حنیف کی تدوین میں سب سے پہل کرنے والے تھے۔ (اسی طرح اب کا لفظ غیر ذوی العقول میں ''صاحب'' اور ''والا'' کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور ملت غیر ذوی العقول ہے۔) اسلئے بطور تفاؤل آپؒ کی کنیت ابوحنیفہؒ (یعنی ملت حنیفہ والے اور ملت حنیفہ میں پہل کرنے والے **ابو الملة الحنيفة**) رکھی گئی۔ (۱)

امام صاحبؒ کا حسب ونسب:

بعض علماء آپؒ کا نام نعمان بن ثابت بن زُوطی (**بضم الزاي وفتح الطاء وبفتحهما**) بن ماہ (۲) بتاتے ہیں، جبکہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے عمر بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی سند سے نعمان بن ثابت بن زوطی اور اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی سند سے نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبانؒ لکھا ہے۔ (۳) امام صاحبؒ کے حسب ونسب

ماٰخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۲۱، شقائق النعمان فی مناقب النعمان، الروض الباسم (۲) تہذیب الاسماء رقم: ۲:۳۳۱/۲۱۶
(۳) ایضاً، تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۴، ۳۲۶

میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں بلکہ صرف لفظی اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے دادا کا نام مسلمان ہونے سے پہلے زوطیٰ تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرف باسلام فرمایا تو اس کے بعد ان کا نام نعمان رکھا گیا۔(۱)

زوطیٰ کے والد صاحب کا نام ''مرزبان'' یا ''ماہ'' ہے اور ان دو میں سے ایک ان کا لقب ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا نام کوئی اور ہو اور یہ دو ان کے القاب ہوں ''مرزبان'' فارسی زبان کا لفظ ہے۔ فارسی میں رئیسِ شہر کو مرزبان کہتے ہیں نیز ماہ کا معنیٰ بھی ''سردار'' ہے۔(۲)

آپؒ کے عربی اور فارسی النسل ہونے میں بھی علماء کا اختلاف ہے، لیکن تمام ثقہ مؤرخین کا آپؒ کے فارسی الاصل ہونے پر اتفاق ہے۔ آپؒ فارسی نژاد تھے اور شرفائے فارس کی طرف منسوب۔(۳)

امام ابوحنیفہؒ کی نسبی شرافت:

حضرت امامؒ کی شرافت نسبی کا کیا کہنا! وہ بہت بلند و بالا ہے۔ آپؒ کے نسب مبارک میں آٹھ انبیاءؑ کے اسماء گرامی آتے ہیں: (۱) حضرت آدم (۲) حضرت شیث (۳) حضرت نوح (۴) حضرت ادریس (۵) حضرت ہود (۶) حضرت ابراہیم (۷) حضرت اسحاق اور (۸) حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

شرافت دینی کے علاوہ دنیوی شرافت میں بھی آپؒ اعلیٰ مقام پر تھے۔ آپؒ کے اجداد میں سولہ بادشاہ گذرے ہیں (۱) سامان (۲) بابک (۳) حاز

ماٰخذ ومصادر: (۱)، (۲) ایضاً (۳) امام اعظم اور علم حدیث: ۱۲۱

(۴) مھروس (۵) ساسان دوم (۶) اسفندیار (۷) گشتاسپ (۸) نھراس (۹) کتمش (۱۰) کیاسین (۱۱) کیابود (۱۲) کیقیاد (۱۳) دار (۱۴) مرحام (۱۵) مرمان شواور (۱۶) منوچھر الکیان۔(۱)

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں شرافت نسبی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے **"النـاسُ معادنُ خیارُ هم فی الجاهلیة خیارُ هم فی الاسلام اِذا فَقِهوا"** (۲) یعنی جس طرح زمین کی کانیں مختلف استعداد کی حامل ہوتی ہیں۔ کسی کان سے کوئلہ نکلتا ہے، تو کسی سے لوہا، کسی سے پارہ نکلتا ہے، تو کسی سے گیس اور تیل، کسی سے پیتل نکلتا ہے، تو کسی سے سونا یا چاندی، اسی طرح انسان بھی مختلف استعداد کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر شریف النسل آدمی اسلام لانے کے بعد فقیہ بن جائے، تو یہ سونے پر سہاگہ اور **نـور علی نور** ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام صاحبؒ کی شرافت پر نبوت کی مزاج شناسی یعنی فقاہت نے اپنا پرتو ڈالا، تو اس عظمت کا اعتراف اہل اسلام نے امام اعظمؒ کے لقب سے کیا۔

غلامی کا داغ:

قارئین کرام! مذکورہ حقائق کے باوجود بعض لوگ امام اعظمؒ پر غلامی کا داغ لگاتے ہیں، جبکہ حاسدین کو بعض مؤرخین کا یہ قول امام اعظمؒ پر بہت راست آنے لگا، کہ "زوطی کابل سے گرفتار ہو کر آئے، قبیلہ بنی تیم اللہ کی ایک عورت نے خریدا، کچھ عرصہ غلامی میں رہے، پھر اس نے آزاد کر دیا۔ اسی لئے امام صاحبؒ مولیٰ بنی تیم اللہ کہلاتے ہیں۔" (۳)

مخالفین نے امام اعظمؒ کی شان گھٹانے کیلئے اس قول کو خوب چمکایا، حالانکہ

ماخذ و مصادر: (۱) سرتاج محدثین: ۸۳ (۲) بخاری: ۱/ ۷۹، ۴، مسلم: ۲/ ۲۶۸ (۳) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۲۵

پہلے تو غلامی ثابت نہیں لیکن اگر بالفرض اس قسم کی غلامی ثابت بھی ہو جائے، تو کسر شان کی کیا بات ہے؟ کیا بعض علماء بی بی ہاجرہؓ کو کنیز تسلیم نہیں کرتے؟ کیا خاندان کسریٰ پر اس لقب کا داغ نہیں لگا؟۔

کیا امام حسن بصریؒ، علامہ ابن سیرینؒ امام طاؤس بن یسارؒ نافعؒ، عکرمہؒ اور امام مکحولؒ جیسے مقتدیانِ اسلام طوقِ غلامی سے آزاد ہیں؟ جو خود یا ان کے باپ دادا غلام نہ رہ چکے ہوں۔ لہٰذا اگر بالفرض زوطی کا غلام ہونا بھی ثابت ہو، تو کچھ عار کی بات نہیں، لیکن تاریخی شواہد اس کے خلاف ہیں۔

لفظِ مولیٰ کے معانی:

ہوا یوں کہ غریب الوطنی اور زبان کی اجنبیت نیز ضروریات زندگی نے زوطی کو قبیلہ بنو تیم اللہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات پر مجبور کر دیا اور یہ طریقہ عرب میں عام طور پر جاری تھا اور اس قسم کے تعلق کو اہل عرب ولاء کہتے تھے، جس کا مشتق مولیٰ ہے۔ مولیٰ کے پچیس معانی آتے ہیں۔ (۱) مثلاً کارساز، دوست، حمایتی، مددگار، ساتھی، لائق، (۲) سردار، حافظ، ولی، (۳) متولی (۴) وجوہِ نفع ونقصان میں متصرف، ابن العم (۵) ولی نعمت، آقا (۶) حلیف اور آزاد کردہ شدہ غلام (۷) وغیرہ لیکن علامہ محی الدین یحی بن اشرف نوویؒ (محرم ۶۳۱ھ، م ۱۴ رجب ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں: کہ ''لفظ مولیٰ زیادہ تر دوستی کے عہد و پیمان یعنی مولی الموالات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔'' (۸) اور

ماٰخذ و مصادر: (۱) معالم العرفان: ۱/ ۶۴۶ بحوالہ قاموس (۲) لغات القرآن: ۵/ ۴۸۰ (۳) تفسیر المظہری: ۱/ ۴۴۶ (۴) تفسیر الکوثری: ۱/ ۱۰۶ (۵) الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ: ۱/ ۲۸۸ (۶) معارف القرآن کاندھلویؒ: ۱/ ۵۴۸ (۷) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۲۲۶ (۸) امام اعظم اور علم حدیث: ۱۲۱ بحوالہ تہذیب الاسماء واللغات

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: کہ ''مولیٰ صرف غلام ہی کو نہیں کہتے بلکہ ولاء اسلام' ولاء حلف اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اوران تعلقات والوں کو موالی کہا جاتا ہے۔امام بخاریؒ کو ولاء اسلام کی وجہ سے جعفی' امام مالکؒ کو ولاء حلف کی وجہ سے تیمی اور مقسمؒ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس زیادہ رہنے کی وجہ سے مولیٰ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔''(۱)

مشہور غیر مقلد علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ لکھتے ہیں'' جان لے! کہ بعض موالی ایسے ہوتے ہیں' جنہیں مولیٰ فلان یا لبنی فلان کہا جاتا ہےاوراس سے مراد مولیٰ عتاقہ ہوتا ہےاور یہی اس میں اکثر وبیشتر ہوتا ہےاور بعض ان میں ایسے ہیں' جن پر مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اس سے مراد ولاء اسلام ہوتا ہےاوران میں ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری جعفیؒ ہیں کیونکہ ان کے جدامجد جو کہ مجوسی تھے' جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے۔اسی طرح ایک مولیٰ بولاء الحلف ہوتا ہے جیسا کہ امام مالک بن انسؒ کہ آپؒ اورآپؒ کا خاندان صلبی لحاظ سے اصبح قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا' لیکن انہیں تیمی کہا جاتا ہے۔کیونکہ ان کا خاندان یعنی قبیلہ اصبح'' تیم قریش'' کا حلیف تھا۔بعض علماء نے یہ قول بھی کیا ہے کہ ان کے جدامجد مالک بن ابی عامر' طلحہ بن عبیداللہ کے اجیر تھے اور طلحہ ان کو تجارت کیلئے بھیجا کرتے تھے' تو اس وجہ سے ان کو مولیٰ التیمیین کہا جانے لگا اور یہ مولیٰ ہونے کی چوتھی قسم ہے' جیسا کہ مقسمؒ کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ ابن عباسؓ کے مولیٰ تھےاور یہ ان کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ہروقت ان کے ہاں رہا کرتے تھے اور مقدمہ ابن صلاحؒ میں اسی طرح کہا گیا ہے۔''(۲)

الغرض جیسا کہ مولیٰ کا لفظ حلیف وغیرہ کے معنیٰ میں آتا ہے' اسی طرح اس کا

ماٰخذ ومصادر: (۱) حاشیہ امام اعظم اور علم حدیث: ۱۲۲ (۲) تحفۃ الاحوذی باب فی الاستتار الخ: ۶۲/۱

ایک معنی آزاد کردہ شدہ غلام بھی ہے۔ اسی لفظی مشارکت سے بعضوں نے زوطی کو غلام سمجھ لیا اور رفتہ رفتہ یہ خیال روایت کی شکل پکڑ کر کسی قدر عام ہوگیا' جس کی وجہ سے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کو یہ الزام تاکید کے ساتھ دفع کرنا پڑا: کہ "واللہ! ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آیا۔" (۱)

اسماعیل بن حمادؒ نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے' اسی وجہ سے دقیقہ سنج مؤرخوں نے اس بحث میں ان پر اعتماد کیا ہے' کیونکہ گھر کا باشندہ اچھی طرح جانتا ہے' کہ گھر میں کیا ہے۔ "**صاحب البیت ادریٰ بما فیہ**" یہی وجہ ہے کہ قاضی حمیریؒ نے صاف تصریح کی ہے کہ "زوطیٰ بنو تیم اللہ کے حلیف یعنی ہم قسم تھے۔" (۲) لہٰذا یہ روایتِ غلامی کہ وہ کابل سے گرفتار ہوکر آئے' بالکل غلط ہے۔

امام طحاویؒ مشکل الآثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔ عقد موالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "(امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ اور امام بخاریؒ کے شیخ (۳)) عبداللہ بن یزیدؒ کہتے ہیں: "میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: "تم کون ہو؟" میں نے عرض کیا: کہ "ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے احسان فرمایا یعنی "نومسلم"۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: "یوں نہ کہو بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلو پھر تمہاری نسبت بھی ان کی طرف ہوگی۔ میں خود بھی ایسا ہی تھا۔" (۴) جس سے صاف ظاہر ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کو تیمی غلامی کی وجہ سے نہیں بلکہ عقد موالات یعنی دوستی کے عہد و پیمان کی وجہ سے مولیٰ تیم اللہ کہا جاتا تھا۔

ماٰخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۶ (۲) سیرۃ النعمان: ۱۶ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۳۴ (۴) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۲۲' ۱۲۳ بحوالہ مشکل الآثار: ۴/۵۴

خلیفۂ راشد حضرت علیؓ کی دعا:

آپؒ کے جداول ''بابل'' (یا ''کابل'') کے رہنے والے تھے' جبکہ آپؒ کے والد محترم حضرت ثابتؒ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے جد امجد حضرت زوطیؒ نے اپنے لڑکے کو حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضرت علیؓ نے بزرگانہ شفقت فرمائی۔ ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر بھی فرمائی۔ (۱) اسماعیلؒ فرماتے ہیں: کہ ''ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب (عبدمناف) کی دعا ہمارے بارے میں قبول فرمائی ہے۔'' (۲)

امام ابوحنیفہؒ کا زادو بوم:

آپؒ کے والد ماجدؒ ترمذ' نساء' اور انبار کے مقامات میں رہائش پذیر رہ چکے ہیں' آخری سکونت انبار میں اختیار فرمائی تھی۔ بعض علماء نے اسی بناء پر امام صاحبؒ کا زادو بوم انبار ہی قرار دیا ہے۔ لیکن اکثر علماء کا خیال ہے کہ امام صاحبؒ کی ولادت کوفہ میں ہوئی ہے اور اس انبار میں آپؒ کے والدؒ کی آخری آرام گاہ بھی ہے۔ کوفہ چونکہ امام صاحبؒ کی پیدائش گاہ اور اولین تربیت گاہ ہے، اس وجہ سے امام اعظمؒ سے بغض و عناد رکھنے والے بعض حاسدین نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کو حدیث کا علم ہی نہ تھا۔ اس لئے تھوڑی دیر کیلئے کوفہ چلتے ہیں' تا کہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ کوفہ میں یقیناً علوم صحابہؓ کا جامع خلاصہ اور منبع موجود تھا۔

ماخذ و مصادر: (۱) مقدمۃ تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۱۶۶' تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۲۶ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۲۶' امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۲۴ بحوالہ الخیرات الحسان' مناقب امام لملا علی قاریؒ منسلکہ الجواہر المضیۃ: ۲/ ۴۵۴

کوفہ فقہاء ومحدثین صحابہؓ کا مسکن:

قارئین کرام! جیسا کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام صحبت یافتہ تلامذۂ صحبت نبوی ﷺ کی وجہ سے عادل، ثقہ، زاہد، متقی اور پاکباز تھے، لیکن قرآن فہمی تدبر حدیث اور تفقہ فی الدین میں برابر کے شریک نہیں تھے، بلکہ اس لحاظ سے آپس میں مختلف درجات کے مالک تھے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ بنسبت دوسرے صحابہؓ کے اعلم وافقہ اور ازہد واتقی تھے، جیسا علامہ ذہبیؒ امام مسروقؒ کا قول نقل کرتے ہیں: "قال وجدتُ علمَ اصحٰبِ محمدٍ ﷺ انتھٰی الی ستۃٍ الی عمرؓ و علیٍؓ و عبدِاللّٰہؓ و معاذٍؓ و ابی الدرداءِؓ و زیدِ بن ثابتٍؓ" (۱) اور علامہ ابن سعدؒ امام مسروقؒ کا قول یوں نقل فرماتے ہیں: کہ "میں نے مجالسِ صحابہ کرامؓ سے فائدہ اُٹھایا، پس میں نے دیکھا کہ ان تمام صحابہؓ کا علم چھ بزرگوں یعنی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوالدرداء اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنھم کی طرف واپس ہوتا تھا پھر میں نے ان چھ بزرگوں کی مجلس کا شرف حاصل کیا، تو میں نے دیکھا کہ ان سب کا علم حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ پر ختم تھا۔" "قال شاعت اصحابُ رسولِ اللّٰہ ﷺ فوجدتُ علمَھُم انتھیٰ الیٰ ستۃٍ الیٰ عمرؓ و علیٍؓ و عبدِ اللّٰہِ و معاذٍؓ وابی الدرداءِؓ و زیدِ بن ثابتٍؓ فشاعتُ ھٰؤلاءِ الستۃُ فوجدتُ علمَھُم انتھی الی علیٍؓ و عبدِ اللّٰہِ"۔ (۲)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ "جن صحابہ

ماٰخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۲۳ (۲) طبقات ابن سعد (طبقات الکبریٰ): ۲/۴۲۶، مقدمہ ابن الصلاح: ۲۹۲

کرامؓ سے علم دین اور فقہ کی اشاعت ہوئی ہے' ان میں سے عبداللہ بن مسعودؓ زید بن ثابت' عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم آگے آگے تھے۔"(۱)

حافظ ابن القیم حنبلیؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ "امت مرحومہ میں بالعموم علم دین و فقہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ اصحاب زید بن ثابت' اصحاب عبداللہ بن عمر اور اصحاب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ذریعے شائع ہوا ہے اور (اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں) اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابتؓ و اصحاب ابن عمرؓ کے ذریعے' اہل مکہ کا علم اصحابِ عبداللہ بن عباسؓ کے ذریعے اور اہل عراق کا علم اصحاب ابن مسعودؓ کے ذریعے شائع ہوا۔"(۲)

امام اعظمؒ کے عظیم شیخ' پانچ سو صحابہؓ کا زمانہ پانے والے' اڑتالیس صحابہ کرامؓ سے سماع حدیث کرنے والے' صحاح ستہ کے راوی' حسن بصریؒ جیسی ہستی ان کی توثیق میں قسم اُٹھا کر "**کثیر العلم' عظیم الحلم**" اور اسلام میں عظیم مرتبہ پانے والے کا لقب دینے والے' مجدد الملۃ عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے منصب قضا پانے والے' جلیل القدر' وافر العلم تابعیؒ جن کو ابن عمرؓ مغازی میں اپنے سے بھی زیادہ عالم' امام سفیان بن عیینہؒ ان کو اپنے زمانہ کے اعلم ہونے کا سرٹیفیکیٹ دینے والے' یحییٰ بن معینؒ جیسے امام ان کی توثیق پر اعتماد کرنے والے' امام مکحولؒ اور ابو مجلزؒ ان کو سب سے بڑے عالم' فقیہ تسلیم کرنے والے' امام عاصم احولؒ اہل کوفہ و بصرہ اور اہلِ حجاز کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تسلیم کرنے والے اور علامہ ابن سیرینؒ ان کو کثیر صحابہ کرامؓ کے سامنے فتویٰ دینے والے' امام زہریؒ "**العلماء ثلاثۃ**" کے زمرہ

ماخذ و مصادر: (۱) الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالنسبۃ: ۵ (۲) اعلام الموقعین: ۱/۸

میں آپؒ کو داخل و شمار کرنے والے امام' حافظ' فقیہ' متقن' ثبت' عامر بن شراحیل شعبیؒ (۱) فرماتے ہیں: کہ ''کوفہ میں آنحضرت ﷺ کے اصحابؓ کے بعد' فقہاء کرامؒ (صرف) اصحاب ابن مسعودؓ میں ہوتے تھے۔'' **کان الفقهاء بعد اصحاب رسول الله ﷺ بالكوفه فی اصحاب عبد الله بن مسعودؓ** اور پھر ان کے یہ اسماء ذکر کئے ہیں: ''علقمہ بن قیس نخعی' عبیدہ بن قیس المرادی' شریح بن الحارث الکندی اور مسروق بن الاجدع الھمد انی رحمہم اللہ۔'' (۲)

کوفہ کیلئے حضرت عمرؓ کی طرف سے بہترین معلم کا انتخاب:

علامہ کوثریؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ''کوفہ عہد فاروقی ۱۷ھ میں بحکم امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ تعمیر کیا گیا۔ (جس میں محرم الحرام ۱۷ھ بمطابق جنوری ۶۳۸ م کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ یکے از عشرہ مبشرہ بمعہ چالیس ہزار نفوس آکر آباد ہوئے۔ (۳) اس کے اطراف میں فصحائے عرب آباد کئے گئے اور یہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے سرکاری طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تقرر ہوا۔ ان کی علمی منزلت اس سے ظاہر ہوتی ہے' کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا: ''ابن مسعودؓ کی مجھے یہاں خاص ضرورت تھی' لیکن تمہاری ضرورت مقدم سمجھتے ہوئے ان کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔'' چنانچہ اہل کوفہ کے نام ارسال کردہ ایک خط میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ یوں فرمان شاہی جاری کرتے ہیں: ''میں نے عمار بن یاسرؓ کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارا معلم و وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب التہذیب رقم ۱۰۰: ۵/ ۵۷ تا ۵۹' تذکرۃ الحفاظ رقم ۷۶: ۱/ ۷۹ تا ۸۸' مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۴۵۶ تا ۴۵۸ (۲) تاریخ بغداد: ۱۲/ ۲۹۹ (۳) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۴۶

دونوں رسول کریم ﷺ کے چیدہ اصحابؓ اور اہل بدر میں سے ہیں۔ان کی پیروی کیجئے اور ان کی بات سنیں اور میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہاری طرف بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔" **"انی قد بعثت الیکم عمارَ بنَ یاسرٍؓ امیرًا وعبدَاللّٰہِ بنَ مسعودٍؓ مُعلمًا ووزیراً وھما مِن النُجباءِ مِن اصحابِ محمدٍ ﷺ مِن اھلِ بدرٍ فَقُتدوا بِھما واسمعوا قولَھما وقد اٰثرتُکم بعبدِاللّٰہِ بنِ مسعودٍؓ علٰی نفسی۔"** (۱)

کوفہ میں چار ہزار طلباء حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں حضرت عثمانؓ کے آخر وقت تک لوگوں کو قرآن پاک اور مسائل دینیہ کی تعلیم دی۔حضرت ابن مسعودؓ کی اس جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں ایک وقت ایسا آیا کہ "کوفہ میں چار ہزار طلباء علم حدیث موجود تھے۔" (۲)

حضرت علیؓ کی تصدیق:

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لائے، تو اس شہر کے علمی ماحول کو دیکھ کر فرمانے لگے۔اللہ تعالیٰ بھلا کرے ابن مسعودؓ کا، کہ انہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا۔حضرت علیؓ نے نہ صرف یہ کہ ان کی علمی خدمات تسلیم کئے، بلکہ ان کی تعریف میں اتنے رطب اللسان ہوئے: کہ "ان کے تلامذہ کو روشن چراغ سے معبر فرمایا"۔چنانچہ علامہ موفقؒ لکھتے ہیں: حضرت علیؓ فرمانے لگے: کہ "ابن ام عبد (ابن مسعودؓ) نے یہ کوفے کے روشن چراغ چھوڑے ہیں۔" **"لقد ترَکَ ابنُ امِّ عبدٍ ھٰؤلاءِ سُرُج الکوفۃِ"** (۳) اور حضرت

ماخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۴، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۳/۱۱۵، تاریخ دمشق الکبریٰ (ابن عساکرؒ): ۳۵/۴۲ (۲) تدریب الراوی: ۱۷۵ (۳) مناقب موفق: ۲/۱۴۰

سلمان فارسیؓ کو کہنا پڑا: کہ "اہل کوفہ اہل اللہ ہیں اور یہ کوفہ اسلام کا قبہ ہے۔ ہر مؤمن (لیکن مؤمن ہو تو سہی [مروت]) اس کی طرف جھکتا اور مائل ہوتا ہے۔" "اھل الکوفۃِ اھلُ اللّٰہِ وھی قُبۃُ الاسلامِ یَحنُّ الیھا کلُ مؤمنٍ۔" (۱)

علامہ ابن تیمیہؒ کا اقرار:

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: "کوفہ جو کہ حضرت علیؓ کی حکومت کا دار الخلافہ تھا' کے رہنے والوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے ایمان' قرآن' تفسیر' فقہ اور سنت کا علم حضرت علیؓ کی کوفہ تشریف آوری سے قبل حاصل کیا تھا۔" "فانَّ اھلَ الکوفۃِ التی کانت دارَہ کانوا قد تَعَلَّمُوا الایمانَ والقرآنَ والتفسیرَ والفقہ والسنۃَ عنِ ابنِ مسعودٍؓ وغیرِہ قبلَ اَن یَّقْدِمَ علیؓ الکوفۃَ" (۲) چند صفحات چھوڑ کر لکھتے ہیں: کہ "اہل کوفہ نے حضرت علیؓ کی کوفہ تشریف آوری سے قبل حضرت سعد ابی وقاص' ابن مسعود' حذیفہ' عمار اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم' جو کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے کوفہ آئے تھے' سے دین وعلم حاصل کیا۔" (۳) نیز لکھتے ہیں: کہ "حضرت علیؓ سے کوفہ میں زیادہ علم رہ گیا' پھر بھی اہل کوفہ دور حضرت علیؓ میں' بلکہ حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بننے سے بھی بہت پہلے قرآن و سنت کا علم رکھتے تھے۔" (۴)

کوفہ میں ایک ہزار پانچ سو صحابہ کرامؓ:

امام شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: کہ "آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے فیصلے کوفہ میں

ماخذ ومصادر: (۱) معجم البلدان الکوفۃ: ۴/۴۹۲ (۲) منہاج السنۃ: ۴/۱۴۲ (۳) ایضاً: ۴/۱۵۷ (۴) ایضاً: ۴/۱۳۹

ہوا کرتے تھے۔ "کان اغلب قضا یا ہ بالکوفۃ ۔"(۱) ان فقہاء و محدثین صحابہ رضوان اللہ علیہم کے علاوہ ستر بدری اور تین سو اہلِ بیعت رضوان صحابہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے' جیسا علامہ ابن سعدؒ نے لکھا ہے۔(۲) حافظ ابو بشر دولابیؒ حضرت امام قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں: کہ "کوفہ میں تشریف لانے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہؓ ایک ہزار پچاس تھے' البتہ انہوں نے بدری صحابہؓ کی تعداد چوبیس بتائی ہے۔" "**نزل الکوفۃَ الفٌ و خمسون رجلًا من اصحابِ النبیِ ﷺ اربعۃٌ و عشرونَ من اھلِ بدرٍ**" (۳) اور امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی (م۲۶۱ھ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: کہ "کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہؓ آ کر آباد ہوئے۔(۴)

علامہ ذہبیؒ حافظ ابن کثیرؒ حافظ ابو بشر دولابیؒ اور علامہ ابوالحسن عجلیؒ کے بیانات سے مجموعی لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں صحابہ کرامؓ کی کافی تعداد تھی اور یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ علماء کا حجۃ الوداع میں کل صحابہؓ کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے حجۃ الوداع میں نوے ہزار' حافظ ابو زرعہؒ نے ایک لاکھ چودہ ہزار' شاہ ولی اللہؒ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حافظ ابن حزمؒ نے ایک لاکھ بتیس بتائی ہے۔(۵)

کوفہ بحیثیت دار الفضل و محل الفضلاء:

ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے علاوہ یہاں بہت سے جلیل القدر تابعین سکونت پذیر تھے جن میں حضرت سعید بن جبیرؒ بھی رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قدر و منزلت

ماخذ و مصادر: (۱) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۱۳۲ (۲) طبقات ابن سعد: ۶/۴ (۳) کتاب الکنی والاسماء: ۱/۱۷۴
(۴) محدثین عظام اور ان کے کارنامے: ۶۶ بحوالہ فتح القدیر: ۱/۴۲' امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۴۸
(۵) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۴۸

عطا فرمائی تھی، کہ جب کوفہ کا کوئی آدمی رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ دریافت کرتا، تو فرماتے: کیا "تمہارے ہاں سعید بن جبیرؒ نہ تھے، جو یہاں دریافت کرنے آئے؟۔" (۱) یہی وجہ ہے کہ امام نووی شافعیؒ (م ۶۷۶ھ) نے کوفہ کو "**دارُ الفضلِ و محلُّ الفضلاءِ**" یعنی فضیلت کے گھر اور فضلاء کے محل سے ملقب فرمایا ہے۔ (۲)

آخر کار اس دارالفضل نے ایک عظیم درس گاہ کی حیثیت اختیار کی تھی، جن کے صدر مدرس عبداللہ بن مسعودؓ تھے اور بعد میں اس کے سرپرست باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے اور ہزاروں کے لگ بھگ طلباء وہاں احادیث پڑھتے اور مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: "میں کوفہ پہنچا تو وہاں چار ہزار طلباء حدیث پڑھتے تھے۔" "**قَدِمتُ الکوفةَ و بها اربعةُ اٰلفٍ یَطلُبونَ الحدیثَ۔**" (۳)

امام عفان بن مسلمؒ فرماتے ہیں: کہ "ہم کوفہ آئے اور وہاں چار ماہ ٹھہرے اگر ہم چاہتے، تو (صرف ان چار مہینوں میں) ایک لاکھ سے زیادہ احادیث لکھ سکتے تھے، لیکن ہم نے (کمال احتیاط کے ساتھ صرف) پچاس ہزار احادیث لکھے ہیں۔" آگے کہتے ہیں: "اور میں نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اسکو جائز ماننے والا (کوئی) نہیں دیکھا۔" "**قَدِمنا الکوفةَ فاقمنا اربعةَ اشهرٍ لو اردنا اَن نَکتبَ مِائةَ الفَ حدیثٍ لکتبناها فما کتبنا الا قدرَ خمسینَ الفَ حدیثٍ الیٰ ان قال ومارایتُ بالکوفةِ لَحَّانا مجوزًا۔**" (٤)

قدوۃ المحدثین امام ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤدؒ (م ۳۱۶ھ) (جو کہ اپنے دور کے

ماٰخذ و مصادر: (۱) تہذیب التہذیب رقم ۱۴: ۴/۱۱ (۲) نووی شرح مسلم: ۱/۱۸۵ (۳) تدریب الراوی: ۲۷۵ (۴) شرح الفقیہ العراقی: ۳/۹۰

بہت بڑے زاہد، عابد تھے اور جن کی نماز جنازہ میں تین لاکھ سے زیادہ افراد شریک تھے) (۱) فرماتے ہیں: کہ "میں جب کوفہ داخل ہوا، تو میرے ساتھ صرف ایک درہم تھا۔ جس پر میں نے تیس مُد "لوبیا" خریدا۔ پھر میں اسکو کھاتا رہا اور محدث اعمشؒ سے احادیث لکھتا رہا۔ اس طرح میں نے "لوبیا" کے ختم ہونے سے پہلے تیس ہزار احادیث جن میں مقطوع و مرسل احادیث بھی شامل تھیں، لکھیں۔" "**دخلتُ الکوفۃَ و معی درھمٌ واحدٌ فا شتریتُ به ثلا ثینَ مُدًّا باقلاءَ فکنتُ اٰکلُ منه واکتبُ عنِ الا شح فما افرغُ عن الباقلاءِ حتی کتبتُ عنه ثلا ثین الفَ حدیثٍ ما بین مقطوعٍ ومرسلٍ۔**" (۲)

امام بخاریؒ اپنے شیوخ سمیت اہل کوفہ کے محتاج تھے:

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۵۶ھ) جیسی ہستی کو بھی اس بات کا اعتراف ہے، کہ میں بہت سے اسلامی شہروں میں طلب حدیث کیلئے گیا ہوں لیکن یہ شمار نہیں کرسکتا، کہ میں محدثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد کتنی مرتبہ گیا ہوں، خود امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ یہ ہیں: کہ "میں شام، مصر اور جزیرہ دو مرتبہ، بصرہ چار مرتبہ گیا ہوں اور حجاز میں میں نے چھ سال قیام کیا اور میں یہ نہیں گن سکتا، کہ میں محدثینؒ کے ساتھ کوفہ کتنی مرتبہ گیا۔" "**رحلتُ الی الشامِ و مصرَ والجزیرۃِ مرتینِ والی البصرۃِ اربعَ مراتٍ واقَمتُ با لحجا زِ ستۃَ اعوا مٍ ولا اُحصِیُ کم رحَلتُ الی الکو فۃِ و بغدادَ مع المحد ثینَ۔**" (۳)

ماخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۲/۳۰۲ (۲) تاریخ بغداد: ۲/۴۶۶، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹۹، طبقات سبکیؒ: ۲/۲۳۰ (۳) ارشاد الساری مقدمہ فتح الباری: ۲/۴۷۸

صحیح البخاری میں کوفی صحابہؓ ومحدثینؒ رواۃ:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی شرح فتح الباری کے مقدمہ میں بترتیب حروف تہجی ان صحابہ کرامؓ کا نام بنام ذکر کیا ہے جن سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں احادیث نقل کی ہیں۔ان صحابہ کرامؓ میں صرف کوفہ میں رہنے والے انتیس (۲۹) صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کئے ہیں ۔صحابہ کرامؓ کے علاوہ کوفہ میں بسنے والے رواۃ میں سے تین سو سے زیادہ محدثین کرامؒ ایسے ہیں جن سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔اسی پر بقیہ صحاح خمسہ کو قیاس کریں۔

تذکرۃ الحفاظ میں کوفی حفاظ حدیث:

محدثین کرامؒ نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتب تحریر کی ہیں جن میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنے زمانہ میں حدیث کے حفاظ ہوتے تھے۔ان کتب میں سب سے زیادہ مشہور کتاب علامہ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی کتاب تذکرۃ الحفاظ ہے۔علامہ ذہبیؒ نے اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں کیا ہے جن کا شمار حفاظ حدیث میں نہ ہو۔اسی طرح انہوں نے ایسے حافظ الحدیث کو بھی ذکر نہیں کیا جو محدثینؒ کے ہاں غیر معتمد اور ساقط الاعتبار ہو۔چنانچہ علامہ ابن قتیبہؒ کو "علم کا خزانہ" کے اعتراف کے باوجود "حدیث میں ان کا کام تھوڑا ہونے" اور خارجہ بن زیدؒ مدینہ منورہ کے "فقہائے سبعہ" میں سے ہونے کے باوجود "قلیل الحدیث" ہونے اور واقدی و ہشام کلبی کو باوجود "حفاظ حدیث" ہونے کے "پایۂ اعتبار سے ساقط

ہونے‘‘ کی وجہ سے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔(۱)

علامہ موصوفؒ نے مذکورہ کتاب میں صرف ۲۵۶ھ تک کے ایک سو دس کوفی حفاظ حدیث شمار کیئے ہیں۔ان حفاظ کے علاوہ دوسرے کوفی لاتعداد محدثینؒ ہیں جن کو انہوں نے درج نہیں کیئے۔

فقیر کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس شہر میں امام اعظمؒ نے طلب حدیث کے میدان میں قدم رنجہ فرمایا وہ شہر دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کی نعمت سے حد سے زیادہ مالامال تھا اور اس وقت اس میں دنیائے علم حدیث کے وہ آفتاب و ماہتاب تھے جو اپنی تابانیوں سے دنیا کو محو حیرت کر رہے تھے۔امام اعظمؒ نے ان آفتاب نیمروز محدثینؒ سے اکتساب علم فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد علم کے تین مراکز:

صحابہ کرامؓ اور تابعین حضراتؒ اگرچہ تمام بلاد اسلامی میں پہنچ چکے تھے مگر روایت حدیث کے باب میں جو مرکزیت کوفہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو ان دنوں حاصل تھی وہ دوسرے شہروں کو نصیب نہیں ہوئی تھی اور اس بات کا اعتراف بہت سے ائمہ حدیث کیا کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ نے بسند متصل امام ابن وہبؒ کی زبانی نقل کیا ہے: کہ ’’ایک بار امام مالکؒ سے کسی نے مسئلہ پوچھا آپؒ نے جواب دیا اس پر پوچھنے والے کے منہ سے نکل گیا: کہ ’’شام والے تو اس مسئلہ میں کچھ اور ہی بتاتے ہیں اور وہ اس مسئلہ میں آپ کے خلاف ہیں۔‘‘ آپؒ نے فرمایا: ’’شام والوں کو یہ مقام کب سے ملا ہے؟ یہ شان تو صرف کوفہ اور مدینہ والوں کی ہے۔‘‘ ’’متیٰ کان ھٰذا الشان

ماخذ و مصدر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ

فی الشام؟ انما هٰذا الشان وقف علیٰ اهل المدينة واهل الكوفة۔"(۱)

امام ترمذیؒ اہل کوفہ کی علمیّت سے متاثر ہو کر اکثر جگہ اپنی جامع میں اہل کوفہ کا مستقل طور پر مذہب نقل کرتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: کہ "حضور ﷺ کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ۔ مکہ معظّمہ کے صدر معلم ابن عباسؓ مدینہ طیبہ کے ابن عمرؓ اور کوفہ کے ابن مسعودؓ تھے۔"(۲)

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں: کہ "افعال حج اہل مکہ سے، قراءت اہل مدینہ سے اور حلال و حرام کے مسائل اہل کوفہ سے حاصل کرو۔"

"خُذُوا المناسكَ عن اهلِ مكةَ وخذوا القراءةَ عن اهلِ المدينةِ و خذوا الحلالَ والحرامَ عن اهلِ الكوفةِ" (۳)

امام عبداللہ بن احمدؒ (م ۲۹۰ھ) نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: کہ "علم کی طلب کیلئے ایک استاد کی خدمت میں رہنا چاہئے یا کوئی دوسری جگہ تبدیل کرنے اور کسی دوسرے استاد سے بھی علم حاصل کرنا چاہئے؟" تو جواباً فرمانے لگے: کہ "سفر اختیار کر کے دوسری جگہوں میں بھی جانا چاہئے اور کوفہ، بصرہ اور مکہ کے رہنے والوں کے پاس جا کر ان سے بھی علم حاصل کرنا اور لکھنا چاہئے۔" **"يَدخلُ و يَكتبُ مِنَ الكوفيينَ والبصرينَ واهلِ المدينهِ و مكةَ۔"(٤)**

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ امام احمدؒ نے نہ صرف اہل کوفہ سے علم حاصل کرنے اور لکھنے کی اجازت دی، بلکہ ان کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ یہاں تک کہ ان کا ذکر

ماٰخذ و مصادر: (۱) جامع بیان العلم: ۲/ ۱۵۸ (۲) محدثین عظام اور ان کے کارنامے: ۲۶، تقلید ائمہ اور مقام ابو حنیفہ: ۸۷ (۳) معجم البلدان لیاقوت حمویؒ لفظ کوفہ: ۴/ ۴۹۳ (۴) تدریب الراوی: ۷۷، فتح المغیث: ۳۲۱

اہل مدینہ سے بھی قبل فرمایا۔ کیونکہ یہاں تمام صحابہ کرامؓ کے علوم کا مغز، خلاصہ اور نچوڑ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ جیسے محدث وفقیہ رہ چکے تھے۔ انہوں نے اپنے تابعین تلامذہ میں ایسے محدث اور فقیہ چھوڑے تھے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ خود ان کے پاس آکر مسائل دریافت کرتے تھے۔

الغرض کوفہ جو کہ علوم نبوت کا ایک بہترین مرکز تھا اور صرف مرکز ہی نہیں، بلکہ (جب امام ابوحنیفہؒ نے دنیا میں قدم رکھا، تو یہ کوفہ) ان دنوں بعض صحابہؓ کا مسکن بھی تھا۔ ایسے ماحول میں امام اعظمؒ حضرت ثابتؒ کے گھر پیدا ہوئے اور یہاں اپنے زمانہ کے کسی صحابیؓ اور تابعیؒ کو ایسا نہیں چھوڑا جن کی صحبت سے آپؒ مستفید نہ ہوئے ہوں۔

الحاصل جہاں اہل بدر واہل بیعت رضوان سمیت ایک ہزار سے زائد صحابہ رونق افروز ہوں اور ایک ہی وقت میں چار ہزار محدثین جلوہ افروز اور چار سو فقہاء کا ورود مسعود ہو، جن سے ہزاروں طلباء علم حدیث حاصل کر رہے ہوں۔ ان سے امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ اور امام بخاریؒ جیسی ہستیاں اپنی علمی پیاس بجا رہے ہوں اور صرف ایک دفعہ نہیں بلکہ اپنے شیوخ کے ہمراہ ان گنت بار حاضری دے چکے ہوں، اور جہاں کے محدثینؒ کیلئے **"القدوۃ" الامام" المحدث" الحافظ" الحجۃ" الثقۃ" شیخ الاسلام** اور **احد ائمۃ الاسلام**" وغیرہ جیسے القاب کتب تاریخ واسماء الرجال میں مستعمل ہوں، جن میں امام المحدثین ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کا تذکرہ بھی نمایاں ہو، کے ساتھ کس قدر ظلم اور ناانصافی ہے کہ وہاں کے اکابرؒ کے خلاف صرف امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے متبعین کی عداوت کے پردہ میں اپنی قوت صرف کر کے یہ خاص مہم چلائی جائے، کہ اہل کوفہ کو حدیث کا علم ہی نہ تھا۔ حالانکہ ابھی قارئین حضرات جان

چکے کہ کوفہ میں تمام صحابہؓ کے علوم کا خلاصہ اور نچوڑ جمع تھا۔

کوفہ میں علم حدیث کے علاوہ دوسرے فنون:

علم حدیث کے علاوہ فن تجوید و قرأت کے قرأ سبعہ میں سے تین ائمہ قرأت عاصمؒ حمزہؒ اور کسائیؒ کوفی ہیں۔ علم التفسیر کے سب سے بڑے عالم سعید بن جبیرؒ اسی کوفہ کے رہنے والے تھے اور عربیت و نحو کی تدوین تو کوفہ اور بصرہ کی مرہون منت ہے۔ چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں ان دو شہروں کے سوا کسی اور شہر کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں علم کلام، علم فقہ کی اساس یہاں رکھی گئی ہے اور علم ادب و فنون کے مدارس یہاں پر قائم کئے گئے تھے۔ الغرض امام اعظمؒ نے جس بستی میں آنکھ کھولی اور جس شہر میں بچپن اور لڑکپن گزارا ہے وہ شہر تمدن و تمول کا گہوارہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم و فنون کی نگری ہے۔(۱)

تحصیل علم:

کسب معاش اور اشاعت علم دو متضاد راستے ہیں ائمہ دین میں ان دو متضاد راستوں پر بیک وقت گامزن ہونے کی سب سے پہلی مثال امام ابوحنیفہؒ نے قائم کی، آپؒ نے کبھی تلامذہ اور عقیدمندوں سے ہدیے قبول کئے نہ کبھی امراء و سلاطین سے تحفے تحائف اور عطیات وصول کئے، بلکہ خود غرباء و مساکین طلباء اور ضرورت مند لوگوں کی حتی الوسع امداد کرتے رہتے۔ امام محمدؒ آپؒ ہی کے مال سے پرورش پانے والے تربیت یافتہ تھے۔ آپؒ نے ہمیشہ حلال روزی کمائی، ایک درہم بھی آپؒ کے مال میں مشتبہ نہیں تھا۔

ماخذ و مصادر: (۱) مصلہ امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۵۱

(باوجودیکہ) آپؒ کے لاکھوں روپے کا مال عرب' ایران' شام اور عراق کو سپلائی ہوتا تھا۔

امام اعظمؒ امام شعبیؒ کی ترغیب سے مستقل طور پر علم دین کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے' لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اس سے پہلے سارا وقت تجارت ہی میں لگاتے تھے؟ جیسا کہ بعض لوگوں کا غلط خیال ہے اور وہم باطل ہے۔ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ ان دنوں بھی علماء کی مجالس میں شرکت فرماتے تھے۔ البتہ یہ شرکت بنسبت بعد کے کم ہوتی تھی۔ چنانچہ علامہ موفقؒ رقمطراز ہیں: کہ امام اعمشؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا: "علماء کے پاس بھی آتے جاتے ہو؟۔" تو انہوں نے جواب دیا: کہ "میں ان کے پاس کم آتا جاتا ہوں۔" (۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے پاس امام ابو حنیفہؒ کا آنا جانا اگرچہ کم تھا' لیکن ان کے پاس آتے جاتے ضرور تھے۔

امام اعظمؒ حصول علم کی طرف کب متوجہ ہوئے؟ اور اس وقت آپؒ کی عمر کیا تھی؟ اس کے بارے یقین کامل سے تو نہیں کہا جا سکتا البتہ قیاسات اور ظنیات سے کام لینا پڑتا ہے' کیونکہ قدیم وجدید دونوں سوانح نگاروں نے اس سے سکوت اختیار کی ہے' لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے' جس سے انکار کرنا مشکل ہے' کہ آپؒ نے ۹۶ھ تک حصول تعلیم کی طرف مستقل توجہ نہیں کی تھی' البتہ تاریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے' کہ آپؒ نے ۱۰۳ھ سے پہلے' ۹۶ھ سے ۱۰۱ھ تک کے کسی حصہ میں تحصیل علم کی ابتداء کی ہے۔ کیونکہ امام حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا ہے' جبکہ اس وقت امام صاحبؒ کی عمر چالیس سال تھی اور امام ابو حنیفہؒ نے امام حمادؒ کی اٹھارہ سال صحبت اختیار کی تھی۔ چنانچہ امام زفرؒ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ آپؒ نے فرمایا:

ماخذ ومصدر: (۱) مناقب الامام ابی حنیفہ للموفق: ۵۹/۱

''پس میں نے ان (امام حمادؒ) کی اٹھارہ سال صحبت اختیار کی''۔ **"فصحبتُه ثمانيَ عشرةَ سنةً۔"** (۱) لہٰذا اگر حدیث وفقہ سے سن فراغت ۱۲۰ھ تسلیم کرلی جائے' تو ۱۰۲ھ کو ابتداء ماننا پڑے گا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ابتداءً آپؒ نے علم کلام اور علم مناظرہ حاصل کیا تھا اور مدتوں تک اسکی تحصیل اور مناظروں میں شرکت کرتے رہے' پھر ایک سائلہ عورت کی وجہ سے فقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۲) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کے حصول کی طرف ۱۰۲ھ سے چند سال پہلے متوجہ ہوئے تھے۔ لیکن بعض مؤرخینؒ نے تاریخی حقائق کی روشنی میں آپؒ کی داستان کو یوں ذکر کیا ہے۔

۱:۔ حفظ قرآن: بقرأۃ عاصمؒ ۸۶ھ تا ۸۸ھ ۲ سال میں بعمر ۸ سال۔

۲:۔ نحو وادب: ۸۸ھ تا ۹۸ھ ۲ سال میں بعمر ۱۰ سال۔

۳:۔ علم الکلام: ۹۰ھ تا ۹۴ھ ۵ سال میں بعمر ۱۴ سال۔

۴:۔ علم المناظرہ: ۹۵ھ تا ۹۸ھ ۴ سال میں بعمر ۱۸ سال۔

۵:۔ علم الحدیث: ۹۹ھ تا ۱۰۳ھ ۵ سال میں بعمر ۲۳ سال۔

اور ۶:۔ فقہ وعلم الشرائع: ۱۰۴ھ تا ۱۲۰ھ ۱۷ سال میں بعمر ۴۰ سال۔ یعنی امام اعظمؒ چالیس سال کی عمر میں علمی شہر کوفہ میں اپنے استاد کی جگہ پر بحیثیت ایک متقن' مجتہد' فقیہ' محدث اور مفسر تشریف فرما ہوئے۔ (۳)

امام اعظمؒ کا بیس سال کی عمر میں علم حدیث پڑھنے کی وجہ:

امام اعظمؒ کا بچپن کی بجائے جوانی میں علم حدیث کی طرف متوجہ ہونے کی

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب الکمال رقم ۶۴۳۹: ۲۹/ ۶۲۷ (۲) تہذیب الکمال رقم ۶۴۳۹: ۲۹/ ۶۲۶

(۳) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۷۰

ایک بڑی وجہ اہل کوفہ کا عام رواج تھا چنانچہ کوفہ میں بیس سال یا اس کے بعد احادیث میں بیٹھنے کا دستور تھا جیسا کہ علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ''کوفہ والوں میں سے کوئی شخص بیس سال کی عمر سے پہلے حدیث کا طالب علم نہ بنتا تھا۔'' "**ان اهل الكوفة لم يكن الواحد يسمع الحديث الا بعد استكماله عشرين سنة۔**" (۱) امام حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزیؒ کہتے ہیں: کہ مجھ سے کئی مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ محدث موسیٰ بن اسحاقؒ سے جب دریافت کیا گیا: کہ ''تم نے ابونعیمؒ سے حدیث کیوں نہیں لی؟'' تو کہنے لگے: ''اہل کوفہ اپنے بچوں اور بچیوں کو لڑکپن میں علم حدیث کا طالب علم نہ بناتے تھے بلکہ بیس سال کی عمر میں اس کے لئے روانہ کرتے تھے۔'' (۲)

موسیٰ بن ہارونؒ کہتے ہیں: کہ ''بصرہ میں حدیث پڑھنے کیلئے دس سال' کوفہ میں بیس سال اور شام میں تیس سال کا طریقہ رائج تھا۔'' (۳) ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شہر کے رواج کے مطابق بیس سال تک انتظار کرنا تھا۔ لیکن امام شعبیؒ کے متوجہ کرنے سے ایک سال یا چند ماہ پہلے حدیث پڑھنے کیلئے اعلم الناس فی الحدیث علامۃ التابعین امام شعبیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس کے بعد کوفہ کے دوسرے محدثینؒ سے حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

امام اعظمؒ کے علمی اسفار:

علم حدیث میں اس وقت کوفہ کا اتنا بلند مقام تھا کہ اگر امام ابوحنیفہؒ علم حاصل کرنے کی غرض سے کوفہ سے باہر نہ جاتے تو پھر بھی ان کے علمی کمال میں کوئی فرق نہ

ماٰخذ و مصادر: (۱) الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۵۵' امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۷۰ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۷۰' ۱۷۱ (۳) ایضاً

آتا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں! کہ امام مسعرؒ علم حدیث کی طلب میں کوفہ سے باہر نہیں گئے جیسا کہ ان کے متعلق سید الحفاظ امام النقد والجرح یحی بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ "مسعرؒ نے حدیث کی طلب میں کبھی سفر نہیں کیا۔"(۱) لیکن باوجود اس کے صرف کوفہ ہی میں رہ کر علم حدیث میں اتنا وافر حصہ حاصل کیا تھا کہ امام شعبہؒ جیسے امام حدیث ان کو علم حدیث کی ترازو کہا کرتے تھے۔"

امام صاحبؒ نے اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے صرف کوفہ کے علوم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ کوفہ کے بعد بصرہ کا رخ فرمایا' وہاں حضرت امام شعبہؒ اور امام قتادہؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کی حدیث دانی کا یہ علم تھا کہ امام سفیان ثوریؒ جیسے جلیل القدر محدث آپؒ کو امیر المؤمنین فی الحدیث فرمایا کرتے تھے' جبکہ ان کے متعلق امام شافعیؒ کا فرمان ہے کہ "اگر عراق میں شعبہؒ نہ ہوتے' تو وہاں حدیث کا رواج نہ ہوتا۔"(۲) امام قتادہؒ وقت کے ایک مشہور محدث تھے' آپؒ کا حلقہ درس بہت وسیع اور شہرت یافتہ تھا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے آپؒ کو "احفظ الناس" فرمایا ہے۔ آپؒ حضرت انسؓ کے ممتاز تلمیذ رشید تھے۔(۳) چونکہ آپؒ اپنے استاد محترم سے سنے ہوئے الفاظ مِنْ و عَنْ روایت کرتے تھے' اس وجہ سے آپؒ کے پاس طالبان علوم نبوت کا جم غفیر ہوتا تھا۔ امام اعظمؒ نے ان دو شیوخ سے استفادہ کرنے کے علاوہ عبدالکریم بن امیہؒ اور عاصم بن سلیمانؒ سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ...... (۲) تہذیب التہذیب: ۳۰۱/۴ (۱) ایضاً ۳۱۶/۸' تذکرۃ الحفاظ: ۱۲۳/۱

مکہ مکرمہ میں امام ابو حنیفہؒ کا ورود مسعود اور امام عطاءؒ کا آپؒ کو سندِ سلسلۃ الذہب عطا فرمانا:

اگر چہ امام ابو حنیفہؒ نے ۹۶ھ یعنی سولہ سال کی عمر میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن الحارثؓ سے مکہ مکرمہ میں حدیث سنی تھی لیکن کوفہ میں پڑھنے کے بعد ۲۴ سال کے لگ بھگ عمر میں مستقل طور پر احادیث پڑھنے کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۵ھ) کے حلقۂ درس کا انتخاب فرمایا۔ امام عطاءؒ درجہ اجتہاد پر فائز اور دوسو صحابہ کرامؓ کی صحبت سے فیض یاب تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب التہذیب" میں امام عطاءؒ کا اپنا قول نقل کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں: کہ "میں نے دوسو صحابہ کرامؓ کو پایا ہے۔" **"ادرکت مائتی صحابیؓ"** آپؒ کی جلالت علمی کا کیا حال ہوگا جبکہ صحابہؓ میں اساطین حدیث ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت حضرات آپؒ کی علمیت کا لوہا مانتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ میں سے کسی ایک کے پاس لوگ مسائل دریافت کرنے کیلئے جمع ہوتے تھے تو فرماتے تھے: "تم میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ تم میں عطاء موجود ہیں۔" (۱) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "عطاء بن ابی رباحؒ نے ستر حج کئے ہیں۔ اُموی دورِ حکومت میں زمانہ حج آتا تو سرکاری طور پر منادی ہوتی کہ "حج کے مسائل میں لوگوں کو عطاء کے علاوہ کوئی اور فتویٰ نہ دے۔" (۲) حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ کا آغاز مفتی اہل مکہ، محدث مکہ، القدوۃ اور

ماٰخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۹۳/۱ (۲) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۳۶ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ: ۳۰۶/۸

المعلم کے زرین القاب میں کیا ہے اور ان کو علم حدیث میں امام اعظمؒ کا نہ صرف استاد بتایا ہے بلکہ "**اکبر شیوخہ**" ذکر کیا ہے۔(۱)

امام ابوحنیفہؒ نے جب امام عطاءؒ سے ان کے درس میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی' تو انہوں نے امام صاحبؒ سے پوچھا: ''بتاؤ کہاں کے رہنے والے ہو۔'' امام صاحبؒ نے فرمایا: ''کوفہ کا'' فرمایا: ''اس بستی کے جہاں دینی فرقہ بندی کی بنیاد پڑی۔'' امام صاحبؒ نے جواباً فرمایا: ''جی ہاں'' پھر فرمایا: ''بتاؤ کن لوگوں سے تعلق رکھتے ہو؟ (یعنی کن لوگوں کا عقیدہ رکھتے ہو۔'') امام صاحبؒ نے جواباً فرمایا: ''الحمدللہ ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہوں جو سلف کو بُرا نہیں کہتے (یعنی رافضی' خارجی اور قدری میں سے نہیں ہوں) اور اہل قبلہ کی بر بنائے معصیت تکفیر نہیں کرتے اور قضا و قدر کا قائل ہوں۔'' (یعنی مرجئہ' جہمیہ اور معتزلہ فرقوں میں سے نہیں ہوں۔'') امام عطاءؒ نے جواب باصواب سن کر فرمایا: میں جان گیا پس میرے درس میں رہو۔'' "**عرفت فالزم**" (۲) اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے ایسے دلدادہ ہو گئے کہ حارث بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں: ''امام عطاءؒ کے ہاں ہم بعض ساتھی بعض ساتھیوں کے پیچھے بیٹھے رہتے تھے۔ پس جب ابوحنیفہؒ آتے' تو آپؒ (امام عطاءؒ) ان کیلئے مجلس کو کشادہ فرماتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔'' امام عبدالواہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب المیزان الکبری (۳) میں جہاں قرآن و سنت میں ائمہ مجتہدین کی اسانید بیان کی ہیں وہاں امام ابوحنیفہؒ کی (سلسلۃ الذہب والی) سند ذکر فرمائی ہے۔ "**ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابن**

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۳۶ بحوالہ دول الاسلام: ۴۷ (۲) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۳۶ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۳۰۷ (۳): ۱/ ۴۸

عباس " جیسا کہ امام مالکؒ کی (سلسلۃ الذہب والی) سند " **مالك عن نافع عن ابن عمر** " ذکر کی ہے۔"(۱)

امام عطاءؒ کے اساتذہ:

امام عطاءؒ نے یوں تو بہت سے صحابہ کرامؓ سے علم حدیث حاصل کیا تھا، لیکن ان کے صحابہؓ اساتذہ میں حضرت علیؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اسامہ بن زیدؓ، جابر بن عبداللہؓ، زید بن ارقمؓ، ابوالدرداء اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرفہرست ہیں۔

مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا حضرت عکرمہؒ سے شرف تلمذ:

امام صاحبؒ نے مکہ مکرمہ میں حضرت عکرمہؒ سے بھی علم حدیث حاصل کیا تھا، حضرت عکرمہؒ کے اساتذہ میں حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بہت مشہور و معروف ہیں۔

حضرت عمرو بن دینارؒ کی فضیلت اور امام ابوحنیفہؒ کا ان سے مکہ مکرمہ میں شرف تلمذ:

حافظ ذہبیؒ نے ان کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے: "**الامام، الحافظ، عالم الحرم** " سے کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اجلہ صحابہؓ مثلاً ابن عباسؓ، ابن الزبیرؓ، ابن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، ابوہریرہؓ اور جابر بن عبداللہؓ وغیرہ کا تلمیذ رشید بتایا ہے۔ امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں: کہ "عبداللہ بن عباسؓ کی علمی وراثت چھ

ماخذ ومصدر: (۱) مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث: ۱۷، ۱۸

حضرات کو ملی ہے۔"سعید بن جبیرؒ عطاء بن ابی رباحؒ، عکرمہؒ جابرؒ زیدؒ اور طاؤسؒ اور ان چھ اکابر کا علم حضرت عمرو بن دینارؒ کو وراثت میں ملا ہے۔"(۱)

ملا علی قاریؒ کا تسامح:

مشہور محدث و مؤرخ ملا علیؒ سے یہاں ایک سہو اور غلطی ہوئی ہے۔وہ یوں کہ انہوں نے عمرو بن دینار مکیؒ کو بصری سمجھ کر ان کی تضعیف کی ہے۔(۲) حالانکہ مکیؒ امام اعظمؒ کے استاذ، کبار تابعین اور ائمہ مجتہدین میں شمار ہیں جبکہ عمرو بن دینار بصری ضعیف راوی ہیں۔(۳)

امام اعظمؒ کے مکی اساتذہ میں حافظ ابو الزبیر محمد بن مسلمؒ عبداللہ بن ابی زیادؒ ابوالحصین مکیؒ (م ۱۵۰ھ)، حمید بن قیس الاعرج ابوصفوان القاری المکیؒ (م ۱۳۰ھ) ابوعثمان عبداللہ بن عثمان القاری المکیؒ (م ۱۲۴ھ) عبداللہ بن عبدالرحمٰن النوفلی المکیؒ ابراہیم بن میسرہ الطائفی نزیل مکہ (م ۱۳۲ھ) اسماعیل بن امیہ بن عمرو سعید الامریؒ (م ۱۴۴ھ) اسماعیل بن مسلم ابواسحٰق المکیؒ اور ابوعبداللہ عبدالعزیز بن رفیع الاسدی المکیؒ (م ۱۳۰ھ)۔ حافظ ابن حبانؒ کتاب الثقات میں اور ان کے حوالہ سے حافظ عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں ان حضرات کو نقل کیا ہے۔(۴)

امام اعظمؒ کا مکہ مکرمہ میں سکونت:

الغرض امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ اور بصرہ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں بھی علم حدیث

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۳۶ بحوالہ صدر الائمۃ: ۱/۸۲ (۲) شرح مسند امام: ۱۸۶ (۳) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۴۲ (۴) ایضاً: ۲۴۳، ۲۴۴

حاصل کیا ہے ۔اس کے علاوہ امام ابوالحسن مرغینانیؒ نے آپؒ کے پچپن حج کا تذکرہ بھی کیا ہے۔علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لیکر منصور عباسی کے زمانۂ خلافت تک چھ سال کا عرصہ مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی اوران دنوں مکہ مکرمہ علم حدیث کے لحاظ سے ایک مانا ہوا مرکز تھا۔وہاں حصول علوم نبوی ﷺ کے علاوہ اتنے سال گزارنے کا مطلب ہی اور کیا ہوسکتا ہے؟ خاص کر جبکہ کتب اسماء الرجال میں مکہ مکرمہ کے اکابر سے آپؒ کا علم حدیث حاصل کرنا بھی مذکور ہے۔

امام اعظمؒ کا مدینہ منورہ کو علمی سفر:

امام صاحبؒ نے صرف انہی اساتذہ پر اکتفاء نہیں فرمایا' بلکہ مکہ معظّمہ سے فراغت کے بعد علوم نبوت کے اصلی مخزن اور منبع دارالہجرۃ مدینہ منورہ کا رخ کیا جو کہ عہد نبویؐ سے لیکر حضرت علیؓ کے ابتدائی زمانہ تک ساری اسلامی دنیا کا علمی مرکز رہا ہے۔۱۰۸ھ تک مدینہ کی علمی بہار پر فقہائے سبعہؒ (سعید بن المسیب' عروۃ بن الزبیر' قاسم بن محمد' خارجہ بن زید' عبیداللہ بن عبداللہ' سلیمان بن یسار اور ساتویں شخصیت بقول علامہ ذہبیؒ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ' ابن العماد حنبلیؒ اور حافظ ابن حزمؒ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ہیں۔(۱) جبکہ ابن کثیرؒ نے ابوبکر بن سلیمان' سالم بن عبداللہ' عبیداللہ بن عمر اور عبیداللہ بن عامر کا ذکر بھی کیا ہے۔البتہ انہوں نے سعید بن المسیبؒ کو نکال کر دس فقہاء کو ذکر کیا ہے۔(۲) جبکہ بعض علماء نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو ذکر کیا ہے۔) آفتاب بن کر تاباں رہے اور یہ سب عمر بن عبدالعزیزؒ کے مشاورتی کونسل کے

ماخذ ومصادر:(۱) تذکرۃ الحفاظ:۱/۵۹' تہذیب التہذیب:۲/۲۱۲' شذرات الذہب: ۱/۱۱۴' الاحکام فی اصول الاحکام:۵/۲۶۸ (۲) البدایۃ والنہایۃ:۹/۷۱

ارکان تھے۔ البتہ فقہائے سبعہ کے نام سے مشہور وہی ہیں جن کو فقیر نے پہلے ذکر کیا۔ان دنوں اگرچہ دوسرے فقہاء بھی موجود تھے لیکن علامہ سخاویؒ نے ان کو فقہائے سبعہ سے موسوم کرنے کی وجہ تسمیہ عبداللہ بن المبارکؒ کی زبانی یوں نقل کی ہے: کہ "جب کوئی مسئلہ درپیش آتا یہ سب ایک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے تھے اور جب تک وہ اس پر فیصلہ نہ کرتے تھے عدالت اس کی بابت کوئی فیصلہ صادر نہ کرتی تھی۔(۱) یہ سب کے سب ائمہ حدیث وفقہ تھے البتہ علامہ ذہبیؒ نے امام خارجہؒ کو قلیل الحدیث اور بقیہ چھ کو حفاظ الحدیث میں شمار کئے ہیں۔

الحاصل مدینہ منورہ کو عہد نبویؐ سے لے کر خلافت راشدہ تک علمی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔حضرت علیؓ کے زمانہ میں دارالخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہوجانے پر گو وہ علمی حیثیت باقی نہ رہی تھی تاہم امام مالکؒ کے زمانے تک مدینہ کی علمی رونق برقرار تھی۔لیکن جب روافض کی ایک جماعت نے مدینہ منورہ میں ڈیرہ ڈالا اور مدینہ منورہ پر ان کی حکومت ہوگئی اس وقت مدینہ طیبہ میں علمی رونق کم بلکہ ناپید ہوگئی۔(۲)

الحاصل امام اعظمؒ نے فقہائے سبعہؒ کی علمی بہار دیکھی ہے اور ان کے علوم سے استفادہ بھی فرمایا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری دی' بعدہٗ مدینہ کے علماء سے ملاقات کی۔سب سے پہلے امام باقرؒ (م ۱۱۴ھ) سے ملاقات ہوئی اور آپس میں کچھ سوالات وجوابات کا تبادلہ ہوا۔امام باقرؒ نے اٹھ کر امام ابوحنیفہؒ کے چہرے کا بوسہ لیا اور امام صاحبؒ سے بغلگیر ہوئے۔جس کی کچھ تفصیل آخری صفحات میں انشاءاللہ آئے گی۔

ماٰخذ ومصادر: (۱) فتح المغیث: ۳۹۹ (۲) الاعلان بالتوبیخ: ۱۳۶

امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؒ سے حدیث پڑھنی شروع کی اور آپؒ کی مجلس سے بہت فقہی وحدیثی نوادرات حاصل کئے۔امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؒ کی وفات کے بعد امام جعفر صادقؒ سے بھی علم حدیث کا اکتساب فرمایا۔(۱)

امام ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں جن مشائخ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ہیں ان کی تفصیل تو دشوار ہے لیکن فقیر یہاں بطور گلے از گلزار چند عظیم المرتبت ہستیوں کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ رافع بن خدیجؓ ابولبابہؓ امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ کے شاگرد رشید اور امام مالکؒ امام لیث بن سعدؒ قاضی ابوبکر بن حزمؒ اور امام زہریؒ کے شیخ ''الحافظ الامام ابوعبداللہ نافع العدویؒ (م ۱۱۸ھ) سے امام اعظمؒ نے علم حدیث حاصل کی۔(۲) نیز اعلم الحفاظ الامام الحافظ ابوبکر محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ) جو کہ کئی صحابہ کرامؓ اور کبار تابعینؒ کے تلمیذ رشید اور امام مالکؒ امام اوزاعیؒ اور امام لیثؒ جیسے عظیم المرتبت ائمہ کے شیخ تھے۔امام اعظمؒ نے ان سے بھی اکتساب علم حدیث فرمایا ہے چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ''اسعاف المبطأ'' میں اور حافظ جمال الدین ابوالحجاج المزیؒ نے ''تہذیب الکمال'' (۳) میں تصریح کی ہے: کہ ''امام زہریؒ امام ابوحنیفہؒ کے استاد تھے۔''

ماخذ ومصادر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: سیرۃ النعمان: ۱۳۱ تا ۱۴۱ (۲) اسعاف المبطأ: ۲۹، تہذیب الکمال: ۲۹/۴۱۹، مناقب: ۱۱ (۳): ۲۹/۴۱۹

کیا امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے کوئی حدیث روایت کی ہے:

اگر چہ امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا روایت لینا کوئی عار نہیں کیونکہ محدثینؒ کا قول ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب کہ وہ اپنے سے اعلیٰ، کمتر اور اپنے ہمسر تینوں طبقوں سے روایت نہ کرے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس اصل پر مکمل عمل فرمایا ہے حتی کہ اپنے تلامذہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں اور امام مالکؒ تو امام اعظمؒ کے اقران میں سے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام مالکؒ سے امام اعظمؒ کا روایت کرنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا ہے۔ اگر چہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس بات پر مصر ہیں اور کچھ شواہد کے ساتھ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت لی ہے۔ چنانچہ انہوں نے دار قطنیؒ کی ''کتاب المدبج''، ابن خسروؒ کی ''مسند ابی حنیفہؒ'' اور خطیب بغدادیؒ کی ''کتاب الروایۃ'' سے شواہد نقل کی ہیں۔ (۱) لیکن دار قطنیؒ اور خطیب بغدادیؒ کی یہ روایتیں خود روایتی نقطۂ نظر سے محدثین کے نزدیک محل نظر ہیں۔ وہ دو روایتیں یہ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے دو روایتیں:

عن محمد بن مخزوم عن جده محمد بن ضحاك ثنا عمران بن عبد الرحيم ثنا بكار بن الحسن ثنا حماد بن ابى حنيفة عن ابى حنيفة عن مالك بن انس عن عبد الله بن الفضل عن نافع بن جبير عن ابن عباسؓ عن النبى ﷺ قال :"الايم احق

ماخذ و مصدر: (۱) تزیین الممالک: ۵۸

بنفسها من وليها والبكر تستأمر وصمتها اقرارها۔"اخرجه الشاهين والدارقطني۔

عن محمد بن على الصلى الواسطى ثنا ابوزرعة احمد بن الحسين ثنا على بن محمد بن مهرويه ثنا المجبر بن الصلت ثناالقاسم بن الحكم العرفى ثنا ابوحنيفة عن مالك عن نافع عن ابن عمرؓ قال:"اتى كعب بن مالك النبى ﷺ فسأله عن راعيته كانت ترعى فى غنمه فتخوفت على شاةالموت فذبحتهابحجر فأمر النبى (ﷺ) بأكلها۔"

امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے مذکورہ روایات کی تحقیق:

اقوم المسالک میں ہے: کہ تمام دفتر حدیث میں ان مذکورہ بالا دو روایتوں کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے جس سے امام اعظمؒ کا امام مالکؒ سے تلمذ ثابت ہو لیکن ان دونوں کی تاریخی حیثیت محدثین کے یہاں ثابت نہیں ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان دونوں روایتوں کی روایتی حیثیت کو محل کلام قرار دیتے ہوئے"النکت علی ابن الصلاح" میں یہ فیصلہ دیا ہے۔کہ"امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت ثابت نہیں ہے۔ دار قطنیؒ اور پھر خطیبؒ نے اس بات کا دعویٰ ان دو روایتوں کی وجہ سے کیا ہے جن کی اسناد محل کلام ہے۔" **"لم تثبت رواية ابى حنيفة عن مالك وانمااوردها الدارقطنى ثم الخطيب لروايتين وقعتا لهماباسنادين فيهما مقال۔"**(۱)

حافظ ابن حجرؒ نے ان روایات کی جس اسنادی کمزوری کی طرف اشارہ

ماخذ ومصدر:(۱)التعلیقات علی الانتقاء

کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دار قطنیؒ کی روایت میں عمران بن عبدالرحیم راوی اس من گھڑت کہانی کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے حافظ سلیمانیؒ کے حوالہ سے اس کا نام لے کر یہ انکشاف کیا ہے کہ ''یہی شخص ہے جس نے ابو حنیفہؒ از مالکؒ کی حدیث بنائی ہے۔ "**هو الذی وضع حديث ابی حنيفة عن مالك۔**"(۱)

دراصل یہ روایت اس قدر تھی کہ حماد بن ابی حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے سنا مگر عمران نے درمیان میں ابو حنیفہؒ کو اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ جس کی تائید ابو عبداللہ محمد بن مخلدؒ کے رسالہ "**ماروا‌ه الاكابر عن مالك**" سے ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے اس روایت کی سند اس طرح بیان کی ہے۔ "**حدثنا ابو محمد القاسم بن هارون ثنا بكار بن الحسن الاصبهانی ثنا حماد بن ابی حنيفة ثنا مالك بن انس الحديث**" (۲) نیز اصل ''مسند'' میں بھی "**حماد بن ابی حنيفة عن مالك**" ہے اور ''جامع المسانید'' میں بھی سند اس طرح ہے۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی تائید میں ''مسند ابی حنیفۃ لابی الضیاء'' کا حوالہ دیا ہے جس میں "**ابو حنيفة عن مالك**" ہے لیکن یہ ''مسند'' دراصل ''جامع المسانید'' کا خلاصہ ہے۔ اس میں ''کتاب الآثار'' کے حوالہ سے یہ روایت یقیناً موجود ہے مگر اسے امام محمدؒ بحوالہ امام اعظمؒ عن نافع عن ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں البتہ امام محمدؒ نے اپنے مؤطا میں یہی روایت بحوالہ عن مالک عن نافع عن ابن عمرؓ ذکر کی ہے۔

علامہ خطیبؒ کی روایت میں مجبر بن صلت کو غلط فہمی ہوئی۔ اس نے عبدالملک کی بجائے مالک کہہ دیا کیونکہ اس روایت کی جن محدثینؒ نے تخریج کی ہے

ماخذ و مصادر: (۱) میزان الاعتدال رقم ۶۲۹۴ عمران بن عبدالرحیم بن ابی الورد: ۳/ ۲۳۸ (۲) التعلیقات علی الانتقاء

اسکی تفصیل علامہ خوارزمیؒ نے ذکر کی ہے لیکن ان تمام روایات میں کوئی طریق بھی ایسا نہیں ہے جس میں ابوحنیفہ از مالک آیا ہو۔اس میں اول تو محمد بن المغیرۃ بحوالہ قاسم از ابوحنیفہؒ ہے اور قاسم کے علاوہ دوسرے طرق میں بحوالہ امام محمد اور قاضی ابو یوسف ابوحنیفہ از عبدالملک بن عمیر آیا ہے۔کسی بھی طریق میں ابوحنیفہ از مالک نہیں ہے۔(۱)

اشہبؒ کی روایت سے غلط فہمی:

دراصل زیادہ تر غلط فہمی اشہبؒ کی اس روایت سے ہوئی ہے جس میں وہ کہتے ہیں: کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ کو امام مالکؒ کے سامنے اس طرح دیکھا ہے۔جیسے باپ کے سامنے۔'' لیکن ان کا یہ بیان اصول روایت کے مطابق صحیح نہیں ہے کیونکہ اشہبؒ کی سن ولادت حسب بیان ابن یونس ۱۴۵ھ ہے یعنی امام اعظمؒ کی وفات والے سال ان کی عمر صرف پانچ سال کی ہے۔اس عمر میں ان کا مصر سے مدینہ منورہ آنا اور ان دونوں حضرات کا مذکورہ طریقہ سے تقابلی جائزہ لینا بعید از عقل ہے۔چنانچہ علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں: ''امام ذہبیؒ نے امام مالکؒ کے ترجمہ میں جو واقعہ بیان کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ہاں اگر امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے حمادؒ کے متعلق ہو تو شاید درست ہو کیونکہ اشہب کی تاریخ پیدائش ۱۴۵ھ ہے۔(۲) الغرض امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے روایت حدیث محتاج ثبوت ہے اور جن راہوں سے اسے ثابت کرنے کی کوشش امام سیوطیؒ اور دارقطنیؒ نے کی ہے۔وہ عندالمحدثینؒ ناقابل اعتبار ہیں۔

امام بخاریؒ کا دعویٰ ہے کہ **"مالك عن نافع عن ابن عمر"** سلسلۃ الذہب ہے۔اب اگر یہ روایت امام ابوحنیفہؒ از مالکؒ ثابت ہو جائے تو حافظ مغلطائی کا

ماٰخذ و مصادر: (۱) جامع المسانید: ۲/۲۲۶ (۲) اقوم المسالک: ۷

دعویٰ صحیح ہو جائے گا کہ اسانید کی دنیا میں سب سے زیادہ جلیل القدر یہ سلسلہ سند ہے:

"**ابو حنيفة عن مالك عن نافع عن ابن عمر**" اسی پر قدم جماتے ہوئے حافظ ابومنصور عبدالقاہر تمیمیؒ نے شافعی از مالک از نافع از ابن عمر کو اجل الاسانید لکھا ہے۔ اس پر حافظ مغلطائیؒ نے حافظ عبدالقاہرؒ کا تعاقب کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر صحت روایت کا مدار جلالت شان اور عظمت قدر پر ہے تو پھر تاریخ کی دنیا میں اجل الاسانید ابوحنیفہؒ از مالک از نافع از ابن عمرؓ ہے۔ حافظ بلقینیؒ نے ''محاسن الاصطلاح'' میں حافظ مغلطائی کے اس فیصلہ کی صحت اور قوت کو مانتے ہوئے لکھا ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے اگرچہ امام مالکؒ سے روایت لی ہے جیسا کہ دار قطنیؒ نے ذکر کیا ہے لیکن ان کی روایت امام مالکؒ سے امام شافعیؒ کی روایت جیسے اشتہار کو نہیں پہنچی۔ مطلب یہ کہ اگر ابوحنیفہؒ عن مالک کو شافعی عن مالک جیسی شہرت ہوتی تو پھر امام بلقینیؒ کے خیال میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر کی وجہ سے ابوحنیفہؒ از مالکؒ ہی سب سے صحیح اور سب سے بزرگ تر سلسلہ سند ہوتا اور دنیائے روایت میں اسی کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا۔

حافظ عراقیؒ نے حافظ مغلطائیؒ اور حافظ بلقینیؒ دونوں کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت جو دار قطنیؒ نے ''غرائب'' میں لکھی ہے اس کا سلسلہ سند'' نافع عن ابن عمرؓ'' نہیں ہے۔(۱) یعنی اگر روایت کا سلسلہ فی الواقع یہ ہو کہ ''ابوحنیفہؒ عن مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ اور روایتی نقطۂ نظر سے اس کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر حافظ عراقیؒ کی رائے میں سے ہی اصح الاسانید اور اجل الاسانید ہونا چاہئے یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی فرمائی

ماخذ و مصدر: (۱) التعلیق الممجد: ۱۶

ہے۔"حافظ مغلطائیؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت ثابت نہیں ہے۔"**اما اعتراضه بابي حنيفة فلا يحسن لان اباحنيفة لم تثبت روايته عن مالك۔**"(۱) حافظ ابن حجرؒ کے قول کا مدلول بھی یہی ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے روایت ثابت ہو جائے تو پھر تاریخ واسناد کی دنیا میں حافظ عسقلانیؒ کے خیال میں اصح الاسانید یہی سند ہے۔

قارئین کرام! تفصیل مذکور اور ردوکد سے ضمنی طور پر یہ بات بالکل بے نقاب ہو کر سامنے آگئی ہے کہ محدثینؒ اور روایت واسناد کا تحقیقی مطالعہ کرنے والوں کی نظر میں امام اعظمؒ کا مقام اتنا اونچا ہے کہ آپؒ کی ذات کو اصح الاسانید کے موقعہ پر بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے۔اگر معاذ اللہ امام اعظمؒ کی ذات گرامی کسی درجے میں بھی محدثینؒ کے نزدیک مجروح ومقدوح ہوتی یا کوئی بات بھی قابل گرفت ہوتی تو اصح الاسانید جیسے نازک ترین موقعہ پر نہ کوئی آپؒ کا نام لیتا اور نہ بلقینیؒ، عراقیؒ اور عسقلانیؒ جیسے اساطین حدیث ایسے مقام پر خاموش رہ سکتے تھے۔دراصل یہ ان لوگوں کیلئے سرمۂ چشم بصیرت ہے جو امام موصوفؒ کی محدثانہ جلالت شان پر حرف گیری ہی کو پروانۂ محدثیت قرار دیتے ہیں۔

امام مالکؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام:

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ ایک دوسرے کی بہت قدر کیا کرتے تھے لیکن امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کا غایت درجہ اکرام کیا کرتے تھے چنانچہ محمد بن اسماعیل بن فدیک کہتے ہیں: کہ "میں نے امام مالکؒ اور امام اعظمؒ دونوں کو مدینہ میں دیکھا ہے۔

ماخذ ومصدر: (۱) مقدمۃ فتح الملہم: ۳۲

دونوں باہم ہاتھ پکڑے جارہے تھے جب دونوں مسجد نبویؐ کے دروازے پر پہنچے تو امام مالکؒ نے ادباً امام اعظمؒ کو آگے کر دیا۔ امام اعظمؒ یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے: "**بسم اللّٰہ هٰذا موضع الامان فاٰمنی من عذابك ونجنی من عذاب النار۔**" (۱) خود امام مالکؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے فقاہت اور مجتہدانہ جلالت شان کا اعتراف تھا کیونکہ اپنے روزمرہ زندگی میں امام ابوحنیفہؒ کی کاپی کو اپنے لئے فخر محسوس کرتے تھے چنانچہ امام لیث ابن سعدؒ فرماتے ہیں: کہ "میں مدینہ میں امام مالکؒ سے ملا۔ ان سے میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے: کہ "آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہیں۔" فرمایا: کہ "امام ابوحنیفہؒ کے سامنے عرق آلود ہوتا ہوں کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔" امام لیثؒ کہتے ہیں: کہ بعدازیں میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا: کہ "امام مالکؒ کی نظر میں آپ کا مقام بہت بلند۔" امام اعظمؒ نے فرمایا: کہ "میں نے سچے اور کھرے جواب میں مالکؒ سے زیادہ تیز اور کھرا کوئی نہیں دیکھا۔"

امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں:

الغرض امام مالکؒ امام اعظمؒ کے استاد نہیں۔ حافظ جمال الدین المزیؒ نے "تہذیب الکمال" میں اور علامہ ذہبیؒ نے اپنی تصانیف میں امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ میں امام مالکؒ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے "الجواہر المضیئۃ" میں، علامہ خوارزمیؒ نے "جامع المسانید" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے امام صاحبؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ امام شافعیؒ نے عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ کے حوالہ سے یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ "امام مالکؒ امام

ماخذ ومصدر: (۱) صدر الائمۃ: ۱/۳۴

ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے اور ان سے استفادہ فرماتے تھے۔" **"کان مالك ينظر فى كتب ابى حنيفة وينتفع به۔"**(۱)

امام اعظمؒ کا بصرہ کو علمی سفر:

محترم قارئین کرام! آپ حضرات نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا کہ "امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کے حصول کیلئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کے اسفار کئے اور وہاں جا کر علم حدیث حاصل کرکے اپنی علمی تشنگی کو بجھایا۔ اور یہ ان کی علمی ترقی کا یہ ایک بڑا سبب ہے چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں: "امام کی علمی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ان کو بڑے بڑے اہل کمال کی صحبتیں میسر آئیں، جن شہروں میں ان کو رہنے کا اتفاق ہوا یعنی کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ الخ۔"(۲)، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "امام صاحبؒ نے حدیث کی جانب خصوصی توجہ فرمائی اور اس کے لئے اسفار کئے ......امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کی تحصیل کی، بالخصوص ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کے زمانہ میں اس اخذ وطلب میں بہت زیادہ سعی کی۔"(۳) اور علامہ موفقؒ امام اعظمؒ کا قول نقل کرتے ہیں: کہ "میں کچھ اوپر بیس مرتبہ بصرہ میں داخل ہوا۔ بعض دفعہ ایک سال یا اس سے کم یا زیادہ قیام کیا۔" **"فدخلتُ البصرةَ نيفا و عشرين مرةً منها ماأُقيمُ سنةً واقلَّ واكثرَ۔"**(۴)

ماخذ ومصادر: (۱) اقوم المسالک: ۲۲، مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: امام اعظم اور علم الحدیث: ۲۶۴ تا ۲۷۲

(۲) سیرۃ النعمان: ۴۱ (۳) سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۳۹۲، ۳۹۶ (۴) مناقب للموفق: ۱/ ۵۹

بصرہ کا علمی مقام:

مشہور اسلامی شہر جو تیسری صدی تک علوم اسلامیہ کا گہوارہ رہا اور وسعت علم، کثرت حدیث اور دوسری خوبیوں کے لحاظ سے اس کا ایک امتیازی مقام تھا۔ امام حاکمؒ نے ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں بصرہ کے اندر سکونت اختیار کرنے والے صحابہ کرامؓ کی ایک فہرست دی ہے۔ ایسے ہی کتاب کی نوع ۴۹ میں جہاں امام حاکمؒ نے مختلف شہروں کے ان ائمہ ثقات کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کی احادیث پر حفظ و مذاکرہ کے حدود میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور جن کے ذکر کے ساتھ مشرق و مغرب میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ بصرہ کے ائمہ ثقاتؒ اور حفاظ حدیث کے نام بتائے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عمران ابن حصینؓ حضرت ابن عباسؓ اور متعدد صحابہؓ کرفروکش ہوئے۔ ان میں سب سے آخری حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص، ان کے بعد حسن بصریؒ ابن سیرینؒ ابولعالیہؒ پھر قتادہؒ ایوبؒ ثابت البنانیؒ، یونس بن عونؒ پھر حماد بن سلمہؒ حماد بن زیدؒ اور ان کے تلامذہ ہوئے ہیں۔ اس کے بعد علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ''بصرہ میں تیسری صدی کے اختتام تک یہی حال رہا الخ۔'' (۱)

بصرہ میں حدیث کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ حافظ ذہبیؒ نے حماد بن سلمہؒ کے تذکرہ میں حافظ ابن المدینیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''یحیی بن ضریسؒ کے ہاں حمادؒ سے دس ہزار احادیث تھیں۔'' (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظم اور علم الحدیث: ۲۷۳ بحوالہ الاعلان التوبیخ بحوالہ الامصار ذوات الآثار

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ حماد بن سلمہ: ۱/ ۲۰۳

ابو اسماعیل ترمذیؒ کہتے ہیں: ''میں نے ان (یعنی مسند وقت حافظ مسلم بن ابراہیم بصریؒ) سے سنا: کہ ''آپؒ کہہ رہے تھے: ''میں نے آٹھ سو شیوخ سے احادیث قلم بند کیں اور دجلہ کا پل (جو بصرہ سے دس میل ہے) سے اُتر کر نہیں گیا۔''(۱)

امام حسن بصریؒ بصرہ ہی کے رہنے والے تھے۔ آپؒ ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔ جن کے متعلق امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ''میں نے امام جعفر صادقؒ سے سنا: کہ ''عراق میں حسن بصریؒ جیسا کوئی (عالم) نہیں ہے۔''(۲) اسی طرح امام علم تعبیر الرؤیا محمد بن سیرینؒ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن سے ایک دوست کے ذریعہ امام اعظمؒ نے ایک خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ جس کو علامہ ذہبیؒ یوں بیان کرتے ہیں: ''امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھا کہ ''آپ نبی کریم ﷺ کی قبر کھود رہے ہیں۔ کھود کر آپ ﷺ کی ہڈیوں کو جمع کر رہے ہیں اور ان کو جوڑ رہے ہیں۔ آنکھ کھلی تو آپ بہت گھبرائے۔ آپؒ نے اپنے ایک دوست سے کہا: کہ ''جب بصرہ جائیں تو امام ابن سیرینؒ سے خواب کی تعبیر دریافت کرنا۔ (آپؒ کے دوست نے بصرہ جا کر) ان سے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپؒ نے فرمایا: کہ ''یہ خواب دیکھنے والا شخص سنۃ النبی ﷺ کو جمع اور ان کو زندہ کرے گا۔'' "**هٰذا رجل یجمع سنة النبی ویُحییها۔**"(۳)

بہرحال امام ابوحنیفہؒ نے اسفار علمیہ کی ہیں اور ان میں ان کا ابتدائی اور آخری سفر بصرہ کا ہے۔ بصرہ میں جن حفاظ حدیث سے امام اعظمؒ نے اکتساب علم

ماٰخذ و مصادر: (۱) ذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ مسلم بن ابراہیم بصریؒ: ۱/۳۹۴ (۲) کتاب الآثار لابی یوسفؒ: ۲۰۹ (۳) مناقب امام للذہبی: ۳۹

حدیث کیا ہے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ السختیانیؒ جو بقول امام شعبہؒ سید العلماء والفقہاء، بقول امام اشعثؒ جہیذ العلماء اور بقول علامہ ذہبیؒ الحافظ احد الاعلام تھے۔ علامہ نوویؒ ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں لکھتے ہیں: کہ ''امام ایوبؒ کی علمی جلالت، امامت، حافظہ، ثقاہت، علمی بہتات، فہم وفراست اور سیادت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ امام مالکؒ امام شعبہؒ امام اعمشؒ اور امام اعظمؒ کے شیخ تھے۔ ان کے علاوہ بہز بن حکیمؒ بکر بن عبداللہ المزنیؒ، عطاء بن عجلانؒ قتادہ بن دعامہؒ مبارکؒ یزید بن ابی یزیدؒ محمد بن الزبیرؒ شداد بن عبدالرحمٰنؒ ابوسفیان طریف بن سفیانؒ نصر بن سعدؒ اور یزید بن ابی حبیب۔''(۱)

قارئین کرام! علامہ مزیؒ نے اپنے چند صفحات پر مشتمل بیان میں آپؒ کے مختلف شہروں کے ستتر (۷۷) اساتذہ حدیث کے نام بھی لکھے ہیں، (۲) لیکن اگر بالفرض امام ابوحنیفہؒ کوفہ کے علاوہ کہیں بھی جاتے نہ کسی دوسری جگہ علم حدیث پڑھتے، بلکہ صرف کوفہ کے علم پر اکتفا کرتے، تو بھی یہ علم ان کے اجتہاد کے لئے کافی ہوتا، کیونکہ یہاں جیسا کہ پہلے گذر چکا، کہ کوفہ میں تمام صحابہ کرامؓ کے علوم کا نچوڑ جمع تھا۔ کوفہ میں صحابہ کرامؓ کے علوم کا مغز حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کا رخ کر کے وہاں کے جبال علم سے احادیث پڑھیں اور بالآخر ۱۲۵ھ میں اپنے استاد امام حمادؒ کی وفات کے بعد اہل کوفہ کے اصرار پر جانشینِ امام حمادؒ مقرر ہوئے۔ (۳)

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظم اور علم الحدیث: ۲۷۶، ۲۷۷ (۲) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۱۸ تا ۴۲۰
(۳) تفصیل کیلئے دیکھئے: سیرۃ النعمان: ۳۱ تا ۴۱

مولوی محمد یوسف جے پوری کا دجل:

قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا' کہ امام ابوحنیفہؒ نے مرکز علم کوفہ میں نہ صرف علم حدیث سیکھا ہے' بلکہ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ اور بصرہ کے اسفار بھی فرمائے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولوی محمد یوسف جے پوری نے امام ابوحنیفہؒ پر یہ بہتان تراشا ہے کہ انہوں نے علم کی تلاش میں اسفار نہیں کئے اور اس کی جھوٹ پر دلیری کو دیکھیں کہ وہ یہ بات ایک حنفی مؤرخؒ کے حوالہ سے لکھتا ہے۔ خود ان ہی کے الفاظ میں پڑھ کر ان کو داد دیں۔ محمد یوسف جے پوری لکھتا ہے:

سبب دوم عدم سفر در تلاش احادیث:

علامہ شبلی نعمانیؒ "سیرۃ النعمان" مطبوعہ مجتبائی ص ۷۰ میں لکھتے ہیں: کہ "امام صاحبؒ کے مزاج میں تکلف تھا۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ کبھی کبھی سنجاب و قماقم کے جبے بھی استعمال کرتے تھے۔ ابو مطیع بلخیؒ ان کے شاگرد کا بیان ہے: کہ "میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی چادر پہنے دیکھا جس کی قیمت کم از کم چار سو درہم ہو گی۔ چار پانچ دینار (اشرفی) کی چادر کو گندہ فرماتے اور اوڑھنے سے شرماتے اور ایضاً ص ۴۳ میں لکھتے ہیں: کہ "ایسے شخص کو طلب حدیث کیلئے عراق' حجاز' مصر' یمن' شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب العلمی میں برسوں کاٹنا اور احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار' بلکہ ناممکن کہنا چاہئے۔"(۱)

ماخذ و مصدر: (۱) حقیقۃ الفقہ: ۱۲۲' ۱۲۳

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد:

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خود تو لوگوں کو حدیث کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کو احادیث کیلئے سفر کی زحمت نہ کرنے کا کتنی ڈھٹائی سے باور کراتے ہیں، حتی کہ حنفی مؤرخ کے قلم سے ثابت کررہے ہیں، کہ امام ابوحنیفہؒ اتنے کم ہمت تھے کہ کبھی احادیث کے حصول کیلئے سفر کا نام تک نہیں لیا۔ لیکن افسوس ایسی قسم کی غلط بیانی کرتے وقت ان کو مخلوق سے نہ سہی، اللہ تعالیٰ سے بھی حیا مانع نہ رہ سکی، کہ آخر ایک دن دربار الٰہی میں حاضر ہونا ہے اور وہاں ان کے حضور اس جھوٹ کا جواب دینا ہے۔

محترم قارئین! علامہ شبلی نعمانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ واقعہ ان کے ''اخلاق و عادات'' کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ جس میں خوش لباس رہنے کے علاوہ اور کوئی چیز مقصود نہیں تھی، لیکن جے پوری صاحب نے اسے قلت حدیث کے اسباب کے تحت ذکر کیا ہے، پھر اس پر مستزاد یہ کہ بددیانتی کا بھی خوب مظاہرہ کیا ہے، وہ یہ کہ علامہ شبلی نعمانیؒ کی عبارت کے ساتھ ''چار پانچ دینار............ ناممکن کہنا چاہیئے'' تک لائن زدہ عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے۔ یہ عبارت علامہ موصوفؒ کی کتاب میں قطعاً موجود نہیں ہے۔ آپ حضرات خود اس کتاب کا مطالعہ کریں، تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آکر حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ علامہ موصوفؒ نے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی علمی ترقی کا ایک بڑا سبب ''بڑے بڑے اہل کمال کی صحبتیں'' بتایا ہے اور پھر ان اہل کمال کی صحبتوں کیلئے ان کے اسفار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

ہمت کے پہاڑ:

امام ابوحنیفہؒ نے علوم نبوی کے حصول کے بعد بقیہ زندگی تشنگانِ علوم دینیہ کی علمی پیاس بجھانے اور حدیث وفقہ کی خدمت میں صرف فرمائی' لیکن حاسدین کی مہربانیوں کی بدولت بنو امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمار (م ۱۳۲ھ) نے عراق کے جابر اور ظالم گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ کے ہاتھوں' عہدۂ قضاء' وزارت خزانہ سے انکار کو بہانہ بنا کر (۱۳۰ھ کے قریب) امام صاحبؒ کو جیل بھجوا دیا' جہاں ان کو ایک سو دس (۱۱۰) تازیانے لگائے گئے اور یہ کوڑے اندرون جیل یا کسی خفیہ مقام پر نہیں دئے گئے' بلکہ اس بات کی تصریح موجود ہے کہ "روزانہ آپؒ کو باہر لایا جاتا' لوگوں کو منادی کرائی جاتی' لوگ جمع ہوتے اور پھر روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی تھی۔ پھر ان کو بازاروں میں پھرایا اور گھمایا جاتا تھا اور آپؒ کو بارہ دن میں ایک سو بیس (۱۲۰) (یا ۱۱۰ (۱)) تازیانے لگائے گئے۔"(۲)

عہدۂ قضاء' وزارت خزانہ سنبھالنے کی بجائے کوڑے کھانے قبول کئے:

ہمت کے اس عظیم پہاڑ نے قاضی القضاۃ' (جس کے حکم سے تمام اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کئے جاتے۔(۳) وزیر خزانہ' کہ کوئی دستاویز اور بیت المال کا کوئی مال آپؒ کے دستخط اور مہر کے بغیر برآمد نہ ہو سکتی (۴)) بننے سے صاف انکار کیا۔ بادشاہ وقت نے امام صاحبؒ کو اختیار دیا تھا' کہ یا تو ان کی پشت اور پیٹ پر سزا کے کوڑے

مأخذ ومصادر: (۱) مروج الذہب: ۱/۲۲۲ (۲) مناقب موفق: ۲/ ۲۵' ۲۶' ۲۷' تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۲۶' ۳۲۷
(۳) مناقب موفق: ۲/۱۷۲ (۴) معجم: ۲/ ۱۷۷

برسیں اور یا وزیرِ خزانہ کا عہدہ سنبھال لیں، لیکن امام موصوفؒ نے آخرت کی سزا پر ان کی سزا کو ترجیح دی اور یہ عہدہ قبول نہ کیا جیسا کہ صدر الائمہ علامہ موفق الدینؒ نے لکھا ہے: "**وخیَّرهُ السلطانُ علیٰ اَن یُوجَعَ ظهرُه، وبطنُه، اویُجعلُ مفاتیحُ خزائن الاموالِ بیده فاختار عذابَهم علیٰ عذابِ الآخرةِ**" (۱) اور یہی بات انہوں نے خود بھی بیان فرمائی ہے، جیسا کہ علامہ موصوفؒ نقل کرتے ہیں: کہ "میں کیسے اس عہدہ کو قبول کرلوں، جبکہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس حکم پر مہر ثبت کروں گا اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس عہدہ کو ہرگز قبول نہ کروں گا۔" "**فکیف و هویُرِیدُ مِنی اَن یَّکتبَ دمُ رجلٍ بِضرب عنقِه واَختمُ انا علیٰ ذٰلك الکتٰبِ فواللّٰه لا اَدخلُ فی ذالك ابدًا**" (۲) آپؒ سے یہ بھی منقول ہے: کہ انہوں نے صاف اور صریح لفظوں میں انکار کرکے فرمایا: کہ "اس (ابن ہبیرہ) کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کرڈالے۔" "**ضَرْبُه لِی فی الدنیا اَسهلُ علیَّ مِن مَقامِعَ الحدیدِ فی الآخرةِ واللّٰه لا فعلتُ ولو قتلنی۔**" (۳)

ابن ہبیرہ نے اسی مار پر اکتفاء نہیں کی، بلکہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ، ابن شبرمہؒ اور داود بن ابی ہندؒ وغیرہ کا ایک وفد امام صاحبؒ کو منوانے کی غرض سے ان کے پاس بھیجا، ان حضرات نے امام صاحبؒ کو حکومتی عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا اور ان کو خیرخواہانہ مشورہ دیا کہ ہم بھی آپ کے ہم خیال ہیں لیکن مجبور ہیں آپؒ بھی اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں لیکن انہوں نے سختی سے جواب دیکر فرمایا: کہ "اگر ابن

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/ ۱۷۷ (۲) ایضاً: ۲/ ۲۴ (۳) ایضاً: ۲/ ۲۲، مناقب کردری: ۲/ ۲۶

ہبیرہ مجھے واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے، تو میں اس پر بھی آمادہ نہیں ہوں۔"

"لَواَرادنِیْ اَن اُعدَّ له ابوابَ مسجدِ واسطٍ لم ادخلُ فی ذالك۔"(۱)

ابن ہبیرہ کے بعد ابو جعفر منصور کے مظالم:

پھر ایک دن وہ بھی آیا، کہ بنو امیہ کا یہ سیاہ وتاریک دور ختم ہوا۔ اب جب بنو عباس کا دور آیا، تو لوگ مطمئن ہوئے کہ اب منصور جو کہ بڑا عالم اور علم دوست مانا جاتا تھا، علماء حق پر دست شفقت پھیر کر ان کے معاون بنیں گے۔ لیکن افسوس دور عباسی کے اس علم دوست ابو جعفر منصور نے بھی امام اعظمؒ کو عہدۂ قضاء پیش کیا اور جب آپؒ نے اس کو بھی ٹکرا دیا، تو ان کو قید خانہ بھیج دیا۔ جیسا کہ علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں: کہ" ابو جعفر نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدۂ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی، مگر انہوں نے اس کی بات نہیں مانی، اور عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا، تو اس نے ان کو قید کر دیا۔" "دعا ابو جعفرَ اباحنیفةَ الی القضاءِ فابٰی علیهِ فحبَسَه۔" (۲) اس ظالم نے بھی امام اعظمؒ کو نہ صرف جیل میں ڈالا، بلکہ آپؒ کے جسم مبارک کو ننگا کر کے، آپؒ کو یکے بعد دیگر تیس کوڑے اتنے سخت مارے، کہ خون آپ کی ایڑیوں پر بہتا رہا (۳) اور اسی پر منصور کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا، بلکہ مزید طیش میں آکر امام پر زندگی تنگ کرنے لگا اور کھانے پینے میں ان پر انتہائی سختی برتنی شروع کی۔ چنانچہ علامہ صدر الائمہؒ لکھتے ہیں: کہ" ان پر کھانے پینے اور قید میں انتہائی تنگی کی۔" "ضَیَّقوا علیه الامرَ فی الطعامِ والشرابِ والحبسِ۔" (٤) چار سال تک یہی حال رہا۔ اللہ تعالیٰ نے

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/۲۴، الخیرات الحسان: ۵۸، مناقب کردری: ۲/ ۲۷ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۲۸ (۳) مناقب موفق: ۱/ ۲۱۵ (۴) ایضاً: ۲/ ۱۷۴

آپؒ کا اثر و رسوخ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ فرمایا۔ قید خانہ میں سلسلہ درس برابر قائم رکھا۔ فقہ حنفی کے دست و بازو امام محمدؒ نے قید خانہ ہی میں ان سے پڑھا۔

امام اعظمؒ نے سجدہ میں گر کر اپنی جان، جان آفریں کے حوالہ کی:

امام صاحبؒ کی جانب سے منصور کو مذکورہ وجوہات کی بناء پر جو اندیشہ تھا، وہ قید خانہ کی حالت میں بھی باقی رہا۔ جس کی آخری تدبیر انہوں نے یہ اختیار کی، کہ بے خبری میں ان کو زہر دلوانا چاہا، لیکن انہوں نے اپنی فراست ایمانی اور نور بصیرت سے اس کو پہچانا اور اس کے پینے سے انکار فرمایا۔ جس پر ان لوگوں نے آپؒ کو زبردستی لٹا کر آپؒ کے منہ میں زہر کا پیالہ جبراً انڈیل دیا۔ جیسا کہ علامہ موفق الدینؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں: ''امام صاحبؒ نے اس مشروب کے بارے میں ان کو کہا: کہ ''میں اس کو نہیں پیتا'' کیونکہ میں اس کو خوب جانتا ہوں کہ اس میں کیا ہے؟ میں اپنی جان نکالنے میں تمہاری مدد نہیں کرتا۔'' تو آپؒ کو زمین پر ڈالا گیا اور پھر آپؒ کے منہ میں زہر انڈیل دیا گیا۔'' "**لا اشـرَبُ اِنـی اَعـلـمُ مـافیـه لا اَعِینُ علٰی نفسی فطُرِحَ ثم صُبَّ فی فیه ۔**" (۱) اور خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں: کہ ''پھر ان کو زہر پلوایا گیا، پس وہ رحلت فرما گئے۔'' "**ثـــم سـقــاه سَـمًّــا فمـاتَ۔**" (۲) زہر پلانے کے بعد بادشاہ وقت کا غصہ مزید بڑھا اور آپؒ کے جسم میں زہر جلد سرایت کرنے کیلئے آپؒ کو مصلوب کر کے بے دردی سے پیٹا گیا۔ جیسا کہ علامہ کردریؒ لکھتے ہیں: کہ ''پھر منصور نے یہ حکم دیا، کہ ان کو مصلوب کر کے پیٹا جائے، تا کہ زہر بسرعت ان کے عضاء میں سرایت کر جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔''
"**ثـم اَمـرَ المنصورُ اَن یُضرَبَ مصلوبًا حتی یَتفرقَ السَّمُّ علٰی اعضاءِ ہ**

ماٰخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۲/۱۷۵، الخیرات الحسان: ۱۶۱ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۰

فـفُعِل به ذالك۔"(۱) اب جب ان بدبختوں کو امام ابو حنیفہؒ کی فوتگی کا یقین ہوا' تو ان کو سولی سے اتار دیا لیکن ابھی آپؒ میں سانس کی کچھ رمق باقی تھی' اب آپؒ کو موت کا یقین آچکا تھا' اس لئے سجدہ میں گر کر اپنی جان' جانِ آفریں کے سپرد کی۔(۲) کسی شاعر نے اس قسم کی موت پر غبطہ اور رشک کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

؎ نکل جائے دم میرے' تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔

اس وقت آپ کی عمر شریف ستر سال تھی' آپؒ کی شہادت کا یہ واقعہ ماہ رجب (یا نصف شعبان) ۱۵۰ھ میں پیش آیا۔(۳) دار الفناء سے دار البقاء رحلت فرماتے وقت امام حمادؒ کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں چھوڑی۔ **انا للّٰہ وانا الیه راجعون۔**

گریبان میں جھانک کر ذرا سوچ تو سہی!:

امام مظلومؒ کو یہ سزا کس گناہ اور جرم کی پاداش میں دی گئی؟ کیا انہوں نے کسی کی عزت پہ ڈاکہ ڈالا تھا؟ یا کسی حکومت کے خلاف علم بغاوت اُٹھا کر اس کے تختہ کو اُلٹا کر اس پر خود قابض ہو گیا تھا؟ کیا انہوں نے حکومت وقت سے کوئی عہدہ مانگ کر نہ ملنے پر تحریک چلانے کی دھمکی دی تھی یا باغی لوگوں کی سرپرستی کر رہے تھے؟ ہرگز ہرگز نہیں! پھر آخر کیا تھا کہ انہوں نے حکومت وقت سے انتہائی زیادہ مراعات ملنے کے باوجود ٹکر لی اور اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کی یہی ایک ہی وجہ تھی کہ دین حق کی خاطر انہوں نے سب کچھ قربان کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے

ماٰخذ و مصادر: (۱) مناقب کردری :۲/ ۲۵ (۲) مقام ابی حنیفہؒ: ۹۷ (۳) ایضاً ۹۸' تاریخ بغداد :۱۳/ ۲۲۰' محدثین عظام اور ان کے کارنامے :۷۵

ڈر رہے تھے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی حالت میں پیش نہ ہو جاؤں کہ ان امراء کا لحاظ کرتے ہوئے غلط فیصلے کا مرتکب ہو کر ان کے ساتھ ان کے ظلم میں شریک ہوں۔ اس بناء پر انہوں نے قضاء اور وزارت خزانہ کے عہدوں کو لات ماری۔

امام اعظمؒ کے خلاف زبان استعمال کرنے والے انگریز کے پجاری:

قارئین کرام! سوچنے کی بات ہے کہ بادشاہ وقت انگریز اور عیسائی نہیں تھا بلکہ ایک مسلمان اور عالم، البتہ فاسق ضرور تھا۔ جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے آخرت کے خوف کو مدنظر رکھا اور اس کی دوستی سے انکار کرتے ہوئے اس کی سزا کیلئے اپنے آپ کو سپرد کیا۔ لیکن ان کی غیرت ایمانی نے اس کی بے جا خوشامد، اہل سرکار کو "**ظل اللہ فی الارض**" کہنے نہیں دیا۔ اس کے برعکس اگر ان دنوں ہمارے یہ لامذہب بھائی ہوتے، تو جیسا کہ برصغیر میں ہمارے ان یاروں نے انگریزی حکومت کی جس وفاداری کا بدترین ثبوت دیا۔ اس وقت بھی اپنی یہ سنت ضرور ادا کرتے۔

آیئے ! لامذہب ٹولہ کی انگریز حکومت کے احترام کی ایک جھلک دکھاتے جائیں۔ تاکہ آپ حضرات پر "**اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول**" کا دلکش نعرہ لگانے والوں کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔ تو سنیں! "غیر مقلدین نے انگریز کی بے جا خوشامد کی اور اہل سرکار کو "**ظل اللہ فی الارض**" تک کہنے سے دریغ نہیں کیا۔ ان کے ساتھ جہاد کا عزم گناہ کبیرہ (۱) ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کو دین وعلم سے بے بہرہ اور جرم عظیم کے مرتکب (۲) شر وفساد اور عہد شکنی کرنے والے اور اس جہاد عظیم کو غدر سے تعبیر کر کے، (۳) بنی

ماخذ ومصادر: (۱) فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ بحوالہ عوائد المواید: ۳۴ (۲) ایضاً: ۴۸
(۳) ترجمان وہابیہ: ۳۰، ۵۴

اسرائیل کے علماء کی سنت ادا کی۔ جنہوں نے آپ ﷺ کی عداوت میں مشرکین مکہ کو زیادہ راست رُو اور ہدایت یافتہ کہا تھا۔ جن کی اس بدترین کارکردگی پر ان کو سورۃ النساء آیت نمبر ۵۱ کی سرٹیفکیٹ عطا کی گئی۔ کہ "کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو ایک حصہ کتاب سے دیا گیا تھا' یہ بتوں اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ یہ (کافر) لوگ باعتبار راستے کے' ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں' زیادہ پہنچے ہوئے ہیں۔" ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْباً مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ☆﴾ "اور یہی لوگ ہیں کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو گورنمنٹ (انگریز) کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور قدر شناس کہا۔" (۱)

افسوس! آج کل یہی لوگ ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے عامل بالقرآن والسنۃ کو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دینے والا قرار دیتے ہیں' لیکن باطل کا اتنا نڈر ہو کر مقابلہ کرنے والی اتنی محتاط شخصیت' جس کا ذکر ہو چکا' کس طرح شریعت میں بلا سوچے سمجھے اپنی رائے ٹھونسنے پر مصر ہوگی۔ ہاں قرآن وحدیث یا اجماع میں کوئی صریح مسئلہ ثابت نہ ہونے کی صورت میں' درجہ اجتہاد پر فائز ہونے کی بناء پر آپؒ یقیناً استنباط محمود فرمایا کرتے تھے اور پھر ایسا اجتہاد فرماتے کہ اپنے وقت کے تمام مجتہدین پر فوقیت حاصل فرماتے تھے۔ ایسے محمود اجتہادات واستنباطات کی قرآن وحدیث میں تعریف کی گئی ہے اور صرف یہ نہیں کہ اس قسم کا مجتہد صحیح استنباط کر کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے بلکہ احادیث میں صحیح استنباط کی صورت میں ڈبل اور خطا کی صورت میں سنگل ثواب کا مژدہ سنایا گیا ہے۔

ماخذ ومصادر: (۱) فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ بحوالہ ترجمان وہابیہ ۵۸

امام اعظمؒ کی چھ مرتبہ نماز جنازہ:

امام اعظمؒ کی نماز جنازہ میں تمام اہلیان بغداد شریک ہوئے' پہلی مرتبہ کم وبیش پچاس ہزار کے مجمع نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔دفن کرنے کے بیس روز بعد تک ان کی قبر پر نماز پڑھی گئی(۱)حتیٰ کہ ابوجعفر منصور نے عوام کو راضی کرنے یا اپنے قبیح فعل کی ندامت کے اظہار کے طور پر آپؒ کی قبر پر آ کر نماز جنازہ پڑھی اور بالآخر آپؒ کے یہ جانی دشمن بھی آپؒ کی خدمت خلق ودین' تقویٰ اور جلالت شان کا اعتراف کرنے لگا۔(۲)

علامہ ابن حجرؒ شافعیؒ لکھتے ہیں: کہ''امام صاحبؒ پر چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔آخری مرتبہ آپؒ کے بیٹے حضرت حمادؒ نے پڑھائی۔ازدحام کی وجہ سے عصر کے بعد تک دفن کی نوبت نہیں آئی' تمام جنازوں میں حاضرین کی صحیح (مجموعی) تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''(۳)

امام صاحبؒ کی رحلت پر حسرتِ اکابرؒ:

جنازہ سے پہلے قاضی بغداد حضرت حسن بن عمارہؒ نے غسل دیا(اور ابورجاء عبداللہ الواقدی الہرویؒ نے غسل دیتے وقت پانی ڈالا۔) قاضی موصوفؒ جب غسل سے فارغ ہوئے' تو فرمانے لگے:''اللہ تعالیٰ آپؒ پر رحمت نازل فرمائے اور آپؒ کی مغفرت فرمائے۔آپؒ تیس سال سے روزہ دار اور چالیس سال سے شب بیدار تھے۔ (اس دوران رات کے وقت) آپؒ نے کبھی اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگایا۔آپؒ نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا اور قراء کو رسوا کیا (کہ وہ آپ جیسے شب بیداری نہیں

ماٰخذ ومصادر:(۱)مقام ابوحنیفہ:۹۸'۹۹(۲)الخیرات الحسان:۷۱' سیرۃ النعمان:۵۱(۳)الخیرات الحسان:۷۱

کرسکتے ہیں)(۱) وہ ہم سے بڑے فقیہ' بڑے عابد' بڑے زاہد اور خصال خیر کو ہم سے زیادہ جمع کرنے والے تھے۔ جب امام صاحبؒ کی وفات ہوئی اس وقت بھی خیر اور سنت ہی کی طرف گئے اور اپنے بعد آنے والوں کو مصیبت میں ڈال گئے۔''

امام شافعیؒ کے شیخ' فقیہ مکہ امام ابن جریجؒ کو مکہ میں جب یہ خبر ملی' تو فرمانے لگے: ''**انا للّٰہ وانا الیه راجعون**☆ کتنا بڑا علم چلا گیا۔''(۲) امام شعبہؒ کو جب یہ خبر ملی' تو فرمانے لگے: کہ ''کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا۔ اب اہل کوفہ ان جیسا نہ دیکھیں گے۔''

علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: کہ ''آپؒ کی وفات کے دن' رات کو جنوں کا رونا اور ان کا اشعار پڑھنا سنا جاتا تھا۔'' نیز لکھتے ہیں: کہ ''(بڑے مستجاب الدعوات شخص) صدقہ مغابریؒ فرماتے ہیں: کہ ''جب امام ابو حنیفہؒ کو دفن کرچکے' تو تین دن تک یہ آواز سنائی دی۔

ؔ ذهب الفقهٔ فلا فقه لکم — فاتقوااللّٰہ وکونو اخلفَا

مات نعمانُ فمَن هٰذاالذی — يُحيِ الليلَ اذا ماسجفَا

یعنی فقہ جاتی رہی (صاحب فقہ چل بسا) اب تمھارے لئے فقہ نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کے نائب ہو جاؤ۔ نعمانؒ فوت ہو گیا' اب کون ہے' جو راتوں کو عبادت کرے گا' جب اندھیرا چھا جائے گا۔''(۳)

بعد از شہادت امام ابو حنیفہؒ کی کرامت:

مرقدِ امام اعظمؒ سبب برآریٔ حاجات:

امام ابو حنیفہؒ کی قبر علماء کرام اور اہل حاجات کیلئے حاجات کے پورا ہونے کا

ماٰخذ و مصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۰۲' تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۵ (۲) تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۰۲' تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۸' تہذیب الکمال: ۲۹/۴۲۹ (۳) الخیرات الحسان: ۷۲' سرتاج محدثین: ۲۵۴

سبب مانی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ قیام بغداد کے ایام میں فرماتے تھے: کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے' تو دو رکعت نماز پڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں' تو میری دعا جلد پوری ہو جاتی ہے۔“(۱) لیکن یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ امام شافعیؒ' امام ابوحنیفہؒ سے مانگنے والے نہیں تھے' بلکہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے دست سوال دراز فرماتے تھے۔ پس جس ہستی کی بعد از مرگ یہ کرامت ظاہر ہو کہ ان کی قبر کے پاس جا کر دعا قبول ہوتی ہے، تو اس ہستی کی حقانیت میں شک کی کچھ گنجائش ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں!

فضائل ومناقب امام ابوحنیفہؒ:

اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہؒ میں امام الفقہاء والمحدثین امام اعظم ابوحنیفہؒ کو ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت سے نواز تھا اور آپؒ کو ایسی بہت سی امتیازی صفات و خصوصیات اور بہت سے فضائل ومناقب عطا فرمائے تھے جن میں کوئی امامؒ بھی آپؒ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ انہی خصوصیات وامتیازات کی بناء پر آپؒ کو ”امام اعظمؒ“ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ ان خصوصیات وامتیازات میں چند اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کی وجہ سے آپؒ نہ صرف فقہاء کرامؒ میں بلکہ محدثین عظامؒ میں بھی ممتاز حیثیت کے مالک ہو گئے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام کے فائدے کی غرض سے ان میں سے چند خصوصیات و مناقب مختصر طور پر بطور مشتے نمونہ از خروارے حوالہ قرطاس کئے جاتے ہیں۔

ماخذ ومصدر: (۱) ایضاً

(الف) تابعیت امام اعظمؒ: اسلام میں صحابہ کرامؓ کا مقام:

نبی کریم ﷺ کی مجلس کی برکت سے صحابہ کرامؓ کی شان کا کیا کہنا، وہ تو اتنا بلند وبالا ہے کہ جب ان کے مخالفین اپنے آپ کو مصلحین و عاقلین اور ان کو بیوقوف کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین کو چھ چھ تاکیدات کے ساتھ مفسدین اور بے وقوف فرمایا چنانچہ ارشاد فرماتے ہے۔﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاتُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ☆اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّايَشْعُرُوْنَ☆ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِنْ لَّايَعْلَمُوْنَ☆﴾ (۱) آیات بالا میں چھ چھ تاکیدات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔(۱) جملہ مستأنفہ (۲) "الا" حرف تنبیہ (۳) "انّ" حرف تاکید (۴) "ھم" ضمیر فصل (۵) خبر معرفہ اور (۶) "لکن" حرف استدراکیہ کے ساتھ ان کے مصلح اور عقلمند ہونے کی نفی اور مفسد و بے وقوف ہونے کی اثبات فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو لوگوں کیلئے معیار قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (۲) یعنی اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں۔(۳) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی ان کو "اصحابی کالنجوم فبأیھم اقتدیتم اهتدیتم۔" (۴) یعنی ''میرے صحابہؓ ستاروں جیسے ہیں پس ان میں سے جس کی تم لوگوں نے پیروی کی، ہدایت پاؤ گے۔'' کا سرٹیفیکیٹ عنایت فرما کر اپنے صحابہؓ کو معیار حق قرار دیا۔

ماخذ و مصادر: (۱) البقرۃ☆۱۱ تا ۱۳ (۲) ایضاً☆۱۳۷ (۳) فتح الحمید: ۳۹ (۴) ....

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی دائمی خوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ الاية﴾ (۱) یعنی ”جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی خوبی کے ساتھ پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔“

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابہؓ جنہوں نے ہجرت اور نصرت واعانت میں اولیت اور سبقت کا شرف حاصل کیا اور ان صحابہؓ و تابعینؒ جنہوں نے نیکوکاری اور حُسن نیت سے ان پیش روان اسلام کی پیروی کی ہے‘ کو اپنی رضامندی اور ہمیشہ کیلئے جنت کا اعلان فرمایا ہے۔ آیت بالا صحابہ کرامؓ کی عدالت‘ ثقاہت‘ صداقت اور دیانت کی کھلی شہادت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر اسلام کا مدار ہے اور ان پر جرح کرنا دین کی پوری عمارت گرا دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: ”تمام صحابہؓ قرآن وسنت کے ظاہر نصوص اور امت کے ان لوگوں کی اجماع کی وجہ سے جن (کی اجماع) کو اہمیت دی جاتی ہے‘ بلا قید عادل ہیں۔“ "الصحابة كلهم عُدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة واجماع من يُعتدُّ بِه" (۲)

علامہ ابن الاثیر عزالدین علی بن محمد الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) کہتے ہیں: ”صحابہؓ ان تمام میں راویوں کے شریک ہیں لیکن ان کی جرح وتعدیل سے بحث نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سب عادل ہیں۔“ "الصحابة يُشاركون سائر الرواة في جميع

ماخذ ومصادر: (۱) سورۃ التوبۃ ☆ ۱۰۰ (۲) مرقاۃ: ۵/ ۵۱۷

ذالك الا فی الجرح والتعدیل فانهم کلهم عُدول۔"(۱)

اسلام میں تابعین کرامؒ کا مقام:

قارئین کرام! انبیاء کرامؑ کے بعد صحابہ کرامؓ کا درجہ ہے۔ ان میں ادنیٰ درجہ کا صحابیؓ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے تابعیؒ سے مرتبہ میں ہزار ہا درجہ افضل و برتر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے: "فضیلت میں اویس قرنیؒ' حضرت معاویہؓ

---

(۱) مزید تفصیل کیلئے: امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۳۳ دیکھیں' البتہ اس کے حاشیہ کی تلخیص ذکر کی جاری ہے۔ (۱)
عادل کی تعریف: عدول' عادل کی جمع ہے یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا مصدر عربی زبان میں عدل اور عدالت آتا ہے۔ لغت میں راست رو ہونے اور حق وانصاف کے معنی میں آتا ہے لیکن مختلف علوم میں اس کے مختلف معانی ہیں۔ اس لئے ان کو ذکر کئے جاتے ہیں۔
(۱) اصطلاحِ علم الاجتماع میں عدل ظلم و جور کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس وقت اس کے معنی معاملات و حقوق میں انصاف برتنے کے آتے ہیں۔ چنانچہ سلطان عادل اور حکومت عادلہ بولا جاتا ہے۔
(۲) فقہاء کی اصطلاح میں عدل فسق وعصیان کے مقابلہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "نماز میں امام عادل ہو" یعنی متقی ہو فاسق نہ ہو۔
(۳) علم کلام کی اصطلاح میں عدل اس ملکہ کو کہا جاتا ہے جو گناہوں سے دور رکھے۔
(۵) علم تصوف کی اصطلاح میں عدل کے معنی گناہوں سے محفوظ ہونے کے آتے ہیں۔
(۶) محدثینؒ کی اصطلاح میں عدل کے معنی بالارادہ روایت میں جھوٹ سے بچنے کے آتے ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہے۔ اسی طرح جب بھی علم حدیث میں راویوں کی عدالت کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو یہ معنی مراد ہوتا ہے۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "پوری تلاش اور جستجو کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے بارے میں جھوٹ کو سخت گناہ اور عیب سمجھتے تھے اور اس سے بے حد محتاط رہتے تھے۔ اس لئے عدالت' روایت میں جھوٹ سے بچنے اور ہر ایسے عمل جس سے روایت پر کوئی حرف آتا ہو' سے دور رہنے کا نام ہے۔
حافظ محمد بن الوزیرؒ "الروض الباسم" میں امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں: کہ "اگر عادل بے گناہ

کے گھوڑے کی ناک میں اس گرد کے برابر نہیں، جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کی شرکت میں بیٹھ گئی تھی۔" (۱) البتہ صحابہ کرامؓ کے بعد ان کے ہم نشین حضرات تابعینؒ کا مرتبہ ہے۔ جس پر قرآن وحدیث میں دلائل موجود ہیں چنانچہ سابقہ آیت جو کہ صحابہ کرامؓ کی فضیلت میں لکھی گئی تھی اس میں ایک تفسیر کے مطابق ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبِعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ......﴾ سے تابعین کرامؒ مراد ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی تابعینؒ کا ایک اعلیٰ مقام بتایا گیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس کے بعد ایسی قومیں رونما ہوں گی جن کی شہادت قسم سے آگے اور قسم شہادت سے پیش پیش ہوگی۔" (یعنی ان کو قسم کھانے میں کوئی باک ہوگا نہ گواہی دینے میں بلکہ گواہی دینے اور قسم

کو کہتے ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام کے بعد پورے انسانی معاشرے میں کوئی عادل نہیں ہے اور اگر ہر گناہ گار عادل ہے تو پھر مجروح ومقدوح کوئی نہیں۔ اس لئے عادل وہ ہے جس کا دامن کبائر کی آلودگی سے پاک ہو اور جس کی زندگی میں نیکیاں غالب ہوں۔ امام نوویؒ نے بھی یہی معنی کئے ہیں۔

الغرض اربابِ حدیث کے ہاں عدالت یہ ہے کہ "بیانِ روایت میں جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولے اور اس کے دامن میں نیکیاں ہوں۔"

امام غزالیؒ کے نزدیک عدالت دینی زندگی میں سیرت کی استقامت کا نام ہے۔ حافظ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں: کہ عدالت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دامن کبائر سے اور صغائر پر اصرار سے پاک ہو اور ان چیزوں سے محتاط ہو جو وقار کے منافی ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں: عادل وہ ہے جس میں ایسا ملکہ ہو جو اس کو ملازم تقوی ومروت بنا دے۔ علامہ جزائریؒ فرماتے ہیں کہ عدالت کے بھی مراتب ہیں۔ (ملخصہ از حاشیہ امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۴۴،۱۴۳) (۱) ایضاً

کھانے کیلئے ہروقت تیار ہوں گے۔" "عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیء اقوام تسبق شھادۃ احدھم یمینَہ ویمینُہ شھادتَہ۔"(۱)

اس قسم کی ایک حدیث جو کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے' کی تشریح میں امام محی الدین ابوزکریا النوویؒ رقمطراز ہیں: "درست یہی ہے کہ حضور ﷺ کا دور صحابہؓ کا زمانہ ہے۔ دوسرا تابعینؒ کا تیسرا اتباع تابعین کا۔" (۲) اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "حضور ﷺ کے قرن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ مراد ہے۔"(۳) اور نواب صدیق حسن خانؒ لکھتے ہیں: "یہی صدرِ اوّل اور سلف صالحین ہیں۔ ان ہی کو ہر موضوع پر بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان ہی پر دین کی زندگی میں اعتماد ہے۔ دینی زندگی کے سارے احوال' اعمال' اخلاق اور احکام میں یہی سند ہیں۔"(۴)

مذکورہ ادوارِ ثلٰثہ میں دورِ اوّل یعنی صحابہ کرامؓ کا زمانہ (جو ۱۱۰ھ تک ہے) کمال علم اور کمال ایمان کے لحاظ سے دوسرے اور تیسرے دور سے افضل ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "قرن اول کمال علم اور کمال ایمان میں ایسے مقام پر تھا کہ قرن ثانی اور قرن ثالث کی وہاں تک رسائی نہیں ہوئی۔"(۵)

ان تینوں ادوار میں بہترین دور ان لوگوں کا ہے جن کی نگاہوں نے نبی کریم

ماخذ ومصادر: (۱) بخاری: باب لایشھد علی شھادۃ جور' باب فضائل اصحاب النبی ﷺ' مسلم: باب فضل الصحابۃ' سنن الترمذی: باب ماجاء فی القرن الثالث (۲) نووی شرح مسلم: ۲/۳۰۹ (۳) فتح الباری: ۷/۴۴ (۴) الحطہ: ۲۴ (۵) شرح العقیدۃ الاصفہانیہ: ۱۳۷

ﷺ کا بحالت ایمان مشاہدہ فرمایا۔ یہی لوگ حق و باطل میں فرق کو سب سے زیادہ جاننے والے حق کے سب سے زیادہ ماننے والے ہیں۔ دوسرا دور تابعینؒ کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کو اپنی دائمی خوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے خیر القرون کے لقب سے نوازا۔ جیسا کہ چند سطور پہلے گزرا۔

امام اعظمؒ نے کئی صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا:

ہمارے امام ابو حنیفہؒ کا شمار بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے صحابہ کرامؓ کا مبارک زمانہ پایا تھا۔ چنانچہ آپؒ کی پیدائش قرن نبوی ﷺ یعنی ۸۰ھ بمطابق ۶۹۹م میں ہوئی ہے۔ آخری صحابیؓ کی وفات کے وقت آپؒ کی عمر تیس سال تھی جبکہ علامہ عینیؒ اور علامہ محمد زاہد الکوثریؒ کی تحقیق کے مطابق اس وقت امام اعظمؒ کی عمر چالیس سال تھی اور اگر حافظ سمعانیؒ، حافظ ابن حبانؒ اور حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ کی پیش فرمودہ تاریخ ولادت ۶۱ھ پر اعتماد کیا جائے تو آپؒ کی عمر اس وقت انچاس سال ہو چکی تھی۔ اس لئے یقین سے کہا جاتا ہے کہ آپؒ اپنی عمر کی کم از کم تیس یا زیادہ سے زیادہ انچاس بہاروں میں ضرور بالضرور کئی صحابہؓ کی زیارت کی شرف حاصل کی ہو گی۔ چنانچہ آپؒ کو مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کا زمانہ ملا تھا۔

(۱) حضرت واثلہ بن الاسقعؓ (م۸۳ھ یا ۸۵) دمشق میں رحلت فرما گئے تھے۔ (۱)

(۲) ربیب النبی ﷺ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ (م۸۳ھ) دور خلافت عبد الملک بن مروان میں مدینہ منورہ میں دار الفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے تھے۔ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۸۹، امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۲) تہذیب الکمال: ۲۱/ ۳۷۴

(۳) حضرت عمرو بن حریثؓ (م ۸۵ھ یا ۹۸ھ) کوفہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔(۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۸۵ یا ۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ھ یا ۹۷ھ یا ۹۹ھ) مصر میں وفات پانے والے صحابہ کرامؓ میں آخری صحابی ہیں۔(۲)

(۵) حضرت ابوامامہ باہلیؓ (م ۸۱ھ یا ۸۶ھ) میں حمص میں وفات پا گئے تھے۔(۳)

(۶) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ (م ۸۶ھ یا ۸۷ھ) صحابہ کرامؓ کی جماعت میں یہ آخری صحابیؓ ہیں کہ کوفہ میں رحلت فرما گئے۔(۴)

(۷) حضرت سہل بن سعدؓ (م ۹۱ھ) مدینہ میں رحلت فرمانے والوں میں آخری صحابیؓ تھے۔(۵)

(۸) (صاحب القبلتین) حضرت عبداللہ بن بسر المازنیؓ (م ۸۸ھ یا ۹۶ھ) شام یا حمص میں خالق حقیقی سے جا ملے۔(۶)

(۹) حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ (م ۸۹ھ)۔(۷)

(۱۰) حضرت سائب بن یزیدؓ (م ۸۱ھ ۸۶ھ یا ۸۸ھ یا ۹۱ یا ۹۴ھ) مدینہ منورہ میں وفات پا گئے تھے۔(۸)

(۱۱) حضرت مالک بن اوسؓ (م ۹۲ھ)۔(۹)

(۱۲) حضرت مالک بن حویرثؓ (م ۹۴ھ)(۱۰)

(۱۳) حضرت انس بن مالکؓ بصرہ میں انتقال فرما گئے۔(م ۹۳ھ اور یہی اصح ہے۔

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۲۱/۵۸۳، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۲) تہذیب التہذیب رقم ۳۰۷: ۵/۱۳۶ (۳) مقدمہ مسند اعظم: ۶۹، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۴) تہذیب التہذیب: ۵/۱۳۲، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۵) الاصابۃ: ۳/۲۰۰ (۶) تہذیب التہذیب: ۵/۱۳۹، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۷) ایضاً: ۵/۱۴۵ (۸) الاصابۃ: ۳/۳۷، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۹) تہذیب التہذیب: ۱۰/۹ (۱۰) ایضاً: ۱۰/۱۲

اس کے علاوہ ان کی تاریخ وفات میں ۹۷ھ وغیرہ اقوال بھی منقول ہیں)۔(۱)

(۱۴) حضرت مقدام بن معدیکربؓ (م۸۶ھ یا ۸۷ھ) شام میں وفات پا گئے۔(۲)

(۱۵) حضرت محمود بن لبیدؓ (م۹۶ھ یا ۹۷ھ یا ۹۹ھ) امام بخاریؒ، ابن حبانؒ اور امام ترمذیؒ ان کو صحابی شمار کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔(۳)

(۱۶) حضرت اسعد بن حنیفؓ (م۱۰۰ھ)۔(۴)

(۱۷) حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ (م۱۱۰ھ) اگرچہ اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں، لیکن علامہ ذہبیؒ کی تصریح کے مطابق آپؓ کی وفات ۱۱۰ھ کو ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی امام ذہبیؒ کے ہمنوا ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: "**مات سنة عشر و مائة۔**" (۵) اسی طرح وہب بن جریر بن حازمؒ کے والد محترم حضرت جریر بن حازمؒ جو ایک ثقہ راوی ہیں، فرماتے ہیں: کہ "میں نے مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ کے دوران ایک جنازہ دیکھا تو پوچھا: "یہ کس کا جنازہ ہے؟" تو لوگوں نے کہا: کہ "یہ ابوالطفیلؓ کا جنازہ ہے۔"(۶) (۱۸) حضرت قبیصہ بن ذویبؓ (م۸۶ یا ۸۷ھ)۔(۷)

(۱۹) حضرت محمود بن الربیع بن سراقہؓ (م۹۹ھ) مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔(۸)

(۲۰) حضرت ہرماس بن زیادؓ الباہلی (م۱۰۰ھ) یا ۱۰۲ھ (۹) اور یہی اصح ہے) کیونکہ عکرمہ بن عمارؒ کی ان سے ۱۰۲ھ میں ملاقات ثابت ہے۔ یمامہ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔(۱۰)

ماٰخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۱۰/ ۳۳۰، العبر: ۱/ ۲۸، تاریخ صغیر: ۱۰۱، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۲) تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۲۵۵، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۳) ایضاً: ۱۰/ ۵۹، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۴) ایضاً: ۱/ ۲۳۱ (۵) تقریب التہذیب: ۱۸۷ (۶) ایضاً: ۵/ ۷۱ (۷) ایضاً: ۸/ ۳۱۱ (۸) ایضاً: ۱۰/ ۵۷، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۹) تہذیب الکمال ہامش تہذیب: ۱۱/ ۲۸ (۱۰) تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۲۷، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰

علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ نے "اتحاف الاکابر" میں مزید چند حضرات کا اضافہ فرمایا ہے جن میں (۲۱) حضرت سائب بن خلاد بن سویدؓ (م ۸۱ھ) (۲۲) محمود بن لبید بن عقبہؓ (م ۹۶ھ جو کہ مدینہ طیبہ میں مقیم رہے)' (۲۳) وابصہ بن معبد بن عتبہؓ (جو کہ رقہ میں ۹۰ھ انتقال کر گئے۔) (۲۴) عتبہ بن عبد السلمیؓ (جو کہ ولید ابن عبد الملک کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔ یاد رہے کہ ولید کی خلافت ۸۶ھ سے شروع ہوئی ہے۔) (۲۵) یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ (جو کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں رحلت فرما گئے ان کی خلافت ۹۹ھ سے شروع ہوتی ہے ۔) (۲۶) عداء بن خالدؓ (جو کہ یزید بن مہلب کے خروج کے وقت تک زندہ رہے۔ سجستان کے علاقہ رخیج میں وفات پا گئے ۔ یاد رہے کہ یزید بن مہلب نے ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں خروج کیا۔) (۲۷) حضرت عکراش بن ذویبؓ (جو کہ پہلی صدی کے اخیر تک زندہ رہے۔) ان کے علاوہ (۲۸) عبداللہ بن انیسؓ بھی زندہ رہے۔

علامہ محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ) مؤلف "تنسیق النظام فی مسند الامام" نے چند اور صحابہ کرامؓ کو بھی شمار کیا ہے۔ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۲۹) حضرت بسر بن ارطاۃ قرشی عامریؓ (م ۸۶ھ) (۳۰) طارق بن شہاب بَجَلِی کوفیؓ (م ۸۳ھ) (۲)

قارئین کرام! مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ نے جن صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا تھا ان کی کل تعداد چار نہیں بلکہ تیس ہے۔ بلکہ اگر مزید جستجو اور تحقیق کی جائے تو عین ممکن ہے کہ اس تعداد میں چند صحابہ کرامؓ کا مزید اضافہ ہو جائے جیسا کہ

ماخذ و مصدر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰، ۵۸

حافظ المزیؒ نے بہتر (۷۲) صحابہ کرامؓ بتائے ہیں۔

امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات:

امام اعظمؒ کے سن ولادت اور مذکورہ صحابہ کرامؓ کی سنین وفات پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظمؒ کی مذکورہ صحابہؓ سے ملاقات عین ممکن ہے۔ تاہم ابھی یہ بات تحقیق طلب ہے کہ امام موصوفؒ کی مذکورہ حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ اس سوال کے دو جواب ہیں (۱) عقلی (۲) نقلی۔

(۱) عقلی جواب:

عقلی طور پر تو یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ اتنے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحبؒ زیارت صحابہؓ جیسی عظیم نعمت سے محروم رہے۔ جبکہ آپؒ کے خاندان والوں کا دستور تھا کہ وہ بچوں کو صحابہؓ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان سے دعا کروایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپؒ کے والد محترم حضرت ثابتؒ کو خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت اقدس میں پیش کئے گئے تھے اور انہوں نے آپؒ کے والد مکرمؒ کیلئے دعا بھی فرمائی تھی۔

چند ساعات کیلئے اگر ہم فرض کر لیں کہ لڑکپن میں آپؒ کو کسی صحابیؓ کی ملاقات نصیب نہ ہو سکی لیکن بعض صحابہؓ تو آپؒ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہنے سے انکار تاریخ سے انکار ہے۔ لہٰذا بعد از بلوغ تو ملاقات ضرور ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ المزیؒ نے امام اعظمؒ کی بہتر (۷۲) صحابہ کرامؓ سے ملاقات بتائی ہے۔(۱) لیکن فقیر نے بقید سن وفات تقریباً تیس صحابہ کرامؓ کی فہرست پیش کر دی۔ منصف

ماخذ ومصدر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۲۷

مزاج اہل علم حضرات امام اعظمؒ کی تابعیت سے انکار نہیں کر سکتے اور دوسروں کو فقیر قابل اعتناء نہیں سمجھتا۔

امام دار قطنیؒ نے حضرت ابوالطفیلؓ سے امام صاحبؒ کی ملاقات کا انکار کیا ہے، لیکن یہ انصاف اور تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ امام صاحبؒ نے پچپن حج ادا کئے ہیں۔(۱) اور حضرت ابوالطفیلؓ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے سولہ سال کی عمر میں پہلا حج ادا فرمایا اور آپؒ کی تیس سال کی عمر تک حضرت ابوالطفیلؓ بقید حیات رہے۔ لہٰذا عقل بھی اس بات کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے، کہ امام صاحبؒ کو مسجد حرام میں حضرت ابوالطفیلؓ کے موجود ہونے کا علم ہو اور خود بالغ بھی ہوں۔ باوجود اس کے ملاقات صحابیؓ سے گریز کر رہے ہوں۔ اس مدت میں تو سماع میں بھی تردد نہیں ہوسکتا، بلکہ سماع بھی ثابت اور یقینی ہوتی ہے۔ چنانچہ خود امام صاحبؒ کا قول ہے: کہ ''میں نے والد محترم کے ہمراہ ۹۶ھ میں حج ادا کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ (میں جب مسجد حرام میں داخل ہوا) تو میں نے ایک شیخ کو دیکھا: کہ بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہیں۔ تب میں نے اپنے والد صاحبؒ سے دریافت کیا: ''اباجی! یہ شیخ کون ہیں''؟ تو میرے والد صاحبؒ فرمانے لگے: ''یہ ایسے آدمی ہیں کہ تحقیق انہوں نے محمد ﷺ کی صحبت اختیار فرمائی ہے اور میرے والد صاحبؒ نے ان کا نام حضرت عبداللہ ابن حارث بن جزء الزبیدیؓ بتایا۔'' تو میں نے والد صاحب سے کہا: کہ ''ان کے پاس کیا چیز ہے؟'' میرے والد صاحب نے فرمایا: ''ان کے پاس احادیث ہیں، جو کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں۔'' تو میں نے کہا: کہ ''مجھے ان کے پاس آگے

ماخذ ومصدر: (۱) معجم المصنفین: ۲/۲۳

لے جائیں، تاکہ میں ان سے احادیث سنوں۔" تو میرے والد صاحب ان کی طرف آگے بڑھے۔ پس لوگوں کو چیرتے گئے، حتی کہ ان کے نزدیک ہو گئے۔ پس ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا، کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: "جس نے دین الٰہی میں تفقہ حاصل کی، تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد (حل کرنے) کا ذمہ دار ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان (تک) نہ ہوگا۔" **"حججتُ مع ابی سنةَ ستٍ وتسعينَ ولِیَ ستةَ عشرَ سنةً فاذا انا بشيخٍ قدِ اجتمعَ عليه الناسُ فقلتُ لابی: یاابةِ! مَن هٰذا الشيخُ قال: هٰذا رجلٌ قد صحِبَ محمدا ﷺ وقال له عبدُ اللّٰهِ بنُ الحارثِؓ بنِ جزءِ الزبيدیُّ فقلتُ: فایُّ شیءٍ عندَه قال: احاديثُ سمِعها من النبیِ ﷺ فقلتُ له: قدِّمنی اليه حتی اسمَعَ منه فتقدَّمَ بين يدی فجَعلَ يفوحُ الناسَ حتی دنا منه فسمعتُه يقولُ: قال رسول اللّٰه ﷺ: مَن تَفَقَّهَ فی دينِ اللّٰهِ كفاهُ اللّٰهُ عزوجلَّ مُهِمَّهٗ ورَزَقَهٗ مِن حيثُ لا يحتسبُ۔"** (۱)

حضرت ابن حارثؓ کی وفات تقریباً ۹۹ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت امام ابو حنیفہؒ کی عمر انیس سال تھی، تو جب حضرت عبداللہ بن الحارثؓ سے امام صاحبؒ کی ۹۶ھ میں نہ صرف ملاقات ثابت ہے، بلکہ ان سے روایت بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے پھر حضرت ابو الطفیلؓ (جو مکہ مکرمہ ہی میں رہائش پذیر تھے اور اسی مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ کو رحلت فرما گئے) کی ملاقات کی سعادت سے کس طرح محروم رہ گئے ہونگے۔؟

امام اعظمؒ کی سن ولادت اگر ۸۰ھ مان لی جائے جیسا کہ بعض حضرات نے اسی

ماخذ و مصدر: (۱) مسند اعظم: ۲۵

کو راجح قرار دیا ہے تو تیس سال کی عمر تک آپؒ نے کم از کم پندرہ حج ادا فرمائے تھے کیونکہ انہوں نے سولہ سال کی عمر میں حج ادا کرنے شروع کئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا اور ہر سال حج ادا فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ بات عقل سے سراسر بعید ہے کہ حج کے دوران صحابہ کرامؓ کے علمی مجالس منعقد ہوں اور صحابہ کرامؓ کی زیارت کئے بغیر کوفہ چلے گئے ہوں۔

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ (م ۸۶ھ یا ۸۷ھ) کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اس وقت امام اعظمؒ کی عمر ۲۶ یا ۲۷ سال تھی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ محبِّ صحابہؓ خاندان اپنے ایک ہونہار بچے کو اپنے شہر کے ایک صحابیؓ کی ملاقات سے محروم رکھے۔ بہرحال امام اعظمؒ کا صحابہ کرامؓ کی ملاقات سے انکار کرنا عقلی لحاظ سے بعید تر نظر آتا ہے۔

(۲) نقلی جواب:

نقل و روایت کی بنیاد پر بھی امام اعظمؒ کی تابعیت ثابت ہے وہ اس طرح کہ تابعیت کی اثبات کیلئے سب سے زیادہ محقق بات ائمہ اسماء رجال و ائمہ حدیثؒ کی ہو سکتی ہے اور الحمدللہ تمام اسماء الرجال اور تراجم کی کتابیں امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ البتہ صحابہ کرامؓ سے ان کی روایت میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ زادہؒ (م ۹۶۸ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''من جملہ امام ابوحنیفہؒ کے فضائل کے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ائمہ متبوعینؒ میں آپؒ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن صلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے امام مالکؒ کو بھی تبع تابعین ہی میں شمار کیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ سو محدثینؒ اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک امام صاحبؒ کے زمانہ میں چار صحابہؓ بقید حیات موجود تھے اگرچہ صحابہؓ سے امام موصوفؒ کی

روایت کے بارے میں اختلاف ہے۔(۱) امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں بالاتفاق چار صحابہؓ کا بقید حیات ہونے اور بالاختلاف روایت ثابت ہونے کا قول علامہ ابن البز از کردیؒ نے بھی فرمائی ہے ۔(۲) اسی طرح ملا علی قاریؒ نے مؤطا امام محمدؒ کی شرح میں امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت بلا خلاف لکھی ہے۔(۳)

امام اعظمؒ کی تابعیت ایک نا قابل انکار حقیقت ہے:

الغرض نقلی لحاظ سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت ایک مسلم اور نا قابل انکار حقیقت ہے۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ بہت سے معتمد ائمہ تاریخ واسماء الرجال اور ائمہ حدیث نے امام اعظمؒ کی تابعیت کا صراحتاً اقرار کیا ہے۔ فقیر صرف تیس اہل نقل حضرات کے شواہد نقل کرتا ہے۔ امید ہے ان شواہد سے ناظرین کو تشفی ہوگی۔

(۱) حافظ محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ''طبقات'' میں، (۲) امام ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے ''الکنی والاسماء'' میں، (۳) علامہ ابوالفَرَج محمد بن اسحٰق الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) نے ''الفہرست'' میں، (۴) امام علی بن عمر المعروف بہ دار قطنیؒ (و۳۰۶ھ م ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب میں، (۵) حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادیؒ (و۳۹۲ھ م ۴۶۳ھ) نے ''تاریخ بغداد'' میں، (۶) حافظ عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے کتاب ''الکنی'' میں، (۷) علامہ الامیر الحافظ ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ/۱۰۸۲م) نے '' الاکمال'' میں، (۸) حافظ ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے کتاب ''الانساب'' میں، (۹) علامہ ابوعمرو عثمان بن

ماٰخذ و مصادر: (۱) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت بحوالہ مفتاح السعادۃ:۲۲ (۲) ایضاً بحوالہ مناقب الامام الاعظمؒ:۲۲ (۳) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت:۲۳

عبدالرحمٰن شہروزی المعروف بابن صلاحؒ (و۵۷۷ھ م۶۴۳ھ) نے ''مقدمہ لابن صلاح'' میں'(۱۰) علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی شافعیؒ (م۶۷۶ھ) نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں'(۱۱) حافظ المزی شافعیؒ (م۷۴۲ھ) نے ''تہذیب الکمال'' میں'(۱۲) علامہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی الحنبلیؒ (م۷۴۴ھ) نے ''مناقب الائمۃ الاربعۃ'' میں'(۱۳) حافظ ذہبی شافعیؒ (م۷۴۸ھ) نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں (۱۴)' ابوالحسن محمد بن حسن علوی حسینیؒ (و۷۱۵ھ م۷۶۵) نے ''التذکرۃ بمعرفۃ رجال العشرۃ'' میں'(۱۵) علامہ ذہبیؒ کے شیخ اور تلمیذ رشید علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدیؒ (و۶۹۶ یا ۶۹۷ھ م۷۶۴ھ یا ۷۶۷ھ) نے ''الوافی بالوفیات'' میں'(۱۶) امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکیؒ (م۷۶۸ھ) نے ''مرأۃ الجنان'' میں'(۱۷) حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) ''البدایۃ والنہایۃ'' میں'(۱۸) علامہ ابوالوفاء عبدالقادر قرشیؒ (و۶۹۶ھ م۷۷۵ھ) نے ''الجواہر المضیّۃ فی طبقات الحنفیۃ'' میں' (۱۹) حافظ زین الدین عراقیؒ (م۸۰۶ھ) نے ''مقدمہ ابن صلاح'' کی شرح ''التقیید والایضاح'' میں'(۲۰) علامہ حافظ الدین ابن البزاز کردریؒ (م۸۲۷ھ) نے اپنی کتاب ''مناقب الامام الاعظم'' میں'(۲۱) حافظ ابن الوزیر الیمانیؒ (م۸۴۰ھ) نے ''العواصم والقواصم'' میں'(۲۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (و۷۷۳ھ م۸۵۲ھ) نے ''فتح الباری'' شرح بخاری میں (۲۳)' علامہ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن الکمال سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) نے ''تبییض الصحیفہ'' میں'(۲۴) حافظ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ (م۹۰۲ھ) نے ''فتح المغیث'' میں'(۲۵) امام ابوعبداللہ حافظ محمد بن یوسف دمشقی صالحیؒ (۹۴۲ھ) نے ''عقود الجمان'' میں'

(۲۶) علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰؒ (و۹۰۱ھ 1495\م۹۶۸ھ 1561\م) نے ''مفتاح السعادۃ'' میں (۲۷) علامہ ابن حجر شافعیؒ (م۹۷۳ھ) نے ''الخیرات الحسان'' میں (۲۸) ملا علی قاریؒ (م۱۰۱۴ھ) نے اپنی کتاب ''شرح مؤطا امام محمدؒ'' میں (۲۹) امام ابن العماد شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد بن عکری حنبلی دمشقیؒ (و۱۰۳۲ھ م۱۰۸۹ھ) نے اپنی کتاب میں اور (۳۰) غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خانؒ (م۱۳۰۷ھ) نے باوجود امام ابوحنیفہؒ سے متعصب ومخالف ہونے کے ''التاج المکلل''، ''اتحاف النبلاء'' اور ''الحطۃ'' میں رؤیت حضرت انسؓ کا بحوالہ ''تاریخ خطیبؒ بغداد'' وغیرہ اقرار کیا ہے۔ ان تیس مشاہیر امت کے علاوہ بہت سے ائمہ تاریخ واسماء الرجال اور ائمہ حدیث وفقہ نے امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا اعتراف کیا ہے۔ جس کا یہ مختصر رسالہ متحمل نہیں ہوسکتا۔ صرف نمونہ کے طور پر چند حضرات کا حوالہ پیش خدمت کیا۔ منصف مزاج مسلمان بھائیوں کیلئے یہی کافی وشافی ہے۔

امام اعظمؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے:

قارئین کرام! احناف کے علاوہ حنابلہ، شافعیہ اور مالکیہ کے بہت سے اکابرؒ امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے نہ صرف ملاقات مانتے ہیں، بلکہ وہ حضرات صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کے بھی قائل ہیں اور یہ ایسا شرف ہے جو تاریخی اور دینی اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہؒ میں امام اعظمؒ کے علاوہ کسی امام کو تابعیت کا یہ منصب عطا نہیں ہوسکا چنانچہ علامہ ابن حجر شافعیؒ (م۹۷۳ھ) لکھتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کی وہ خصوصیات جن کی وجہ سے آپؒ بعد والوں سے ممتاز

رہے ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے: کہ "آپؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے جیسا کہ فصل نمبر ۶ میں گذرا۔ جس کی وجہ سے آپؒ اس حدیث کے مصداق ٹھہرے جو متعدد طرق سے بسند صحیح ثابت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان لوگوں کیلئے خوشخبری ہے جنہوں نے مجھے دیکھا اور جنہوں نے میرے دیکھنے والے (صحابہؓ) کو دیکھا اور جنہوں نے ان (تابعینؒ) کو دیکھا۔" (۱) اور محمد بن یوسف صالحیؒ (۹۴۲ھ) نے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔ (۲) آگے علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ "امام صاحبؒ کی دوسری خصوصیت یہ ہے: کہ "امام صاحبؒ حضورﷺ کے قرن میں پیدا ہوئے اس وجہ سے اس فضیلت کے مستحق ہوئے جو بسند صحیح نبی کریمﷺ سے مروی ہے: کہ "بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر اس سے متصل زمانہ کے پھر جو اس سے متصل زمانہ کے ہوں۔" مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: کہ "بہتر لوگ اس صدی کے ہیں جس میں میں موجود ہوں پھر اس سے متصل پھر جو اس سے متصل ہوں۔" (۳)

الغرض امام ابوحنیفہؒ نہ صرف قرن نبویﷺ پاکر بہترین افراد میں شمار ہوئے بلکہ آپؒ نے بقول مفتی حجاز علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ (م۹۷۲ھ) "**اَدرکَ الامامُ ابوحنیفةَ جماعةً مِّن الصحابةِ**" کی سعادت سے سرفراز ہوکر دربار نبویﷺ سے "**طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی طوبیٰ لمن رایٰ من رآنی**" حدیث مذکور میں موجود "**طوبیٰ**" کا سرٹیفیکیٹ بھی حاصل فرمایا ہے۔

مشہور ثقہ مؤرخ علامہ ابوالفرج محمد بن اسحٰق بن ندیمؒ (م۳۸۰ھ) فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے ان کی ملاقات

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۱ (۲) عقود الجمان: ۱۴۸ (۳) الخیرات الحسان: ۳۱

ہوئی ہے...... علم بر و بحر، مشرق و مغرب، بعد و قرب میں جتنا بھی مدون ہوا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا مدون کیا ہوا ہے۔" "وكان من التابعين لَقِيَ عِدةً مّن الصحابةِ.................والعلم بَرا وبحرا شرقا وغربا بُعدا وقربا تدوينه رضى الله عنه۔"(۱)

علامہ مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) فرماتے ہیں: کہ "آپؒ نے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک جماعت کو پایا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے خادم اور صحابی انس بن مالکؓ جب اہل کوفہ کے پاس آئے تھے، تو امام ابوحنیفہؒ نے کئی مرتبہ آپؓ کو دیکھا ہے۔" "ادرك جماعةً من اصحابِ النبی ﷺ ورأى انسَ بنَ مالكٍ خادمَ رسولِ الله ﷺ وصاحبَه غيرَ مرةٍ لَمَّاقدِمَ عليهمُ الكوفةَ۔"(۲)

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ کا بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو دیکھنا، تو بلاشبہ ثابت ہے۔ ہاں ان کی حضرات صحابہ کرامؓ سے روایت کرنے میں اختلاف ہے اور قابل اعتماد بات یہی ہے کہ ان کی صحابہ کرامؓ سے روایت ثابت ہے۔ تو ثابت ہوا، کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ بڑے تابعین میں سے تھے، جیسا کہ علماء کرام کی بڑی شخصیتوں نے اس کی تصریح کی ہے۔" "قد ثَبَتَ رؤيتُه، لبعضِ الصحابةِؓ واختُلِفَ فی روايتهٖ عنهم والمعتمدُ ثبوتُها............ ......فهو من التابعينَ الاعلامِ كما صرَّح به العلماءُ الاعيانُ۔"(۳)

علامہ خوارزمیؒ رقمطراز ہیں: "علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں، لیکن ان کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے"۔ "اِتفق

ماخذ و مصادر: (۱) الفہرست لابن ندیم: ۲۵۶، ۲۵۷ (۲) مناقب الائمۃ الاربعۃ: ۵۸ (۳) ذیل الجواہر: ۴۵۲/۲

العلماءُ علیٰ اَنہ رَویٰ عن اصحابِ رسولِ اللّٰہ ﷺ لکنھم اِختَلفُوا فی عددِھِم۔"(۱)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں: کہ" پس بے شک امام ابوحنیفہؒ کی بعض صحابہ کرامؓ سے ملاقات اور آپؒ کا ان سے سماع کرنا پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے' جیسا کہ مقدمہ اوجز المناسک میں اجمالاً اور امام موفق الدین کردریؒ کی تصنیف مناقب امام ابوحنیفہؒ میں تفصیلاً مذکور ہے۔" **"فاِنَّہ تَحقّقَ لِقائُہ عن بعضِ الصحابۃِؓ وسِماعُہ عنھم کما اُجمِلَ فی مقدّمۃِ الاوجزِ المناسکِ وبُسِط ذلک فی مناقبِ الامامِ ابی حنیفۃؒ للموفقِ الکردریؒ۔"(۲)**

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نہ صرف یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا اثبات کرتے ہیں' بلکہ ان سے روایت کرنے کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا تذکرہ اپنے اشعار میں بھی کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

ے **کفیٰ نعمانُ فخرًا ماروَاہُ　　مِنَ الاخیارِ من غُررِ اصحابِہ**

یعنی نعمان (امام ابوحنیفہؒ) کو فخر کرنے کیلئے یہ چیز بھی کافی ہے' کہ انہوں نے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

سات صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی ملاقات:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: "امام ابومعشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری شافعیؒ نے اس موضوع پر ایک کتاب تحریر کی ہے' جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے: کہ "امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: "میں نے سات اصحاب رسول اللہ ﷺ سے

ماٰخذ ومصادر: (۱) دفاع امام ابوحنیفہ بحوالہ تنسیق النظام: ۱۰ (۲) لامع الدراری: ۱/۳۰

ملاقات کی ہے"اور وہ سات یہ ہیں:(۱) حضرت انسؓ (۲) حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدیؓ (۳) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۴) حضرت معقل بن یسارؓ (۵) حضرت واثلہ ابن اسقعؓ (۶) حضرت عائشہ بنت عجردؓ (۱) (اور (۷) حضرت عبداللہ بن انیس۔) علامہ ابوالوفاء عبدالقادر القرشیؒ نے (۲) بھی ان حضرات کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے سات صحابہ کرامؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات بتائی ہے' البتہ صرف چھ کے نام ذکر کئے ہیں اور حضرت واثلہؓ کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا ذکر کیا ہے۔ شاید کاتب سے سہواً ایک رہ گیا ہو۔ پھر علامہ سیوطیؒ نے حضرت انسؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی تین احادیث ومرویات' ابن جزءؓ سے ایک' واثلہؓ سے دو' جابرؓ عبداللہ ابن انیسؓ اور حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے ایک ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۳)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:"بعض مؤرخینؒ نے بیان کیا ہے' کہ انہوں نے سات صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے' تو اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔" "**وذَكَر بعضهم أنّه روَى عن سبعةٍ من الصحابةِ فاللّٰه أعلمُ۔**" اور پھر ان کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے: "**وهُمْ انسُ بنُ مالكٍ وجابرُبنِ عبدِ اللّٰهِ وعبدُ اللّٰهِ بن أُنَيْس وعبد اللّٰه بنُ ابى اوفىٰ وعبد اللّٰه بن الحارثِ بن جَزْءٍ الزُّبَيْدِىُّ ومعقِلُ بنُ يسارٍ وواثلةُ بنُ الاسقعِ وعائشةُ بنتُ عَجْرَدٍ رضى اللّٰه عنهم**" (٤) اور پھر اسی مقام پر ہر ایک سے ایک ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے۔

اس مقام پر علامہ ابن کثیرؒ نے اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کی صحت

ماخذ ومصادر: (۱) تبییض الصحیفۃ :۲۲'۲۳ (۲) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ:۱/ ۲۸ (۳) تبییض الصحیفۃ:۲۴ (۴) البدایۃ والنہایۃ:۱۳/ ۴۱۶

ؒ تسلیم کرنے میں "نظر" کہا ہے، لیکن اثبات کرنے والے حضرات کی تردید بھی نہیں کی، بلکہ "فاللّٰہ اعلم" کہہ کر ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعویٰ کا ان کے نزدیک بھی کچھ وقعت ہے۔ ورنہ صاف انکار کرتے۔

بعض لوگوں نے حضرت انسؓ کے سوا باقی دوسرے صحابہ کرامؓ سے آپؒ کی ملاقات کا انکار کیا ہے، لیکن علامہ محمد عاشق الٰہیؒ نے تبیض الصحیفہ پر جو تعلیق فرمائی ہے، اس میں انہوں نے حضرت عائشہ بنت عجردؓ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ اور حضرت عبداللہ بن جزء بن عمارؓ سے امام ابو حنیفہؒ کا سماع باحوالہ ثابت کیا ہے چنانچہ علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں: کہ'' امام ابو حنیفہؒ کا سماع حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ ج۵ ص ۵۰۵ میں اور حافظ ذہبیؒ نے تجرید اسماء الصحابہؓ میں ذکر کیا ہے۔''(۱)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اگرچہ امام صاحبؒ کی صحابہ کرامؓ سے رؤیت کا اقرار کیا ہے، لیکن روایت کا انہوں نے انکار کیا ہے اور یہ ہے بھی قابل تعجب! کیونکہ انہوں نے خود اپنی ایک کتاب میں ترجمۂ عائشہ بنت عجردؓ کے تحت یحیٰ بن معینؒ کا قول نقل کیا ہے: کہ ''بے شک امام ابو حنیفہؒ صاحب الرائے نے عائشہ بنت عجردؓ سے سنا' وہ فرماتی تھیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا الخ۔" "ان ابا حنیفةَ صاحبَ الرأيِ سمع عائشةَ بنتَ عجردٍؓ تقولُ سمعتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ الخ۔" (۲)

یاد رہے کہ علامہ ابن حجرؒ نے عائشہ بنت عجردؓ کی صحابیت سے انکار کیا ہے اور ان کی مرویات مرفوعہ کو مرسلات میں شمار کیں ہیں اور "سمعتُ" کا صریح لفظ بھی انہوں

ماخذ و مصادر: (۱) حاشیہ تبییض الصحیفہ: ۲۴ (۲) لسان المیزان: ۴/ ۳۸۵

نے مرسل روایت شمار کیا ہے۔ "**فواعجبا**" (مروت)

علامہ ابن عبدالبرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں: "**واُخبرتُ عن ابی یعقوبَ یوسفَ بنَ احمد الصیدلانی المکیّ قال حدثنا ابوجعفرَ محمدُ بن عمرِو ابنِ موسیٰ العقیلیُّ ثنا ابوعلیٍّ عبدُ اللّٰہِ بنِ جعفرَ الرازیُّ ثنا محمدُ بنُ سماعةَ عن ابی یوسفَ قال سمعتُ ابا حنیفةؒ**" پھر آگے تصریح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ "میں نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ سے آنحضرت ﷺ کی حدیث سنی **فسمعتُه یقولُ قالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ مَن تفقَّه فی دینِ اللّٰہِ کفاہُ اللّٰہ همَّه ورزقَه من حیثُ لا یحتسبُ**" پھر آگے اس حدیث کی تقویت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابوعمر کہتا ہے: کہ "محمد بن سعدؒ کاتب واقدیؒ نے ذکر کیا ہے: کہ "بے شک امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کو دیکھا ہے"۔ "**قال ابوعمرَ ذکَرَ محمدُ بنُ سعدٍ کاتبُ الواقدیِّ اَنَّ ابا حنیفةؒ رأی انسَ بنَ مالكٍ وعبدَ اللّٰہِ بنِ الحارثِ بنِ جزءٍؓ**" (۱) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبدالبرؒ کے نزدیک یہ روایت ثابت ہے۔ تب ہی تو اپنی اس روایت کی تائید میں محمد بن سعدؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔

تنبیہ: یاد رہے کہ اس سند میں احمد بن الصلت نہیں ہیں، جس پر صاحب معیار الحق نے گرفت کی ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہیؒ لکھتے ہیں: "اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کا سماع عبداللہ

ماخذ ومصادر: (۱) جامع بیان العلم: باب جامع فی فضل العلم رقم ۱۷۷: ۱/۱۹۳ وفی نسخۃ باب ان قلیل العمل ینفع مع العلم وان کثیر العمل لاینفع مع الجہل ۱/۲۰۴

ابن جزء بن عمارؓ سے بھی ثابت ہے' جیسا کہ ''شذرات الذہب'' میں ہے۔'' آخر میں علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: کہ ''ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم نفی سماع کو قبول کریں' جبکہ اس کے ماہر جانتے ہیں اور غیر نہیں جانتے۔''(۱)

امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کے انکار کی حقیقت:

قارئین کرام! متقدمین اہل نقل میں ہمیں ایسے حضرات تو معلوم ہیں جو صحابہ کرامؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کرتے ہیں جیسے سید الحفاظ یحی بن مَعینؒ (م۲۲۳ھ) نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے امام صاحبؒ کی سماع حدیث بیان کی ہے۔اسی طرح محدث ابوحامد محمد بن ہارون حضرمیؒ (م۳۲۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے براہ راست روایات پر ایک مستقل جزء تالیف کیا ہے۔ علاوہ ازیں محدث ابوالقاسم علی بن محمد المعروف بہ ابن کاس نخعیؒ (م۳۲۳ھ) نے صحابہ کرامؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کو علماء کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے لیکن منکرین روایت کے سلسلہ میں ہمیں نہ امام ابوحنیفہؒ کے ہم عصر حضرات کی کوئی تصریح ملتی ہے نہ ان کے تلامذہ کے دور میں کسی صاحب کا بیان ملتا ہے۔نہ مصنفین صحاح ستہ یا ان کے شیوخ کے طبقے میں کوئی صاحب نفی کرتے نظر آتے ہیں نہ ارباب صحاح ستہ کے تلامذہ میں کسی شخص کا بیان اس بارے میں ہماری نظر سے گزرتا ہے۔یہاں تک کہ متقدمین کا دور ختم ہوکر متأخرین کا دور شروع ہوجاتا ہے جو کہ حافظ ابن صلاحؒ کی تصریح کے مطابق درج ذیل سات حضرات کے نام ان میں سرفہرست ہیں۔

۱: حافظ ابوالحسن علی بن عمر دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ)

ماخذ ومصدر:(۱) حاشیۃ تبییض الصحیفۃ:۲۴

۲: حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ)

۳: حافظ مصر عبدالغنی بن سعید مصری (م ۴۰۸ھ)

۴: حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)

۵: حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)

۶: حافظ مغرب ابوعمر بن عبدالبر النمریؒ (م ۴۶۳ھ)

۷: حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)

ان حضرات میں صرف دارقطنیؒ اور خطیب بغدادیؒ دو ایسے بزرگ ہیں جو اپنے اساتذہ اور معاصرین حفاظ حدیث کے برخلاف اس رائے کا اظہار کرتے ہیں: کہ ''امام اعظمؒ کا سماع کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں۔'' لیکن رؤیت حضرت انسؓ ان کے ہاں بھی ثابت ہے چنانچہ دارقطنیؒ رقمطراز ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابیؓ سے ملاقات نہیں کی، البتہ انہوں نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔''(۱) ان کے بعد علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی یہی بات دہرادی چنانچہ سعید بن ابی سعید نیشاپوری کے ترجمہ میں امام اعظمؒ کی ایک حدیث کو بواسطہ امام ابویوسفؒ بالاسناد نقل کرنے کے بعد، جس میں حضرت انسؓ سے امام اعظمؒ کے سماع کی تصریح موجود ہے، لکھتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے سماع صحیح نہیں ہے۔'' **"لایَصِحُّ لابی حنیفةَ سماعَ انسِ بنِ مالكٍ۔"** (۲) اور امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں تحریر کرتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔'' **"رأی ابوحنیفةَ انسَ بنَ مالكٍؓ۔"** (۳) جس سے واضح طور پر معلوم ہوا

ماخذ ومصادر: (۱) تبییض الصحیفۃ: ۵ (۲) تاریخ بغداد: ترجمہ سعید بن ابی سعیدؒ ۹/۱۱۱ (۳) ایضاً: ۱۳/۳۲۴

کہ ان دونوں کے ہاں اگرچہ روایت ثابت نہیں لیکن رؤیت میں کوئی شک نہیں لیکن ان دونوں کا قول ان کے اساتذہ اور متقدمینؒ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

قارئین کرام! ان دونوں کے بیانات کے بعد بہت سے شافعی المذہب علماءؒ نے عام طور پر یہی فیصلہ کیا حتی کہ علامہ زین الدین عراقیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی ان کے ہمزبان بن گئے۔ لیکن دارقطنیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی جناب میں جو سوء عقیدت ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ان کے اس انکار کی جو وقعت ہے، وہ ظاہر ہے خصوصاً جب کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے حق میں ہے۔ چنانچہ ملک الحفاظ یحی بن معینؒ (و ۱۵۸ھ، م ۲۳۳ھ) جو فن جرح وتعدیل کے مسلم الثبوت اور علم حدیث کے ایک عنصر خیال کئے جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے بہت قریب زمانہ کے ہیں، اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں: ''بلاشبہ ابوحنیفہؒ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: "ان ابا حنیفةَ صاحبَ الرأیِ سمِعَ بنتَ عجردٍ تقولُ سمعتُ رسولَ اللہِ ﷺ"۔ (۱) کہ ''روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعداد ٹڈیوں کا لشکر ہے جن کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔''

قارئین کرام! یہاں پر صاف تصریح موجود ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے سنا ہے جو حضور ﷺ کی صحابیہ ہیں اور جنہوں نے بالفاظ خود نبی کریم ﷺ سے سننے کی تصریح کی ہے۔

علامہ خطیبؒ کے شیخ حافظ ابونعیم اصفہانیؒ صاحب حلیۃ الاولیاء (م ۴۳۰ھ)

ماخذ ومصدر: (۱) لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجردؓ

نے تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے حسب ذیل حضرات کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنی ہیں (۱) انس بن مالکؓ (۲) عبد اللہ بن الحارث الزبیدیؓ اور (۳) عبد اللہ بن ابی اوفی اسلمیؓ۔'' (۱)

علامہ خطیبؒ کے معاصر حافظ ابن عبد البر اندلسیؒ (م ۴۶۳ھ) عبد اللہ بن الحارثؓ سے امام اعظمؒ کی ایک حدیث بواسطہ امام ابو یوسفؒ بالا سناد روایت کی ہے۔ جس میں امام صاحبؒ نے صراحت کے ساتھ صحابیؓ مذکور سے اپنی سماع کی تفصیل بیان کی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ علامہ موصوفؒ نے سماع کے ثبوت میں قول مذکور پیش کیا ہے لیکن یہاں یہ نہیں لکھا ہے کہ آپؒ کا سماع کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں بلکہ اس سماع کے ثبوت میں استدلال کے طور پر ارقام فرماتے ہیں: کہ ابن سعد کاتب واقدیؒ نے ذکر کیا ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ کو دیکھا ہے۔'' **"ذکر ابن سعد کاتب الواقدی ان اباحنیفة رأى انس ابن مالك وعبد الله بن الحارث بن جزء۔"** (۲)

ناظرین کرام! حافظ ابوبکر جعابیؒ (م ۳۵۵ھ) علل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں جن کو چار لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ دار قطنیؒ نے بھی فن حدیث میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ بچھائے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔ اس عظیم محدث نے بھی حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ کی حدیث مذکور اپنی بیش بہا تصنیف **"الانتصار لمذهب ابی**

ماخذ و مصادر: (۱) الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح از سبط الجوزی: ۱۰، ۱۱ طبع مصر (۲) جامع بیان العلم: باب جامع فی فضل العلم رقم ۱۷۷: ۱/ ۱۹۳ وفی نسخہ جامع بیان العلم: باب ان قلیل العمل ینفع مع العلم وان کثیر العمل لا ینفع مع الجہل ۱/ ۲۰۴

حنیفۃ" میں اسی سند کے ساتھ نقل کر کے تصریح کی ہے: کہ "حضرت عبداللہ بن الحارث ابن جزء الزبیدیؓ نے ۹۷ ہجری میں انتقال فرمایا ہے۔"(۱) اسی طرح اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے: کہ "حضرت ابن الحارثؓ کے سن وفات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے' جن میں ایک قول ۹۸ ہجری کا بھی ہے۔"

بعد کے علماء میں شارح طحاوی حافظ عبدالقادر قرشیؒ (و۶۹۶ھ م ۷۷۵ھ) اور علامہ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) وعلامہ ابن حجر عسقلانیؒ (و ۷۷۳ھ م ۸۵۲ھ) کے معاصرین میں شارح بخاری حافظ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی بہت سی روایتوں کی بناء پر ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے متعدد صحابہؓ سے حدیثیں سنی ہیں۔

بہر حال جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اعظمؒ نے متعدد صحابہؓ کا زمانہ پایا' جن میں سے بعض صحابہؓ آپؒ کے آغاز شباب تک زندہ رہے اور ان میں سے کئی بزرگوںؓ کو آپؒ نے دیکھا بھی ہے چنانچہ حضرت انسؓ کی رؤیت تو اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ دار قطنیؒ اور خطیبؒ جیسے سخت متعصبین بھی اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے۔(۲) پھر آپؒ کے خاندان میں اس کا مزید اہتمام بھی تھا کہ اپنے بچوں کو صحابہؓ کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ کے والد ماجد ثابتؒ بھی بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لائے گئے تھے اور انہوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔(۳) ایسی صورت میں اگر امام صاحبؒ نے صحابہؓ سے کچھ حدیثیں بھی سنی ہوں تو اس میں انکار کی کیا بات ہے۔ حالانکہ امام مسلمؒ کے نزدیک

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمۃ: ۱/ ۲۵'۲۶ (۲) تاریخ بغداد: ترجمہ نعمان بن ثابتؒ: ۱۵/ ۴۴۵ طبع دار الکتاب العربی بیروت (۳) ایضاً: ۱۵/ ۴۴۸

اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظ "عـــن" روایت کرے تو وہ روایت سماع پر محمول ہوگی اور وہ روایت متصل سمجھی جائے گی اور امام بخاریؒ کے نزدیک ان دونوں میں صرف ایک دفعہ کا ملاقات ہو جانا اور پھر بلفظ "عــن" سے روایت کرنا اتصال کیلئے کافی ہے خصوصاً جبکہ بہت سے محدثینؒ نے بأسناد صحیحہ ان کو روایت بھی کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ جعابیؒ نے جو اِسناد نقل کی ہے اس کے متعلق کسی قسم کی جرح منقول نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایات پایہ ثبوت کو نہ پہنچتیں تو امام ابن معینؒ حافظ ابوبکر جعابی حنفیؒ حافظ ابونعیم اصفہانی شافعیؒ اور حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ جو حدیث و روایت کے ارکان خیال کئے جاتے ہیں ہرگز امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اس بات کی تصریح نہ کرتے کہ انھوں نے صحابہؓ سے حدیثیں سنیں ہیں۔

الغرض قدماء میں بہت سے علماء نے امام عالی مقام کی یہ مرویات تسلیم کی ہیں بلکہ ان میں سے کئی علماء نے ان مرویات پر مستقل اجزاء بھی تالیف کئے ہیں۔ جن میں سے علامہ دار قطنیؒ کے حدیث کے استاد (۱) محدث ابوحامد محمد بن ہارون حضرمیؒ (م ۳۲۱ھ) (۲) ابوالحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہفقیؒ ' (۳) امام ابومعشر عبدالکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعیؒ (م ۴۷۸ھ) اور (۴) امام ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد السرخسی الحنفیؒ (م ۴۳۹ھ) کے اجزاء خاص طور پر مشہور اور حفاظ حدیث کی مرویات میں داخل ہیں۔ چنانچہ اول الذکر تین حضرات کے اجزاء حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی ''المعجم المفہرس'' اور حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد المعروف بہ ابن طولون دمشقیؒ کی ''الفہرست الاوسط'' کی مرویات میں شامل ہیں۔ امام ابومعشر طبریؒ کے جزء کو حافظ سیوطیؒ نے ''تبییض الصحیفۃ'' میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابوالحسین

نہفقی کے جزء کو محدث خوارزمیؒ نے ''جامع مسانید الامام الاعظم'' میں اور امام ابوبکر سرخسیؒ کے جزء کو صدر الائمہ نے ''مناقب الامام الاعظمؒ'' میں اور محمد شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبداللہ المعروف بہ سِبط ابن جوزیؒ (م۶۵۴ھ) نے ''الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح'' میں روایت کیا ہے اور علامہ نوح قونویؒ نے ''الدر المنظم'' میں ان سب کے متون کی تخریج کی ہے۔(۱)

الغرض امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو نہ صرف دیکھا ہے بلکہ ان سے سماع حدیث بھی کی ہے لیکن اگر بقول بعض امام صاحبؒ کی روایۃ عن الصحابہؓ کا انکار بھی تسلیم کیا جائے، تو پھر بھی محققین کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ یقیناً تابعی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کے استاد امام زین الدین عبدالرحیم العراقیؒ فرماتے ہیں: کہ ''اکثر محدثینؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فقط لقاء سے تابعیت ثابت ہوتی ہے۔'' "**وعلیہ عملُ الاکثرینَ مِن اھلِ الحدیثِ**" (۲) امام مسلمؒ اور امام ابن حبانؒ بلکہ مشہور غیر مقلد علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے امام اعمشؒ کو صرف رؤیت صحابیؓ سے تابعین میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح عبدالغنیؒ اور یحی بن ابی کثیرؒ بھی صرف حضرت انسؓ کی ملاقات کی وجہ سے تابعین میں شمار کئے گئے ہیں۔

حضرت اویس قرنیؒ کی صحابہ کرامؓ سے کوئی روایت ثابت نہیں حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے حق میں افضل ترین تابعی ہونے کا مژدہ سنایا ہے۔ بلکہ اگر روایت شرط کی گئی، تو کتنے صحابہ کرامؓ کو صحابیت سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔ خود حضور ﷺ کے ارشاد "

ماخذ ومصادر: (۱) مزید تفصیل کیلئے: امام ابن ماجہ اور علم حدیث مع حاشیہ: ۱۱۶ تا ۱۱۸ (۲) الکلام المفید: ۲۴۷، تدریب الراوی للسیوطیؒ: ۲۱۶

طوبیٰ لمن رآنی ورأی من رآنی "میں غور کرنے سے بھی بشارت کیلئے صرف رؤیت کا کافی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ شرف تلمذ:

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت ایک ایسی امتیازی خصوصیت ہے، جس کی دینی و تاریخی اعتبار سے بہت بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اس تابعیت کی بناء پر امام صاحبؒ صرف ایک واسطہ سے نبی کریم ﷺ کے تلمیذ رشید بنتے ہیں اور اسی منصب وافضلیت تابعیت کی بناء پر امام صاحبؒ کو اپنے تمام معاصرین ومتاخرین محدثینؒ حتی کہ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ، مکہ مکرمہ میں مسلم بن خالدؒ، مصر میں لیث بن سعدؒ، کوفہ میں سفیان ثوریؒ، بصرہ میں حمادَین اور شام میں امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ غیر مقلد، علامہ ابن حجرؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**ولم یثبتْ ذٰلك لاحدٍ مّن ائمةِ الامصارِ المعاصرینَ له کالاوزاعیِّ بالشامِ والحمادَینِ بالبصرةِ والثوریِّ بالکوفةِ ومالكٍ بالمدینةِ ومسلمِ ابنِ خالدٍ الزنجیِّ بمکةَ واللیثِ بنِ سعدٍ بمصرَ**"۔ (۱)

علو سند کی فضیلت:

قارئین کرام! محدثینؒ میں علو اسناد ہمیشہ سے قابل فخر سمجھا گیا ہے کیونکہ روایت میں جتنے کم واسطے ہوں گے اتنا نبی کریم ﷺ سے قرب بھی زیادہ ہوگا نیز قلت رواۃ کی بناء پر ان کی چھان بین بھی کم کرنا پڑتی ہے اور خطاونسیان کا احتمال بھی کم

ماخذ ومصدر: (۱) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۷۰

ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اصحاب فن کے نزدیک صحت اور علو اِسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ حدیث کے تذکرہ میں ان کے علو اِسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ خاص خاص ائمہ کی عالی اَسانید کو علماء نے مستقل اجزاء میں علیٰحدہ مدون کر دئیے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی اَسانید عالیہ اُحاد ہیں:

دوسرے ائمہ کی اَسانید عالیہ رُباعیات ثُلاثیات یا زیادہ سے زیادہ ثُنائیات ہیں؛ جبکہ امام ابو حنیفہؒ کی اَسانید عالیہ اُحاد ہیں یعنی حضور ﷺ سے روایت کرنے میں صرف ایک صحابیؓ کا واسطہ ہے اور یہ فوقیت ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی امام کو بھی حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ امام مالک بن انسؒ کی سب سے عالی روایات ثنائیات اور امام محمد بن ادریس المعروف بامام شافعیؒ وامام احمد بن محمد بن حنبلؒ کی سب سے اعلیٰ مرویات ثلاثیات سے آگے نہیں ہیں۔ ارباب صحاح ستہ میں امام بخاریؒ ابن ماجہؒ ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ چونکہ تبع تابعینؒ کی زیارت سے مشرف ہوگئے تھے اس لئے وہ بھی ثلاثیات کی فضیلت میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہمسر ہیں۔ ان کے علاوہ امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ کو چونکہ کسی تبع تابعی کی ملاقات میسر نہ ہوسکی اس لئے ان کی سب سے عالی روایات رباعیات ہیں۔

ارباب صحاح میں امام بخاریؒ کی سب سے اعلیٰ ثلاثی روایات فقط بائیس ہیں؛ جو کہ صرف دو کے علاوہ باقی بیس ثلاثیات حنفیت کی مرہون منت ہیں ان میں سے ایک راوی (امام ابو حنیفہؒ کے حدیث وفقہ کے شاگرد) مکی بن ابراہیمؒ ہیں جن سے

امام بخاریؒ نے گیارہ ثلاثیات اپنی جامع میں روایت کی ہیں۔امام مکی بن ابراہیمؒ نے نہ صرف یہ کہ امام ابوحنیفہؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا' بلکہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور سخت قسم کے کٹر حنفی تھے چنانچہ علامہ صدرالائمہ مکیؒ لکھتے ہیں: " **ولــــــــــزِم ابوحنيفةَ رحمه اللّٰهُ و سمِع منه الحديث والفقه واكثرَعنه الراويةَ......وكان يُحِب ابا حنيفة حبًّا شديدًا ويَتعصبُ لمذهبِه الـــــخ**۔ "(۱) بخاری کے ثلاثیات کے دوسرے راوی ابوعاصم النبیل ضحاک بن مخلدؒ ہیں' یہ بھی اصحاب ابی حنیفہؒ میں سے تھے۔ان سے امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں چھ روایات لی ہیں۔تیسرے راوی محمد بن عبداللہ الانصاریؒ یہ بھی اصحاب امام زفرؒ و امام ابویوسفؒ میں سے ہونے کی وجہ سے امام صاحبؒ کے تلمیذ التلمیذ تھے۔امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں ان سے تین ثلاثی روایات لی ہیں۔اسی طرح ابن ماجہؒ امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ کی عالی روایات بھی ثلاثیات ہیں لیکن امام بخاریؒ کی بنسبت ابن ماجہؒ کی ثلاثی روایات بہت کم یعنی پانچ ہیں جبکہ آخرالذکر دو حضرات کے بالکل کم یعنی صرف ایک ایک ثلاثی روایت ہے۔(۲)

الحاصل اگر امام بخاریؒ کی جامع کو دوسری جوامع و سنن پر بائیس (۲۲) ثلاثیات کی وجہ سے فخر و فضیلت حاصل ہوسکتی ہے' تو امام ابوحنیفہؒ کی مرویات اور فقہ (جن میں سب سے عالی روایات اُحاد ہیں)' کو بھی اُحادیات کی وجہ سے دوسرے ائمہؒ کی مرویات اور فقہ پر فخر و فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب موفق: ۱/۲۰۳، ۲۰۴' طائفہ منصورہ: ۷۷ (۲) مقدمہ لامع الدراری: ۳۰

حصول برکت کیلئے ان چند احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو کہ امام ابوحنیفہؒ کو ایک واسطہ سے ملی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے بلاواسطہ مرویات:

۱......: انبأنی الحافظُ شیخُ الاسلامِ ابوالفضل (جلال الدین السیوطی رحمه الله قال انبأنی) ابو الفضل بن عبد اللّٰه بن حصین ثنا ابوالعباس احمد بن الحسن بن محمد بن السوید ای المقدسی انا ابو العباس احمدبن الحسن بن کشعری اناالامام العلامة جمال الدین احمد بن محمد بن عبد اللّٰه الطاهری انا ابو القاسم عبد اللّٰه بن الحسین بن عبداللّٰهبن رواحة الحموی ثنا الامام جما ل الدین ابوالفتح محمود بن احمد بن علی المحمودی الصابونی حدثنا ابوالسعادات احمد بن محمد بن عبد الواحد العباسی ثنا ابوالحسن احمد بن محمد بن ابی الحسین الاعین السمنانی ثنا ابوالحسن علی بن احمد بن عیسیٰ البیهقی قراء ة علیه وا نا اسمع قدم علینا بغداد یرید الحج قال ثنا ابو احمد محمد بن عبد اللّٰه بن خالد بن احمد الذهلی ثنا ابواسحٰق ابراهیم بن محمد بن عمروية بن عبد الرحمٰن المروزی ثنا ابوالعباس احمد بن الصلت بن مغلس الحمانی ثنا بشر بن الولید القاضی ثنا ابویوسف یعقوب بن ابراهیم القاضی قال نا ابوحنیفة النعمان بن ثابت قال سمعت انس بن مالك

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ (و عنہم) یقول : "سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: " طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم۔" (۱) (یعنی ''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'') ہمارے شیخ ابو الفضل رحمہ اللہ اپنی کتاب ''تبییض الصحیفہ'' میں فرماتے ہیں: کہ ''یہ متن بہت مشہور ہے اور تحقیق شیخ محی الدین نوویؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: کہ ''یہ حدیث (سنداً) ضعیف ہے' لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے'' اور ان کے شاگرد حافظ ابو الحجاج مزّیؒ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے اور درجہ حسن کو پہنچی ہے۔'' جبکہ میرے شیخ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: کہ ''یہ حدیث میرے نزدیک صحیح کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ مجھے پچاس سندوں سے اس کی روایت معلوم ہے۔ میں نے اس کو علیحدہ ایک جزء میں جمع کیا ہے''۔ (۲)

۲......:انبأنی شیخ الاسلام الحافظ ابو الفضل بن ابی بکر الشافعی والامامان المسندان ابو الفضل تقی الدین بن الامام محب الدین الاوجاقی وابو الفتح جمال الدین ابراھیم بن الامام العلامۃ ابی الفتوح علاء الدین القلقشندی قال الاول انبأنی محمد ابن یوسف الرازی عن محمد بن حاتم عن ابی العباس الحجار وقال الآخران انبأنا ابو زید عبد الرحمٰن بن عمر القِبابی اخبرنا عبد العزیز بن محمد الکتانی انا ابو العباس الابرقوھی قال ھو والحجار انا ابراھیم بن عثمان ابن یوسف الکاشغری الحنفی انا ابو الخیر مسعود بن ابی الفضل الحسین ابن سعد بن علی بن بندار البزدی

ماخذ و مصادر: (۱)' (۲) عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم النعمان: ۵۴' تذکرۃ النعمان: ۸۷' تبییض الصحیفۃ: ۲۸

انـا والدی انا ابومعشر عبد الكريم بن عبد الصمدالطبری الشافعی انا ابـو عبـد الله الـحسـن بـن مـحـمـد بـن منصور الفقيه الواعظ نا ابو ابـراهيـم احـمـد بـن الـحسـن الـقاضی انا ابوبكر محمد ابن احمد بن مـحـمـد بـن حـمدان الـحنفی نا ابو سعيد اسمٰعيل بن علی بن السمان قـال حـدثـنـا ابـو الـحسـن احـمـد بـن مـحمد بن محمود البزار نـا ابـوسـعيد الحسين بن احمد بن محمد بن المبارك ثنا ابو العباس احـمـد بن محمدبن الصلت بن المُغَلِّس الحِمَّانی ثنا بشر بن الوليد الـقـاضی عن ابی يوسف عن ابی حنيفة قال: سمعت انس بن مالكؓ يـقـول: "سـمـعـت رسـول الله ﷺ يـقـول: "الـدال عـلـی الـخيـر كفاعله" ۔یعنی ''خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا' فاعلِ خیر کی طرح ہے۔''

ہمارے شیخ ابوالفضل (علامہ جلال الدین سیوطیؒ) نے تبییض الصحیفۃ میں فرمایا ہے: کہ ''اس حدیث کا مضمون اس سند کے علاوہ دوسری صحیح سندوں سے ثابت ہے اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔اس کی اصل صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں اس طرح ہے۔'' **"من دل علی خير فله اجر فاعله" (۱)**

۳......: امام ابو یوسفؒ تک اس حدیث کی بھی وہی سند ہے' جو دوسری حدیث کی ہے۔ اس لئے تکرار سے بچتے ہوئے سند کو یہاں نظر انداز کیا جا رہا ہے اور فقیر صرف متن حدیث پر اکتفاء کرتا ہے۔ **"قـال ابـويـوسف اخبـرنـا الامـام ابو حنيفة قـال...... سـمـعـت رسـول الله ﷺ يـقول ان الله تعالیٰ يحب اِغاثةَ**

ماخذ ومصدر: (۱) حوالہ بالا

اللهفانِ "یعنی اللہ تعالیٰ کو فریاد خواہ کی فریاد رسی پسند ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے فرمایا: "یہ متن صحیح ہے اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث کو حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ نے اپنی کتاب المختارۃ میں حضرت بریدہؓ کی مرویات میں صحیح لکھا ہے۔"(۱)

ان احادیث کے علاوہ عقود الجمان میں حضرت عبداللہ بن انیسؓ عبداللہ بن حارث بن جزءؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے بھی امام ابو حنیفہؒ کی مرویات منقول ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں: "علامہ سیوطیؒ نے فرمایا: کہ "اس حدیث کا متن مشہور' بلکہ متواتر ہے"۔ مصنفؒ لکھتے ہیں: کہ "حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیؓ جن کی وفات کوفہ میں ۸۵ھ یا ۸۷ھ کو ہوئی' بہت ممکن ہے کہ پانچ یا سات سال کی عمر میں امام صاحبؒ نے ان سے یہ حدیث سنی ہو۔" وہ حدیث یہ ہے "**قال ابوحنيفة سمعت عبد الله بن ابی اوفیٰ رضی الله عنه يقول سمعت رسول الله ﷺ من بنی لله تعالیٰ مسجدا ولو كمفحص قطاة بنى الله تعالیٰ له بيتا فی الجنة**"۔ یعنی "جو اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مسجد بنادے' چاہے قطات پرندے کے گھونسلہ کے برابر ہی ہو' تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔"(۲)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان روایات کی سند پر ضعف کا حکم لگایا ہے'(۳) لیکن ان احادیث میں سے کسی حدیث پر باطل ہونے کا حکم کسی نے بھی نہیں لگایا۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک

ماٰخذ و مصادر: (۱)'(۲) حوالہ بالا (۲)'(۳) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۷۰

جماعت کو پایا ہے۔"(۱) اب بقول ابن حجرؒ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا ہے اور اصول حدیث کے قاعدہ کے مطابق جب راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کا امکان بھی ہو اور ان سے ایسے الفاظ جو سماع پر دال ہوں، نقل کئے جائیں، تو ان کی سماع قبول کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ان میں سے ایک معاصر اپنے کسی دوسرے معاصر سے بطریق عنعنہ بھی روایت کرے، تو امام مسلمؒ کے نزدیک یہ روایت متصل شمار ہوگی اور امام بخاریؒ اگرچہ اس بارے میں کچھ سخت نظر آرہے ہیں، لیکن ان کے نزدیک بھی صرف ایک دفعہ ملاقات کا ہوجانا اتصال کیلئے کافی ہوتا ہے اور اس کیلئے ان کے نزدیک ایک دفعہ سماع کے الفاظ کا استعمال کرنا کافی ہوجاتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں شرطوں پر امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کرنا اتصال پر ہی محمول ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالقادر قریشیؒ علامہ ملا علی قاریؒ حافظ بدرالدین عینیؒ اور علامہ ظفر احمد تھانویؒ وغیرہ نے رؤیت صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ روایت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا مولانا شبلی نعمانیؒ وغیرہ کا انکار روایت صحیح نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ چونکہ امام ابویوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت صحابہ نقل نہیں کی، اس لئے کسی صحابیؓ سے ان کی روایت ثابت نہیں۔ یہ قول بلادلیل ہے، کیونکہ امام ابویوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بعض صحابہؓ کی روایات نقل کی ہیں۔

فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات کی مقبولیت:

الحاصل امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ کی رؤیت سے مشرف ہونے کی وجہ سے تابعی ہونے میں کوئی خلاف نہیں اور محققین کے نزدیک اسی پر تابعیت کا مدار ہے اور

ماخذ و مصادر: (۱)، (۲) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۷۰

یہی جمہور ائمہ اصول حدیث کے ہاں مختار ہے جیسا کہ نخبۃ الفکر اور اس کی شرح وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں اور بعض صحابہؓ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت کرنا بھی ثابت ہے البتہ بعض حضرات کو صحابہ کرامؓ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت کرنے میں تردد ہے لیکن زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ان روایات کی سندوں میں ضعیف ہے لیکن آپ حضرات پر مخفی نہیں کہ علماء کی تصریح کے مطابق فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات بھی مقبول اور معمول بہا ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے ہمیشہ مغازی وسیر میں تساہل اور چشم پوشی کی جاتی ہے اور اس میں احکام کی طرح تشدد اختیار نہیں کی جاتی۔ پس امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت رؤیت کی طرح روایت کے اعتبار سے بھی ثابت ہے' خاص کر منصف مزاج حضرات کے نزدیک۔ علاوہ ازیں علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب کسی ضعیف روایت کے طرق متعدد ہو جائیں تو وہ روایت درجہ حسن یا درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے اور پھر احکام میں بھی احتجاج کے قابل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے سماع چند طرق سے مروی ہے جو کہ بعض' بعض کو مضبوط کرتے ہیں۔ پس اگر بالفرض اپنے وقت کے سب صحابہؓ سے آپؒ کی سماع ثابت نہ بھی ہو جائے تو ان کے درمیان قدر مشترک تو ثابت ہوتی ہے اور وہ بعض صحابہؓ سے سماع کرنا ہے اور یہ ہماری طرف سے انتہائی فراخ دلی ہے۔ اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ پس امام ابو حنیفہؒ یقیناً تابعی' ثقہ اور امام تھے اور بعض لوگوں کی جرح کو نہیں دیکھا جائے گا جنہوں نے ایسی ہستی کے متعلق زبان درازی کی ہے جس کی صدیوں سے مشرق و

مغرب میں تعریف اور اتباع ہو رہی ہے۔(۱)

حضرت انسؓ سے امام اعظمؒ کی ملاقات کے ناقلین:

علامہ بلند شہریؒ نے تعلیق میں امام صاحبؒ کی بعض مرویات کے بارے لکھا ہے، کہ جن لوگوں نے حضرت انسؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات نقل کی ہیں، ان میں ابن سعدؒ دار قطنی، ابونعیم الاصبہانی، ابن عبد البر الخطیب، الجوزی، السمعانی، عبد الغنی المقدسی، سبط بن الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، نووی، یافعی، زین الدین عراقی، ولی الدین عراقی، ابن الوزیر، بدرالدین عینی، ابن حجر عسقلانی، شہاب قسطلانی، سیوطی اور ابن حجر مکی وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ، ائمہ دین) شامل ہیں۔(۲)

الغرض ان روایات کے ہوتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے، جو ان نصوص سے بے خبر ہو یا ضد و عناد پر اتر آیا ہو۔ اگر بالفرض یہ روایات نہ بھی ہوتے، تو رؤیت کے اثبات سے انکار، عین دوپہر کے وقت دن کے انکار کرنے کے مترادف ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور ظاہر بات ہے کہ جو چیز عقل و نقل اور روایت و درایت دونوں کے اصولوں پر صحیح نہ اُترے اور پھر اس کی صحت پر اصرار کیا جائے تو اس کو تعصب اور حسد ہی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ نے شرح معانی الآثار میں امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات اور روایت کے انکار کو محض تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔(۳)

ماٴخذ و مصادر: (۱) اعلاء السنن: ۲۱/۵-۶۷ ماٴخذ و مصادر: حاشیہ تبییض الصحیفۃ: ۲۶ (۳) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: ۶۴

اب فقیر اس بحث کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے فتاویٰ سے علامہ ابن حجر مکیؒ شافعیؒ کے نقل کردہ ارشاد پر ختم کرتا ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا' جو کوفہ میں تھی۔ آپؒ ۸۰ھ میں وہاں پیدا ہوئے۔ لہٰذا آپؒ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ امصارؒ میں سے کسی کی نسبت' جیسے امام اوزاعیؒ جو کہ شام میں تھے اور حماد بن مسلمہؒ و حماد بن زیدؒ کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوریؒ کی نسبت جو کہ کوفہ میں تھے اور امام مالکؒ کی نسبت جو کہ مدینہ شریف میں تھے اور لیث بن سعدؒ کی نسبت جو مصر میں تھے' ثابت نہیں ہوئی۔ اس لحاظ سے آپؒ اعیان تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شامل ہے۔ ﴿اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے''۔﴾"

انہ ادرک جماعۃ من الصحابہؓ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التابعین ولم یثبت ذالک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعیؒ بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوریؒ بالکوفۃ ومالکؒ بالمدینۃ الشریفۃ واللیث بن سعد بمصر انتھی و حنیئذ فھو من اعیان التابعین الذین شملھم قولہٗ تعالیٰ ﴿والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنات تجری تحتھا الانھٰر خالدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم﴾۔"(۱)

ماخذ و مصدر: (۱) سورۃ التوبۃ ☆ ۱۰۰

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت پر مزید مفصل اور سیراب بحث کیلئے مولانا محمد عبدالشہید نعمانی کی کتاب ''امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت'' کا مطالعہ ضرور کریں جس کو الرحیم اکیڈمی اے ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی ۱۹ نے نشر کی ہے۔

محدثین کا "لا یصح" کہنے کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ:

قارئین کرام! حافظ ولی الدین عراقیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ سخاویؒ نے خالص اسنادی اور روایتی نقطہ نظر سے امام اعظمؒ کے صحابہ کرامؓ کے تلمذ پر "لم تصح روایته" (یعنی آپؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے) لکھا ہے جس کی وجہ سے بہت سے حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ امام اعظمؒ کو صحابہ کرامؓ سے شرف تلمذ ثابت نہیں بلکہ اس کا عدم ثابت ہے اور صحابہؓ کے نام سے امام صاحبؒ کی روایات موضوع ہیں۔ حالانکہ اصول محدثین کی رُو سے ایسا سمجھنا نہ صرف خطرناک غلطی ہے بلکہ فن روایت کے مسلمہ اصول وقواعد سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ''محدثینؒ بسا اوقات "لا یصح" اور "لا یثبت" کا لفظ بولتے ہیں۔ نادان اس کا مطلب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ''یہ حدیث محدثین کے یہاں موضوع یا ضعیف ہے۔'' ایسا سوچنا ان کی اصطلاح سے جہالت اور ان کی تصریحات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔''(۱) اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''کسی حدیث پر محدثینؒ کا عدم ثبوت اور عدم صحت کا حکم لگانا عرف محدثینؒ کے مطابق حدیث کے ضعیف اور موضوع ہونے کو لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ حدیث حسن لذاتہ یا

ماخذ ومصدر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۷۸ بحوالہ الرفع والتکمیل: ۸۶

لغیرہ ہو۔"(۱) مشہور محدث اور فقیہ ملا علی قاریؒ نے "تذکرۃ الموضوعات" میں لکھا ہے: کہ "صحیح نہیں ہے" کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بات گھڑی ہوئی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن یا ضعیف ہے۔ علامہ نورالدینؒ "جواہر العقدین فی فضل الشرفین" میں فرماتے ہیں: کہ امام احمدؒ کے حدیث عاشوراء پر "**لا یصح**" کے ریمارکس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باطل ہے۔ ممکن ہے کہ صحیح تو نہ ہو لیکن قابلِ استدلال ہو کیونکہ صحیح اور ضعیف کے درمیانی درجہ حسن ہی ہے۔" امام زرکشیؒ "نکت علی ابن الصلاح" میں فرماتے ہیں: کہ محدثینؒ کی دونوں تعبیروں "**موضوع**" اور "**لا یصح**" میں بہت بڑا فرق ہے۔ موضوع کہنے کا مطلب یہ ہے: کہ راوی کا جھوٹ اور بات کا گھڑی ہوئی ہونا ثابت ہے اور "لا یصح" میں صرف صحیح نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا عدم بھی ثابت ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "القول المسدد فی الذب عن مسند احمدؒ" میں لکھتے ہیں: کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔" علامہ محمد بن عبدالباقیؒ "شرح مواہب اللدنیہ" میں حدیث "**یطلع اللّٰہ لیلۃ النصف من شعبان فیُغفَر لجمیع خلقه الا المشرك او المُشاحن**" پر ابن دحیہؒ کا کلام "**لم یصح فی لیلۃ نصف شعبان شیٔ**" نقل کر کے رقمطراز ہیں: کہ شاید ابن دحیہؒ کی مراد اصطلاحی صحت ہے (جو کہ درجہ حسن سے اوپر ہے۔ مروت) کیونکہ یہ حدیث حسن ہے اگرچہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔"(۲) اسی بناء پر امام ترمذیؒ اپنی جامع میں ایک حدیث لاتے ہیں اور خود اس کی تضعیف بھی کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی فرماتے ہیں: کہ "**والعمل علیٰ ھٰذا عند اھل العلم**" اس کا مطلب یہی ہے

ماخذ ومصادر: (۱) تحفۃ الکملۃ علیٰ حواشی تحفۃ الطلبۃ: ۵ (۲) شرح المواہب اللدنیہ: ۷/۴۲۳

کہ اسنادی اور روایتی طور پر صحیح نہ ہونے سے اصل بات کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دراصل یہاں حدیث ضعیف بھی دو قسم کی ہیں ایک وہ جس میں شرائط صحت میں سے کوئی شرط نہ ہو اور دوسری وہ جس میں شرائط قبول میں سے کوئی شرط نہ ہو۔ اس لئے امام اعظمؒ کے صحابہ کرامؓ سے تلمذ کے موقعہ پر بعض محدثینؒ کے یہاں **"لا یصح"** دیکھ کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا کہ ان اکابر کے نزدیک یہ داستان گویا بناوٹی ہے، بہت بڑی جرأت اور بے باکی ہے۔ مشہور حدیث **"افتراق امتی"** کے متعلق علامہ مجدالدین فیروز آبادیؒ نے سفر السعادۃ کے خاتمہ میں یہ لکھا ہے: **"لم یثبت فیہ شیء"** (اس موضوع پر کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ مروت) حالانکہ چند در چند طرق سے آنے کی وجہ سے درجہ صحت کے قریب قریب ہے جیسا کہ امام حاکمؒ لکھتے ہیں: کہ ایک سے زیادہ طرق سے اس حدیث کا آنا اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔" مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں: کہ "صاحب قاموس علامہ مجدالدینؒ نے سفر السعادۃ میں ایک سے زیادہ احادیث کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہیں اس سے ہمارے زمانے کے ناواقفوں کو دھوکا ہو گیا ہے اور انہوں نے احادیث ثابتہ پر موضوع، ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔" (۱)

الحاصل بعض محدثینؒ کا امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کے متعلق **"لا یصح"** کہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی ان کے نزدیک وہ روایات من گھڑت اور بناوٹی نہیں ہیں بلکہ حسن یا زیادہ سے زیادہ ضعیف ہیں لیکن اگر امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کرنا ضعیف بھی ہو تو یہ پھر بھی نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ان احادیث

ماخذ و مصدر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۸۰ بحوالہ تحفۃ الکملۃ علیٰ حواشی تحفۃ الطلبۃ: ۵

سے امام اعظمؒ کی ایک جزوی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہ فضل اور بزرگی ہے جس میں ائمہ میں سے امام اعظمؒ کا شریک کوئی نہیں ہے۔ اگر صرف اتنی بات ہے تو اس میں روایتی واسنادی کمزوریوں سے صرف نظر تو خود محدثین کی طے کردہ پالیسی ہے۔ چنانچہ حلال وحرام میں اسنادی کمزوریوں کو تلاش کرنا محدثین نے ناگزیر بتایا ہے لیکن جہاں تک فضائل اور سِیَر کا میدان ہے اس میں وہ ضعیف روایات کو بھی شرفِ قبول عطا کر دیتے ہیں۔ مشہور محدث علی الحلبیؒ ''انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون'' میں رقمطراز ہیں کہ ...... سیرت میں صحیح، ضعیف، موضوع، مرسل، منقطع اور معضل سب اسی قسم کی روایات ہوتی ہیں۔'' امام احمدؒ نے فرمایا ہے: کہ ''جب ہم حلال وحرام کو موضوعِ بحث بناتے ہیں تو ہم متشدد ہوتے ہیں اور فضائل میں ہم متساہل ہوتے ہیں۔ خطیب بغدادیؒ نے اس موضوع پر ''الکفایۃ'' میں ایک مستقل عنوان قائم کر کے ائمہ کی تصریحات جمع کر دی ہیں۔ علامہ ابن سید الناسؒ نے ''عیون الاثر فی فنون المغازی والسِیَر'' میں مشہور مؤرخ محمد بن اسحٰقؒ کی توثیق پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: ''کلبی سے زیادہ تر روایات انساب ایام عرب اور لوگوں کے احوال سے متعلق ہیں۔ اس موضوع پر علماء چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں سے بھی روایات لے لیتے ہیں جن کی احکام میں احادیث معتبر نہیں ہوتی ہیں۔ (۱)

ملا علی قاریؒ نے مشہور رسالہ ''الحظ الاوفر فی الحج الاکبر'' میں اس حدیث پر کہ "**افضل الایام یومُ عرفةَ اذا وافق یومَ الجمعةِ فھوافضلُ من سبعین حجة**" یہ نوٹ لکھا ہے کہ '' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ان کو

ماخذ ومصدر: (۱) عیون الاثر فی فنون المغازی والسِیَر: ۱/ ۵

معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث ضعیف فضائل میں تمام علماء کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے۔(۱) حافظ سیوطیؒ نے بھی یہ بات "طلوع الثریا' التعظیم والمنۃ اورالمقامۃ الندیہ" میں لکھی ہے۔حافظ عراقیؒ نے "شرح الفیہ" میں امام نوویؒ نے "تقریب" میں اور سیوطیؒ نے اس کی شرح "تدریب" میں اس بات کو بار بار صاف کیا ہے۔اگر صورت حال یہی ہے تو پھر امام اعظمؒ کی اس جزوی فضیلت کے موضوع پر یہ ردوکد کچھ بے معنی سی بات ہے۔جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے(جیسا کہ فقیر نے اس سے کچھ سطور پہلے بھی لکھا ہے) سب سے پہلے دارقطنیؒ نے صدیاں گزرنے کے بعد یہ بات لوگوں کو بتائی کہ "امام ابو حنیفہؒ نے کسی صحابیؓ سے ملاقات نہیں کی البتہ انہوں نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی بات نہیں سنی۔دارقطنی کے بعد خطیب بغدادیؒ نے بھی "تاریخ بغداد" میں یہی بات دہرادی ہے۔(جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا)

اس کے بعد شوافع میں زین الدین عراقیؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ بھی ان کے ہی ہم زبان ہو گئے ۔ورنہ اس سے پہلے اس موضوع پر متقدمین میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا اسی بناء پر ملا علی قاریؒ نے شرح مسند امام میں فرماتے ہیں: "**والمعتمدُ ثبوتُھا**" (یعنی پائیدار بات یہی ہے کہ امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے تلمذ ثابت ہے۔")(۲)

(ب) مشہود لہا بالخیر زمانہ میں حضرات تابعینؒ کا مرجع:

امام ابو حنیفہؒ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ تابعین جیسی عظیم ہستیاں اپنے شاگردوں کو امام ابو حنیفہؒ سے علم حاصل کرنے کی تلقین فرمایا

ماٰخذ ومصادر: (۱) الحظ الاوفر: ۳۱۹ (۲) مصلہ امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۸۰'۱۸۱

کرتے تھے۔ چنانچہ امام جریرؒ نے امام اعمشؒ سے روایت کی ہے: کہ ''میں نے امام اعمشؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (جبکہ ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا) کہ ''اس حلقہ والوں کے پاس جاؤ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے' تو وہ لوگ آپس میں بحث کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کو حاصل کر لیتے ہیں''۔ علامہ صالحیؒ لکھتے ہیں: کہ ''ان کی مراد امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ نشین تھے۔''(۱) اسی طرح ایک دفعہ امام اعمشؒ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا' تو فرمانے لگے: کہ ''اس مسئلہ کو نعمان بن ثابتؒ اچھی طرح جانتے ہیں' میرا گمان ہے کہ ان کیلئے ان کے علم میں برکت ڈالی گئی ہے''۔ "انما یحسن ھٰذا النعمان بن ثابت الخزاز واظنه بورك له فی علمه۔"(۲)

قارئین کرام! محدث اعظم امام اعمشؒ نہ صرف لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ سے فتویٰ لینے کا مشورہ دیتے تھے' بلکہ خود بھی مسائل واحکام میں امام صاحبؒ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام علی بن مسہرؒ فرماتے ہیں: کہ ''مجھ سے امام اعمشؒ فرمانے لگے: کہ ''مسہر! کوفہ واپس جاؤ اور ابوحنیفہؒ سے عرض کرو کہ میرے لئے احکام حج لکھدیں۔ میں کوفہ واپس آیا اور ان کا پیغام پہنچایا۔ امام ہمامؒ نے املاء کرایا۔ میں نے لکھ کر امام اعمشؒ کی خدمت میں پیش کیا''۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ '' امام اعمشؒ لوگوں سے کہتے تھے: ''امام ابوحنیفہؒ سے حج کے مسائل لکھو' میرے علم میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فرائض اور نوافل کا جاننے والا کوئی نہیں۔''(۳)

ماخذ ومصادر: (۱) عقود الجمان: ۱۵۰ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۶/۴۰۳ (۳) الخیرات الحسان: ۳۱

امام جریرؒ کہتے ہیں: کہ مجھے مغیرہؒ نے کہا: کہ "ابوحنیفہؒ کے پاس بیٹھا کرو اوران سے فقہ حاصل کرو۔ پس بے شک اگر ابراہیم نخعیؒ بھی زندہ ہوتے، وہ بھی ان کے پاس بیٹھا کرتے۔" چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: "جالس اباحنیفة تفقه فان ابراهيم النخعی لو كان حيا لجالسه۔"(۱)

(ج) کبار ائمہؒ کا امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرنا:

امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات میں سے تیسری خصوصیت یہ تھی کہ آپؒ سے خود آپؒ کے اکابر شیوخؒ نے حدیث روایت کی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابومحمد حارثیؒ فرماتے ہیں: کہ "اگر امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر صرف کبار ائمہؒ کی روایت سے استدلال کیا جائے، تو یہی بات کافی ہے، جیسا کہ بہت بڑے محدث عمرو بن دینارؒ نے آپؒ سے روایت لی ہے۔(۲) حالانکہ آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے شیخ بھی تھے۔(۳) اسی طرح امام صاحبؒ کے شیخ امام اعمشؒ جو کہ عمر میں بھی امام ابوحنیفہؒ سے بڑے تھے، نے امام صاحبؒ سے روایت کی تھی، جیسا کہ علامہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی حنبلیؒ (۷۴۴ھ) نے لکھا ہے: "وروىٰ عنه خلائق كثيرون من ائمة الفقهاء وحفاظ الاثر فمِنْ مَّنْ روىٰ عنه :الامام الحافظ علامة الاسلام ابومحمد سليمان بن مهران الاسدی الكوفی الاعمش وهواكبر منه۔"(۴)

(د) ائمہؒ وقت کے شیخ بننے کی سعادت سے سرفراز ہونا:

امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ذہین، فطین، لائق اور فائق تلامذہ عطا فرمائے

ماخذ ومصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء: ۶/۴۰۳ (۲) تذکرۃ النعمان (۳) ایضاً، سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۱ (۴) مناقب الائمۃ الاربعۃ: ۵۹

تھے‘ جو کہ بعد میں آنے والے ائمہؒ میں سے کسی ایک امامؒ کو ایسے شاگرد میسر نہ ہو سکے۔ آپؒ کے حلقۂ درس میں ایک ہی وقت میں مجتہدین وحفاظ حدیث‘ حاملین معرفت حدیث‘ عربیت ولُغت اور تصوف کے بڑے بڑے ائمہ کرامؒ جیسے امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ فضیلؒ اور داود طائیؒ نے زانوئے تلمذ تہہ کئے تھے۔(۱) اسی طرح امام ابوعُمارہ حمزہ بن حبیب بن عُمارہ الزیات الکوفیؒ جو کہ قراء سبعہ میں سے تھے‘ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے احادیث روایات کی ہیں۔(۲)

(ھ) علوم صحابہ کرامؓ کا منبع وسر چشمہ:

محدث عمرو بن دینارؒ کہتے ہیں: کہ ”ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے‘ تو موسیٰ بن عیسیٰؒ کہنے لگے: ”اے امیرالمؤمنین! یہ آج دنیا میں سب سے بڑے عالم شمار ہوتے ہیں۔“ تو خلیفہ نے امام صاحبؒ سے پوچھا: کہ ”آپ نے کن لوگوں سے علم حاصل کیا؟“ اس پر امام ابوحنیفہؒ فرمانے لگے: کہ ”میں نے حضرت عمرؓ‘ حضرت علیؓ‘ حضرت عبداللہ بن مسعود(۳) اور حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) کے تلامذہ سے علم حاصل کیا ہے“ اور فرمانے لگے: کہ ”ابن عباسؓ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔“ یہ سن کر منصور نے کہا: ”بس! تم نے اپنی مضبوطی جیسے چاہی کر لی۔“(۴)

ماٰخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۲ (۲) مناقب الائمۃ الاربعۃ: ۶۱ (۳) الخیرات الحسان مترجم: ۱۵۴ (۴) مناقب ابی حنیفہؒ لابن البزازی: ۲/ ۱۸۸ بحوالہ الائمۃ الاربعۃ: ۱۶۰

(و) سب سے پہلے تدوین کتب کا سہرا حاصل کرنے کی سعادت:

جب امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ سے وراثت میں چھوڑا ہوا' منتشر بے ترتیب علم دیکھا' تو علم کے ضائع ہونے سے ڈرنے لگے۔اس لئے اس علم کو ضیاع سے بچانے کی خاطر کتب اور ابواب پر منقسم کر کے مرتب فرمایا۔

طہارت سے شروع کر کے آدمی کی آخری حالت میراث پر کتاب ختم کی۔ ان کی یہ ترتیب الحمدللہ آج تک چلی آرہی ہے۔امام مالکؒ نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب مؤطا میں انہی کی اتباع فرمائی ہے۔آپؒ سے پہلے علماء امت زبانی حفظ پر بھروسہ کرتے یا بغیر ترتیب کے کتب لکھا کرتے تھے۔اسی طرح آپؒ پہلے ہی شخص ہیں' جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کی (۱) چنانچہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:"**انـه من دون علم الشريعة ورتبهـا ابـوابا ثم تبعه مالك بن انسؒ فـی تـرتيب المؤطاولم يسبق ابا حنيفة احـد لان الصحـابة رضی اللّٰه عـنهـم والتـابعين لم يضعوا فی علوم الشريعة ابـوابا مبوبة ولاكتبا مـرتبة وانـمـا كـانـوايـعتمدون علیٰ قوة حفظهم فلما رأيابوحنيفة الـعـلـم مـنتشرا وخاف عليه الضياع دونه فجعله ابوابا**۔" (۲) اور علامہ ابن حجر شافعیؒ نے بھی اسی کے ہم معنی بات لکھی ہے۔(۳)

(ز) سواد اعظم کے امام اعظمؒ بننے کا شرف:

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو دوسری امتوں کے

ماخذ ومصادر:(۱) حوالہ بالا' الخیرات الحسان:۱۵۴ (۲) تبییض الصحیفۃ:۳۶ (۳) الخیرات الحسان:۲۸

مقابلہ میں جو شان عطا فرمائی ہے' کہ قیامت کے دن یہ امت دو تہائی تعداد میں' جبکہ دوسرے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی امت ایک تہائی تعداد میں جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اسی طرح کی شان دوسرے ائمہ کرامؒ کے متبعین کے مقابلہ میں متبعینِ امام ابوحنیفہؒ کو مرحمت فرمائی ہے' چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نقش قدم اور ہدایات کے مطابق سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے والی جماعت کو دو تہائی تعداد عطا فرمائی' جبکہ پوری دنیا میں بقیہ جملہ ائمہ کرامؒ کے متبعین ومقلدین کی مجموعی تعداد صرف ایک تہائی تک پہنچی ہے۔

یہ شان امام ابوحنیفہؒ کو سو فیصد اتباع نبویؐ کی برکت سے ملی ہے۔ گویا کہ آپؒ کو سَوادِ اعظم کے امام اعظم بننے کا شرف حاصل ہو گیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے سَوادِ اعظم کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بڑی جماعت کی پیروی کرو' جو جماعت سے الگ ہوا' وہ دوزخ کی آگ میں الگ ہوا۔'' **"قال رسول اللہ ﷺ : "اتبعو ا السَّواد الاعظم فانه من شَذَّ شُذَّ فی النار۔"** (۱) اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی' پس جب تم اختلاف دیکھو' تو سَوادِ اعظم کی اتباع کرو۔'' **"ان من امتی لاتجتمع علی ضلالةٍ فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسَّواد الاعظم۔"** (۲) اور الحمد للہ سوادِ اعظم کی سعادت مقلدین کی جماعت کو عموماً اور احنافؒ کو خصوصاً نصیب ہوئی ہے۔

امام صاحبؒ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس طرح

ماٰخذ ومصادر: (۱) ابن ماجہ' مشکوٰۃ: ۳۰ (۲) ابن ماجہ: ۲۹۱

ان کا مذہب پھیلا ہے، کسی دوسرے کا مذہب اس قدر نہیں پھیلا۔ امام صاحبؒ کے مذہب کی ان ملکوں میں اشاعت ہوئی جہاں اور کوئی مذہب ہے ہی نہیں۔ جیسے ہندوستان، سندھ، روم، ماوراءالنہر اور عجم کے اکثر ممالک (۱) البتہ ملکہ وکٹوریہ کی عنایات کے بعد بعض دوسرے لا مذہب لوگ پاک و ہند میں بھی پیدا ہوئے ہیں۔ جن کو ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے "اہل حدیث" کا مبارک (وہ) نام الاٹ ہوا۔ (۲) جو صدیوں پہلے صرف محدثین کرامؒ کیلئے استعمال ہوتا تھا۔

(ح) علمی بصیرت و فراست:

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ میں نے فقہ میں امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا" اور کہتے ہیں: کہ "جس مسئلہ پر امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ دونوں جمع ہو جائیں، تو کون ان دونوں کے آگے فتویٰ پر قائم ہوسکتا ہے؟" چنانچہ علامہ المزیؒ ان کے اس قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**واما افقه الناس فابوحنيفةؒ ثم قال مارأيت في الفقه مثله......اذا اجتمع سفيانؒ وابوحنيفةؒ فمن يقوم لهما على فتيا۔**" (۳) امام ابن المبارکؒ یہ بھی فرماتے ہیں: کہ "اگر کسی کو رائے زنی سے بات کرنا مناسب ہو، تو ابوحنیفہؒ ہی کیلئے مناسب ہے، کہ وہ کسی بات میں اپنی رائے زنی فرمائیں۔" چنانچہ علامہ المزیؒ لکھتے ہیں: "**يقول ان كان ينبغي له ان يقول برأيه فابوحنيفةؒ ينبغي له ان يقول برأيه۔**" (٤)

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ النعمان: ۴۵ ماخذ و مصادر: (۲) فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ بحوالہ اشاعۃ السنۃ: ۱۱ شمارہ ۲/ ۴۶ (۳) تہذیب الکمال رقم ۶۴۳۹: ۲۹/ ۴۳۰ (۴) ایضاً: ۲۹/ ۴۳۱

امام محمد بن بشرؒ کہتے ہیں: کہ ''میں امام سفیان اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس جایا کرتا تھا۔ پس جب میں سفیانؒ کے پاس سے ہو کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس آجاتا تھا' تو آپؒ فرماتے: ''کہاں سے آئے ہو؟'' تو میں کہتا: کہ ''امام سفیانؒ سے''۔ جس پر امام ابوحنیفہؒ کہا کرتے تھے: کہ ''تم ایک ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آئے ہو' کہ اگر علقمہؒ اور اسودؒ زندہ ہوتے' تو وہ بھی اس جیسی ہستی کے ضرورت مند ہوتے۔'' اور جب میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سے امام سفیان ثوریؒ کے پاس جاتا' تو وہ کہتے: کہ ''تم پوری زمین میں سب سے زیادہ فقیہ کے پاس سے آئے ہو۔'' **"فیقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض۔"** (۱)

امام شداد بن حکمؒ کہتے ہیں: کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔'' **"ما رأیت اعلم من ابی حنیفةؒ۔"** (۲) چونکہ ان دنوں حدیث کے جاننے والے کو عالم کہا جاتا تھا۔ لہٰذا امام شدادؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم کہہ کر ان کو سب سے بڑا محدث تسلیم کر لیا۔

امام علی بن عاصمؒ سے روایت ہے: کہ ''اگر امام ابوحنیفہؒ کی عقل آدھی دنیا کی عقل سے وزن کیا جائے' تو امام صاحبؒ کی عقل بھاری پڑتی ہے۔''

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں: کہ ''میں نے ایک ہزار علماء کی زیارت کی ہے۔ ان میں سے عقل مند صرف تین یا چار کو پایا جن میں سے ایک امام صاحبؒ ہیں۔''

امام (محمد بن ادریس) شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ ''دنیا کی عورتوں نے (علاوہ انبیاء علیھم السلام کے) امام ابوحنیفہؒ سے بڑا عقل مند کسی کو نہیں جنا'' اور فرماتے ہیں:

مأخذ ومصادر: (۱) حوالہ بالا (۲) حوالہ بالا: ۴۳۱

کہ ''لوگ فقہ میں آپؒ ہی کے عیال ہیں۔'' (۱)

بکر بن خنیشؒ فرماتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ اور ان کے زمانے کے سبھی لوگوں کی عقلیں جمع کی جائیں تو امام صاحبؒ کی عقل سب کی عقلوں سے بڑھ جاتی ہے۔'' (۲)

امام یزید بن ہارونؒ اور نخعیؒ فرماتے ہیں: کہ ''ہم نے (اہل علم) لوگوں کو پایا لیکن ان میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عقل مند' زیادہ صاحب فضیلت اور صاحب ورع کسی کو نہیں دیکھا۔'' (۳) ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی عقل مندی اور علمی بصیرت کی بہترین انداز میں توصیف کی ہے جس کا یہ چھوٹا رسالہ متحمل نہیں ہے۔ مزید تفصیل کیلئے تہذیب الکمال اور اسماء الرجال کی بعض دوسری کتب کا مطالعہ کریں۔

(ط) اللہ تعالیٰ پر توکل:

قاضی ابو القاسمؒ بن کاسیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے حمادؒ سے روایت کی ہے: کہ ''ایک دفعہ ابا جان مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک چھت سے ایک بڑا سانپ ان کی گود میں آگرا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ تو انہوں نے جگہ چھوڑی' نہ کانپے و تھرتھرائے اور نہ ہی ان کے چہرۂ مبارک پر کوئی اثر ظاہر ہوا' بلکہ اس وقت ﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ (٤) پڑھنے لگے۔ یعنی (اے محمد ﷺ!) فرما دیجئے: ہرگز ہم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی' ہاں وہ تکلیف ضرور پہنچے گی' جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدے کیلئے مقدر کر دیا اور لکھ دیا ہے یہ پڑھ کر سانپ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پھینک دیا۔

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۴۳۳' الخیرات الحسان: ۴۶ (۲) الخیرات الحسان: ۴۷ (۳) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۹ (۴) سورۃ توبہ☆۵۱

(ی) اخلاق کریمانہ:

امام یزید بن کمیتؒ سے روایت ہے: کہ ''میں امام صاحبؒ کی مجلس میں موجود تھا' ایک شخص ان کو برا بھلا کہہ رہا تھا یہاں تک کہ اس کو زندیق تک کہدیا۔ اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا: ''اللہ تجھے معاف فرمائے کہ (اللہ تعالیٰ) میرے متعلق اس کے برعکس جانتا ہے۔ جو تو کہہ رہا ہے۔'' اور امام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں: کہ ''میں نے امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ بردبار کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کو فضیلت' دین' ورع اور حفظ لسان عطا ہوا تھا۔''(۱)

عبداللہ بن رجاء غزانیؒ سے روایت ہے: کہ ''امام صاحبؒ کا پڑوس موچی تھا' سارا دن جوتے گانٹھتا اور شام کو شراب پی کر آتا اور گاتا رہتا تھا۔ امام صاحبؒ کو اس کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جب وہ نشہ میں مست ہو جاتا' تو یہ شعر گنگناتا رہتا:

؎ اضاعونی وای فتیٰ اضاعوا   لیومِ کریھة وسدارثغر

یعنی انہوں نے مجھے ضائع کر دیا کن (حسین) جوانوں نے ضائع کر دیا ایسے ناپسندیدہ دن میں (ضائع یعنی برباد کر دیا) جس میں منہ بند ہو جائیں گے (اور یہ یقینی بات ہے کہ ان جیسے اشعاروں سے امام صاحبؒ کی عبادت میں خلل بھی آتا تھا) لیکن ایک رات جب امام صاحبؒ نے ان کی آواز نہ سنی' تو تحقیق کی۔ معلوم ہوا کہ اس کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فوراً امیر کوفہ کے پاس خود خچر پر سوار ہو کر گئے اور پڑوسی کے چھوڑنے کی درخواست کی۔ امیر کوفہ نے امام صاحبؒ کی تعظیم کی اور حکم دیا: کہ ''اس رات سے اب تک جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں' سب چھوڑ دئے جائیں۔''

ماخذ و مصدر: (۱) الخیرات الحسان: ۶۰

جب امام صاحبؒ واپس آرہے تھے' تو موچی آپؒ کے پیچھے تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ "اے جوان! کیا میں نے تجھے ضائع کر دیا؟" (مطلب اس شعر کی طرف اشارہ تھا جو رات کے وقت شراب کی مستی میں گاتا تھا) اس نے کہا: "نہیں! بلکہ آپ نے میری حفاظت اور نگاہ بانی کی۔" اس پر اس موچی نے توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی اور امام صاحبؒ کی مجلس کو لازم پکڑ لیا یہاں تک کہ فقہاء کرامؒ کی صف میں اس کا شمار ہونے لگا۔" (۱)

الغرض امام صاحبؒ اخلاق حمیدہ کے گلہائے رنگارنگ کے گلدان' مجموعہ اور مخزن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ میں بہت سی اچھی صفات ودیعت فرمائی تھیں۔ چنانچہ معافی الموصلیؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابو حنیفہؒ میں ایسی دس خصلتیں تھیں کہ اگر کسی میں ان خصال میں سے ایک بھی پایا جائے' تو وہ انسان ملک کا بادشاہ بن جائے اور قبیلہ کا سردار بن جائے۔ وہ صفات یہ ہیں۔ (۱) تقویٰ (۲) سچائی (۳) عفت (۴) لوگوں کی خاطر مدارت اور غمخواری کرنا (۵) سچی محبت (۶) نفع کی بات کی طرف متوجہ ہونا (۷) لمبی خاموشی (۸) اصابت قول (۹) مصیبت زدہ کی مدد (خواہ وہ دوست ہو یا دشمن) اور (۱۰) وعدے کی پابندی۔" (۲)

(ک) کمال درجے کے امین:

قارئین کرام! امام ابو حنیفہؒ انتہائی کمال درجہ کے امین تھے چنانچہ حکم بن ہشام الثقفیؒ سے ایک شخص نے کہا: کہ "امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ امانت دار تھے۔ بادشاہ وقت نے ان کو دو باتوں میں اختیار دیا تھا' کہ ان کے

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ النعمان' الخیرات الحسان: ۶۰ (۲) ایضاً: ۶۲

ملک کیخزانوں کوسنبھال لیں یا اپنی پیٹھ بادشاہ کی مار کیلئے تیار کریں' تو انہوں نے اس بار امانت کے اُٹھانے کی بجائے ان کی سزا کو اللہ تعالیٰ کی عذاب کے مقابلہ میں پسند فرمایا۔ تو آپؒ نے کہا: کہ "تم نے ان کی ایسی بہترین توصیف کی' کہ میں نے کسی کو ان کی ایسی صفت بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔" تو وہ شخص کہنے لگا: "اللہ کی قسم! وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے کہا۔" **"کان ابو حنیفۃَ اعظمَ الناسِ امانۃً وارادَہ السلطانُ اَن یتولیٰ مفاتیحَ خزائنہ او یضربَ ظھرُہ فاختار عذابَہ علیٰ عذابِ اللّٰہ تعالیٰ فقال مارأیتُ احدًا یصفُہ بمثلِ ما وصفتَہ بہ قال ھو اللّٰہُ کما قلتُ۔"** (۱)

آپؒ اتنے امین تھے کہ بوقت رحلت آپ کے ہاں پانچ کروڑ امانتیں موجود ہوتی تھیں' آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے بیٹے نے لوگوں کی وہ تمام امانتیں اہل امانت کو سپرد کیں' چنانچہ محمد بن فضل بن عطیہؒ فرماتے ہیں: **"مات ابو حنیفۃ وفی بیتہ للناس ودائعُ خمسین الف الفٍ فردھا ابنُہ جمیعَ ذالك بعدَ موتِہعلیٰ اَربابِہ"**۔ (۲) اور اسی طرح کا قول محمد بن عبدالرحمٰن المسعودیؒ نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے اس کے ساتھ یہ تصریح بھی فرمائی ہے: کہ "ان میں سے کوئی چیز حتی کہ ایک درہم بھی ضائع نہیں کی۔" (۳) اسی وجہ سے امام ابونعیم فضل بن دُکینؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ بہترین دیانت اور عظیم امانت والے تھے۔" **"کان ابو حنیفۃ حسنَ الدیانۃ وعظیمَ الامانۃِ"** (۴) اور امام وکیعؒ کا فرمان ہے: کہ "امام ابوحنیفہؒ بڑے

ماٗخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۴۶' عقود الجمان: ۱۹۸ (۲) مناقب موفق: ۲۲۰ (۳) تاریخ بغداد: ۳۵۹/۱۳
(۴) عقود الجمان: ۱۹۵

امانت دار تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔" **"کان واللہ ابو حنیفة عظیم الامانة۔" (۱) "وکان یؤثر رضی اللہ تعالیٰ علی کل شئ۔" (۲)**
اور حافظ محمد ابن ابراھیم الوزیریؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں: کہ "امام صاحبؒ کی فضیلت' عدالت' تقویٰ اور امانت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔" **"انه ثبت بالتواتر فضلُه و عدالتُه وتقواه وامانتُه۔" (۳)**

استاد محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں: "اندازہ کیجئے کہ جو بزرگ ہستی لوگوں کی امانتوں میں امین اور محتاط ہو وہ خدا تعالیٰ کے آخری دین اور اسلام جیسی امانت عظمیٰ کے ساتھ کس طرح خیانت روا رکھ سکتی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے لوگوں کی امانتوں کو محفوظ رکھا۔ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر انہوں نے خدائی امانت اور جناب نبی کریم ﷺ کی دین اور بتائی ہوئی شریعت کی امانت کو پوری طاقت اور وسعت کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اور دین اسلام کے اس صحیح عشق میں انہوں نے انتہائی مصائب کا سامنا کیا ہے۔ کیونکہ

؎ نیاز عشق میں ذوقِ خودی ہوتا ہے جب پیدا
تو ہر فرقِ جبین و آستان باقی نہیں رہتا!" (۴)

(ل) دیانت:

امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کمالات اور اوصاف حمیدہ علی وجہ الاتم عطا ہوئی تھیں' ان اوصاف جمیلہ میں ایک صفت دیانت کی بھی تھی۔ جس سے

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۸' تہذیب الاسماء: ۲/ ۵۰۶ (۲) تہذیب الاسماء: ۲/ ۵۰۶ (۳) مقام ابی حنیفہؒ: ۹۰ بحوالہ الروض الباسم: ۱۵۸ (۴) ایضاً

بہت سے دعویدار محروم ہوتے ہیں۔ کتب تاریخ اور مناقب میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ بغرض تنویرِ دعویٰ ایک دو مثالیں پڑھنے کی سعادت حاصل کریں۔

دیانت کی انتہاء:

امام مسہر بن عبدالملکؒ فرماتے ہیں: کہ "ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحبؒ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا۔ آپؒ نے پوچھا: "اس کی کتنی قیمت ہے؟" وہ بولا: "ایک ہزار۔" امام صاحبؒ نے فرمایا: "اس کی قیمت اس سے بدرجہا زیادہ ہے" حتی کہ امام صاحبؒ نے اس کی قیمت بڑھاتے بڑھاتے آٹھ ہزار کر کے اس کا معاملہ طے کیا۔" (۱)

امام اعظمؒ کا مدینہ کے ایک عام شہری سے تجارتی معاملہ:

ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ کے ایک تلمیذ نے آپؒ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کے ایک رہائشی کے ہاتھ چار سو درہم کا گرم کپڑا دھوکہ سے ایک ہزار درہم میں بیچ دیا۔ امامؒ کو جب اس معاملہ کا علم ہوا' تو شاگرد کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو دکان کے سلسلہ سے الگ کر دیا اور اس خریدار کا حُلیہ پوچھ کر اُس کے پیچھے ہو گئے۔ جب اس شخص سے آپؒ کی ملاقات ہوئی' تو کافی اصرار و تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کرا دئے اور کپڑا اُس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ کر آئے۔ چنانچہ امام موفقؒ لکھتے ہیں: "فرد علیه الستّ مائة وترك علیه الثوبَ ورجع الی الکوفةِ"۔ (۲)

قارئین کرام ! غور کر کے جواب دیں: " کیا اس سے زیادہ دیانت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور دیانتداری کی اور کوئی مثال ہوسکتی ہے؟ اور صرف یہ ایک

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب موفقؒ: ۱/ ۲۱۹ (۲) ایضاً: ۱۹۸

واقعہ نہیں، جس میں انہوں نے دیانت سے کام لیا ہے' بلکہ ایسے بہت سے واقعات ہیں' لیکن کتاب کے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف انہی دو واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب اگر ایک شخص مدینہ کے عام باشندہ کے ساتھ اتنی دیانت برتتا ہے' تو وہ آقائے مدینہ ﷺ کے ساتھ دیانت کو چھوڑ کر غداری اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں بددیانتی کیسے روا رکھ سکے گا؟

(م) کثرت عبادت اور خشیت الٰہی:

امام العابدین امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت' تو مسلم ہے۔ ان کی تابعیت تسلیم کرنے میں اپنے اور پرائے برابر کے شریک ہیں۔ علاوہ ازیں جتنی خصوصیات ابھی آپ حضرات نے پڑھیں۔ ان میں سے اکثر خصوصیات شوافعؒ کی کتب سے لی گئی ہیں' لیکن آپ کے کمالات انہی چند مخصوص کمالات پر بس نہیں' بلکہ آپ کی کثرتِ عبادت' قرأت قرآن' ادائیگی حج وعمرہ' زہد وتقویٰ' امراء کے تحائف سے اجتناب' اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے آپ اور اہل علم پر خرچ کرنے اور خشیت الٰہی میں اپنی مثال آپ تھے۔ کتب تواریخ و رجال اور مناقب میں تواتر سے اتنی کثرت کے ساتھ یہ واقعات منقول ہیں' جن کا انکار کرنا ''آفتاب نیمروز'' کا انکار ہے۔

۵۵ حج بیت اللہ کی سعادت اور ۴۵ سال شب بیداری:

قارئین کرام! امام ابو حنیفہؒ نے اپنی زندگی میں پچپن حج ادا کئے۔(۱) صرف ایک رمضان میں ایک سو بیس عمرے ادا کئے' گویا روزانہ چار عمرے ادا کرتے تھے۔(۲)

ماخذ ومصادر: (۱) الکلام المفید: ۲۵۵ بحوالہ مفتاح السعادۃ: ۲/ ۷۸ ذیل الجواہر: ۲/ ۴۹۵ (۲) ایضا بحوالہ ذیل الجواہر: ۲/ ۴۹۵

ساری رات جاگتے' یہاں تک کہ نماز فجر عشاء کے وضوء سے چالیس سال تک پڑھی۔(۱) بلکہ بقول امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ ۴۵ سال تک ایک وضوسے پانچ نمازیں پڑھیں۔ "صلی خمسًا واربعینَ سنۃً خمسَ صلواتٍ علٰی وضوءٍ واحدٍ۔"(۲) آپؒ رات کو اتنے روتے' کہ آپ کے ہمسایوں کو آپ پر ترس آتا تھا۔(۳) چنانچہ قاسم بن معنؒ امام صاحبؒ کی ایک رات کی کارگزاری بیان فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے ایک پوری رات اس آیت ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ﴾ کے ساتھ قیام فرمایا' اس کو بار بار پڑھتے اور ساتھ ساتھ روتے اور گڑگڑاتے رہے۔"(۴)

یزید بن کمیتؒ (جو پسندیدہ لوگوں میں سے تھے۔) فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے' چنانچہ ایک رات عشاء کی نماز میں علی بن حسینؒ مؤذن کے پیچھے امام صاحبؒ نے نماز پڑھی' انہوں نے اس میں ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ﴾ پڑھی' لوگوں کے جانے کے بعد امام صاحبؒ کو دیکھا: کہ "بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں اور لمبی لمبی سانس لے رہے ہیں" تو میں نے (دل میں) کہا: "میں ٹھہرتا ہوں' ایسا نہ ہو' کہ آپؒ کا دل میری طرف متوجہ ہو جائے' پس جب میں نکلا' تو میں نے قندیل جلتا ہوا چھوڑا' جس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ پھر جب میں صبح صادق کے بعد آیا' تو دیکھا: کہ اپنی داڑھی پکڑ کر کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے ہیں:

ـہ یا من یجزیٰ بمثقالِ ذرۃِ خیرٍ خیراً

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال:۹/۲۲۲ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۵ (۳) تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال:۹/۲۲۲ (۴) تاریخ بغداد:۱۳/ ۳۵۷' سرتاج محدثین:۱۷۱

ویا من یجزی بمثقال ذرۃِ شرٌ شراً

اَجِرِ النعمانَ عبدَك من النار وما یقرب منها من السوء وادخله فی سعة رحمتك ۔" "یعنی اے وہ ذات جو ذرہ برابر نیکی کا بدلہ نیکی سے دے گی اور اے وہ ذات جو ذرہ برابر برائی کا بدلہ برائی سے دے گی۔ اپنے بندے نعمان کو آگ اور اس برائی سے جو آگ کے قریب کرے بچا اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل فرما دے۔" آپؒ فرماتے ہیں: کہ "میں نے اذان دی' تو قندیل ٹمٹماتا ہوا جل رہا تھا اور آپؒ اس حال میں کھڑے تھے۔ پس جب میں داخل ہوا' تو کہنے لگے: "قندیل چاہتے ہو؟" میں نے کہا: "فجر کی اذان دے چکا ہوں۔" فرمانے لگے: "اچھا! جو کچھ دیکھا ہے' کسی پر ظاہر مت کرنا۔" اس کے بعد فجر کی دو سنتیں پڑھ کر بیٹھ گئے' پھر اقامت کہی گئی اور انہوں نے ہمارے ساتھ اول لیل کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کی۔" (۱) ابو عاصم النبیلؒ کہتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ کو کثرت نماز کی وجہ سے وتد (کیل) کہا جاتا تھا۔" (۲)

امام زائدہؒ کہتے ہیں: کہ "میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان کی مسجد میں نمازِ عشاء پڑھی' باقی نمازی نکل گئے۔ ان کو معلوم نہیں ہوسکا' کہ میں مسجد میں ہوں۔ حالانکہ میرا ان سے ایک مسئلہ پوچھنے کا ایسی جگہ ارادہ تھا' کہ کوئی مجھے نہ دیکھ لے۔" وہ کہتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے' تو انہوں نے نماز میں قرأت شروع کی۔ آپؒ پڑھنے لگے' یہاں تک کہ ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ تک پہنچے' تو میں مسجد میں رہا اور ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ پس آپؒ اس

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۷' عقود الجمان: ۱۸۴' تذکرۃ النعمان: ۱۹۵' سرتاج محدثین: ۱۷۵
(۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۴

آیت کو بار بار دہراتے رہے‘ یہاں تک کہ مؤذن نے صبح کی نماز کی اذان دی۔‘‘(۱)

ہم تو صرف عفوودرگزر مانگ سکتے ہیں:

ایک دفعہ ان کے غلام نے ریشم کا گٹھڑ کھولا‘ تو اس میں سبز‘ سرخ اور زرد رنگ کا ریشم تھا۔ غلام نے " نسألُ اللّٰه الجنةَ " کہا۔ امام صاحبؒ پر رقت طاری ہوئی‘ رونے لگے‘ آنسوؤں سے رخسار مبارک‘ بلکہ کندھے بھی تر ہو گئے اور دو کان بند کرنے کا حکم دیا اور جلدی سے سر چھپا کر وہاں سے نکل گئے۔ جب اگلا دن ہوا۔ یزید بن کمیتؒ کا بیان ہے: کہ ’’میں ان کے پاس بیٹھا تھا‘ فرمانے لگے: ’’بھائی! ہم اللہ تعالیٰ پر کتنے جری ہو گئے ہیں‘ ہم کہتے ہیں: " نسألُ اللّٰه الجنةَ " بھائی! جنت تو وہ مانگے‘ جس نے اس کی ذات کو خوش کر لیا ہو۔ ہم تو صرف عفوودرگزر مانگ سکتے ہیں۔‘‘(۲)

الغرض رات کی تاریکی اور خلوت میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرنے والے امام صاحبؒ کی عبادت شب‘ خصوصاً چالیس یا پچاس سال تک نماز فجر عشاء کے وضوء سے پڑھنے کا انکار تاریخ سے اعتماد ہٹنے کے مترادف ہے۔

روزوں اور تلاوت قرآن کا شوق:

ناظرین کرام! اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو رات کی عبادت کی خصوصی توفیق عطا فرمائی تھی‘ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو دن کے وقت تیس سال تک متواتر روزے رکھنے کی توفیق بھی عنایت فرمائی تھی۔ اسی طرح ایک ہی رکعت میں اکثر اوقات پورا قرآن مجید ختم فرما دیتے تھے۔ جائے وفات میں سات ہزار

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۳۵۷ (۲) عقود الجمان: ۱۸۶‘ تذکرۃ النعمان: ۱۹۵‘ سرتاج محدثین: ۱۷۵

مرتبہ قرآن مجید ختم فرمایا تھا۔

رات کو خوف الٰہی کی وجہ سے گریہ وزاری کا یہ عالم تھا کہ آپ کے رونے کی آواز دور دراز تک سنائی دیتی تھی اور آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے تھے۔(۱)

جائے وفات میں امام اعظمؒ کا سات ہزار مرتبہ ختم قرآن:

علامہ ابن کثیرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ انہوں نے جائے وفات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا ہے۔چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: "**وختم القرآن فی المواضع الذی توفی فیه سبعین الف مرةً۔**"(۲)اسی طرح علامہ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی (و۶۵۴ھ م۷۴۲ھ) نے بھی لکھا ہے۔(۳) لیکن علامہ خطیب بغدادیؒ اور شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علیؒ نے سات ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم فرمانے کا لکھا ہے۔(۴) اور یہی صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔لہٰذا ستر ہزار کا عدد کتابت کی غلطی ہے یا ان کا وہم ہے یا اس سے مراد تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔یاد رہے کہ بنو امیہ کے بااختیار حاکم ابن ہبیرہ اور پھر خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے دور میں قاضی القضاۃ اور وزیر خزانہ نہ بننے کی پاداش میں امام ابوحنیفہؒ کو قید کیا گیا اور مجموعی طور پر ایک سو پچاس کوڑے ان کے ننگے بدن پر برسائے گئے اور پورے چار سال قید وبند کی صعوبت اُٹھائی۔اس لئے اگرچہ آپؒ کا عام معمول روزانہ ایک دفعہ قرآن پاک ختم کرنے کا تھا، لیکن یہاں لوگوں سے

ماٰخذ ومصادر:(۱)تہذیب الکمال:۲۹/۴۳۴، تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال:۹/۲۲۲، تاریخ بغداد:۱۳/۳۵۴(۲)البدایة والنہایة:۱۰/۵۴(۳)تہذیب الکمال:۲۹/۴۳۴(۴)ایضاً، تاریخ بغداد :۱۳/۳۵۴، محمود الروایة لمن طالع شرح الوقایة

تنہائیمیں تلاوت کا بہت زیادہ موقع ملتا تھا' اس لئے ان چار سال کی مدت میں انہوں نے سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم فرمایا تھا اور اتنا زیادہ پڑھنا بعید از عقل نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں انشاء اللہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

اشکال ۱: ایک رات میں ختم قرآن کی ممانعت:

بعض حضرات کہتے ہیں: کہ امام ابو حنیفہؒ نے قرآن کریم کو ایک ہی رات میں ختم کر کے ثواب کی بجائے حدیث کی مخالفت کی ہے' کیونکہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن کریم پڑھا' تو وہ کچھ نہ سمجھا۔''(۱)

جواب:

نبی کریم ﷺ کی یہ نہی محض امت کی سہولت اور شفقت کیلئے تھا' تا کہ امت پر کسی قسم کی کوئی دشواری اور دقت نہ ہو چنانچہ امام کردریؒ فرماتے ہیں: کہ ''یہ اس شخص کے حق میں ہے' جس کیلئے تلاوت آسان نہیں کی گئی ہو۔ تم یہ نہیں دیکھتے؟ کہ نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ'' آپ ﷺ نے فرمایا: کہ'' داؤدؑ پر قرأت کو ہلکا کر دیا گیا تھا' یہاں تک کہ وہ گھوڑے کو زین کسنے کا حکم دیتے تھے۔ (ادھر) زین کسنے سے قبل (یعنی زین کسنے کے بقدر وقت میں مکمل) زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''(۲)

اکابر صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کا شوق تلاوت:

تاریخ اور اسماء الرجال کی کتب دیکھنے سے پتہ چلتا ہے' کہ اس طرح عبادت

ماخذ و مصادر: (۱) بخاری باب واتینا داود زبورا: (۲) ترمذی: ۲/ ۱۱۸' ابن ماجہ: ۹۷

کرنے والے صرف امام ابوحنیفہؒ نہیں بلکہ بہت سے اکابر اور سلف صالحینؒ اس طرح کی عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفانؓ (م ۳۵ھ شہیداً) نے مقام ابراہیم کے پاس ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ لیا تھا۔(۱) اور ایک مرتبہ وتر کی ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیا تھا۔(۲) تمیم داریؓ (م ۴۰ھ) (۳) عبد اللہ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ شہیداً) (۴) اور حضرات تابعینؒ میں سعید بن جبیرؒ (م ۹۴ھ شہیداً) نے کعبہ میں ایک ہی رات میں پوار قرآن پاک ختم فرمایا اور عام طور پر ہر دو راتوں میں قرآن پاک کا ختم فرمایا کرتے تھے۔(۵) اسی طرح بعض ائمہ کرام جیسے امام وکیعؒ اور امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطانؒ (۶) بھی ایک رکعت یا ایک رات میں پورا قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ امام مجاہدؒ (م ۱۰۳ھ) کا معمول تھا، کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے۔(۷) امام ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۳ھ) نے مکان کے ایک گوشہ میں اٹھارہ ہزار (۸) اور کل چوبیس ہزار بلکہ ایک روایت کے مطابق تیس سال سے روزانہ کا یہ معمول بن چکا تھا، کہ وہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے،(۹) جبکہ حافظ ابن کثیرؒ نے ان کے ساٹھ سال کا یہ معمول ذکر کیا ہے۔(۱۰) امام یحیٰ بن سعید القطانؒ (م ۱۸۹ھ) کا بیس سال تک روزانہ ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنے کا معمول تھا۔(۱۱) اور بسا اوقات ظہر اور عصر کے درمیان (۱۲) نیز مغرب و عشاء کے درمیان بھی

ماٰخذ و مصادر: (۱) شوق حدیث: ۸۱ بحوالہ کنز العمال: ۶/۳۷۲، طبقات ابن سعد: ۱/۵۲ (۲) شوق حدیث: ۸۱ بحوالہ قیام اللیل: ۶۱ (۳) طحاوی: ۱/ ۲۰۵، تہذیب التہذیب: ۱/ ۵۱۱ (۴) طحاوی: ۱/ ۲۰۵، قیام اللیل: ۶۲ (۵) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۷۶ (۶) تاریخ بغداد: ۱۳/۴۷۰، ۱۴: ۱۴۱/۱۴۱ (۷) شوق حدیث ۱۸۲ بحوالہ الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار: ۹۵، امام نوویؒ (۸) تذکرہ: ۱/ ۲۶۶ (۹) شرح مسلم: ۱/ ۱۰ (۱۰) البدایۃ والنہایۃ: ۱۰/ ۲۲۴ (۱۱) تہذیب الاسماء واللغات: ۲/۵۰ ۴، تاریخ بغداد: ۱۴/ ۱۴۱، تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۲۹۹، الجواہر المضیئۃ: ۲/۲۱۲ (۱۲) قیام اللیل: ۶۴

ایک ایک بار ختم قرآن کریم کیا کرتے تھے۔(۱) منصور بن زاذانؒ کبھی چاشت کی نماز میں پورا قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان المبارک میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان ایک رکعت میں پورا قرآن اور دوسری رکعت میں سورۃ النحل تک تلاوت کی۔(۲) بعض حضرات نے مغرب اور عشاء کے درمیان دو مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے کا لکھا ہے۔(۳) امام شافعیؒ رمضان کے مہینہ میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔(۴)

قارئین کرام! اگر آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قرآن پاک کی تلاوت میں اکابرین امت کے انہماک کا مطالعہ کریں، تو بہت سے اکابر کو چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنے اور روزانہ ایک بلکہ دو دو قرآن پاک ختم کرنے کو پائیں گے لیکن ہماری بات ختم قرآن میں ہے اس لئے مزید چند شواہد ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی بابت علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں: کہ "امام بخاریؒ (رمضان میں) ہر روز ایک ختم دن میں اور ایک ختم افطار کے وقت ہر شب میں کیا کرتے تھے اور ہر ختم پر فرماتے "**دعوۃ مستجابۃ۔**" (۵) اور نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں: کہ "امام بخاریؒ رمضان میں ہر روز ایک ختم کیا کرتے تھے اور صلاۃ تراویح کے بعد ہر تین دن میں ایک ختم کے ساتھ قیام کرتے تھے۔" "**وکان یختم فی رمضان کل یوم ختمۃً ویقوم بعد صلاۃ التراویح کل ثلاث لیال بختمہ۔**" (۶) دور قریب میں شاہ محمد اسمٰعیلؒ (م ۱۲۴۶ھ شہیداً) گزرے ہیں، ان کا معمول تھا کہ آپؒ عصر کے نماز کے بعد مغرب سے قبل ترتیل کے ساتھ قرآن کریم کا ختم کیا کرتے تھے۔(۷)

ماٰخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۴/۱۴۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۴۱ (۳) قیام اللیل: ۶۴ (۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۶۲
(۵) الکلام المفید: ۲۵۹ بحوالہ طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ۲/۹ (۶) الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ: ۴۴۰ (۷) فیض الباری: ۴/۱۹۸

امام نوویؒ وغیرہ فرماتے ہیں: کہ "بعض اکابر روزانہ تین مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور ہمیں جو زیادہ سے زیادہ مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے کے واقعات معلوم ہیں، وہ روزانہ آٹھ مرتبہ ختم کرنے کے ہیں۔" (۱) اور امام نوویؒ فرماتے ہیں: کہ "ان اکابرؒ سے اس کثرت کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کے واقعات کا انکار کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ ان اکابرؒ کا نام لینا بھی باعث رحمت ہے اور جو شخص ان کے متعلق سوءِ ظن کی نسبت کرے، وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔" (۲)

بہرحال اس مضمون کی حکایات تواتر کو پہنچ چکی ہیں، جن کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن جو شخص خود خیر سے محروم رہتا ہے، وہ اپنا حصہ اور نصیب کرامات اور برکات کی تکذیب ہی ٹھہرا لیتا ہے اور ایسے واقعات کو محال قرار دیتا ہے اور حضرات صوفیائے کرامؒ کے نزدیک یہ مسئلہ طی الزمان سے موسوم ہے (یعنی تھوڑے سے وقت میں کرامت کے طور پر زیادہ کام کا ہو جانا۔) باقی رہا طی المکان (یعنی تھوڑے وقت میں دور دراز کی مسافت کا طے ہو جانا اس سائنسی دور میں ایک واضح حقیقت پر دلائل پیش کرنا بے کار کام ہے) تو وہ بلا نکیر مسلّم ہے۔

معلوم ہوا، کہ یہ نہی صرف امت پر شفقت کی غرض سے تھی، جس کی تائید خود عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے، جس میں آپؓ فرماتے ہیں: کہ "نبی کریم ﷺ نے ایک دن میں قرآن کریم ختم کرنے کی اجازت دی ہے۔" (۴) یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ حافظ ابن حجرؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: کہ "قرآن کریم

ماٰخذ و مصادر: (۱) شوق حدیث ۸۳ بحوالہ نووی شرح مسلم: ۱/ ۳۶۶ وغیرہ (۲) شوق حدیث ۸۹ بحوالہ ایضاً: ۱۰ (۳) فیض الباری: ۴/ ۱۹۸ (۴) کنز العمال: ۱/ ۲۲۶ بحوالہ شوق حدیث ۸۹:

کا پڑھنا ہر ایک ذوق شوق اور قوت نشاط پر مبنی ہے اگر کوئی شخص اپنے اندر طاقت محسوس کرے، تو اس کے مطابق جتنا بھی مناسب سمجھے، قرآن پڑھ سکتا ہے۔(۱) اگر بالفرض یہ نہی تحریم کیلئے ہوتی، تو یہ اکابرؒ علماء امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کبھی اس نہی کی خلاف ورزی نہ کرتے، کیونکہ جس طرح یہ حضرات قرآن وحدیث کی تہہ تک پہنچے تھے، بعد کو آنے والے ہرگز کبھی اس مقام کو حاصل نہ کر سکے ہیں اور نہ حاصل کر سکیں گے۔

اشکال ۲: رات بھر عبادت کرنا اور ہمیشہ روزے رکھنا جائز نہیں:

بعض لوگ جو فقہ اور بصیرت سے کورے ہیں اور معانی و مغز تک رسائی حاصل کرنے کی بجائے صرف الفاظ اور ظاہر کے پرستار ہیں۔ وہ لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ رات بھر عبادت کرنا اور ہمیشہ روزے رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت عثمان ابن مظعونؓ اور عبداللہ بن عمروؓ کو منع فرمایا تھا جیسا کہ کتب حدیث میں مفصلاً مذکور ہے۔(۲)

جواب:

ان حضرات نے قبل از وقت بطور عہد کے یہ التزام کر لیا تھا، کہ ہم ضرور ایسا کریں گے اور ظاہر بات ہے کہ انسان کو سفر وحضر بیماری اور تندرستی وغیرہ کے کئی عوارض لاحق ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے شفقت، رحمت اور امت وقت کسی عبادت کا کوئی التزام نہیں کرتا ہے اور روزانہ یا شبانہ وہ اپنے اندر قوت طاقت

ماخذ ومصادر: (۱) شوق حدیث ۸۳ بحوالہ نووی شرح مسلم :۱/ ۳۳۶، فتح الباری :۹/ ۸۴، تفسیر اتقان (اردو):۱/ ۲۸۰ (۲) محصلہ بخاری:۲/ ۷۵۷، مسلم :۱/ ۴۴۹، مشکوٰۃ :۱/ ۲۷

اور نشاط محسوس کرتے ہوئے ذوق وشوق سے عبادت کرتا ہے تو اس کیلئے ممانعت نہیں ہے۔جس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ امت مرحومہ کے اکابر محدثین، فقہاء اور اولیائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کا کثرت تلاوت اور قیام اللیل اور صوم الدھر پر عمل رہا ہے اوران حضرات سے زیادہ دین کی باریکیوں کواور کون سمجھ سکتا ہے۔انہوں نے اس نہی اور زجر سے جو کچھ سمجھا ہے، وہ محض شفقت اور رحمت اور سہولت ہی سمجھی ہے۔ورنہ یہ ساری امت گناہ گار ہوگی "**ولا یخفیٰ بطلانہ**" یہ حضرات بغیر کسی اکراہ واجبار کے ازخود ہی عبادت کے شائق تھے اور فطرت صحیحہ حاصل ہونے کی وجہ سے کسی کی تلقین کے بھی محتاج نہ تھے۔

؂ نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو

قول وعمل میں احتیاط:

بہرحال امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عبادت، ورع وتقویٰ اور خشیت الٰہی سے انکار شپرہ چشم ہی کرسکتا ہے۔آپؒ اپنے کلام میں انتہائی احتیاط برتتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانے سے بہت زیادہ محتاط تھے۔چنانچہ امام وکیعؒ فرماتے ہیں: کہ "ابوحنیفہؒ نے اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ وہ اپنے کلام کے دوران اللہ تعالیٰ پر قسم نہیں کھائے گا، مگر یہ کہ وہ ایک درہم کا صدقہ دے گا۔پھر ایک دفعہ قسم کھایا، تو ایک درہم صدقہ کیا۔پھر اپنے اوپر لازم کیا کہ وہ اپنی باتوں میں اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں کھائے گا، مگر ایک دینار صدقہ دے گا۔پس آپؒ جب اپنے سچے کلام میں قسم کھاتے تھے، تو ایک دینار صدقہ فرماتے تھے اور جب آپؒ اپنے اہل وعیال پر کچھ خرچ کرتے تھے، تو اس جیسے

صدقہ کرتے اور جب کوئی نیا کپڑا پہنتے' تو اسی ثمن کے بقدر شیوخ اور علماء کیلئے کپڑا خریدتے اور جب ان کے سامنے کوئی طعام رکھ دیا جاتا تھا' تو اس کھانے سے اس کا دو چند خوراک اُٹھاتے اور فقیر کو دیتے تھے۔(۱) پس جس طرح آپؒ اپنے قول وعمل میں انتہائی محتاط تھے اس طرح عبادت الٰہی میں بھی یقیناً محتاط ہوں گے۔

(ن) مخبر صادق ﷺ کی پیش گوئی کے اولین مصداق:

سراج الامۃ امام المحدثین امام ابوحنیفہؒ (جو خصوصیات ومناقب مرقومہ کے جامع اور گلہائے رنگا رنگ کے پُرکشش گلدان تھے)' نہ صرف ایک عابد' زاہد' تالی قرآن' صاحب کثیر البکاء' کثرت صوم کے عادی اور کثیر تعداد میں حرمین شریفین کی زیارت کرنے والے تھے' بلکہ آپؒ اہل فارس کے لئے نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کے مصداق اولین بھی تھے' جس میں نبی کریم ﷺ نے علم دین اور ایمان کی بابت ارشاد فرمایا ہے: کہ "اگر علم' (وفی روایۃٍ) دین اور (وفی روایۃٍ) ایمان ثریا ستاروں میں بھی ہو (اور اہل عرب یا کوئی قوم اس علم کو نہ چھو سکے' تو) اہل فارس میں سے ایک شخص یا (فرمایا کہ) اہل فارس کے (بعض) لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔" چنانچہ حافظ ابن حجر مکیؒ (۲)' امام سیوطیؒ (۳) امام شاہ ولی اللہؒ (۴) وغیرہ اکابرؒ نے اور قیاس وتقلید کے منکر مشہور شیعہ عالم علامہ محمد معین سندھی (۵) اور مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خانؒ (۶) وغیرہ مخالفین نے حدیث ذیل کا اولین مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کو قرار دیا ہے۔

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب الاسماء: ۲/۵۰۵ (۲) الخیرات الحسان: ۱۵ (۳) ایضاً' تبییض الصحیفۃ: ۲۰' ۲۱' عقود الجمان: ۴۵ (۴) کلمات طیبات: ۱۶۸' ازالۃ الخفاء: ۱/۲۷۱ (۵) دراسات اللبیب: ۲۸۹ (۶) اتحاف النبلاء: ۴۲۴

امام الانبیاء مخبر صادق ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **"لو کان العلمُ بالثریا لتناوله ناسٌ من ابناءِ فارسٍ۔"** (۱) اور حدیث نبوی ﷺ بروایت بخاری و مسلم میں ہے۔ **"لو کان الایمانُ عندالثریا لنالَه رجالٌ او رجلٌ من ھؤلاءِ۔"** (۲) نیز **"لو کان الدینُ عندالثریا لذھب به رجلٌ من فارسٍ او قال من ابناء فارس حتیٰ یتناوله"**۔ (۳) یعنی اگر علم یا ایمان ثریا ستارے پر پہنچ جائے، تو اہل فارس کے افراد میں سے ایک شخص یا کچھ اشخاص وہاں سے اتار لائیں گے۔ یہ حدیث طبرانی کبیر میں قیس بن سعدؓ سے ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے: **"لو کان الایمان معلقاً بالثریا لا تناله العرب لنا له رجال فارس"**۔ یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر لٹک جائے، جس کو عرب نہیں اتار سکتے، تو اہل فارس کے کچھ لوگ اس کو اتار لائیں گے۔ طبرانی کی ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: **"لو کان الدین معلقاً بالثریا لتناوله ناس من ابناء فارس"**۔

تاریخ ابونعیم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اعظم الناس نصیباً فی الاسلام اھل فارس لو کان الاسلام فی الثریا لتناوله رجال من اھل فارس"۔ یعنی اسلام میں عظیم تر حصہ اہل فارس کا ہے۔ اگر اسلام ثریا ستارے پر بھی پہنچ جائے، تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ اس کو وہاں سے اتار لائیں گے۔

ائمہ متبوعین میں صرف امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل تھے:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید قراء سبعہؒ کی تدوین و محنت سے مکمل اور

ماخذ و مصادر: (۱) مسند احمد: ۲/۴۲۲، موارد الظمآن: ۵۷۴ (۲) بخاری: ۲/۷۲۷، مسلم نحوہ: ۲/۳۱۲ (۳) مسلم: ۲/۳۱۲

متواتر شکل میں امت میں پھیلایا، اسی طرح حضورﷺ کی سنت وحدیث بھی مکمل تدوین اور عملی تواتر سے ائمۂ اربعہؒ کے ذریعے پھیلائی۔ یہ چار ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام محمد بن ادریس شافعی، اور امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان میں سے آخری تین عربی النسل تھے، چنانچہ امام مالکؒ قبیلہ اصبح، امام شافعیؒ قبیلہ مطّلب وقریش اور امام احمدؒ قبیلہ شیبان کے چشم وچراغ تھے جبکہ ان میں سے صرف امام ابو حنیفہؒ فارسی النسل تھے۔ لہٰذا مذکورہ عظیم ترین پیش گوئی کے مصداق ان چاروں اماموں میں سے صرف امام ابوحنیفہؒ ہی قرار پا سکتے ہیں۔

جب اہل فارس کا اسلام میں حصہ اعظم ہے، تو ان کا امام بھی یقیناً امام اعظم ہوگا۔ اس امام کے حق میں اعظم کا لفظ زبان رسالت پر آیا ہے اور اہل اسلام میں بلانکیر رائج ہوگیا اور تاریخ اسلامی نے بھی حرف بحرف اس کی تصدیق کردی، کہ امت محمدیہؐ کا عظیم ترین حصہ ان کے ذریعے ہی سنت پر عامل ہے۔

ابوعثمان النہدیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمانؓ سے سنا: انہوں نے کہا "**قال رسول اللہ ﷺ یا سلمان لو کان الدین معلقاً با لثریا لتناوله ناس من اهل فارس یتبعون سنتی ویتبعون آثاری و یکثرون الصلوٰة علیّ**"۔ آپﷺ نے فرمایا: "اے سلمان! اگر دین ثریا ستارے کے ساتھ بھی لٹک رہا ہو، تو اہل فارس اس کو اتار لیں گے اور وہ میری سنت کی اتباع کریں گے۔ میرے نقش قدم پر چلیں گے اور کثرت سے مجھ پر درود پڑھیں گے۔" (۱)

ان سب احادیث کا ایک ہی مفہوم ہے کہ اگر علم دین ثریا ستارے پر بھی پہنچ

ماخذ ومصدر: (۱) مقدمہ سرتاج محدثین

جائے، تو اہل فارس کا ایک آدمی یا کچھ اشخاص وہاں سے بھی اتار لائیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کی بشارت میں صحیح حدیث:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: کہ "اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی بشارت ہے۔" نیز فرماتے ہیں: کہ "یہ بنیادی، صحیح اور قابل اعتماد بات ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی بشارت اور فضیلت کی بابت اس پر اعتماد ہونا چاہئے۔ یہ ایسے ہی صحیح ہے جیسے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بشارتیں (صحیح ہیں۔) اس کے علاوہ باقی موضوع روایات سے امام صاحبؒ کی بشارت پر استدلال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن کو بعض اصحاب مناقب نے ذکر کی ہیں۔(۱) حافظ ابن حجر مکیؒ نے حافظ سیوطیؒ کے بعض شاگردوں (جو کہ محمد بن یوسف شامیؒ ہیں) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "ہمارے استاد نے یقین کیا کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہؒ ہی مراد ہیں۔ کیونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی بھی امام صاحبؒ کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا اور آپ تو آپ بلکہ آپ کے تلامذہ کا بھی کوئی مقام نہ پا سکا۔(۲)

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں: کہ "ایک روز ہم نے اس حدیث پر گفتگو کی۔ میں نے کہا: "امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت ان کے ہاتھوں سے کرائی اور اہل اسلام کی ان کے ذریعے اصلاح فرمائی، بالخصوص اس آخری دور میں کہ دولت بس یہی مذہب ہے۔ سارے شہروں اور جمیع اقالیم میں بادشاہ حنفی ہیں، قضاۃ اور اکثر مدرسین و عوام بھی حنفی ہیں۔(۳)

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۱۵، تبییض الصحیفۃ: ۲۰، ۲۱، عقود الجمان: ۴۵ (۲) الخیرات الحسان: ۱۴ (۳) علم امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۲۷: بحوالہ مکتوبات: ۱۶۸

امام ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھنے کے باوجود نواب صدیق حسن خانؒ کو مجبوراً کہنا پڑا: ''صواب آنست کہ ہم امام دراں داخل است وہم جملہ محدثین فارس باشارۃ النص ''(۱) یعنی صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی اس حدیث کے مصداق ہیں اور جملہ محدثین فارس بھی اشارۃ النص کے ذریعے اس بشارت میں داخل ہیں۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں' کہ ان دنوں حدیث کے جاننے والے کو عالم کہا جاتا تھا اور نواب صاحب مرحوم کے اس جملہ'' وہم جملہ محدثین فارس باشارہ النص '' سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ نواب صاحب غیر مقلد کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ صرف محدث ہی نہیں' بلکہ وہ اس بات کے بھی قائل ہیں' کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی حدیث دانی کی بشارت دی ہے اور چونکہ اس حدیث میں علم اُتارنے کا مطلب صرف الفاظ کا جاننا نہیں' بلکہ احادیث میں انتہائی گہرائی میں جا کر مشکل سے مشکل مسئلہ کا استنباط کرنا ہے۔لہٰذا آپؒ صرف احادیث کے جاننے اور علم رکھنے والے نہیں تھے' بلکہ احادیث کے پرکھنے' ان کے مقاصد کو جاننے اور ان احادیث میں چھپے ہوئے مسائل کے استنباط کرنے میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

شان ورود حدیث اور تفسیر قرآنی کے مصداق اولین:

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: '' (سورۃ الجمعۃ کی) دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے: کہ'' ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' کہ آپ (ﷺ) پر سورت جمعہ نازل ہوئی۔جب آپ (ﷺ) نے اس آیت کی تلاوت فرمائی' تو لوگوں نے پوچھا: کہ'' ﴿وآخرین منھم﴾ (۲)

مأخذ ومصادر: (۱) اتحاف النبلاء: ۴۲۴ (۲) سورۃ الجمعۃ ☆ ۳

سے کیا مراد ہے؟'' (یعنی یہ دوسرے لوگ جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے' کون ہیں؟) نبی کریم ﷺ سے تین مرتبہ سوال ہوا۔ تب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا' (یعنی اگر ایمان ستاروں کی جگمگھٹ اور آسمانی کہکشاں میں ہوتا) تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پا لیتے۔(۱)

الغرض چونکہ جمہور علماءؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل تھے' نیز علم بے پایاں کی وجہ سے کالشّمس تھے۔ اسی وجہ سے کبار محدثینؒ نے آپؒ کو مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور آیت قرآنی کا اولین مصداق قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا پیش گوئی کے علاوہ علامہ ابن حجر مکیؒ نے نبی کریم ﷺ کی ایک اور پیش گوئی کا ذکر فرمایا ہے: کہ'' امام صاحبؒ کی عظمت شان پر یہ حدیث دلیل ہے' کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: کہ'' دنیا کی زینت ۱۵۰ھ میں اٹھ جائیگی۔'' چنانچہ شمس الائمہ کردریؒ نے کہا ہے: کہ'' یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ پر محمول ہے' کیونکہ وہ اسی سن میں وفات پا چکے ہیں۔'' "و مما یصلح للاستدلال به علی عظیم شان ابی حنیفةؒ ما روی عنه علیه الصلٰوةالسلام انه قال "تُرفعُ زِینةُ الدنیا سنةَ خمسین ومائةٍ قال شمس اللائمة الکَردریؒ بفتح الکاف اِنَّ ھذا الحدیث محمولٌ علی ابی حنیفةؒ لانه مات تلك السنةَ رحمة اللّٰه علیه"۔(۲)

علامہ ابن حجر مکیؒ سابقہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ'' اس میں حضور ﷺ کا کھلا معجزہ ہے' کہ آپ ﷺ نے آئندہ ہونے والی بات کا پتہ دیا''۔(۳)

ماخذ ومصادر: (۱) تفسیر ابن کثیر (اردو): ۶۱/۵، ۶۲، تفسیر طبری: ۹۶/۲۹، قرطبی: ۹۳/۱۸ (۳) الخیرات الحسان: ۱۷

قارئین کرام! سطور بالا سے بخوبی معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوی ﷺ سے امام ابوحنیفہؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے آپؒ کے لئے نہ صرف علمی کمال کی شہادت مل چکی تھی، بلکہ آپؒ کے لئے دنیا کی زینت "**اعظم الناس نصیبا**" دین، اسلام، ایمان اور علم کو ثریا سے اتارنے والے، متبع سنت نبوی ﷺ، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے اور آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے والے قسم کے مایہ ناز اَسناد سے بھی درگاہ نبوی ﷺ سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ بالفاظ دیگر امام صاحبؒ کی پیدائش سے بھی ایک صدی کے قریب قبل آپؒ کی محدثانہ وفقیہانہ جلالت شان کی تصدیق دربار نبوی ﷺ سے ہو چکی تھی۔ اس لئے ائمہ کرامؒ اور مشاہیر اسلام نے آپؒ کی جلالت شان فی الحدیث والفقہ نہ صرف تسلیم کی ہے، بلکہ ان میں سے اکثریت نے آپؒ کی اتباع وتقلید اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھا ہے، البتہ بعض ائمہؒ غلط فہمی کی بناء پر اور بعض لوگ ضد وعناد، حسد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر دوسرے ائمہ دین کی طرح آپؒ کی مخالفت پر بھی اتر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ضد وعناد کی عینک اتارنے، ائمہ دین کی دشمنی سے بچنے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں مقام:

فقیر نے آپ کے سامنے امام الائمہ امام اعظمؒ کے چند ایسے فضائل بطور نمونہ پیش کئے، جو بظاہر عنوان سے خارج ہیں، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے، تو یہ سب فضائل بڑی خوش اسلوبی سے آپؒ کی محدثانہ جلالت شان کو واضح کرتی ہیں۔ کیونکہ درجہ اجتہاد پر فائز ہونا، خود آپ کے عظیم محدث ہونے کی نوید ہے۔

تابعیت کی دولت سے مالا مال ہونا' ہر محدث کے ہاں دینی و تاریخی اہمیت کا حامل اور امتیازی خصوصیت گردانی جاتی ہے۔ جبکہ اپنے شیوخ کا آپؒ کو اجازت حدیث دینا اور ان کا آپؒ پر اتنا اعتماد' کہ وہ خود امام صاحبؒ سے احادیث روایت کرتے تھے اور اس روایت کرنے میں کوئی جھجک بھی محسوس نہیں کرتے تھے۔ یقیناً علم حدیث کے ماہرین کے ہاں بڑی قابل وقعت بات ہے۔ اسی طرح وقت کے ائمہ حدیث کا آپؒ پر اتنا بھروسہ کہ آپؒ کے گرویدہ ہو کر آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے' یہ آپؒ کے عظیم محدث ہونے کا مژدہ نہیں' تو اور کیا ہے؟ پھر اس پر مستزاد یہ کہ آپؒ علوم نبوی کے نہ صرف مدون اول بلکہ نبی کریم ﷺ کے فیوضات سے بلا واسطہ مستفیض ہونے والے صحابہؓ کے علوم کا سرچشمہ بھی تھے۔ امانت' عبادت میں کمال پانے کے ساتھ ساتھ علم' ورع' زہد' تقویٰ اور علمی فراست کے خزینہ تھے۔ مزید برآں صادق و مصدوق ﷺ کے پیش گوئی کے مصداق اولین ٹھہرے۔ یہ سب کمالات و خصوصیات آپؒ کے محدث اعظم ہونے کے واضح دلائل نہیں تو اور کیا ہیں؟ اور آپؒ کے یہ اوصاف مخصوصہ (جو کہ محدث ہونے کیلئے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہیں) جس طرح تمام اہل ایمان میں مسلم ہیں' اسی طرح آپؒ کی خاص شان محدثیت' حدیث دانی اور حدیث فہمی بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کیونکہ کسی شخص کی علمی خوبیوں کیلئے اس کے عظیم المرتبت شیوخ واساتذہ' جلیل القدر تلامذہ' اس کی درس گاہ' نصاب تعلیم' اس کے علم و فراست اور امت مسلمہ کی شہادت پر نظر کرنا' اس شخص کی جلالت شان کیلئے کافی ثبوت ہے اور امام ابو حنیفہؒ کو اس سے اتنا وافر حصہ ملا تھا' کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ'' آپؒ امام ابراہیم نخعیؒ اور ان

کے اقران کے مذہب کو لازم پکڑنے والے تھے۔"(۱)

امام ابراہیمؒ کے مذہب کی بنیاد، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے، حضرت علیؓ کے فیصلے اور فتوے اور قاضی شریحؒ وغیرہ کوفہ کے قضاۃ کے فیصلے تھے۔ اور ابراہیمؒ فقہاء کوفہ کی زبان تھے۔(۲) اور یہی دو صحابہؓ تمام حضرات صحابہؓ کے علوم کے مخزن تھے۔(۳) حضرت علیؓ کا تو کہنا ہی کیا، وہ تو بلاشک بابِ علم تھے لیکن ابن مسعودؓ بھی کچھ کم حیثیت کے مالک نہیں تھے۔ بلکہ یہ وہ مبارک صحابیؓ تھے، جن کے علم وفضل پر نبی کریم ﷺ کو اتنا اعتماد تھا، کہ آپ ﷺ نے ان کو چار سندوں یعنی سندِ قرآن، سندِ حدیث، سندِ فقہ اور سند سیاست سے نوازا تھا اور لوگوں کو ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی۔(۴)

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کرام میں امام شعبیؒ، امام باقرؒ اور محارب ابن دثارؒ وغیرہ جیسے اکابر محدثین شامل تھے۔ وقت کے ائمہ اور مشاہیر محدثین نے آپؒ کی شاگردی کو اپنے لئے سعادت سمجھی۔ جن میں ۹۱۸ تلامذہ کو حافظ ابوالمحاسن الشافعیؒ نے بقید نام ونسب لکھے ہیں۔ ان خوش نصیب ہستیوں میں امام الجرح و التعدیل یحیٰ بن سعید القطانؒ امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ اور امام وکیع بن الجراحؒ وغیرہ سرفہرست ہیں۔

مذہب حنفی تمام طرق میں اوفق للسنۃ المعروفۃ ہے:

یہی وجہ ہے کہ امام شاہ ولی اللہؒ جیسی عظیم ہستی نے اپنے مکاشفات میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی جلالت شان کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ "مجھے خود

مأخذ ومصادر: (۱) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۲۵۱ (۲) ایضاً: ۱/۲۵۰ (۳) اعلام الموقعین: ۱/ ۱۸ (۴) مقام ابی حنیفہؒ: ۱۷

نبی کریم ﷺ نے معلوم کرایا کہ مذہب حنفی میں ایسا عمدہ طریقہ ہے، جو کہ وہ سنت نبوی مشہور کے، جو امام بخاریؒ اور ان کے زمانہ میں جمع کی گئی ہیں، زیادہ موافق ہے۔"

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفه التی جُمِعت ونُقِحت فی زمان البخاری و اصحابه۔ "(۱) اسی طرح غیر مقلدین کے معتبر عالم نواب صدیق حسن خانؒ امام اعظمؒ کو کبار محدثین میں سے شمار کرنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: کہ "امام ابو حنیفہؒ علم حدیث میں مجتہدین میں سے تھے، اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب پر اعتماد و اعتبار کر کے موافق و مخالف رد اور قبول کی طرف متوجہ ہیں۔" **ویدل علیٰ انه من المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذهبه بینهم والتعویل علیه و اعتباره رداً وقبولاً۔** " لیکن افسوس صد افسوس بعض حاسدین بلا تحقیق کہہ دیتے ہیں: کہ "امام صاحبؒ کو حدیث میں مہارت نہیں تھی اور وہ حدیث سے غیر دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کو صرف سترہ بلکہ اس سے بھی کم یعنی تین حدیثیں یاد تھیں"۔ فوا اسفا!

امام ابو حنیفہؒ مجتہد مطلق اور جلیل القدر امام تھے:

قارئین کرام! حاسدین کی مذکورہ بالا دعویٰ سو فی صد غلط ہے۔ امام صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے حدیث میں روایت و درایت کے اعتبار سے جو بلند اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا، آپؒ کے معاصرین اور متاخرین میں سے کوئی بھی اس منصب جلیلہ پر فائز نہیں ہو سکا۔ اُسی دور میں آپؒ کا ہم منصب ڈھونڈنا اگر محال نہیں تھا، تو مشکل ضرور تھا اور یہ ایک حقیقت بھی ہے۔ جس کا انکار بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کا

ماخذ و مصدر: (۱) فیوض الحرمین: ۴۸

اجتہاد مخالف وموافق دونوں کے ہاں مسلم ہے۔ بلکہ امام صاحبؒ کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔ چنانچہ غیر مقلد نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے امام صاحبؒ کے تعارف میں ''واصل مرتبہ اجتہاد مطلق گردید'' تحریر کیا ہے اور یہی نواب صاحبؒ علامہ ابن خلدونؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہ علم حدیث میں کبار مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں۔'' جیسا کہ ابھی گزرا۔

مولوی محمد ابراہیم صاحبؒ غیر مقلد' حافظ عبدالمنانؒ وزیر آبادی غیر مقلد کے بارے لکھتے ہیں: کہ ''آپؒ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے۔'' چنانچہ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ''جو شخص ائمہ دین اور خصوصا امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔''(۱)

داؤد غزنویؒ غیر مقلد اپنی جماعت سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں گستاخی کے الفاظ کہنے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ''جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر (کہ ان کو سترہ حدیثیں یاد تھیں) رکھتے ہوں ان میں اتحاد اور یک جہتی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے۔ "یا غربة العلم انما اشكوا بثي وحزني الى الله۔"

امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات ہذیانات ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد نے لکھا ہے: کہ ''امام الائمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر جو اعتراضات ومطاعن اخبار اہل الذکر (یہ ان دنوں غیر مقلدین کا اخبار تھا) میں مشتہر کئے گئے ہیں کہ امام عالی مقام مجتہد نہ تھے اور وہ ان علوم سے جو اجتہاد کیلئے

ماخذ ومصدر: (۱) تاریخ اہل حدیث

ضروری ہیں جیسے علم حدیث، علم لغت وغیرہ میں کافی بہرہ نہ رکھتے تھے اور اصول فقہ کے اول مدون نہ تھے اور اعتقاد میں حنفی نہ تھے، بلکہ مرجی تھے اور حدیث نبوی ﷺ سے عمداً اعراض کرتے تھے اور وہ نصوص چھوڑ کر پیروی رائے وقیاس کی کرتے تھے اور اس وجہ سے ان کے ہم عصر ائمہ واکابر جیسے امام سفیان ثوریؒ وامام جعفر صادقؒ اور امام باقرؒ وغیرہم ان کو برا کہتے ۔ یہ سب کے سب ہذیانات بلا استناد اکاذیب وبہتانات ہیں جن کا ماخذ زمانہ حال کے معترضین کیلئے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب **استقصاء الافہام** اور **استیفاء الانتقام فی نقض منتھی الکلام** کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (امام مالکؒ، امام بخاریؒ وغیرہ) کو نہیں چھوڑا اور ایک ایک کا نام لے کر کئی کئی ورقوں بلکہ جزوں کو سیاہ کر ڈالا ہے۔ اخبار اہل الذکر کا ایڈیٹر اور اس کا حیدر آبادی نامہ نگار اگر اس کتاب کے مطاعن مذکورہ اور اس کے دلائل وسندات کو صحیح اور واجب التسلیم سمجھتے ہیں، تو پھر باقی اماموں (امام مالکؒ، امام بخاریؒ وغیرہ) کے حق میں ان مطاعن وبہتانات کو بھی صحیح سمجھ کر کھلے بند شیعہ کیوں نہیں ہو جاتے جیسا کہ مولوی عبد الحق بنارسی بھی یہ روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے تھے۔ مگر آخر مرنے سے پہلے وہ مذہب شیعی سے تائب ہو گئے اور خدا کی توفیق ورہنمائی سے وہ سنی اہل حدیث ہو کر فوت ہوئے۔

ائمہ سلف پر طعن کرنا شعبہ رفض ہے:

اے برادران اسلام! عمل بالحدیث اور چیز ہے اور ائمہ سلف پر طعن کرنا شعبہ

رفض ہے۔ ہمارے شیخ اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مرحوم اوران کے شیخ مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے اوران کے اقوال طبع ہوکر شائع ہو چکے ہیں: کہ ''جو شخص امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ وغیرہ ائمہ مجتہدینؒ کو برا کہتا ہے' وہ چھوٹا رافضی ہے اور ہمارا بھی یہی مقولہ واعتقاد ہے کہ جو شخص امام ابوحنیفہؒ وغیرہ ائمہ مجتہدینؒ کو برا کہے اوران کے علم ودیانت واجتہاد وتقوی پرطعن کرے۔ وہ علوم دین سے محض جاہل اور چاند پرتھوکنے کے سبب احمق اوران اولیاءاللہ سے معاداۃ کی وجہ سے حدیث "من عادیٰ لی ولیا فقد بارز الله بالمحاربة " جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو اس نے اللہ سے جنگ کی' کا مصداق ہے۔''(۱)

مجتہدؒ کے شرائط:

قارئین کرام! ایک شخص محدث غیرفقیہ ہو یہ تو ہوسکتا ہے لیکن ایک شخص فقیہ ومجتہد تو ہولیکن محدث نہ ہو یہ ناممکن ہے کیونکہ مجتہد ہونے کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے شریعت مطہرہ کے پورے کے پورے سسٹم کے ہرگوشہ پرنظر ہوشریعت حقہ کا کوئی گوشہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہواوراس کے ساتھ ساتھ ان سے مسائل کا استنباط واستخراج (مسائل نکالنے کا) سلیقہ بھی رکھتا ہو۔جیسا کہ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں: کہ ''درجہ اجتہاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو دوصفتوں سے موصوف ہو (۱) پوری کی پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہو (۲) مسائل نکالنے کی قدرت رکھتا ہو۔"انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بو صفين احدهما

ماخذ ومصدر: (۱) السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم: ۱۰۲' ۱۰۳ بحوالہ حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ : ۲۶' ۲۷

فهم مقاصد الشريعة على كمالها والثاني من الاستنباط ۔"(۱)اور اسی کتاب (۲) میں مثال میں امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کو پیش کئے ہیں۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے شریعت مطہرہ کے پورے سسٹم پر نظر ہونے کا یہ مطلب بتایا ہے کہ "مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان پانچ علموں کا جامع ہو قرآن کی قرأت' تفسیر' احادیث کا علم مع اسانید' صحیح وضعیف کی معرفت' مسائل میں سلف کے ارشادات سے واقفیت' عربی زبان کا علم اور استنباط مسائل اور نصوص میں تطبیق کا علم۔(۳) مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے مجتہدین کو شریعت کے پورے سسٹم پر بحیثیت مجموعی نظر کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا ہے کہ وہ انبیاءؑ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: پس اس فن میں انبیاءؑ سے مشابہت رکھنے والے مجتہدین ہیں ان کو اس فن کا امام سمجھنا چاہئے جیسے ائمہ اربعہؒ۔ اگرچہ مجتہدین بہت ہوئے ہیں لیکن جمہور امت میں مشہور یہی چند ہستیاں ہیں اس لئے گویا پوری پوری مشابہت اس فن میں ان کے ہی حصہ میں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور امت کے خواص وعوام میں یہی بزرگ امام کے لقب سے امام کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔" پس مشابہ بانبیاءؑ دریں فن مجتہدین مقبولین اند۔ پس ایشان را از ائمہ فن باید شمرد مثل ائمہ اربعہ۔ ہر چند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ فاما مقبول درمیان جمہور امت ہمیں چند اشخاص اند پس گویا کہ مشابہت تامہ دریں فن نصیب ایشاں گردیدہ۔ بناءً علیہ درمیان جماہیر اسلام از خواص وعوام بلقب امام معروف گردیدند۔ (۴) اور امامت کا مطلب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ "ہر کمال میں

ماخذ ومصادر: (۱) الموافقات: ۱/۲۴ (۲): ۳/ ۱۰۸ (۳) شروط الائمۃ الخمسۃ: ۵۱ (۴) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۶۸۴ بحوالہ منصب امامت: ۵۳

امامت عبارت ہے اس بات سے کہ اس کمال میں اللہ تعالیٰ کے انبیاءؑ کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہوجائے۔''''امامت در ہر کمال عبارت است از حصول مشابہت تامہ بانبیاء اللہ دراں کمال۔''

امام ابوحنیفہؒ مجتہد اور حافظ الحدیث تھے:

قارئین کرام! جب امام ابوحنیفہؒ خصوصاً پیشوایان غیر مقلدین اور دوسرے اغیار کی نظروں میں ائمہ دین میں شمار بلکہ جلیل القدر امام' اور مجتہد مطلق ہوئے اور مجتہد مطلق کے لئے مہارت فی الحدیث شرط ہے۔ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور علماء محققین کے نزدیک ''مجتہد وہ شخص ہوسکتا ہے' جو قرآن' حدیث' آثار' تاریخ اور لغت وقیاس پر کافی عبور رکھتا ہو۔''(۱) تو لازماً امام ابوحنیفہؒ قرآن وتاریخ اور لغت وقیاس کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حدیث بھی تھے اور یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ فقہاء کرامؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ سمیت تمام مجتہدین کو فقہاء میں شمار کرتے ہیں' اسی طرح محدثین کرامؒ ان کو حفاظِ حدیث میں بھی شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے جو ایک مفصل کتاب ''حفاظ حدیث'' میں لکھی ہے' اس کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں: کہ ''یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے' جو علم نبوی ﷺ کے حامل ہیں اور جن کے اجتہاد پر توثیق' تضعیف اور تصحیح' تضعیف میں رجوع کیا جاتا ہے۔'' انہوں نے اس کتاب میں یہ اصل آخر تک نبھایا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ضمناً ایک محدث خارجہ بن زیدؒ کا ذکر آگیا ہے' تو وہاں انہوں نے تصریح فرمائی ہے: کہ ''میں نے ان کو حفاظ حدیث

ماخذ ومصدر: (۱) عقد الجید بحوالہ محدثین عظام اوران کے کارنامے: ۷۶

میں اسلئے ذکر نہیں کیا' کہ وہ قلیل الحدیث تھے۔''

امام ابوحنیفہؒ کے محدث ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت درکار ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے مذکورہ کتاب میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (۱) نیز علامہ ذہبیؒ نے طبقات المحدثینؒ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس کتاب میں انہوں نے ایک طبقہ خاص امام اعمشؒ اور آپؒ ہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: "طبقة الاعمش وابی حنیفة" پھر اس طبقہ کے تحت ایوب سختیانیؒ، خالد الحذاءؒ ربیعۃ الرائی اور عمارۃ بن القعقاعؒ وغیرہ کے نام ذکر کئے ہیں اور آگے پھر آپؒ کا نام "ابو حنیفة النعمان فقیه الکوفة" کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ (۲)

حافظ ابوالمحاسن دمشقی شافعیؒ نے عقود الجمان میں ایک خاص باب باندھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "**الباب الثالث والعشرون فی بیان کثرة حدیثه وکونه من اعیان الحفاظ المحدثین**" یعنی تیئیسواں باب اس بیان میں ہے کہ وہ (امام ابوحنیفہ) کثیر الحدیث اور اعیان الحفاظ میں سے تھے۔ (۳)

علامہ سیوطیؒ نے طبقات الحفاظ میں آپؒ کا ترجمہ قائم کر کے آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (۴) اور ابھی نواب صاحبؒ کا حوالہ گذرا کہ بقول علامہ ابن خلدونؒ امام صاحبؒ کبار محدثین میں شمار ہوتے ہیں' لیکن یاد رکھیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو جس بات نے ہم عصروں میں امتیاز دیا تھا' وہ صرف حافظ الحدیث ہونا ہی نہیں تھا' بلکہ ساتھ ساتھ احادیث کی تنقید اور بلحاظ ثبوتِ احکام' ان کے مراتب کی تفریق بھی تھا۔ چنانچہ قاضی ابو یوسفؒ (جن کے بارے یحیٰ بن مَعینؒ کہتے ہیں کہ

ماخذ ومصادر: (۱) رقم ۱۶۳ ۱:۱۶۸/ (۲) رقم ۵۴۶ ۱:۵۷/ (۳) رقم ۱۵۶ ۱:۸۰/ (۴) عقود الجمان:

اصحاب الرأی میں ان سے زیادہ حدیث جاننے والا اور اثبت کوئی نہیں ہے اور ایک جگہ ان کو صاحب حدیث اور صاحب سنۃ کہا ہے۔(۱) اور علامہ ذہبیؒ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے(۲)) فرماتے ہیں: کہ ''ہم لوگ امام ابو حنیفہؒ سے مسائل میں بحث کرتے تھے۔ جب ان کی رائے قائم ہو جاتی تھی، تو مَیں حلقہ درس سے اُٹھ کر کوفہ کے محدثین کے پاس جاتا تھا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق حدیثیں دریافت کر کے امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ امام صاحبؒ ان حدیثوں میں بعض کو قبول فرماتے اور بعض کو رد کر دیتے تھے کہ یہ صحیح نہیں۔ مَیں پوچھتا: کہ ''کیونکر معلوم ہوا'' فرماتے: کہ ''کوفہ'' میں جو علم ہے میں اس کا عالم ہوں۔''

الحاصل اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ہر فضیلت میں امام صاحبؒ کو اعلیٰ مقام سے نوزا تھا، اسی طرح احادیث کے میدان میں بھی آپؒ کو ''آفتاب نیمروز'' کی طرح بلند فرمایا تھا اور جیسا کہ فقاہت میں کالشّمس تھے، اسی طرح حیث دانی میں بھی کسی امام سے پیچھے نہیں تھے۔

ناظرین کرام! کیا چار ہزار اساتذہ کرام سے درس حدیث لینا، سات صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کرنا، پانچ لاکھ احادیث پر عبور حاصل کرنا، مجموعہ احادیث سے کئی صندوقوں کا محفوظ کرنا، ستر ہزار احادیث پر اپنے فقہی مسائل کی بنیاد رکھنا، نوسو اٹھارہ چیدہ چیدہ محدثینؒ کے استاد بننے کا شرف حاصل کرنا، ائمہ ثلاثہؒ اور ائمہ صحاح ستہؒ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شیخ بننے کی سعادت کا ملنا، بالاجماع مجتہد کے مرتبہ پر فائز ہونا، پرایوں کے ہاں سے حافظ الحدیث ہونے کا سرٹیفیکیٹ ملنا، آیت قرآنی کی تفسیر اور مخبر

مأخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ رقم ۲۷۳/۱:۲۹۳ (۲) ایضاً: ۲۹۲

صادق ﷺ کی پیش گوئی کا مصداق بننا' اغیار کی نظروں میں بھی آنحضرت ﷺ کا کھلا معجزہ کی سند کا ملنا' چالیس مسانید اور چوبیس مجموعہ ہائے احادیث کا آپ کی ذات عالیہ کی طرف منسوب ہونا (جن میں ہزار ہا آثار واحادیث کا آپ سے بسند صحیح مروی ہونے کا سہرا آپؒ کے سر ہے) نیز حدیث میں سب سے پہلی مرتّب تصنیف کی عزت سے سرفراز ہونے کا شرف ملنا' ایک ماہر فی الحدیث ہونے کا اگر بین ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

فقیر اپنے اس دعویٰ کے اثبات کیلئے اکابرین امتؒ کی آراء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے' ملاحظہ فرمائیں۔

اکابرین امتؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان:

امام الائمۃ' سراج الملۃ' کشاف اصداف الفرائد امام اعظم ابوحنیفہؒ کی حدیث میں اعلیٰ اور اونچی شان کے اثبات کیلئے سطور بالا کافی وشافی ہیں بشرطیکہ حسد وعناد کی عینک اتار کر عدل وانصاف کی نظر سے دیکھا جائے۔

اسی طرح اگر بنظر انصاف دیکھا جائے' تو آپؒ کی حدیث دانی' حدیث فہمی اور آپؒ کا امام فی الحدیث ہونے پر سمرقند کی قبرستان الموسوم بہ "**قبرستان اصحاب ابی حنیفۃ**" کا وجود ہی کافی ہے جس میں آپؒ سے حدیث وفقہ پڑھنے والے بیشمار تلامذہ مدفون ہیں۔ علاوہ ازیں علماء امت کی نصف صد کے قریب مستقل تصانیف اور علمی کتابوں میں محدث اعظم امام ابوحنیفہؒ کا وقیع ترجمہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صرف امام الفقہ نہیں تھے بلکہ امام الحدیث بھی تھے۔

حقیقت تو یہ ہے' کہ حسد کی کوئی دوا نہیں ہے۔اس مرض نے بہت سے صاحب کمالات کو دشمنی کی بھینٹ چڑھادیا،ان کو خاک کے حوالہ کردیا' چہیتوں کو اپنوں سے دور کرادیا' بلکہ ان کو قید خانہ اور جیل خانہ کی زینت بنوادیا۔نبی کریم ﷺ جیسے لاڈلے، چہیتے اور صاحب کمالات جس کی مثال لانے سے عرب قوم بلکہ پوری دنیا عاجز ہے۔جس کے بارے قاسم العلوم والخیرات علامہ محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں:

؎ جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں' مگر دوچار

کفار مکہ آپ ﷺ کو الصادق اور الامین کے لقب سے پکارا کرتے تھے لیکن جب ان خوبیوں کے حامل امام الانبیاء ﷺ کو حسد کی نگاہ سے دیکھا گیا' تو ان حاسدین نے آپ ﷺ کو ساحر' شاعر' مجنون اور کذاب کہنا شروع کیا اور آپ ﷺ پر بلد امین نہ صرف تنگ کیا' بلکہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے بن کر آپ ﷺ کے قتل کے درپے ہوئے اور جب آپ ﷺ صحیح سالم ہجرت سے سرفراز ہوئے،تو وہاں بھی آپ ﷺ کو آرام سے بیٹھنے نہیں دیا اور آخرکار نبی کریم ﷺ مجبور ہوکر میدان جنگ میں اتر کر علم جہاد بلند فرمانے لگے اور پھر وہی ہوا' جو ہونا تھا۔

یہی حال امام الانبیاء ﷺ کے حقیقی علمی وارث امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے کہ آپؒ کے ساتھ حسد کی آگ میں جو ناروا سلوک کیا گیا' وہ ناقابل بیان ہے۔خوف خدا سے عاری اور آخرت سے بے فکر بعض بدبخت لوگوں نے آپؒ کے بارے جو خرافات اور بے بنیاد باتیں وضع کیں' وہ ناقابل بیان و ناقابل برداشت ہیں۔

دور حاضر میں قرآن وسنت کے بعض لامذہب ٹھیکیدار افراد امام ابوحنیفہؒ کو

احادیث نبوی ﷺ کے علم سے عاری، صرف سترہ احادیث کا حافظ، بلکہ اسلام کا دشمن قرار دیتے ہیں اور آپؒ کی قرآن وحدیث کی تشریحات پر اعتماد کرنے والے متبعین پر کفر وشرک کا فتوی لگا کر دین متین کی خدمت کرنے سے روکنے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں۔ جن کا کچھ ذکر ابتدائی صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ لہٰذا فقیر نے ایسے شریر لا مذہب افراد کے مضر قلم سے مجبور ہو کر امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان پر قلم اُٹھایا اور اکابرین امت، خاص کر ائمۂ جرح وتعدیل کی آراء کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مذکورہ بالا موضوع میں ان حضرات کی آراء کے علاوہ لا مذہبوں کے بعض اکابر کی آراء، بعض اہل کشف کی گواہیاں اور اہل حق کے خواب بھی (انشاء اللہ) ذکر ہوں گے۔ امید ہے منصف مزاج حضرات کیلئے یہ بحث قرۃ اعین ثابت ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اکابرین اُمت کی آراء بے شمار ہیں۔ ان کا احصاء کرنا میرے جیسے بے بضاعہ، کم مایہ اور کم علم کی طاقت سے باہر ہے، البتہ تنویرِ غرض کیلئے چند آراء مشتے نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کو حرب الٰہی سے ڈرنے والے منصف مزاج مسلمانوں کیلئے نسخۂ اکسیر وتریاق زہر ایمان ثابت فرمائیں گے۔

۱۔ صحاح ستہ کے راوی محدث کبیر امام اعمشؒ:

امام اعمشؒ (م ربیع الاول ۱۴۸ھ) یہ وہ صحاح ستہ کے عظیم راوی ہیں جن کی بابت علی بن المدینیؒ جیسی ہستی کا بیان ہے: کہ ''امت محمدیہ کیلئے چھ آدمیوں نے علم محفوظ فرمایا۔ عمرو بن دینارؒ نے مکہ میں زہریؒ نے مدینہ میں، ابواسحٰق السَّبِیْعِیؒ اور اعمشؒ

نے کوفہ میں اور قتادہؒ و یحیی بن ابی کثیرؒ نے بصرہ میں۔"(۱) سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: کہ"انھوں نے اپنے اصحاب پر چار چیزوں کی وجہ سے سبقت کی ہے۔(۱) کہ"وہ سب سے زیادہ قاری قرآن ہیں۔(۲) سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں۔(۳) علم حدیث کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ایک اور خصلت بھی بیان فرمائی (جو مجھ سے بھول گئی)۔" **"اقرؤھم للقرآن واحفظھم للحدیث واعلمھم بالفرائض وذکر خصلۃ اخریٰ۔"** (۲) ان حضرات کے علاوہ امام شعبہؒ امام جریرؒ بن عمارؒ وغیرہ نے بہترین اور انتہائی اعلیٰ الفاظ میں ان کی توثیق فرمائی ہے۔علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے **"الحافظ ' الثقۃ "** اور **" شیخ الاسلام "** کے الفاظ سے ذکر کیا ہے'(۳) لیکن افسوس صد افسوس آج کل کے مادر زاد مجتہدین ' لامذہب اور حدیث کے نام نہاد ٹھیکیداران نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حسد کی وجہ سے انؒ کو بھی ضعفاء کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دراصل انکار حدیث پر تلے ہوئے ہیں اور اس کے بغیر انکار حدیث مشکل ہے۔لہٰذا انہوں نے یہی سوچا کہ آؤ جی! امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ' خصوصاً امام اعمشؒ کو ضعیف کہا کرو۔اس سے خود بخود صحیحین کے راویوں پر ضعف کا حکم لگ جائے گا اور اس طرح جب اس معتمد کتاب جو بقول اکثر علماء **"اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ"** ہے' سے اعتماد اُٹھ جائے گا' تو باقی کتب حدیث پر بآسانی پانی پھیر دیا جائے گا اور اس طرح پھر آسانی سے فقہ کو ضعیف قرار دیکر اسلام کا ستیاناس کر دیا جائے گا۔لہٰذا الفاظ حدیث اور معانی حدیث دونوں کا خود بخود بغیر اعتراض کرنے کے قلع قمع ہو جائے گا اور اس

ماٰخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۴/۱۹۵ (۲) ایضاً: ۱۹۶ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۴۵

طرح وہ انکار حدیث کے اعلان کئے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن

ع ایں خیال است و محال است و جنون

امام اعمشؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد:

بہر حال امام اعمشؒ صحاح ستہ کے معتمد اور ثقہ راوی ہیں، آپؒ امام ابوحنیفہؒ پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عبید اللہ بن عمرؒ (م ۱۴۷ھ جو "**الامام الحافظ**" اور "**الثبت**" تھے۔(۱)) فرماتے ہیں: ''میں امام اعمشؒ کی مجلس میں تھا کہ ایک سائل آیا اور اس نے کوئی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں انہیں امام ابوحنیفہؒ نظر آ گئے۔ امام اعمشؒ نے فرمایا: ''اے نعمان! اس مسئلہ کا جواب دے۔'' انہوں نے فرمایا: ''اس مسئلہ کا جواب یوں ہے۔'' وہ فرمانے لگے: ''کس دلیل سے؟'' امام اعظمؒ نے فرمایا: کہ ''اس حدیث کی رُو سے جو آپؒ نے ہم سے بیان کی تھی۔'' اس پر امام اعمشؒ نے جواب دیا: کہ ''ہم تو پنساری ہیں اور تم حکیم اور طبیب ہو۔'' "**نحن الصيادلة وانتم الاطباء**۔" (۲) بعض کتب میں مرقوم ہے: کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ''آپ نے ہم سے حدیث بیان کی، کہ ابو صالحؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی، اور آگے امام اعمشؒ کی روایت کی ہوئی حدیثیں بیان فرمائیں۔'' امام اعمشؒ نے فرمایا: ''بس بس! جو احادیث مَیں نے تم سے سو دنوں میں بیان کی ہیں، تم اسے ایک ساعت میں بیان کر دو گے۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ تم ان حدیثوں پر عمل کرتے ہو۔ اے جماعت فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۱/۱۵۱ (۲) طائفہ منصورہ: ۳۰، جامع البیان والعلم: ۲/۱۳۱، مناقب للموفقؒ: ۱/۱۶۳

اور ہم دوافروش۔'' **"یا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصیادلة۔"** نیز فرمایا: کہ ''امام ابوحنیفہؒ (طبیب اور دوافروش) دونوں ہیں۔'' (۱)

علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں: کہ ''محدث اعمشؒ سے ایک سوال کیا گیا، تو فرمانے لگے: ''اس کا بہتر جواب ابوحنیفہؒ ہی دے سکتے ہیں، میرے خیال میں ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔'' **"انه سئل عن مسئلة فقال انما یحسن هٰذا النعمان بن ثابت الخزازواظنه بورك له فی علمه۔"** (۲) امام اعمشؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے: کہ ''جس طرح پنساریوں کے پاس مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اور ادویہ ہوتی ہیں، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان جڑی بوٹیوں کے خواص اور فوائد کیا ہیں۔ یہ مختلف جڑی بوٹیاں کن امراض کی دوا ہیں اور مریض کو کس مقدار میں دینی چاہئیں وغیرہ۔ اسی طرح محدثین کرامؒ کی حالت ہے کہ ان کے حافظوں میں بیش بہا حدیثیں ہوتی ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ ان احادیث سے مسائل کس طرح مستنبط ہونگے۔ یہ کام صرف فقہاء عظامؒ کا ہے۔ یعنی امام اعمش محدثؒ نے کھلے لفظوں میں تسلیم کیا کہ فقہاء کو حدیث کے معنی اور مطلب سمجھنے میں ہم محدثین پر برتری حاصل ہے۔

مسند خوارزمی میں امام اعمشؒ کا قول منقول ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ مواضع دقیقہ اور غوامض علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو تاریک مقام میں بھی اپنے چراغ قلب کی وسیع نورانی روشنی سے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں۔'' ایک دفعہ امام اعمشؒ نے

ماٰخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ النعمان: ۴۰۸، ۴۰۹، الخیرات الحسان: ۶۱، مناقب للموفق: ۱/ ۱۶۵ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۴۰۳

امام ابویوسفؒ سے پوچھا: کہ ''تمہارے رفیق ابوحنیفہؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کے قول "عتق الامة طلاقها" کو کیوں ترک کردیا؟'' امام ابویوسفؒ نے جواب میں فرمایا: ''اس حدیث کی وجہ سے جو آپ نے بواسطہ ابراہیمؒ واسودؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے' کہ بریرہؓ جب آزاد ہوگئیں' تو ان کو اختیار دیا گیا۔'' امام اعمشؒ نے یہ سن کر بڑا تعجب کیا اور کہا: ''ابوحنیفہ بڑے زیرک ہیں۔'' "قال الاعمش لابی یوسف کیف ترك صاحبُك ابوحنیفة قولَ عبدِاللّٰه "عتقُ الامةِ طلاقُها" قال: ترکَه لحدیثِك الذی حدثتَه عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةَ اَن بریرةَ حین اعتقت خیرت قال الاعمش: اِن اباحنیفة لَفطِنٌ قال: "و اعجبه ما اخذ به ابوحنیفة۔" (۱) امام اعمشؒ کا قول ہے کہ'' ابوحنیفہؒ '' وہ مسائل جانتے ہیں' جنہیں نہ حسن بصریؒ جانتے ہیں' نہ ابن سیرینؒ نہ قتادہؒ اور نہ فلاں اور فلاں اور نہ اس کے سوا کوئی اور۔

۲۔ امام اعظمؒ کے استاذ' ہم سبق اور شاگرد امام مسعر بن کِدامؒ کی توثیق:

صحاح ستہ کے راوی اور اہل حدیث کے پیشوا امام مسعرؒ (م ۱۵۵ھ' جن کی جلالت شان کے مداح ابن مبارکؒ جیسی شخصیت ہیں) فرماتے ہیں: ''ہم نے ابوحنیفہؒ کے ساتھ اکٹھے حدیث پڑھنی شروع کی' وہ ہم پر غالب رہے۔ پھر ہم زہد میں پڑے' تو اس میں بھی وہ ہم پر فوقیت لے گئے اور ہم نے اس کے ساتھ فقہ پڑھنی شروع کی' تو اس مقام پر پہنچے' جس کو دیکھ رہے ہو۔" "طلبنا مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا فاخذنا فبرع علینا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔" (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۴۰' ۳۴۱ (۲) عقود الجمان/ ۱۹۶ بحوالہ المواہب الشریفة: ۷

دو آدمیوں پر رشک:

امام مسعرؒ کہتے ہیں: کہ "کوفہ میں مجھے دو آدمیوں پر رشک آتا تھا' امام ابوحنیفہؒ پر ان کی فقاہت (یعنی معانی حدیث کے جاننے اور اس سے صحیح معنی اخذ کرنے) میں اور حسن بن صالحؒ پر ان کی زہد میں۔" (۱) ایک روز امام مذکورؒ اصحابِ ابی حنیفہؒ کے ہاں تشریف لے گئے' دیکھا: کہ "آپؒ کے اصحاب مسائل فقہ کے مذاکرے اور خوب بلند آواز سے بحث کر رہے ہیں۔ آپؒ کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر فرمایا: کہ "یہ لوگ شہیدوں' عابدوں اور تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں یہ لوگ سنت رسول ﷺ کو زندہ کر رہے ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔" کیا بغیر حدیث پڑھے' بلا سننے سمجھنے اور جاننے کے سنت رسول اللہ ﷺ کو زندہ کیا جاسکتا ہے؟ ہر گز نہیں! ہاں زندہ کرنا' تو تب ہوگا کہ ان کو حدیث فہمی اعلیٰ درجہ کے حاصل ہو۔ اب یہ ایک ایسی ہستی کا فرمان ہے' جن کے بارے میں "یحیٰی بن سعید القطانؒ نے فرمایا ہے: کہ "میں نے مسعرؒ جیسا کوئی نہیں دیکھا' حدیث میں سب لوگوں سے اثبت تھے۔" (۲)

امام مسعرؒ فرماتے ہیں: کہ "جو شخص اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے منصب پر چلے گا' مَیں امید کرتا ہوں کہ اس کا کچھ خوف نہ ہوگا۔" (۳) پھر یہ اشعار پڑھے۔

حسبی من الخیرات ما اعددته

یوم القیٰمه فی رضی الرحمان

دین النبی محمد خیر الوریٰ

ماٰخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۳۸ (۲) تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۱۰۳ (۳) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۳۹

ثم اعتقادی مذهب النعمان

یعنی نیکیوں میں میرے لئے وہ چیز کافی ہے جو کہ میں نے قیامت کے دن کیلئے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کیلئے تیار کی ہے جو نبی محمد خیر الوریٰ ﷺ کا دین ہے پھر نعمانؒ کے مذہب پر میرا اعتقاد ہے۔

قارئین کرام! یہاں ان اشعار سے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان کی عقیدت ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح ان اشعار سے نہ صرف امام مسعرؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد ثابت ہوتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ خیر القرون میں امام صاحبؒ کے مذہب کیلئے نعمان کے مذہب یعنی حنفی مذہب کا اثبات بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہ صحاح ستہ کے معتمد راوی امام مسعرؒ (۱) کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر مکمل اعتماد کا اظہار بھی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے عین مطابق ہے۔

امام مسعرؒ ایسا کیوں نہ کہتے جبکہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں اعلیٰ جلالت شان، علم فقہ میں اعلیٰ معیار اور ورع اور عبادت میں ایک منفرد مقام اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی آخری عمر کے بہترین ساعات گزارنے کے لئے آپؒ ہی کی مجلس اپنے لئے تجویز کی اور اسی پر تادم آخر قائم رہیا اور اپنے استاد امام اعظمؒ کی طرح سجدہ کی حالت میں انہی کی مسجد میں اپنی جان، جانِ آفریں کے حوالے کیا۔ **انا لله وانا اليه راجعون۔**

ماخذ ومصدر: (۱) تہذیب التہذیب رقم ۲۱۰: ۱۰/۱۰۲

امام مسعرؒ مسجدِ ابی حنیفہؒ میں سجدہ کی حالت میں خالق حقیقی سے جا ملے:

ناظرین کرام! امام مسعرؒ کے امام اعظمؒ کے ساتھ اپنی آخری عمر کے بیتے ہوئے اوقات خود ان کی زبانی ملاحظہ فرمائیں' جن کو علامہ ابن حجر مکیؒ اور خطیب بغدادی تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ لکھتے ہیں: ''مسعر بن کدامؒ نے فرمایا: ''میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس ان کی مسجد میں آیا' تو میں نے انؒ کو دیکھا: کہ ''انہوں نے صبح کی نماز پڑھی پھر لوگوں کو علم پڑھانے کیلئے ظہر کی نماز تک بیٹھ گئے' پھر ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد عصر تک پڑھانے میں مشغول رہے' پھر عصر کے بعد سے مغرب تک عشاء تک پڑھاتے رہے۔'' میں نے اپنے دل میں کہا: کہ ''یہ شخص عبادت کے لئے کب فارغ ہوگا؟ یہ رات کے وقت عبادت کا خیال نہیں رکھے گا۔ یعنی رات کو عبادت نہیں کرسکیں گے۔ پس میں نے خود ان کا خیال شروع کیا اور تحقیق کرنے لگا۔ پھر جب لوگوں کی چلت پھرت ختم ہوگئی' تو غسل کر کے ایسا عمدہ لباس پہن کر مسجد کی طرف نکل گئے' جیسا کہ دولہا ہوتا ہے۔ پھر فجر تک نماز میں مشغول رہے' پھر فجر سے تھوڑی دیر پہلے گھر گئے اور وہی سابقہ لباس پہن کر تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا فرمائی' پھر سارا دن وہی کیا جو پہلے دن کیا تھا۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا: کہ ''اس شخص نے آج کی رات نشاط کی وجہ سے عبادت کی ہے۔ آج پھر میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتے ہیں۔'' آپؒ فرماتے ہیں: ''جب لوگ سو گئے' تو پہلی رات کی طرح تشریف لائے اور فجر تک نماز میں مشغول رہے۔ پھر صبح کے بعد تدریس میں مشغول ہوگئے۔'' مَیں نے کہا: کہ ''یہ شخص

دو راتیں تو خوشی سے عبادت کرتا رہا۔ آج پھر دیکھوں گا کہ کیا کرتے ہیں۔'' فرمایا:'' پھر تیسری رات بھی پہلی رات کی طرح عبادت میں مشغول رہے۔'' یہ دیکھ کر میں نے عہد کیا: کہ'' موت تک ان سے جدا نہ ہونگا' یہاں تک کہ میری موت آجائے یا ان کی۔'' پھر میں ان کے ساتھ چمٹ گیا۔ میں نے کبھی بھی ان کو بیدار نہیں کیا اور نہ ان کو رات میں سوتے دیکھا۔ وہ ظہر کی نماز سے کچھ قبل تھوڑا سا اونگھتے تھے اور بَس۔'' ابن ابی معاذ کہتے ہیں: کہ'' مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک امام مسعر امام ابو حنیفہؒ کی مسجد ہی میں سجدہ کی حالت میں وفات پا گئے۔''(۱)

امام مسعرؒ امام ابو حنیفہؒ کے استاد اور ہم عصر ہونے کے باوجود ان کے درس میں بیٹھا کرتے تھے' چنانچہ عبداللہ بن المبارکؒ کہتے ہیں: کہ'' میں نے امام مسعرؒ کو امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں دیکھا کہ ان کے سامنے بیٹھے تھے' ان سے سوال کرتے تھے اور ان سے مستفید ہوتے تھے اور میں نے فقہ میں ابو حنیفہؒ سے زیادہ بات کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔'' **"قال ابن المبارك : رأيت مسعرا فى حلقة ابى حنيفة جالسا بين يديه يسأله ويستفيد منه وقال ما رأيت احدا قط تكلم فى الفقه احسن من ابى حنيفة"۔(۲)**

۳۔ امام زفر حنفیؒ کی توثیق:

صدر الائمہ مکیؒ اپنی سند کے ساتھ المجتہد الربانی' العلامۃ' بحر من بحور الفقہ' ذکی من اذکیاء الوقت' جامع بین العلم والعمل (۳) امام زفرؒ (م ۱۵۸ھ) سے روایت

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۶' وفی نسخۃ ۱۵/ ۴۸۷' الخیرات الحسان: ۳۵ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۴۳ (۳) سیر اعلام النبلاء: ۸/ ۴۳۹' مناقب للموفق: ۲/ ۱۴۹

کرتے ہیں: کہ'' زکریا بن زائدہ' عبدالملک بن سلیمان' لیث بن ابی سلیم' مطرف بن طریف اور حصین بن عبدالرحمٰن وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) بڑے بڑے محدثینؒ امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتے تھے اور آپ سے ان مسائل مشکلہ میں حل طلب کرلیا کرتے تھے' جوان کو پیش آتے تھے اور جو احادیثان پر مشتبہ المراد ہوتی تھیں' آپؒ سے ان کی تفسیر کراتے تھے۔'' "قال: کان کبراء المحدثین مثل زکریا بن ابی زائدة وعبد الملك ابن ابی سلیمان واللیث بن ابی سلیم ومطرف بن طریف و حصین هو ابن عبد الرحمٰن وغیرهم یختلفون الیٰ ابی حنیفة و یسألونه عما ینوبهم من المسائل وما یشتبه علیهم من الحدیث۔"(۱)

۴۔امام شعبہ بن الحجاجؒ کا فرمان مبارک:

قارئین کرام! امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) امام ابوحنیفہؒ کے بارے اچھی رائے رکھتے تھے۔ یہ وہی امام شعبہؒ ہیں' جن کو صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ میں سے پہچانا جاتا ہے۔''امام ثوریؒ آپؒ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے اور آپؒ عراق میں جرح و تعدیل کے سب سے پہلے امام گزرے ہیں۔''(۲) یہی امام شعبہؒ فرماتے تھے:''اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوحنیفہؒ بہترین فہم والے اور عمدہ حافظہ والے تھے۔ یہاں کے لوگوں نے آپؒ پر طعن و تشنیع شروع کی' اس وجہ سے کہ آپؒ ان سے بہترین فہم اور عمدہ حافظہ کے سبب زیادہ علم والے تھے اور اللہ کی قسم! وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے ملیں گے (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پوری طرح واقف

ماٰخذ ومصادر: (۱) طبقات الحفاظ:۱/۹۰' تہذیب التہذیب:۴/۳۰۱'۳۰۲ (۲) الخیرات الحسان فصل ۱۳:۳۶' الجواہر المضیۃ:۱/۵۷

ہیں۔) اور امام شعبہؒ امام ابو حنیفہؒ کیلئے رحم کی بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ **"کان واللہ حسن الفھم جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما ھو اعلم به منھم واللّٰہ سیلقون عند اللّٰہ وکان کثیر الترحم علیه۔" (۱)** ایک دفعہ فرمایا: "جس طرح مَیں (یقین کے ساتھ) جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے' اسی طرح یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔"

امام شعبہؒ کا امام ابو حنیفہؒ کو مکتوب:

یحیٰ بن معینؒ سے کسی نے پوچھا: کہ "آپ کا ابو حنیفہؒ کے بارے میں کیا خیال ہے؟" فرمایا: "وہ ثقہ ہیں۔ مَیں نے کسی سے ان کی تضعیف نہیں سنی' (اس کی ثقاہت کیلئے اس قدر کافی ہے کہ) یہ امام شعبہؒ ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کو مکتوب لکھا: کہ "آپ حدیث روایت کیجئے"۔ یعنی امام شعبہؒ نے انہیں حدیث روایت کرنے کا حکم دیا اور تعدیل میں امام شعبہؒ کا جو مقام ہے' وہ سب کو معلوم ہے۔ **"عن یحیٰ ابن معین فقال: (ابو حنیفة) ثقة ماسمعت احدا ضعف' ھٰذا شعبة ابن الحجاجؒ یکتب الیه ان یحدث ویأمره وشعبة وشعبة۔" (۲)**

کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا:

جب امام شعبہؒ کو امام اعظمؒ کی وفات کی خبر پہنچی' تو **"انا للّٰہ"** پڑھ کر کہا: کہ "کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا۔ یاد رکھو! یہ لوگ اب ان جیسا شخص کبھی نہیں دیکھیں گے۔"

"طفیٔ عن الکوفة نورُ العلم اَمَا انھم لا یرون مثله ابدا۔" (۳)

ماٰخذ و مصادر: (۱) علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کا مقام اور مرتبہ: ۲۱ (۲) ایضا: ۱۸۴ (۳) مناقب للموفق: ۲/ ۴۶

امام ابو حنیفہؒ احادیث صحیحہ بیان کرتے تھے:

امام شعبہؒ حضرت امام اعظمؒ کو ہر سال تحفہ بھیجا کرتے تھے اور ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔(ا) امام شعبہ بن الحجاجؒ، امام ابو حنیفہؒ کو لکھا کرتے تھے: کہ "ہماری طرف سے احادیث کی روایت کیا کریں" اور فرماتے تھے: کہ "ابو حنیفہ ثقہ تھے اور ایسے سچے لوگوں میں سے تھے کہ کبھی بھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون اور معتمد تھے۔ احادیثِ صحیحہ بیان کیا کرتے تھے۔"

۵۔ امام اسرائیل بن یونسؒ کی توثیق:

امام اسرائیلؒ (م۱۶۰ھ) صحاح ستہ کے ایسے راوی ہیں، جن کی امام احمدؒ "ثقة ثبت" کے الفاظ سے توثیق کرتے ہیں اور جن کے حافظہ پر امام احمدؒ تعجب کیا کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہؒ فقہی احادیث کے بڑے حافظ تھے:

ناظرین کرام! یہی امام اسرائیلؒ، امام ابو حنیفہؒ کو بہت بڑے حافظ الحدیث مانتے ہیں، چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ "نعمان (امام ابو حنیفہؒ) بہترین شخص تھے، جس حدیث میں فقہی مسئلہ ہوتا تھا اس حدیث کا ان سے زیادہ حافظ اور بہت زیادہ بحث وتلاش کرنے والا کوئی نہیں تھا اور اس حدیث میں جو فقہی مسئلہ ہوتا ہے اس میں ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا یعنی آپؒ خاص طور پر فقہی احادیث کے بہت بڑے حافظ، عالم اور بہت زیادہ بحث اور تلاش کرنے والے تھے اور مسائل فقہیہ کے احادیث سے بہت زیادہ واقف تھے اور انہوں نے امام حمادؒ سے (یہ احادیث فقہ) یاد کیں اور اچھے

طریقہ سے یاد کیں پس خلفاء' امراء اور وزراء ان کا اکرام کرنے لگے اور جب کوئی ان کے ساتھ فقہ کی کسی چیز میں مناظرہ کرتا' تو اس کو جان کی لیوا پڑتا اور فرار ہونے کی تلاش میں ہوتا تھا اور البتہ تحقیق مسعرؒ کہا کرتے تھے: ''جس نے امام ابو حنیفہؒ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان لایا میں امید کرتا ہوں کہ اس پر خوف نہیں ہوگا اور اس کی نفس کیلئے احتیاط میں کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔'' **"کان نعم الرجل النعمان ماکان احفظه لکل حدیث فیه فقه واشد فحصه(۱) عنه واعلمه بما فیه من ا لفقه و کان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنهفاکرمه الخلفاء والامراء و الوزراء وکان اذا ناظره رجل فی شیء من الفقه همتُه نفسُه ولقد کان مسعرا یقول من جعل اباحنیفه بینه وبین الله رجوت ان لایخاف ولایکون فرط فی الاحتیاط لنفسه"**۔(۲) آپؒ فرماتے ہیں: کہ ''اس زمانہ میں لوگ جن چیزوں کے محتاج ہیں' امام صاحبؒ ان کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔'' ظاہر ہے کہ ان دنوں لوگوں کو فقہ وحدیث دونوں ہی کی ضرورت تھی' تو گویا امام اسرائیلؒ نے امام صاحبؒ کو دونوں میں امام تسلیم کیا اور یہی بات اعمشؒ بھی فرمایا کرتے تھے: کہ'' آپ دونوں (فقہ وحدیث) کے خوب جاننے والے تھے۔''

٦۔ مشہور محدث بحر السقاءؒ کا فرمان:

محدث بحر السقاءؒ (م ١٦٠ھ) بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے۔ ابن ماجہ میں آپؒ سے روایت لی گئی ہے۔ آپؒ امام ابو حنیفہؒ سے کہتے تھے: کہ'' آپ

ماٴخذ ومصادر: (۱) ماٴخذ ومصادر: (۱) **الفحص "شدة الطلب خلال کل شیء فحص عنه فحصا ای بحث "** لسان العرب: ۷/ ۶۳ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۳۹

تو بہت سے بحور ہیں۔" یعنی ان کا نظریہ امام صاحبؒ کے متعلق یہ تھا: کہ "آپ علم کے صرف ایک سمندر نہیں' بلکہ بہت سے سمندروں کا مجموعہ ہیں۔" (۱)

۷۔ حضرت امام سفیان ثوریؒ:

امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی شان سے کون ناواقف ہے' امام شعبہؒ ان کی توثیق "**ھو احفظ منی**" "**خطیب ائمۃ المسلمین**" اور دین کے نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے' سے فرما رہے ہیں اور ان کی امامت' ضبط و پختگی' حفظ و معرفت اور زہد و تقویٰ پر علماء کا اتفاق نقل کرتے ہیں۔

آخری فعل نبوی ﷺ کے لینے والے اور ناسخ و منسوخ احادیث کے خوب پرکھنے والے امام:

امام عبداللہ بن مبارکؒ نے مذکورہ جلیل القدر امام سے امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کے اوصاف پوچھے' تو انہوںؒ نے ان کی توثیق یوں فرمائی: کہ "بیشک وہ ایسے علم پر سوار تھے جو نیزے کی نوک سے زیادہ تیز تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ علم کو اہتمام سے لینے والے اور حرام سے بھاگنے والے تھے۔ اپنے اہل شہر کے تعامل کا اتباع کرتے تھے' اور سوائے حدیث صحیح کے کسی اور کو لینا حلال یعنی جائز نہیں سمجھتے تھے، حدیث کے ناسخ اور منسوخ کو خوب اچھی طرح پرکھتے تھے۔ وہ ثقہ لوگوں سے حدیث لیتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے افعال کو لیتے اور اتباع حق میں علماءِ اہل کوفہ جس پر متفق پاتے' اس پر عمل کرتے اور اس کو اپنا مذہب بنا لیتے تھے۔" چنانچہ صاحب عقود الجمان اور علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ و مصدر: (۱) مناقب للموفق:: ۲/۴۴

"وقال سفیان الثوریؒ ان کان ابوحنیفة لیرکب من العلم احد من سنان الرمح' کان واللہ شدید الاخذ للعلم ذابا عن المحارم متبعا لاهل بلده ولایستحل ان یأخذ الا ماصح من اٰثار رسول اللهﷺ شدید ید المعرفة بناسخ الحدیث و منسوخه و کا ن یطلب احادیث الثقات ولاخر من فعل رسول اللهﷺ وما ادرك علیه علماء اهل الکوفة فی اتباع الحق اخذ به وجعله دینه" (۱) جبکہ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ ذرا تفصیل میں جاتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ آپؒ (یعنی امام ابوحنیفہؒ) علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط تھے اور حدود الٰہی کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے اور آپؒ صرف وہ حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی اور نبی کریمﷺ کے آخری فعل کو لیا کرتے تھے اور اس فعل کو جس پر علماء کوفہ کو عامل پاتے تھے' پھر بھی ایک قوم نے (بلاوجہ) ان پر طعن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت کرے۔"كان ابوحنیفة شدیدَ الاخذ للعلم ذابًّا عن حُرَمِ اللّٰه ان تُستَحَلَّ یأخذ بما صَحَّ عنده من الاحادیث التی کانت یَحمِلُها الثقات وبالاٰخِر من فعل رسول اللهﷺ وبما ادرك علیه علماءَ الکوفة ثم شَنَّعَ علیه قوم یغفر الله لنا ولهم۔" (۲)

الغرض جب امام صاحبؒ بقول امام ثوریؒ حدود اللہ کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے' علم کے بہت زیادہ حاصل کرنے والے' صرف ثقہ راویوں سے صرف صحیح حدیث لینے والے' ناسخ و منسوخ کو بہت زیادہ پہچاننے والے اور آخری

مأخذ ومصادر: (۱) عقود الجمان: ۱۹۱ بحوالہ المواهب الشریفة: ۸۷' الخیرات الحسان: ۳۳ (۲) الانتقاء: ۲۶۲

عمل نبوی ﷺ کے متلاشی تھے۔ نیز کوفہ کے اہل علم کو جس عمل پر انہوں نے پایا تھا' اسی پر عمل کرنے والے تھے' تو ان سے زیادہ علم حدیث جاننے والا اور اس پر عامل کون ہوگا؟۔

قارئین کرام! امام سفیان ثوریؒ کے اس اعلانِ حق سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کا حدیث نبوی ﷺ کے حاصل کرنے میں محتاط ہونا ثابت ہوتا ہے' وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ پر طعن و تشنیع کرنا گناہ تھا' تبھی ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب فرمائی۔

روئے زمین پر ان جیسا کوئی عالم نہیں:

ایک دفعہ امام ثوریؒ فرمانے لگے: کہ "جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کرنا چاہے' تو اس کو چاہئے کہ ان سے زیادہ قدر و منزلت حاصل کرے اور ان سے زیادہ علم حاصل کرے اور یہ دونوں کام ممکن نہیں۔"(۱) یہی وجہ تھی کہ جب کوئی شخص ان کے ہاں آ کر کہتا: کہ "میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں۔" تو فرماتے: کہ "تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ روئے زمین پر ان جیسا کوئی فقیہ و عالم نہیں۔"(۲) قاضی ابویوسفؒ فرماتے ہیں: کہ "حضرت سفیان ثوریؒ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرنے والے تھے۔"(۳)

امام اعظمؒ آگے چلتے اور امام ثوریؒ پیچھے:

ایک دفعہ دونوں حج تشریف لے گئے' تو سارے راستہ میں امام ثوریؒ' امام ابوحنیفہؒ کے پیچھے چلتے تھے۔ اگر کوئی شخص سوال کرتا' تو آپؒ خاموش رہتے تھے۔ صرف امام ابوحنیفہؒ ہی جواب دیتے تھے۔ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) تا (۴) الخیرات الحسان: ۳۳

امام ابو حنیفہؒ کی کتاب الرہن:

ایک شخص نے امام ثوریؒ کے تکیہ کے نیچے امام ابو حنیفہؒ کی "کتاب الرھن" رکھی ہوئی دیکھی، تو پوچھا: کہ "آپ ابو حنیفہؒ کی کتاب کو دیکھتے ہیں۔" فرمایا: "ہاں، کاش! میرے پاس ان کی ساری کتابیں ہوتیں اور مَیں ان کا مطالعہ کرتا، پھر مجھ سے کوئی مسئلہ پوشیدہ نہیں رہتا، لیکن تم انصاف نہیں کرتے۔"(۱) معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کئی کتابیں تھیں تبھی تو امام سفیانؒ نے ان کی کتب کے ملنے کی تمنا کی۔

علم کے بڑے مرتبے پر فائز امام:

امام نوویؒ اور خطیب بغدادیؒ نے ابو بکر بن عیاشؒ سے روایت کی ہے کہ جب امام سفیان ثوریؒ کے بھائی عمر بن سعیدؒ کا انتقال ہوا تو ہم لوگ تعزیت کیلئے آئے، تو مجلس اہل مجلس سے بھری ہوئی تھی اور اس مجلس میں عبداللہ بن ادریسؒ بھی موجود تھے کہ اچانک امام ابو حنیفہؒ ایک جماعت (جو ان کے ساتھ آئی تھی) میں تشریف لائے، امام سفیان ثوریؒ نے جب انہیں دیکھا۔ تو اپنی مجلس سے حرکت کرنے لگے، پھر اُٹھ کھڑے ہوئے پھر ان سے معانقہ کیا اور ان کو اپنی جگہ پر بیٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابو بکرؒ کہتے ہیں: کہ "مجھے ان پر بہت غصہ آیا، لیکن ابن ادریسؒ نے کہا: "افسوس تم پر! کیا تم نہیں دیکھتے؟" (یعنی مجلس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ابھی صبر اور برداشت سے کام لو، بعد میں معلومات کر لیں گے۔) پھر ہم کچھ دیر کیلئے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ لوگ چلے گئے۔ تو میں نے عبداللہ بن ادریسؒ سے کہا: "اس وقت تک نہ

ماخذ و مصدر: (۱) ایضاً

اُٹھنا' جب تک کہ ہم جان لیں کہ ان کے پاس اس واقعہ کی بابت کیا جواب ہے؟''
میں نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! (یہ سفیان ثوریؒ کی کنیت ہے) آج ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو وہ کام بہت برا لگا۔'' آپؒ فرمانے لگے: ''وہ کیا؟'' میں نے کہا: ''تمہارے پاس ابوحنیفہ آیا' تو آپؒ ان کیلئے کھڑے ہوگئے' ان کو اپنی جگہ پر بٹھالیا اور آپؒ نے ان کی حد سے زیادہ تعظیم کی اور یہ بات ہمارے ساتھیوں کو بہت بری لگی۔'' تو کہنے لگے: ''اور جو ناپسند کام تم نے دیکھ لیا' یہ شخص علم (حدیث) کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں' لیکن اگر میں ان کے علم (حدیث میں بڑے مرتبہ پر فائز ہونے) کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا' تو اس کی عمر کی وجہ سے اُٹھتا' اگر اس کی عمر کیلئے بھی نہ اٹھتا' تو اس کی فقاہت (یعنی حدیث کے معنی جاننے اور اس سے استنباط کرنے میں مہارت) کی وجہ سے اٹھتا اگر اس کی فقاہت کیلئے نہیں اٹھتا' تو اس کی پرہیزگاری کی وجہ سے اٹھتا۔'' اس پر انہوں نے مجھے چپ کرادیا پس میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔'' "**عن ابی بکر بن عیاش قال مات عمر ابن سعید اخو سفیان فاتیناہ نعزیه فاذا المجلس غاص باهله و فیهم عبد اللّٰه بن ادریس اذ اقبل ابوحنیفة فی جماعة معه فلما راٰه سفیان تحرك من مجلسه ثم قام فاعتنقه واجلسه فی موضعه وقعد بین یدیه قال ابوبکر فاغتظت علیه وقال ابن ادریس ویحك الا تریٰ فجلسنا حتی تفرق الناس فقلت لعبد اللّٰه بن ادریس لاتقم حتی نعلم ما عندہ فی هٰذا فقلت یااباعبد اللّٰه رأیتك الیوم فعلت شیئا انکرته وانکره اصحابنا علیك قال وما هو قلت جاء ك**

ابو حنیفة فقمت الیه واجلسته فی مجلسك وصنعت به صنیعا بلیغا وھٰذا عند اصحابنا منکر فقال وما انکرت من ذاك ھٰذا رجل من العلم بمکان فان لم اقم لعلمه قمت لسنه وان لم اقم لسنه قمت لفقهه وان لم اقم لفقهه قمت لورعه فاحجمنی (۱) فلم یکن عندی جواب۔" (۲)

امام ثوریؒ امام اعظمؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے......:

امام سفیان ثوریؒ فرماتے تھے: کہ "ہم ابو حنیفہؒ کے سامنے ایسے تھے، جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں اور ابو حنیفہؒ سید العلماء تھے"۔

علامہ مکیؒ نقل کرتے ہیں: علی بن مدینیؒ نے فرمایا: کہ "امام ابو حنیفہؒ سے سفیان ثوریؒ ابن مبارکؒ حماد بن زیدؒ ہشامؒ وکیعؒ عبادہ بن العومؒ اور جعفر بن عوامؒ وغیرہ نے روایت کی ہے۔" (یعنی یہ سب ائمۂ حدیث امام صاحبؒ کے احادیث میں شاگرد تھے) اور امام صاحبؒ کو "ثقة" اور "ان میں کوئی عیب نہیں" جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں اور امام شعبہؒ بھی امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔

۸۔ امام حسن بن صالحؒ کی حسن عقیدت:

امام حسن بن صالحؒ (م ۱۶۷ھ) صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابو حنیفہؒ ناسخ و منسوخ حدیث کی تلاش میں بہت مصروف رہتے تھے اور اہل کوفہ کی حدیث و فقہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے، بلکہ اپنے شہر کوفہ کے لوگوں

ماخذ و مصادر: (۱) فاحجم عنہ ای کفہ عنہ فکف مختار الصحاح: ۵۳۱ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۱، تہذیب الاسماء: ۲/۵۰۴

کی معمول بہا احادیث کے حافظ اوران پر نہایت سختی سے اتباع کرنے والے تھے۔" "ان ابا حنيفة كان شديد الفحص عن الناسخ والمنسوخ عارفا بحديث اهل الكوفة ان ابا حنيفةؒ كان شديدالاتباع لما كان الناس عليه حافظاً لـمـا وصـل الـى اهل بـلـده۔" (۱) اور فرمایا کرتے تھے: کہ "امام ابوحنیفہؒ سخت پرہیز گار، حرام سے سخت خائف، بہت سے حلال اشیاء کو صرف شبہ کے خوف سے ترک کئے۔" "هائبا للحرام تاركا للكثير من الحلال مخافة الشبهة ما رأيت فقيها قط اشدمنه صيانة لنفسه ولعلمه وكان جهاده كله الى قبره۔"

(۲) آپؒ فرماتے تھے: کہ "جب ان کے پاس نبی کریم ﷺ سے حدیث صحیح ثابت ہوجاتی تھی، تو آپؒ حدیث صحیح کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف نہیں جاتے تھے۔" (۳)

امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے آخری زندگی کے اعمال کے محافظ تھے:

آپؒ فرماتے تھے: کہ "جس طرح قرآن میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں، اسی طرح حدیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے آخری زندگی کے اعمال کے محافظ تھے۔" (۴) غور کا مقام ہے کہ حدیث میں مہارت کے بغیر ناسخ و منسوخ کی پہچان ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو اتنے کثیر اور زیادہ شواہد کے ہوتے ہوئے تین یا سترہ یا ایک سو بیس احادیث کا عالم بتایا جارہا ہے۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا نہیں ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ اتنے اکابر ائمہ ومحدثین کرامؒ کی شہادتوں اور تصدیقات کو پس پشت ڈالتے ہوئے ایک دو

مأخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان فصل ۱۱: ۳۰ (۲) ایضاً ۱۸: ۴۴، عقود الجمان: ۲۳۹ (۳) الجواہر المضیة: ۱/ ۲۸ (۴) مناقب موفق: ۸۹

بے سروپا اور مؤول باتوں کو سہارا بنا کر امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں آخر دشمنان اسلام کی طرف سے کوئی بات ضرور ہے۔

۹۔امام بخاریؒ کے مایہ ناز استاد، شیخ، بالاتفاق امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ:

امام نوویؒ کی تصریح کے مطابق عبداللہ بن المبارکؒ (م رمضان ۱۸۱ھ) وہ امام ہیں، جن کی امامت وجلالت پر ہر باب میں سب کا اتفاق ہے، وہ تمام چیزوں میں امام تھے۔ان کے ذکر سے رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے مغفرت اور بخشش کی امید کی جاتی ہے۔(۱) امام ابو اسحٰق الفزاریؒ نے ابن المبارکؒ کو "**امام المسلمین**" اور امام سفیان ثوریؒ نے آپؒ کو "**عالم المشرق والمغرب ومابینهما**" کے لقب سے نوازا ہے۔(۲) جبکہ علامہ ذہبیؒ ان کو "**الامام العلامة، الحافظ، شیخ الاسلام، فخر المجاهدین**" اور "**قدوة الزاهدین**" کے الفاظ سے تعارف کراتے ہیں۔(۳) ان کیلئے یہی الفاظ علامہ مبارک پوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) بھی لکھتے ہیں۔(۴)

محدث فریابیؒ کہتے ہیں: کہ "میں نے امام عبداللہؒ کی وفات کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ سے ابن المبارکؒ کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "وہ تو ﴿**مع الذین انعم اللہ علیهم من النبیین**

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب الاسماء: ۱/ ۲۶۷ (۲) ایضاً: ۲۶۸ (۳) تذکرہ الحفاظ: ۱/ ۲۵۳ (۴) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۲۲۶

الایۃ ﴾ میں شامل ہیں۔(۱)

امام ابن مبارکؒ امام اعظمؒ کے تلمیذ رشید تھے:

یہ مذکورہ عظیم ہستی امام اعظمؒ کی فخریہ علمی پیش کش ہے، جو کہ انہوں نے امت محمدیہ گودی ہے۔ امام عبداللہؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے چارسو احادیث پڑھیں جیسا کہ علامہ حمیدیؒ کہتے ہیں۔ **"سمعت عبد اللہ بن المبارک یقول کتبت عن ابی حنیفه اربع مائة حدیث ۔"** (۲) امام عبداللہؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سامنے نہ صرف زانوئے تلمذ بچھائے بلکہ آپؒ فخریہ طور پر فرماتے تھے: کہ "اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ اور سفیانؒ کے ذریعہ میری فریاد رسی نہ فرماتے، تو میں عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا۔" **"لو لا ان اللہ عزوجل اغاثنی بابی حنیفةؒ وسفیانؒ کنت کسائر الناس۔"**(۳)

امام ابوحنیفہؒ کی رائے یا تفسیر حدیث:

ایک دفعہ سلمہ بن سلیمانؒ نے ان سے عرض کیا: کہ " آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو اپنی کتابوں میں تو شامل کرلیا ہے، مگر امام مالکؒ کی رائے کو نہیں لیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "اس لئے کہ مجھے وہ رائے اور علم نظر نہ آئی۔" علامہ ابن عبدالبرؒ اس واقعہ کو سلمہ بن سلیمانؒ کے حوالہ سے یوں نقل کرتے ہیں: **"قلت: "لا بن المبارکؒ وضعت من رأی ابی حنیفةؒ ولم تضع من رأی مالکؒ" قال: "لم اره علما"۔** (۴)

ماخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۰/ ۱۶۹ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۶۰ (۳) تہذیب الکمال: ۲۹/ ۴۲۸، سیر اعلام النبلاء: ۵/ ۳۹۸ (۴) جامع البیان العلم: ۲/ ۱۵۷

آپؒ امام اعظمؒ کی رائے کو نہ صرف پسند کیا کرتے تھے‘ بلکہ ان کی رائے کو حجت تسلیم کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ابوحنیفہؒ کی رائے'' کا لفظ مت کہو بلکہ (ان کی رائے کو) حدیث کی تفسیر کہو۔'' یعنی آپؒ کی کوئی اپنی ذاتی رائے نہیں ہوتی‘ بلکہ وہ بعینہ کسی حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔'' چنانچہ سوید بن نصرؒ کہتے ہیں: "**سمعت ابن المبارك يقول لاتقولوا راى ابى حنيفة ولكن قولوا تفسير الحديث۔**"(۱) ہاں امام اعظمؒ بہت محتاط تھے اور "**من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار**" یعنی جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے‘ کی وعید سے بہت خائف وترساں۔ اس لئے بسا اوقات حدیث کی طرف نسبت کرنے کی بجائے احتیاطاً صرف مسئلہ بیان کیا کرتے تھے۔

امام ابن مبارکؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں تادم آخر رہنا:

قارئین کرام! امام صاحبؒ کی جلالت شان فی الحدیث کیلئے صرف یہی بات کافی ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث نے امام صاحبؒ کے سامنے نہ صرف زانوئے تلمذ طے کرکے ان کی شاگردی اختیار فرمائی بلکہ امام صاحبؒ کی صحبت میں آخری دم تک ساتھ رہے اور امام صاحبؒ کی وصال کے بعد ان کی قبر پر کھڑے ہوکر زار زار رو رو کر فرماتے رہے: کہ ''ابراہیم نخعیؒ نے مرتے وقت اپنا خلیفہ (امام ابوحنیفہؒ) چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ پر رحم فرمائے‘ کہ آپؒ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا۔'' یہ کہہ کر دیر تک زار وقطار روتے رہے۔(۲)

ماخذ ومصادر: (۱) احسن البیان فی تعریف النعمان ۲۸‘ مناقب کردری (۲) سرتاج محدثین: ۲۵۷

اپنے شیخ کو امام اعظمؒ کا لقب دینا:

امام ابن مبارکؒ اپنے استاد پر بڑے نازاں تھے۔ آپؒ ہی نے امام ابوحنیفہؒ کو حدیث میں انتہائی زیادہ مہارت کی بناء پر امام اعظمؒ کا لقب دیا تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ''اگر میں بعض بیوقوفوں کی بات پر رہتا' تو مَیں ابوحنیفہؒ سے محروم رہتا اور ان کے علوم و معارف سے محروم رہتا۔ پس یوں کہنا چاہیئے کہ طلب علم کی راہ میں میری ساری مشقت وتعب نیز ہزاروں لاکھوں روپے کا صرف کرنا رائیگاں جاتا۔''

آثار واحادیث کی معانی جاننے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت:

قارئین کرام! امام ابن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے'' آثار واحادیث کو لازم سمجھو' مگر ان کی معانی کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ احادیث کی معانی کو جانتے ہیں۔'' چنانچہ امام موفقؒ آپؒ کا قول نقل کرتے ہیں: کہ ''تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کا قول ضروری ہے۔ تا کہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنیٰ معلوم ہو جائے۔'' **"علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفة یتعرف به تاویل الاحادیث ومعناه۔"** (۱) آپؒ کا قول ہے: کہ ''جب ہمیں کسی موضوع کی کوئی حدیث نہ ملے' تو ہم ابوحنیفہؒ کے قول کو حدیث کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔'' ایک دفعہ فرمانے لگے: ''اگر میں ابوحنیفہ سے نہ ملتا' تو علم میں مفلس رہتا۔'' **"لولا لم الق اباحنیفة لکنت من المفالیس فی العلم۔"** (۲)

ماٰخذ ومصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/۲۱ (۲) ایضاً: ۳۰۷ 'احسن البیان فی تعریف النعمان ۲۸

امام ابو حنیفہ علم کے مغز تھے:

عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ ''میں ایک دن لوگوں کو اس طرح حدیث بیان کرر ہا تھا: کہ ''مجھے نعمان بن ثابتؒ نے حدیث بیان کی۔'' "**حدثنی نعمان بن ثابت الخ**"۔ مجلس والوں میں سے کسی نے کہا: ''نعمان بن ثابتؒ کون ہے؟'' میں (ابن المبارکؒ) نے کہا: ''ابو حنیفہؒ جو علم کے مغز تھے۔'' "**قال: ابوحنیفۃ مخ العلم**" یہ سن کر بعض لوگوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ تو میں (ابن مبارکؒ) تھوڑی دیر خاموش رہا پھر میں نے کہا: ''اے لوگو! تم ائمہؒ کے ساتھ بے ادبی اور جہالت کا معاملہ اختیار کرتے ہو۔ تم علم اور علماء کے مرتبے سے جاہل ہو۔ امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی قابل اتباع نہیں' کیونکہ وہ متقی' پرہیزگار اور مشتبہ چیزوں سے بچنے والے ہیں' علم کے پہاڑ ہیں' وہ علم کو ایسا کھولتے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے اپنی باریک بینی اور ذکاوت سے ایسا نہیں کھولا پھر قسم اُٹھا کر کہنے لگے: کہ ''میں تم سے ایک ماہ تک حدیث بیان نہیں کروں گا۔'' (۱) اور فرمایا: ''جس نے امام صاحبؒ سے کچھ حاصل نہیں کیا' وہ محروم ہے۔'' نیز فرماتے ہیں: کہ ''تمام علماء میں امام ابو حنیفہؒ جیسا کوئی پیش کرو ورنہ ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ ستاؤ۔" **ھاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفۃ والا دعونا لا تعذبونا۔**"(۲)

حافظہ میں سب پر غالب:

آپؒ فرماتے ہیں: کہ ''امام ابو حنیفہؒ حافظہ' فقہ' علم' پرہیزگاری' دیانت اور

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۳ (۲) مناقب موفق

تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے۔'' چنانچہ علامہ کردریؒ لکھتے ہیں: "**عن ابن المبارك قال غلب على الناس بالحفظ والفقه والعلم والصيانة والديانة وشدة الورع۔**"(۱)

عبداللہ بن مبارکؒ کا کوفہ کے علماء سے سوال:

امام عبداللہ بن مبارکؒ نے کوفہ میں اپنی آمد کے وقت علماء سے سوال کیا کہ کوفہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو جواب ملا: ''ابوحنیفہؒ'' پھر کوفہ میں سب سے بڑے عابد، زاہد، پرہیزگار و متقی اور سب سے زیادہ علمی شغل رکھنے والے کے بارے میں استفسار کیا۔ تو سب نے جواب میں کہا: ''ابوحنیفہؒ''۔ امام موصوفؒ اپنے تمام سوالات و جوابات تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''پس میں نے اخلاق محمودہ وحسنہ میں جس وصف کا بھی سوال کیا، سب نے امام ابوحنیفہؒ ہی کو افضل و برتر بتادیا۔''(۲)

امام ابوحنیفہؒ صرف ثقہ لوگوں سے صحیح حدیث لیتے تھے:

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ علم کے بڑے حریص تھے اور حضور ﷺ کی صرف صحیح حدیث لیتے تھے۔ آپؒ کو ناسخ و منسوخ کی خوب پہچان تھی اور صرف ثقہ لوگوں سے حدیث لیتے تھے اور حضور ﷺ کے آخری عمل کو لیتے تھے۔''(۳) ایک دفعہ فرمایا: کہ ''میں نے قاضی حسن بن عمارہؒ کو اس حال میں دیکھا، کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے گھوڑے کی نقاب پکڑی تھی اور ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم!

ماٰخذ ومصادر: (۱) مناقب کردری: ۱/۲۲۹ (۲) المیزان للشعرانیؒ بحوالہ ابوحنیفہؒ واصحابہ: ۱۶، الخیرات الحسان مترجم: ۱۸۶ (۳) ایضاً: ۱۶۷

مَیں نے فقہ میں ان سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ صابر اور حاضر جواب۔ یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں۔ ان کی شان میں سوائے حاسدوں کے کوئی اور بکواس نہیں کرتا۔" (۱)

امام عبد اللہ بن مبارکؒ سے کسی نے کہا: کہ "ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے۔" اس پر انہوں یہ شعر پڑھا:

حسدوك اذا ما فضلك الله   بما فُضّلت به النجباء

یعنی لوگ آپ سے اس چیز کی وجہ سے حسد کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ جس سے شریف لوگوں کو فضیلت دی جاتی ہے۔" (۲)

امام عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ "اگر کسی حدیث کے بارے میں (علماء سے) رائے دریافت کرنے کی ضرورت پڑے تو امام مالکؒ سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی آراء ہیں۔ ان میں سے امام ابوحنیفہؒ کو سب سے بہتر رائے دینے والا اور باریک بین پایا اور وہ فقہ میں زیادہ غور وخوض کرنے والے تھے اور وہ تینوں میں سے بڑے فقیہ تھے۔" **"ان كان الاثر قد عُرِف واحتج الى الرأى فرأى مالك وسفيان وابى حنيفة وابوحنيفة احسنهم وادقهم واغوصهم على الفقه وهو افقه الثلاثة۔"** (۳) اور فرماتے ہیں: کہ "تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دینی سمجھ اور فقاہت رکھنے والے ابوحنیفہؒ ہیں، میں نے فقہ میں ان جیسا (علم

مأخذ ومصادر: (۱) ایضاً (۲) الخیرات الحسان (عربی): ۷۸، سرتاج محدثین: ۱۷۲ (۳) مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ للذہبیؒ: ۳۱، المواہب الشریفۃ: ۹

رکھنے والا کوئی) نہیں دیکھا۔" "واما افقه الناس فابوحنیفة ثم قال مارأیت فی الفقه مثله۔"(۱) آپؒ فرماتے ہیں: کہ "جب سفیانؒ اور ابوحنیفہؒ دونوں ایک مسئلہ پر متفق ہو جائیں، تو کون ان دونوں کے سامنے فتویٰ پر قائم ہو سکتا ہے۔؟" "اذا اجتمع سفیان وابوحنیفة فمن یقوم لهما علی فتیا۔"(۲)

اقتدا کے سب سے زیادہ مستحق:

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: کہ "امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حقدار کوئی نہیں، جس کی اقتدا (تقلید) کی جائے کیونکہ وہ امام، متقی، صاحب ورع عالم اور فقیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ علوم منکشف کئے تھے، جو کسی اور پر منکشف نہیں کئے تھے، چاہے وہ علم دیکھنے سے متعلق ہے یا سمجھنے سے یا ذہانت سے یا تقویٰ سے۔"(۳)

ناظرین کرام! اگر بغض وعناد کی عینک بالائے طاق رکھتے ہوئے خوف خدا کو سامنے رکھ کر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے، تو امام ابوحنیفہؒ (جو کہ امام مالکؒ ومحمدؒ کے بلاواسطہ استاد اور امام شافعیؒ امام احمدؒ اور اصحاب ستہ کے بالواسطہ شیخ ہیں) کے متعلق، امام احمدؒ کے شیخ اور صحاح ستہ کے راوی امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ کی یہ چند شہادتیں کافی ووافی ہیں لیکن اگر کوئی شپرہ چشم اس سے آنکھیں چراتا ہے تو "نہ ماننے کے سو بہانے" کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔

ماخذ ومصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۴۰۳، تہذیب الکمال: ۲۹/ ۴۳۰ (۲) تہذیب الکمال: ۲۹/ ۴۳۰ (۳) مناقب ابی حنیفہ للکردریؒ بحوالہ المواہب الشریفة: ۱۵

حقیقۃ الفقہ کی حقیقت:

یہاں یہ عرض کرنا بھی مناسب ہوگا کہ **"حقیقۃ الفقہ"** مصنفہ مولوی محمد یوسف جے پوری جس کا تاریخی نام انہوں نے **"افاضات الجدیدہ علی ضیافۃ الاحبۃ"** رکھا ہے (اس کتاب میں انہوں نے جس دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ اس کے جواب میں لکھی گئی کتاب **"حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ"** انشاءاللہ کافی وشافی ہے۔ تفصیلی جوابات وہاں دیکھیں ۔) اس کتاب میں جن اعتراضات وہذیانات کے ساتھ مؤلف موصوف نے اللہ تعالیٰ کے ولیٔ خاص کے متعلق جس دشمنی کا ثبوت دیا ہے، وہ ان کے بڑے بھائیوں شیعہ شنیعہ کے خانہ ساز فکٹریوں کا خام مال ہے ۔ چنانچہ مؤلف موصوف نے امام ابو حنیفہؒ پر بے انتہاء کیچڑ اچھالنے کی جو بے جا جسارت کی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ''حامد حسین شیعی لکھنوی'' کی فیکٹری کا تیار کردہ کچرا ہے جو کہ جے پوری نے دجل وفریب سے مذکور شیعی مؤلف حامد حسین لکھنوی کی کتابوں سے سرقہ کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ حدیث میں دریکتا تھے:

حقیقۃ الفقہ کے مؤلف نے اپنی کتاب میں ''حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث'' کا عنوان قائم کرکے لکھا ہے: کہ'' قیام اللیل مطبوعہ لاہور ص۱۲۳ میں قول عبداللہ بن مبارکؒ (منقول ہے): **"کان ابو حنیفۃ یتیما فی الحدیث"** امام ابو حنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے۔''(۱) لیکن اوپر کے توثیقی کلمات اس

ماخذ ومصدر: (۱) حقیقۃ الفقہ: ۱۱۸

کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ پس یہ پہلے تو ان کا قول نہیں، لیکن اگر بالفرض ان کا قول بھی تسلیم کیا جائے، پھر بھی سابقہ توثیقی کلمات کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ یہ کلمۂ جرح نہیں، بلکہ کلمۂ تعدیل ہے، کیونکہ یتیم کے معنی محاورہ عرب میں یکتا، منفرد اور بے نظیر کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ بعض کتب لغت میں مذکور ہے: کہ "ہر وہ چیز جس کی کوئی نظیر نہ ہو، وہ یتیم کہلاتی ہے۔ اس لئے "**درة يتيمة**" کہا جاتا ہے۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں: "یتیم ریت کے اکیلے ذرے کو کہتے ہیں۔" اور فرماتے ہیں: کہ "ہر اکیلی چیز اہل عرب کے ہاں یتیم اور یتیمہ کہلائی جاتی ہے۔" "**وكل شيء مفرد يعزّ نظيره فهو يتيم فقال درة يتيمة قال الاصمعى اليتيم الرملة المنفردة قال وكل منفرد ومنفردة عند العرب يتيم ويتيمة۔**" (۱) لہٰذا عبداللہ بن مبارکؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے: کہ "امام ابوحنیفہؒ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے۔" انہوں نے یہ کلمہ جرح کی بنیاد پر نہیں کہا، بلکہ توثیق کی بنیاد پر فرمایا ہے اور اس کی تائید ان کے دوسرے اقوال کے علاوہ اس بات سے بھی ہوتی ہے جو کہ انہوں نے حضرت امام سفیان ثوریؒ سے نقل کی ہے: کہ "امام ابوحنیفہؒ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدود الٰہی کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے اور صرف وہ حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی اور نبی کریم ﷺ کے آخری فعل کو لیتے تھے اور اس فعل کو (لیتے تھے) جس پر علماء کوفہ کو عامل پاتے تھے، مگر پھر بھی ایک قوم نے ان پر (بلاوجہ) طعن و تشنیع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت فرمادے۔" (۲)

قارئین کرام! جب امام ابن مبارکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی منقبت میں امام

ماخذ و مصادر: (۱) حقائق الفقہ: ۴۷ بحوالہ صحاح: ۲/ ۳۴۹ (۲) الانتقاء: ۱۴۲

ثوریؒ سے مذکورہ بیان نقل کرتے ہیں، تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی امام ابوحنیفہؒ حدود اللہ کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے اور علم کے بہت زیادہ حاصل کرنے والے تھے، لیکن اس علمی شوق کو ہر کس ناکس سے پورا نہیں کرتے تھے، بلکہ صرف ثقہ راویوں سے صرف صحیح حدیث لیتے تھے۔ نیز آپؒ یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ و منسوخ کو بہت زیادہ جانچنے، پہچاننے والے اور نبی کریم ﷺ کے آخری عمل کے متلاشی تھے اور کوفہ کے اہل علم کو جس عمل پر انہوں نے پایا تھا، اسی پر عمل کرنے والے تھے، تو امام عبداللہؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ حدیث میں یتیم کیسے ہوسکتے ہیں۔

ناظرین کرام! امام سفیان ثوریؒ کے اس بیان سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کا حدیث نبوی ﷺ کے حاصل کرنے میں محتاط ہونا ثابت ہوا، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ پر طعن و تشنیع کرنا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تھا، تبھی ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ''امام ابن المبارکؒ نے فرمایا: کہ ''جب میں لوگوں سے امام ابوحنیفہؒ کی بُرائی سنتا ہوں، تو یہ مجھے غمگین کرتی ہے اور میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں۔'' **''اذا سمعتهم يذكرون ابا حنيفة بسوء ساء نى ذلك واخاف عليهم المقت من الله تعالىٰ۔''** (۱) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ مذکورہ امام عبداللہ بن المبارکؒ کے ہاں کلمہ جرح نہیں، بلکہ کلمۂ تعدیل ہے۔ لیکن اگر بالفرض اس کو کلمہ جارحہ بھی تسلیم کیا جائے، تو پھر بھی اس کی تاویل کی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ بہت

ماخذ ومصدر: (۱) مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ للذہبیؒ: ۳۶

ممکن ہے' انہوں نے یہ کلمہ اس وقت کہا ہو' جن دنوں امام ابوحنیفہ علم کلام میں منہمک تھے اور علم حدیث وفقہ میں اتنا زیادہ اشتغال نہیں رکھتے تھے' لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کی توجہ علم حدیث اور فقہ کی طرف مبذول ہوئی' تو نہ صرف یہ کہ امام ابن مبارکؒ نے ان کے متعلق تعریفی کلمات فرمائے' بلکہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ بھی تہہ فرمائے اور ہماری یہ توجیہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ گزشتہ صفحات میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق جو توثیقی کلمات مذکور ہوئے' وہ امام ابوحنیفہؒ کے ابتدائی ایام کی نہیں بلکہ آپؒ کی وفات کے بعد' امام عبداللہؒ کی عمر کے آخری دور کے کلمات ہیں اس لئے آخری عمر کے کلمات ہونے کے اعتبار سے بھی وفات والے کلمات کو ترجیح ہوگی۔

امام ابن مبارکؒ کے چند اشعار:

الغرض امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کے بہت بڑے مداح تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بہت سے دوسرے توثیقی کلمات بھی فرمائے ہیں۔ بغرض اختصار ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ البتہ فقیر ان کے چند اشعار نقل کر کے کلام کو سمیٹتا ہے۔ قارئین خود انصاف کریں کہ ابن مبارکؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر کتنا اعتماد تھا اور ان کے ساتھ ان کی کتنی عقیدت تھی۔ ؎

۱: لقد زان البلادَ ومَنْ علیھا　　امامُ المسلمین ابوحنیفة

یعنی مسلمانوں کے امام ابوحنیفہؒ نے تمام شہروں اور جو کچھ ان میں ہے' کو مزین کر دیا ہے۔

۲: باٰثار وفقهٍ فی حدیث　　کآیات الزبور علی الصحیفة

ان کی حدیث اور فقہ نے صفحات ایسے مزین کر دئے جیسے زبور کی آیات نے صفحات کو

مزین کر دیا تھا۔

۳: فما فی المشرقین له نظیر ولا بالمغربین ولا بکوفة

امام ابوحنیفہؒ جیسے نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں اور نہ ہی کوفہ میں ان جیسا پیدا ہوا۔

٤: رایت العائبین له سفاها خلاف الحق حججهم ضعیفة (۱)

مَیں نے امام صاحبؒ پر عیب لگانے والوں کو بے وقوف دیکھا (اور سمجھا) جنہوں نے ضعیف دلائل سے ان کا مقابلہ کیا۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مدح میں مذکورہ اشعار کے علاوہ دوسرے اشعار اور کلمات بھی فرمائے ہیں، جو کہ تہذیب الکمال، تاریخ بغداد اور دوسری کتب رجال میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ حنفی تھے:

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ امیر المومنین فی الحدیث غیر مقلدین کے ہاں مسلَّم امام، حافظ اور معتبر و ثقہ محدث کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے یہ معتمد امیر المومنین فی الحدیث، حضرت امام ابوحنیفہؒ پر عیوب لگانے والوں کو بے وقوف اور ان کے دلائل کو خلاف حق اور ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا فقیر آپ حضرات کے ہاتھ میں انصاف کی ترازو دیتا ہے، کہ ایسے ثقہ محدث (جن کی امامت پر ہر باب میں اتفاق، اجماع ہے اور جن کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے، جیسا کہ بحوالہ گذرا) امام ابوحنیفہؒ کو امام المسلمین اور مشرق و مغرب میں بے نظیر کہہ رہے ہیں اور ان کے مخالفین کو نہ صرف بے وقوف قرار دے رہے ہیں بلکہ خود ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ فرماتے

ماخذ و مصدر: (۱) الفہرست لابن ندیمؒ: ۲۸۴

ہیں۔کیا آپ کو اب بھی امام صاحبؒ کی حدیث دانی پر کوئی شک ہے؟ اگر شک ہے تو آیئے کچھ اور وضاحت سنیں کہ یہی امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ باوجود اتنے متبحر محدث ہونے کے حنفی بھی تھے۔شاید آپؒ یہ عبارت پڑھ کر صرف دعویٰ ہی سمجھ لیں لیکن فقیر کا یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ یہ ایک مسلّم حقیقت ہے۔

کیا آپ کے مطالعہ میں امام ابن المبارکؒ کا یہ قول نہیں آیا: کہ ''میں نے اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے شامل کی، لیکن امام مالکؒ کی رائے شامل نہیں کی، کیونکہ میں نے اس کو علم نہیں سمجھا۔'' اسی طرح ان کے سامنے جب امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے گئے، تو انتہائی ناراضگی کے ساتھ فرمایا: کہ ''(تو کون ہے؟ کہ) ایسے (عظیم) شخص کی بدگوئی کر رہا ہے، جس نے پنتالیس سال تک ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں پڑھی ہیں اور جو ایک رات میں دو دو رکعتوں میں قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے'' اور پھر فرمانے لگے: کہ ''میرے پاس جو فقہ ہے، وہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سیکھی ہے۔'' "وتعلمت الفقه الذی عندی من ابی حنیفة"۔(۱)

علامہ موفق مکی حنفیؒ اور علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ زادہ حنفیؒ دونوں نے امام عبداللہ بن المبارکؒ کو ائمہ حنفیہ میں سے ایک امام شمار کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں: "ومن الائمة الحنفية عبد الله بن المباركؒ"۔(۲) ان کے علاوہ علامہ قرشیؒ (م ۷۷۵ھ)(۳) اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ بھی ان کو طبقات حنفیہ میں سے شمار کرتے ہیں۔(۴) لیکن اگر آپ کو مذکورہ تاریخی واقعات پر احنافؒ کی

ماٰخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۵، مناقب موفقؒ: ۱/ ۲۳۶ (۲) مناقب موفق: ۲/ ۱۳۳، مفتاح السعادۃ: ۲/ ۱۱۲ (۳) الجواہر المضیۃ: ۱/ ۲۸۱ (۴) الفوائد البہیۃ: ۱۰۳

تحریر ہونے کی وجہ سے یقین نہیں آتا‘ تو آیئے غیر حنفی مشہور مالکی عالم دین علامہ ابوالولید الباجیؒ کی کچہری میں چلتے ہیں اوران سے امام عبداللہؒ کے کے مذہب کے متعلق پوچھتے ہیں‘ تو متوجہ ہوکر پڑھیں کہیں یہاں بھی حنفیت کا دعویٰ تو نہیں؟ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب (اور مقلدین) میں امام ابن المبارکؒ بھی ہیں اور امام مالکؒ کا ان کی تعظیم کرنا اور ان کی فضیلت تسلیم کرنا ایک مشہور امر ہے“۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا‘ تو آیئے خود ان کے الفاظ میں پڑھیں: **" ومن اصحاب ابی حنیفةؒ عبد اللّٰہ المبارکؒ وقد اشتھر اکرام مالکؒ له‘ وتفضیله ایاہ۔"** (۱)

امام موصوفؒ نے اس عقیدت کو تادم زیست نبھایا اور اپنے استاد کے ساتھ آخری دم تک وفا کو اپنا شعار بنایا۔ چنانچہ علامہ محمد الزاہد بن الحسن الکوثریؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”امام ابن المبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کی موالات اور ان کی تعظیم واجلال کا تادم آخر کاربند رہے۔“ خود انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں **" ان ابن المبارك لم یزل علیٰ موالاة ابی حنیفة و اجلاله الیٰ ان مات۔"** (۲)

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابن المبارکؒ‘ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نہ صرف اچھی رائے رکھتے تھے‘ بلکہ ان کی تلمیذی وشاگردی اختیار کرنے کے علاوہ ان کے اتنے معتقد اور جانثار تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے علاوہ دوسروں کی رائے حتیٰ کہ امام مالکؒ کی رائے کو بھی بلاوقعت سمجھتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو تفسیر حدیث کہا کرتے تھے‘ ان کی رائے کو علم دین سمجھتے تھے‘ اور ان کی اس رائے کو اپنی تصانیف میں جگہ دیکر اپنا مذہب جانتے تھے۔ ان کے اقوال پر عامل تھے

ماخذ ومصادر: (۱) شرح المؤطا: ۷/۳۰۰ (۲) تانیب الخطیب: ۱۵۱

اوران پر طعن وتشنیع کرنے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سمجھتے تھے' البتہ ان لوگوں کو اس بے جا طعن کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج تسلیم نہیں کرتے تھے' ہاں گناہگار ضرور سمجھتے تھے۔اس لئے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے تھے۔

اس تاریخی حقیقت سے خطیب بغدادیؒ اوران کی اقتداء میں چھوٹے بڑے رافضیوں کے بے سروپا اعتراضات کی پوزیشن بھی واضح ہوگئی۔لیکن مزید تنویرِ مقصد کیلئے چند دوسرے اکابر محدثینؒ کی آراء بھی لکھی جاتی ہیں۔ پڑھیں اور دعا دیتے جائیں۔امید ہے کہ حق کے متلاشی اوراہل اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے یہ آراءِ اکابر تسکین صدور' راحت قلوب' فرحت جان اور ذریعہ حلاوت ایمان ثابت ہوں گی۔

۱۰۔امام بخاریؒ کے بالواسطہ استاداورامام اعظمؒ کے خصوصی تلمیذ سعید' مجتہد فی المذہب امام ابویوسفؒ:

امام ابویوسفؒ (م ربیع الآخر ۱۸۲ھ) کو متعدد علوم میں مہارت باکمال حاصل تھی اگرچہ ان کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہوئی' لیکن اور علوم میں بھی وہ اپنی نظر آپ تھے' چنانچہ ہلال بن یحیٰ کہتے ہیں: کہ ''ابویوسفؒ تفسیر' مغازی' ایام العرب کے حافظ تھے اور فقہ ان کا ادنی علم تھا۔حدیث میں ان کا یہ مقام تھا کہ علامہ ذہبیؒ نے **"تذکرۃ الحفاظ"** میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اوران کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے **"الامام' العلامۃ"** اور **"فقیہ العراقیین"** (۱) کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔امام احمدؒ فرماتے ہیں: کہ ''میں سب سے پہلے طلب حدیث کے لئے قاضی ابویوسفؒ کے پاس

ماخذ ومصدر: (۱) ۱/۲۹۲

گیا‘ اس کے بعد میں نے دوسروں کے پاس حدیث طلب کی‘ تو دوسرے لوگوں سے لکھنا شروع کیا۔‘‘ **"اول ماطلبت الحدیث ذهبت الیٰ ابی یوسف القاضی ثم طلبنا بعده فکتبنا عن الناس۔"** (۱)

صاحب کتاب وسنت کا امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں سترہ سال:

یحیٰ بن معینؒ کہا کرتے تھے: کہ ’’اہل الرائے میں ابو یوسفؒ سے بڑھ کر کوئی شخص کثیر الحدیث نہیں۔ ‘‘اور فرماتے تھے: کہ ’’ابو یوسفؒ صاحب کتاب اور صاحب سنت تھے۔‘‘ (۲) امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد امام مزنیؒ کہا کرتے تھے: کہ ’’لوگوں نے حدیث (کے عالم ہونے اور اس پر عمل کرنے) کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ کی اتباع کی ہے۔‘‘ **"اتبع القوم للحدیث۔"** (۳) اور امام داود بن رشدؒ فرماتے ہیں: کہ ’’اگر ابوحنیفہؒ کا ابو یوسفؒ کے علاوہ کوئی اور تلمیذ نہ بھی ہوتا تو امام ابوحنیفہؒ کیلئے (صرف ان کا تلمیذ رشید ہونا) تمام لوگوں کے مقابلہ میں باعث فخر ہوتا۔‘‘ (۴) چنانچہ یہی امام موصوف اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کے پاس نہ صرف ایک عام طالب علم کی حیثیت سے حاضر ہوتے تھے‘ بلکہ انہوں نے تلمیذ ہونے کا حق ادا کیا اور ایسا حق ادا کیا کہ دنیا اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔ چنانچہ آپؒ اپنے استاد محترم کی خدمت میں سترہ سال تک رہے اور ان ایام میں مرض اور کسی بیماری کے علاوہ کبھی جدا نہیں ہوئے۔ حتی کہ عید الفطر میں کبھی مفارقت اختیار کی نہ عید الاضحیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپؒ کا ایک بیٹا فوت ہوا‘ تو اس کی تجہیز وتکفین میں حاضری تک نہیں دی اور اپنے جگر گوشہ کو تجہیز وتکفین کیلئے

ماٰخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۴/ ۲۵۵ (۲)‘ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۲۹۲ (۱) حسن التقاضی: ۱۵ بحوالہ المواہب الشریفۃ

اپنے پڑوسیوں اور اقرباء کے ہاں چھوڑ کر خود امام ابوحنیفہؒ کی بابرکت مجلس میں شرکت فرمانے کیلئے تشریف لے گئے‘ اس خوف سے کہ کہیں امام ابوحنیفہؒ کے فرامین میں سے کوئی چیز اس سے فوت نہ ہو جائے اور پھر ساری زندگی حسرت کرتا نہ پھرے۔(۱) اتنی عظیم محدث کا اپنے استاد کی مجلس میں سترہ سال اس انہماک سے گزارنا اس بات پر یقیناً دال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف محدث تھے‘ بلکہ محدث اعظم تھے۔

کاش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس......:

قارئین کرام! امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں امام احمدؒ علی بن مدینیؒ اور یحی ابن معینؒ وغیرہ اکابر محدثینؒ کے استاد تھے۔ حدیث میں اس قدر جلالت شان رکھنے کے باوجود‘ امام ابوحنیفہؒ کے اتنے مداح تھے کہ ان کی صرف ایک مجلس پر اپنی آدھی دولت قربان کرنے کو تیار تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”کاش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس میری آدھی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی۔“ امام اصمعیؒ کہتے ہیں: کہ ”ان دنوں آپؒ کی دولت بیس لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی۔“ مَیں نے کہا: کہ ”یہ تمنا آپ کیوں کرتے ہیں؟“ تو فرمانے لگے: ”کچھ مسائل کی تحقیق کیلئے دل میں خلش ہے‘ جس کی امام ابوحنیفہؒ ہی سے تسلی ہو سکتی ہے۔ (اگر ان کی مجلس ملتی‘ تو) ان سے دریافت کر لیتا۔“ (۲) نیز اپنے شیخ کے ساتھ دلی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں: کہ ”میں والدین سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کیلئے دعا کرتا ہوں اور میں نے آپؒ سے سنا آپؒ فرماتے تھے: کہ ”میں والدین کے ساتھ امام حمادؒ کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔“ (۳)

ماٰخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۹‘ ۱۷ (۲) مناقب کردریؒ بحوالہ مقدمہ انوار الباری (۳) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۴۰

حدیث کی تفسیر میں اعلم:

یہ عظیم محدثؒ اپنے شیخ اعظمؒ کے بارے فرماتے ہیں: کہ ”مَیں نے حدیث کی تفسیر اور باریک فقہی نکتوں کے جاننے میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا۔“ **”ما رایت احداً اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیہ من الفقہ من ابی حنیفۃ۔“(۱)** بلکہ مزید فرماتے ہیں: ”علماءِ وقت کا اتفاق ہے کہ آپؒ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں“ اور فرمایا ”میرا علم امام ابوحنیفہؒ کے (علم کے) مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا سا نالہ بڑی نہر فرات کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔“

صحیح احادیث کی پہچان میں ابو یوسفؒ سے زیادہ صاحب بصیرت:

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ بڑے عظیم البرکت تھے‘ ان کی وجہ سے ہم پر دنیا اور آخرت کے راستے کھلے“ اور فرماتے ہیں: کہ ”جب مَیں امام ابوحنیفہؒ سے کسی چیز میں مخالفت کرتا‘ تو کافی سوچ وبچار کے بعد آپؒ کے مذہب کو آخرت کے لحاظ سے زیادہ نجات والا پاتا اور جب بھی مَیں حدیث کی طرف مائل ہوا‘ تو امام ابوحنیفہؒ کو صحیح احادیث (کی پہچان) میں اپنے سے زیادہ مالک بصیرت پایا۔“ **”ما خالفت ابا حنیفۃؒ فی شئی قط فتدبرتہ الا رایت مذہبہ الذی ذہبہ الیہ انجٰی فی الاٰ خرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث وکان ہو ابصر بالحدیث الصحیح منی۔“(۲)** نیز فرماتے

مأخذ ومصادر: (۱)‘(۲) حوالہ بالا

ہیں: کہ "ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا' تو امام ابوحنیفہؒ کے پاس حاضر ہوتے اور آپؒ فوراً ہی حل پیش کر کے تشفی فرما دیتے تھے۔"

اہل کوفہ کے علوم کے حامل:

ابو محمد حارثیؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت نقل کی ہے: کہ "ہم لوگ ابوحنیفہؒ کے ساتھ علمی مسائل پر بحث کرتے۔ پھر آپؒ کسی مسئلہ کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے اور ان کے تلامذہ بھی اس مسئلہ پر متفق ہو جاتے' تو مَیں کوفہ کے اصحاب حدیث کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تا کہ دیکھوں کہ ان کے قول کی تائید کسی اثر یا حدیث سے ہوتی ہے؟ (یا نہیں) تو کبھی کبھار (ان کے قول کی تائید میں) دو یا تین حدیثیں مل جاتی تھیں۔ مَیں ان کو امام صاحبؒ کی خدمت میں لاتا۔ وہ حدیثیں اگرچہ ان کے قول کے موافقت ہوتیں' پھر بھی کسی حدیث کو قبول کر لیتے تھے اور کسی کو رد کرتے ہوئے فرماتے تھے: کہ "یہ صحیح یا مشہور نہیں ہے۔" اس پر مَیں عرض کرتا: کہ "آپ کو کیسے علم ہوا؟" تو فرماتے: "مَیں اہل کوفہ کے علوم کا حامل ہوں۔" (۱)

یہ حدیث تمہارے والد کے عقد سے پہلے یاد ہے لیکن......:

سبحان اللہ! یہ ایسی عظیم ہستی کا اعتراف ہے جن کے بارے میں خود امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: (جبکہ آپؒ بیمار ہو گئے تھے اور امام ابوحنیفہؒ آپؒ کی عیادت سے واپس آ رہے تھے) کہ "خدانخواستہ یہ شخص ہلاک ہوا' تو دنیا کا عالم ہلاک ہوا۔" علامہ ابن خلکانؒ نے امام اعمشؒ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے: کہ "انہوں نے قاضی ابو یوسفؒ

ماخذ و مصدر: (۱) الخیرات الحسان فصل ۳۰:۶۹

سے ایک مسئلہ پوچھا۔" انہوں نے جواب دیا۔ امام اعمشؒ نے کہا: کہ "اس میں کوئی سند ہے۔؟" قاضیؒ ابو یوسفؒ نے فرمایا: "ہاں! وہ حدیث جو آپؒ نے فلاں موقع پر مجھ سے بیان کی تھی۔" امام اعمشؒ نے کہا: کہ "یعقوب! یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے' جب تمہارے والد کا عقد بھی نہیں ہوا تھا' لیکن اس کا صحیح مطلب آج ہی سمجھ میں آیا۔"

امام ابو یوسفؒ حنفی تھے:

امام ابوحنیفہؒ کا حدیث میں عالی مرتبہ کا اس سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ جیسے جلیل القدر محدث آپؒ کے صرف مداح ہی نہیں تھے' بلکہ آپؒ کے مذہب یعنی فقہ حنفی کے مصنف و مدون اول اور مجتہد فی المذہب بھی تھے۔

۱۱۔ امام فضیل بن عیاضؒ کا فرمان:

ابن ماجہ کے علاوہ باقی صحاح خمسہ کے راوی فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ ایک فقیہ شخص تھے۔ (پھر کئی سطور پر مشتمل تعریفیں کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ) ان پر اس فقہ میں سے کوئی مسئلہ پیش ہوتا' اگر اس میں کوئی صحیح حدیث ہوتی' تو اس کی اتباع کرتے' اگرچہ وہ کسی صحابیؓ اور تابعیؒ کا اثر کیوں نہ ہوتا۔ اگر اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث نہ ہوتی' تو قیاس فرماتے اور بہترین قیاس فرماتے۔" **"کان ابوحنیفۃ رجلا فقیہا......وکان اذا وردت علیہ مسئلۃ فیہا حدیث صحیح اتبعہ وان کان عن الصحابۃ والتابعین والا قاس واحسن القیاس۔"** (۱)

ماخذ و مصدر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۰

امام ابوحنیفہؒ کا طرزِ استدلال:

قارئین کرام! فضیل بن عیاضؒ کی اس تصدیق سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ پہلے نمبر پر صحیح حدیث کی تتبع اور تلاش فرماتے تھے۔ اگر وہ نہ ملتی تو پھر صحابہؓ وتابعینؒ کے اقوال و آثار لیتے تھے، لیکن اگر وہ بھی ندارد، تو قرآن وحدیث کی روشنی میں بہترین قیاس کے ذریعے استنباط مسئلہ فرماتے تھے۔ یہ وہ شخص ہیں جن کی بابت عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: کہ "سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی فضیل بن عیاضؒ ہیں۔" "**واما اورع الناس فالفضيل بن عياض۔**" (۱) اور فرماتے ہیں: میرے نزدیک زمین کی پشت پر فضیل سے افضل نہیں رہا۔" "**ما بقى على ظهر الارض عندى افضل من فضيل۔**" (۲)

۱۲۔ امام اعظمؒ کے تلمیذ، امام شافعیؒ واحمدؒ کے شیخ اور صحاح ستہ کے معتمد راوی امام وکیع بن الجراحؒ:

امام وکیعؒ (م ۱۹۷ھ)، امامین متبوعین (امام شافعیؒ امام احمدؒ) کے شیخ ہونے کے علاوہ صحاح ستہ کے معتمد راوی اور فن حدیث کے اہم رکن ہیں۔ امام احمدؒ ان کی شاگرد ہونے پر فخر کیا کرتے تھے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی، کہ تیری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔" "**حدثنى من لم ترعيناك مثله۔**" (۳) اور فرماتے ہیں: "میں نے وکیعؒ سے بڑھ کر علم کو یاد رکھنے

ماخذ ومصادر: (۱)، (۲) ایضاً، تہذیب التہذیب: ۸/۲۶۵ (۳) تہذیب الاسماء واللغات رقم ۶۶۸: ۲/۴۴۲

والا اوران سے بڑھ کر حدیث کا کوئی حافظ نہیں دیکھا۔''(۱)

اکثر ائمہ کرام نے امام وکیعؒ کی بڑے شدومد سے توثیق کی ہے۔ چنانچہ فنِ رجال کے عظیم رکن یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ''میں نے وکیعؒ کے علاوہ کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا' جو اللہ تعالیٰ کیلئے احادیث پڑھاتے ہوں' اور میں نے کسی ایسے شخص کو بالکل نہیں دیکھا' جو امام وکیعؒ سے زیادہ حافظ ہو اور وہ اپنے زمانہ میں ایسے شخص تھے' جیسے امام اوزاعیؒ اپنے زمانہ میں تھے۔''(۲)

امام وکیعؒ' امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے:

امام ابن مَعینؒ فرماتے ہیں: کہ''میں نے وکیع بن الجراحؒ سے افضل کوئی اور نہیں دیکھا'' آپؒ سے پوچھا گیا: کہ''کیا ابن مبارکؒ بھی ان سے افضل نہ تھے؟'' تو فرمانے لگے:''یقیناً ابن مبارکؒ بڑے رتبہ اور فضیلت کے مالک تھے' لیکن میں نے وکیعؒ سے افضل کوئی اور نہیں دیکھا۔ وہ قبلہ رو ہو جاتے اور حدیث یاد کیا کرتے تھے' قائم اللیل اور صائم الدہر تھے اور امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان سے بہت سی چیزیں (یعنی احادیث اور فقہی مسائل) سنی تھیں اور یحی بن سعید القطانؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔'' **"ویفتی بقول ابی حنیفۃ وکان قد سمع منه شیئاً کثیرا۔" "وکان یحیٰ بن سعید القطان یفتی بقوله ایضاً۔"(۳)**

اصحاب الحدیث صرف چار ہیں:

امام یحی بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ **"ثقات الناس"** یا (کہا کہ) **"اصحاب**

مأخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۹/ ۱۲۵ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۵۰۴ (۳) ایضاً: ۵۰۱

الحدیث صرف چار ہیں، جن میں سے ایک امام وکیعؒ کو شمار کیا۔"(۱) ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، تو آپ ﷺ سے پوچھنے لگا: کہ "یارسول اللہ! (ﷺ) ابدال کون ہوتے ہیں؟" فرمایا: "جو لوگ اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہ ماریں اور وکیعؒ بھی انہی میں سے ہے۔"(۲)

امام وکیعؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی سب حدیثیں یاد تھیں:

مذکورہ بالا صفات محمودہ کے مالک، جلیل القدر امام، نے امام اعظمؒ کی صرف تعریف و توثیق پر اکتفاء نہیں کی، بلکہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ بچھاتے ہوئے آپؒ سے بہت سی احادیث بھی پڑھی ہیں، چنانچہ حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ لکھتے ہیں: کہ "وکیعؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی احادیث سنی ہیں۔" "**وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا۔**"(۳) اسی طرح علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کے سماع کی تصدیق فرمائی ہے۔(۴) اور ان پر انتہائی اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے: کہ "احادیث میں جتنی احتیاط اور ورع سے انہوں نے کام لیا ہے کسی اور نے نہیں لیا۔" چنانچہ علامہ صدر الائمہؒ لکھتے ہیں: "**لقد وُجِد الورعُ عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یُوجَدْ عن غیره۔**"(۵)

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۵۰۱ (۲) ایضاً: ۵۱۰ (۳) جامع بیان العلم: ۲/ ۱۴۹ (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۶۸، تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۱۱۱ (۲) مناقب موفق: ۱/ ۱۹۷

کھڑے ہوکر ٹھنڈی آہ بھرلی اور کہا......:

ایک دن ان کی مجلس میں ایک حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا' کھڑے ہوکر ٹھنڈی آہ بھرلی اور فرمایا: ''اب ندامت سے کیا فائدہ؟ وہ شیخ یعنی امام ابوحنیفہؒ کہاں ہیں جن سے یہ اشکال حل ہوتا؟'' آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ حدیث کی روایت کرتے وقت جس تقویٰ پر پائے گئے' ان کے سوا کسی اور میں اتنی تقویٰ نہیں پائی گئی۔'' ایک دفعہ کسی نے امام وکیعؒ کے سامنے ''**اخطأ ابو حنیفة**'' کہا' تو امام وکیعؒ ناراض ہوکر فرمانے لگے: ''امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں فقہ کے امام تھے' قیاس کے امام تھے اور محدث وصوفی بھی تھے۔ تو ایسا آدمی جب غلطی کرے گا' تو کیا اس کو شاگرد نہیں ٹوکیں گے' تو پھر وہ کیسے غلطی کرے گا؟''

امام وکیع بن الجراحؒ حنفی تھے:

امام وکیعؒ نے امام اعظمؒ کی شاگردی سے سعادت مند ہونے کے بعد امام اعظمؒ کی تقلید بھی شروع کی اور آپؒ کے قول پر فتویٰ دینا شروع کردیا تھا۔ امام وکیعؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے قول ومذہب پر فتویٰ دینے کے قول میں علامہ خطیب بغدادیؒ کی طرح تقریباً تمام مؤرخینؒ اور اصحاب جرح وتعدیلؒ نے تصریح فرمائی ہے' چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (۱) علامہ ذہبیؒ (۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (۳) علامہ القرشیؒ (۴) سب نے "**ویفتي بقول ابي حنیفة**" لکھا ہے' جبکہ علامہ القرشیؒ مولیٰ طاش کبریٰ زادہؒ (۵)

ماخذ ومصادر: (۱) الانتقاء: ۱۳۶ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۸۲ (۳) تہذیب التہذیب: ۱۱/۱۲۷ (۴) الجواہر المضیۃ: ۲/۲۰۸ (۵) مفتاح السعادۃ: ۲/۱۱۷

ملا علی قاریؒ(۱) اور علامہ انور شاہؒ(۲) نے آپؒ کو صراحتاً ائمہ حنفیہؒ میں سے شمار کیا ہے۔

قارئین کرام! اگر زمانہ کے معتمد ائمہ جرح وتعدیل' امام وکیعؒ (جو کہ ایک بلند مرتبہ فقیہ' محدث اور امام تھے) کی بابت لکھیں: کہ "انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث پڑھیں' آپؒ کی تمام احادیث یاد کیں اور آپؒ کی آراء واقوال کو اپنا مشعل راہ بناتے ہوئے انہی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔" تو کیا امام ابوحنیفہؒ کی بیان کردہ احادیث ضعیف ہو سکتی ہیں؟ اور اگر بالفرض آپؒ کی احادیث ضعیف ہوں' تو کیا ایسے جلیل القدر امام ایسی ضعیف اور کمزور احادیث واقوال پر عمل کر کے اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لیکن افسوس! آج کل کے شپرہ چشم تاریخ کے اوراق سے نابلد ونا آشنا' اسلامی شخصیات کی محتاط مجالس سے بے خبر' فن رجال سے ناواقف اور حساب آخرت سے غافل لوگ ان تصریحات سے آنکھیں بند کر کے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ایسی سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پڑھکر سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ان کی دل آزار عبارات کے نقل کرنے کو تو دل نہیں چاہتا' لیکن چونکہ نقل کفر نہ باشد اس لئے فقیر اظہار حق کی خاطر امام ابوحنیفہؒ کے بارے ان کی گندی ذہنیت کا تھوڑا سا جھلک دکھاتا ہے۔

حکیم فیض عالم وغیرہ غیر مقلدین کے ہذیانات:

لامذہب حکیم فیض عالم لکھتا ہے: "امام ابوحنیفہؒ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں۔ مگر اس باب کو اسی پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں بار باران الفاظ کی جو تکرار کی گئی

ماخذ ومصادر: (۱) ذیل الجواہر: ۲/۵۴۰ (۲) العرف الشذی: ۳۲۰

ہے "**عند ابی حنیفة**" "**قال ابوحنیفة**" "**هٰذا مذهب ابی حنیفة**" وغیرہ وغیرہ وہ کونسے ابوحنیفہ ہیں۔ (توسیٔں)

ابوحنیفہ مجوسی النسل اور آل عمر سے کینہ رکھنے والوں میں شمار ہے:

۱: ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، ثابت کوفی کے ہاں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔ آپؒ کے دادا مسلمان ہوئے تھے۔ چہ عجب کہ باقی مجوسی النسل نومسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور باآل عمر کینہ قدیم ست عجم را، کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ (۱)

عمرؓ اور آل عمر سے کینہ رکھنے والے کون؟:

محترم قارئین کرام! ذرا سوچ کر موازنہ کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ سے بغض وعناد رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے پیروکار ہیں یا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے لامذہب حضرات؟۔

ایک طرف احناف ہیں، کہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپؓ کی ہر ادا، عمل اور ہر حکم کو امر نبوی ﷺ "**علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ الخ۔**" (۲) کے مطابق اس کو سنت جانتے ہوئے اپنے لئے مشعل راہ بناتے ہیں۔ امر عمریؓ کو بعینہ شریعت جانتے اور مانتے ہوئے اپنی دنیا وآخرت سنوارنے اور دونوں جہانوں کی کامیابی، کامرانی، سرخروئی کا ذریعہ اور وسیلہ شمار کرتے

ماخذ ومصادر: (۱) اختلاف امت کا المیہ: ۳۷، ۳۸ (۲) مشکوٰہ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، فتاویٰ ابن تیمیہؒ: ۳۲/۳۴۷

ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ''کہ خلفاء راشدینؓ کی سنت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور اس پر بہت سے شرعی دلائل موجود ہیں۔'' **"فسنة الخلفاء الراشدين هي امَرَاللّٰهُ به ورسولُه وعليه ادلةٌ شرعيةٌ كثيرةٌ۔"(۱)**

دوسری طرف غیر مقلدین ہیں کہ ان کے نزدیک احناف کے برعکس حضرت عمر فاروقؓ مرتکب بدعت ہیں، یہ لوگ آپؓ کو قرآن وسنت کے خلاف احکامات جاری کرنے والا بتاتے ہیں۔ ان کے عمل کو سنت کی بجائے بدعت سے موسوم کرتے ہوئے نا قابل حجت اور نا قابل استدلال کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی بجائے اس سے دور بھاگتے ہیں۔ تو کیا خلفاء راشدینؓ کے متعلق ایسے الفاظ کہنے والا اگر ظاہری طور پر حضرت عمرؓ کو خلیفہ راشد بھی کہیں، تو کیا ان کے اس قول پر اعتبار کیا جائے گا۔؟ ہر گز نہیں۔

مدینہ منورہ میں بدعت کی شناعت:

قارئین کرام! یہی لوگ سنت عمریؓ اور سنت عثمانیؓ کو بدعت عمری اور بدعت عثمانی کہتے ہوئے آپؓ کو مدینہ منورہ میں بدعتی قرار دے رہے ہیں اور احادیث میں بدعتی، خاص کر مدینہ منورہ کے بدعتی کی بہت شناعت اور برائی بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ احادیث میں بدعتی کی تعظیم ممنوع قرار دی گئی ہے اور مدینہ منورہ میں بدعت اور بدعتی کو پناہ دینے پر لعنت کی وعید سنائی گئی ہے نیز اس کی عبادت قبول نہ ہونے کی سخت دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''جس نے بدعتی آدمی کی تعظیم کی پس اس نے اسلام کے ڈھانے پر اس کی مدد کی۔'' **"من وقر صاحب بدعة فقد اعان**

ماخذ ومصدر: (۱)، فتاویٰ ابن تیمیہؒ: ۴/ ۱۰۸

علی ھدم الاسلام "(۱) اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی (بدعت یا) بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس سے کوئی نفل قبول کی جائے گی اور نہ کوئی فرض۔'' "**فمن احدث فیھا حدَثا او آویٰ محدِثا فعلیه لعنة اللّٰه والملٰئکة والناس اجمعین لایُقبل منه صَرفٌ ولا عَدلٌ۔**" (۲)

قارئین کرام! ایک جانب امام ابو حنیفہؒ اور آپؒ کے متبعین ہیں اور دوسری جانب لا مذہب کا ٹولہ ہے۔ پہلی جماعت خلفاء راشدینؓ کی سنت کو اپنا مشعل راہ بناتے ہوئے دونوں جہانوں کی کامیابی کا وسیلہ شمار کرتے ہیں اور دوسری جماعت ان حضرات کی سنت کو بدعت کہتے ہیں تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ ''پال عمر کینہ قدیم ست عجم را' کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔'' کا مصداق کونسی جماعت ہے؟ کیا اس جملہ کا کہنے والا عجمی خود اس کا سو فیصد مصداق نہیں بنتا؟ یقیناً یہی حضرات خود اس کے مصداق ہیں اور یہ صرف آج کل کے لا مذہب لوگوں کی عادت نہیں ہے بلکہ ان کے بڑوں نے بھی خلفاء راشدینؓ کی مستقل سنت کو دین میں حجت تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ (۳)

حضرت عمرؓ روزمرہ کے موٹے موٹے مسائل سے بے خبر تھے:

یہ لوگ خلفاء راشدینؓ بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ کی سنت کو کس طرح مشعل راہ بنائیں گے جبکہ ان کے نزدیک ''حضرت عمرؓ روزمرہ کے موٹے موٹے مسائل اور دلائل شرعیہ سے بے خبر تھے اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا۔ (**العیاذ باللّٰه**) وہ نصوص کی خلاف ورزی کے مرتکب تھے۔

ماخذ ومصادر: (۱) مشکوٰۃ مع شرح مرقاۃ: ۱/۳۹۴ (۲) ایضاً: ۵/۶۱۸ (۳) تحفۃ الاحوذی

ان کو قرآن وسنت سمجھ نہ آسکی' بلکہ حضرت عمرؓ قرآن حکیم میں ترمیم کرنے والے تھے۔"

قارئین کرام! ابھی انشاء اللہ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حدیث نبوی ﷺ کے یہ نام نہاد شیدائی اور عشاق' برائے نام اہل حدیث' آپ ﷺ کے خلفاء راشدینؓ کے بارے کس طرح اور کس قسم کی زہر افشانی کرتے ہیں۔ کلیجہ تھام کر لامذہب افراد کی تحریر پڑھیں۔

"برادران: حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ قطعاً اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولی الامر تھے' لیکن باوجود اس کے نہ تو کسی صحابیؓ نے ان کی تقلید کی' نہ ان کی طرف کوئی منسوب ہوا۔ بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمان خدا وفرمان رسول ﷺ کے خلاف نظر آئے۔ ایک جگہ حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پس آؤ سنو! بہت سے صاف صاف موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان میں غلطی کی اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل دلائل' سے حضرت عمر فاروقؓ بے خبر تھے۔"(۱)

خلفائے راشدینؓ نے خلاف شرع احکام صادر کئے:

رئیس احمد ندوی سلفی صاحب محقق جامعہ سلفیہ بنارس یوں گویا ہیں: "اس بناء پر ہم دیکھتے ہیں: کہ "اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفاء راشدین نے بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح ومصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے۔ ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا۔

ماخذ ومصدر: (۱) طریق محمدی: ۴۱

ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفاء راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے (۱) مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمر فاروقؓ یا کسی بھی خلیفہ راشدؓ نے نصوص کتاب وسنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا لیکن پوری امت نے ان معاملات میں بھی حضرت عمر فاروقؓ یا دوسرے خلیفہ راشد کی جاری کردہ قانون کی بجائے نصوص کی پیروی کی ہے۔ (۲)

حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ نصوص کی خلاف ورزی کے مرتکب تھے:

یہی مؤلف موصوف حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں مزید گوہر افشانی کرتے ہیں: "اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہؓ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کیا تھا اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔" (۳) اور ایک دوسری جگہ یہی محقق صاحب ان دونوں کے بارے میں رقمطراز ہیں: کہ "حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے سامنے یہ آیات واحادیث پیش ہوتی تھیں پھر بھی ان کی سمجھ میں بات نہ آ سکی۔" (۴)

حضرت عمرؓ نے قرآنی حکم میں ترمیم کی:

یہی موصوف محقق دوران لکھتے ہیں: کہ "حضرت عمرؓ کی تمنا اور خواہش بھی یہی

ماخذ ومصادر: (۱) تنویر الآفاق: ۱۰۷ (۲) ایضاً: ۱۰۸ ماخذ ومصادر: (۳) ایضاً: ۸۷،۸۸ (۴) ایضاً: ۴۱۸

تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے (قرآنی حکم میں نعوذ باللہ [مروت]) یہ ترمیم کی کہ تین طلاق قرار پائے۔''(۱) اور حضرت علیؓ کے فتویٰ جس میں آپؓ نے ایک وقت کی تین طلاق کو تین طلاق قرار دئے تھے' کے خلاف اپنی کج روی سے یوں غلط تاویل کرتے ہیں: ''ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی............یہی غصہ والی بات ان صحابہ (جیسے حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ [مروت]) کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی' جنھوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلاتا۔''(۲) (مشہور ہے''دروغ گورا حافظہ نباشد۔'' اِدھر حضرت عمرؓ کے بارے مصلحت کے الفاظ لکھتے ہیں اور اُدھر فوراً ہی حافظہ سے ذہول ہو کر غصہ کارفرما تھا' لکھ مارا۔ **"فواعجبا!"**)

محقق موصوف مزید درافشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ظاہر ہے کہ زبان سے غصہ کی حالت میں نکلی ہوئی ایسی باتوں کو حجت شرعی نہیں قرار دیا جاسکتا' جبکہ غیر نبی کی یہ باتیں خلاف نصوص بھی ہوں۔''(۳)

ہم فاروقی نہیں' ہم محمدی ہیں:

غیر مقلد عالم ثناءاللہ امرتسری کے فتاوے کا مجموعہ بنام فتاوی ثنائیہ جس کے مرتب محمد داود رازؔ اور محشی (تعاقب کے نام سے حاشیہ لکھنے والے) شیخ الحدیث ابوسعید شرف الدین ہیں اس کتاب کو بڑے اہتمام کے ساتھ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے چھپوائی ہے اس میں امرتسری کے فتاویٰ کے علاوہ بعض دوسرے غیر مقلد

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۴۹۸ (۲) ایضاً: ۱۰۳ (۳): ۱۰۴

علماء کے فتوے بھی درج ہیں۔اس کتاب میں مشہور غیر مقلد عالم محمد جونا گڑھی کا فتوی تین طلاق کو ایک قرار دینے کے متعلق بنام'' نکاح محمدی'' منقول ہے۔جس میں حضرت عمرؓ کی بابت انتہائی گستاخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:'' پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں۔ہم فاروقی تو نہیں، ہم محمدی ہیں۔ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا۔ہم نے محمد کا کلمہ پڑھا ہے۔''

قارئین کرام! یہ حقیقت ہے کہ ہم نے حضرت عمرؓ کا کلمہ تو نہیں پڑھا لیکن محمدی بننے کے لئے فاروقی بننا بھی ضروری ہے۔ورنہ نبی کریم ﷺ کا فرمان "ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسانِ عمرَ وقلبِہ وھوالفاروق فرق اللّٰہ بہ بین الحق و الباطل"(۱) اور صحیح احادیث "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الخ" اور "اقتدوابالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار وتمسکوا بعھد ابن مسعود۔"(۲) چہ معنی دارد۔

غیر مقلد انکار حدیث کے دہانے پر:

قارئین کرام! یہ وہ لوگ ہیں جو احادیث کی آڑ میں احادیث کے منکر اور سید الکونین ﷺ کے دشمن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو احادیث کو چھوڑنے اور نا قابل حجت سوچ دلانے والے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جب کوئی غیر مقلد اور لا مذہب بنتا

ماخذ ومصادر: (۱) سلسلۃ الضعیفۃ والموضوعۃ: ۷/۲۶۴ وقال الالبانی :لکن الشطر الاول من الحدیث صحیح مخرج فی "المشکاۃ" (٦٠٤٢) (۲) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ از تالیفات علامہ البانی: ۳/۲۳۴

ہے تو ان میں سے کوئی بھی واپس مقلد بننے کی کوشش نہیں کرتا۔ البتہ ایک یا دو درجے ترقی کر کے منکر حدیث یا مرزائی بنتا ہے' الا ماشاء اللہ۔ جیسا کہ چوہدری غلام احمد پرویز' سر سید احمد خان' عبداللہ چکڑالوی' مولوی محمد اسلم جیراج پوری اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ پہلے غیر مقلد اور لا مذہب بنے۔ بعدہ' احادیث کو خیر باد کہہ کر منکر حدیث یا قادیانی بنے۔

قارئین کرام! اس فتنے کے نئے بانیین میں اکثریت ائمہ مجتہدینؒ کی تقلید سے نفرت کرنے والے' مغربی تہذیب کے دلدادہ اور مغرب کی تقلید پر فخر کرنے والے غیر مقلدین حضرات ہیں۔ جنہوں نے اپنی کم فہمی و کم علمی کے باعث پہلے تقلید کا انکار کیا پھر اس میں مزید ترقی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی تقلید' اتباع اور اطاعت کو بھی ہمیشہ کیلئے (العیاذ باللہ) خیر باد کہا۔ چنانچہ علامہ محمد زاہد کوثریؒ فرماتے ہیں "تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر منکرین حدیث غیر مقلدین تھے۔ ان لوگوں میں بعض رافضی ہو چکے ہیں اور بعض نورالدین جیسے غیر مقلدین قادیانی بن چکے ہیں' جو مرزا قادیانی ملعون کا پہلا نائب تھا اور اس کے علاوہ (بعض) دوسرے (غیر مقلدین بھی قادیانی بنے۔ نعوذ باللہ) کیونکہ عدم تقلید' لا مذہبیت ہے اور لا مذہبیت الحاد کا ایک پل ہے۔"

اسی بات کا شکوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ بلکہ خود ان کے غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی کیا ہے۔ نواب صاحب موصوفؒ اگرچہ خود بھی لا مذہبیت کے شہسوار تھے' لیکن جب ان کے تقریباً گیارہ ساتھی عدم تقلید کے جوش میں آ کر اپنے پیغمبر ﷺ کی تقلید و اتباع کو بھی الوداع کہنے لگے اور اس کے برعکس مغرب کے پیدا کردہ مسیلمۂ کذاب آنجہانی مرزا قادیانی کے دست ناحق پرست پر بیعت کرتے

ہوئے مرتد ہوگئے' تو نواب صاحب موصوفؒ نے عدم تقلید کے مضرات پر قلم اُٹھایا۔

غیر مقلد واپس کیوں نہیں آتا؟:

قارئین کرام! یہ ایک اہم سوال ہے جو کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں آتا ہے: کہ "اکثر غیر مقلدین تقلید چھوڑنے کے بعد واپس نہیں آتے' ایسا تو نہیں کہ لامذہبیت ہی برحق مذہب ہو؟" لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے یہ لوگ حق واضح ہونے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس پر جاری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر ہدایت کے دروازے کھولتا ہے' لیکن وہ آدمی اس ہدایت کو چھوڑ کر گمراہ ہوجاتا ہے' تو گمراہی کے بعد اس کو بس دین میں جھگڑے ہی سونپے جاتے ہیں (اور اس کو دوبارہ ہدایت نصیب نہیں ہوتی)۔

فقیر یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا' بلکہ یہ قرآن کی اس آیت ﴿**ماضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون** ☆﴾ کی تفسیر ہے اور یہ تفسیر کسی امتی کی نہیں ہے بلکہ یہ تفسیر سید المرسلین ﷺ کی ہے۔ جس کی تصحیح غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم علامہ محمد ناصر الدین البانی نے کی ہے۔ تو سنیں "**عن ابی امامةؓ قال قال رسول الله ﷺ: "ماضل قوم بعد هدى كانوا عليه الا اوتوا الجدل ثم قرأ رسول الله ﷺ هذه الآية ﴿ ما ضربوه لك الاجدلا بل هم قوم خصمون ﴾ رواه احمد والترمذى وابن ماجه (وقال الالبانى صحيح)**(۱)

قارئین کرام! آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ غیر مقلدین اکثر اوقات

ماخذ ومصدر: (۱) مشکوۃ المصابیح: ۱/ ۴۰ الناشر المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۵ھ' ۱۹۸۵ء تحقیق محمد ناصر الدین البانی)

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سوالات کرتے رہتے ہیں' جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ید' وجہ اور ساق وغیرہ صفات مذکور ہیں۔ حالانکہ یہ متشابہات میں سے ہیں اور متشابہات کے پیچھے لگنے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ٹیڑھے دلوں والے بتائے ہیں۔ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ "رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿**ھو الذی انزل علیك الکتاب الایۃ**﴾ یعنی وہ وہی خدا ہے جس نے تجھ پر کتاب اُتاری ہے' اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل دارومدار ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں چڑ پن ہے' وہ اس کے اسی حصے کے پیچھے لگ جاتے ہیں' جو متشابہ ہیں فتنے کی تلاش میں اور اس کی غلط تاویل کی تلاش میں' آخر آیت اولوالالباب تک۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو' جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے (آیت بالا میں) ذکر فرمایا ہے' اس لئے ان سے بچتے رہو۔(۱)

محترم ناظرین! اب آپ قرآنی آیت اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو غور سے پڑھیں کہ آیات متشابہات کے پیچھے کون دوڑتے ہیں اور جھگڑے کس کی قسمت میں آئی ہیں یقینی بات ہے کہ یہ غیر مقلدین کو ورثہ میں ملی ہیں۔ اس لئے ان سے بچنے کی کوشش کریں یہ لوگ مسلمانوں کو اہل اللہ بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی احادیث سے متنفر کرنے کے درپے ہیں۔ اگر آپ حضرات ماننے کو تیار نہیں' تو آیئے مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمائیں:

ماخذ ومصدر: (۱) بخاری مترجم از غیر مقلد محمد داود راز: ۶/۱۱۵

غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں:

غیر مقلدین کے معتمد عالم محمد جونا گڑھی اپنی کتاب طریق محمدی میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے: سنئے جناب! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے کیا، ان کے اجتہاد اور استنباط کو کہاں، شریعت اسلام نے تو خود پیغمبر ﷺ کی طرف سے بغیر وحی کچھ فرمائیں، تو وہ حجت نہیں۔"(۱)

نبی کریم ﷺ کی دینی یا دنیوی حتمی رائے حجت ہے:

ناظرین کرام! نبی کریم ﷺ اگر اپنی رائے سے کوئی غیر حتمی بات فرمائیں، تو آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس کے مطابق عمل نہ کرنے کی گنجائش ہے لیکن اگر کوئی دینی حکم یا دنیوی حتمی امر ارشاد فرمائیں، تو اس میں پس و پیش کرنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد لوگوں کے سامنے تأبیر نخل نہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو صحابہ کرامؓ نے تابیر نخل چھوڑ دی۔ پس اس سال کھجور کے پھل کچھ کم نکل آئے، تو لوگوں نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بے شک میں بشر ہوں (مجھے غیب کی اطلاع نہیں اس لئے) جب میں تم کو تمہارے دین میں سے کسی چیز کے متعلق حکم دوں، تو اس پر عمل کرو (کیونکہ میں اس پر وحی کی وجہ سے بولتا ہوں) اور جب میں تم کو کسی چیز کے متعلق اپنی رائے سے کچھ کہوں (جس کی دین سے ارتباط نہ ہو) تو بے شک میں بشر ہوں (خالص دنیوی غیر حتمی

ماخذ و مصدر: (۱): ۱۵۷

امور میں مجھ سے خطا بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس پر عمل کرنا تمہارے لئے ضروری نہیں ہے۔) اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیوی کام کو خوب جانتے ہو۔'' "**عن رافع بن خَدِیج ...... فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیٔ من رای فانما انابشر" وعن انسؓ ......قال ﷺ:" انتم اعلم بامر دنیاکم۔"(۱)**

قارئین کرام! ارشاد القاری الی افراد المسلم عن البخاری عبد اللہ بن صالح العُبَیلان کی تالیف ہے اور اس کتاب کے حاشیہ پر غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم علامہ محمد ناصر الدین البانی مرحوم کی مراجعت اور تصحیح منقول ہے۔ ان دو حدیثوں کے اوپر مؤلف موصوف نے امام نوویؒ کا باندھا ہوا باب برقرار رکھتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ باب ان احادیث کے بارے میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو شرعی حکم دیا اس پر عمل کرنا واجب ہے، علاوہ اس کے جس کو نبی کریم ﷺ نے دنیوی معیشت کے متعلق اپنی رائے سے (کوئی غیر حتمی امر) فرمایا ہو۔'' "**باب وجوب امتثال ماقاله شرعا دون ماذکره ﷺ من معایش الدنیا علی سبیل الرأی**" جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خالص دنیوی امور جس میں کوئی دینی اور شرعی حکم نہ ہو، تو اس کا ماننا واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی دنیوی حکم کسی دینی حکم سے مرتبط ہو، تو اس امر کا ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب اور فرض ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے: کہ ''علماء کہتے ہیں: "**من رأیی**" کا مطلب دنیا اور اس کی معیشت کے متعلق ہو، شرعی نہ ہو، لیکن وہ بات جس کو آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد کی وجہ سے کہی ہو اور آپ ﷺ نے اس کو شرعی سمجھا ہو

ماخذ ومصدر: (۱) ارشاد القاری الی افراد المسلم عن البخاری: ۲/۱۲۴

تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور تأبیر نخل اس نوع سے نہیں تھا بلکہ سابقہ مذکور نوع سے تھا اور لفظ "رأیی" نبی کریم ﷺ سے یقیناً مروی نہیں بلکہ یہ روایت بالمعنی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ظن کا لفظ فرمایا'' چنانچہ ڈاکٹر موسیٰ شاہین صاحب لکھتے ہیں: "قال النوویؒ: قال العلماء: قوله "من رأیی" ای فی امر الدنیا ومعایشها لا علی التشریع فاما ما قاله باجتهاده ﷺ وراه شرعا یجب العمل به ولیس ابار النخل من هٰذ النوع بل من النوع المذكور قبله قال: مع ان لفظة 'الرأی' انما اتی بها عكرمة علی المعنی لقوله فی آخر الحدیث قال عكرمة او نحوهٰذا فلم یخبر بلفظ النبی ﷺ محققا قال العلماء :ولم یكن هٰذا القول خبرا وانما كان ظناكما بینه فی هذه الروایات قالوا: ورأیه ﷺ فی امور المعایش وظنه كغیره فلا یمتنع وقوع مثل هٰذا ولانقص فی ذلك وسببه تعلق هممهم بالاخرة ومعارفها۔اھ" (۱) یہی وجہ ہے کہ جب حضرت بریرہؓ کو آزادی ملی تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔ حضرت مغیثؓ حضرت بریرہؓ کے پیچھے روتے ہوئے مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی تھی۔ جس پر حضور اکرم ﷺ نے بریرہؓ سے فرمایا: ''کاش! تم اس کے بارے میں اپنا فیصلہ بدل دیتیں۔'' انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم فرما رہے ہیں؟'' آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں صرف سفارش کررہا ہوں۔'' انہوں نے اس پر کہا: کہ ''مجھے مغیثؓ کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔'' "فقال النبی

ماخذ ومصدر: (۱) فتح المنعم شرح مسلم: ۹/۲۳۱

ﷺ : "لو راجعتیه" قالت: "یارسول الله تأمرنی" قال: "انما انا اَشفَعُ" قالت : "لا حاجة لی فیه۔"(۱)

ناظرین کرام! آپ حضرات کو ابھی احادیث کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ خالص دنیوی غیر حتمی امور میں نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے مشورہ پر عمل کرے یا نہ کرے، لیکن خالص دینی امور یا وہ دنیوی امور جن کا دین سے بھی تعلق ہو تو اس وقت ہر حال میں نبی کریم ﷺ کی رائے حجت ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی رائے کے متعلق غیر مقلدین کی رائے اس سے مختلف ہے، وہ نبی کریم ﷺ کی رائے حجت ماننے کو تیار نہیں۔

محترم قارئین! احادیث کے اوراق گردانیں آپ حضرات کو کہیں بھی یہ نہیں ملے گا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی صحابیؓ کو کوئی دینی امر یا دنیوی حتمی امر فرمایا ہو اور اس صحابیؓ نے جواب میں کہا ہو کہ آپ ﷺ یہ حکم اپنی رائے سے دے رہے ہیں یا وحی سے۔ ہاں! آپ کو یہ ضرور ملے گا کہ جب نبی کریم ﷺ نے کسی چیز کا حکم فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے بلا چون و چرا اس حکم کی تعمیل کی۔ ہاں حضرت بریرہؓ کیلئے "لو راجعتیه" کا ارشاد خود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ غیر حتمی دنیوی امر تھا۔ اس لئے انہوں نے ''کیا آپ ﷺ مجھے حکم دے رہے ہیں'' کہا اور نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ''میں حکم نہیں دے رہا بلکہ صرف سفارش کرتا ہوں۔'' "انما انا اَشفَعُ۔"

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ دعا فرمائی: ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب اور تر و تازہ رکھے، جس نے میری حدیث سنی، تو اس کو محفوظ اور یاد رکھا اور اس

ماخذ و مصدر: (۱) صحیح البخاری مترجم از غیر مقلد عالم محمد داود راز: ۵/۵۷

کو دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔ پس بسا اوقات فقہ (اور علم کے حامل) غیر فقیہ ہوتا ہے اور بسا اوقات فقہ کا حامل اس آدمی کو کہ وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے اس سے (پہنچاتا ہے)۔"

"نضرَاللّٰہ عبدًا سمع مقالتی فحفِظھا ووعاھا و اداھا فرُبَّ حاملِ فقهٍ غیرُ فَقیهٍ ورب حاملٍ الٰی من هو اَفقهُ مِنه۔" (وقال الالبانی :صحیح)"(۱)

ناظرین کرام! مذکورہ دعا میں آپ ﷺ نے اپنی حدیث کے سننے، محفوظ یاد رکھنے اور دوسروں کو پہنچانے پر دعا فرمائی ہے۔ اس میں غیر رائے کی قید نہیں لگائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی رائے مطلق حجت ہے نیز اگر نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہ ہوتی، تو آپ ﷺ نے "صلوا کما رأیتمونی اصلی" "خذوا عنی مناسککم لعلی لااراکم بعد عامی ھٰذا" "واحسن الھدی ھدی محمد ﷺ" (۲) "من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابی" (۳) "فاذا نَهَیْتُکم عن شئ فاجتنبوه واذا امرتکم بامر فأتوامنه ما استطعتم" (٤) کیوں ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْ نَ اللّٰہ فَاتَّبِعُوْنِیْ الاٰیة﴾ میں کیوں اپنی محبت کیلئے نبی کریم ﷺ کی اتباع شرط قرار دی۔

مذکورہ نصوص میں یہ نہیں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ کسی شرعی مسئلہ کی بابت اپنی رائے سے کوئی بات کہے، تو اس کو نہ ماننا بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور چیز مجھ سے نہ لکھو۔" "لا تکبتوا عنی غیر القرآن الحدیث۔" لیکن آپ ﷺ سے منع کے باوجود "اکتبھا" (۵) "ان کو لکھو" بھی منقول ہے، مگر اس میں یہ ارشاد نہیں فرمایا: کہ "لکھنے سے منع کرنا میری

ماخذ و مصادر: (۱) مشکوٰۃ: ۱/۴۹ (۲)، (۳)، (۴) بخاری: الاعتصام بالکتاب والسنۃ: (۵) مسند احمد

رائے تھی۔اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: کہ ''تم لکھو'' اس لئے تم اب میرے ارشادات کو لکھا کرو۔'' لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی مطلق حتمی رائے حجت ہے۔

حجیت حدیث وسنت:

محترم قارئین کرام! اگر اللہ تعالیٰ نے طبع کرنے کی توفیق بخشی تو مزید تفصیل ''حجیت حدیث وسنت'' نامی فقیر کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا ﴿اطیعوا الرسول﴾ اور ﴿اتبعونی﴾ امر' جو کہ وجوب کیلئے آتا ہے' کے صیغے سے حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اتباع آپ ﷺ کے تمام اقوال' افعال' احوال اور طریقوں کو شامل ہے۔اس کے علاوہ قرآن پاک میں آپ ﷺ کو علی الاطلاق مفسر قرآن' مبین ما نزل الیہ' شارع احکام' مربی ومزکی' قاضی خصومات' نورِ ہدایت' داعی الی اللہ' سراج منیر' معلم کتاب' معلم حکمت' اقوام عالم کے پیغمبر' اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ کی کسوٹی' تالیِ قرآن وسنت' مبلغ ما انزل الیہ اور مؤمنین کیلئے اسوہ حسنہ اور بہترین نمونہ قرار دئے گئے ہیں۔ چنانچہ ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾' ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾' ﴿وَيُزَكِّيْكُمْ﴾' ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾' ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ﴾' ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾' ﴿وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾' ﴿سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾' ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ

النَّاسِ لَایَعۡلَمُوۡنَ ﴾، ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ﴾، ﴿ قُلۡ یٰاَیُّهَاالنَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعًا﴾، ﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ ...... ﴾، ﴿یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ﴾، ﴿ یَتۡلُوۡا عَلَیۡكُمۡ اٰیٰتِنَا ﴾، ﴿یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ﴾، ﴿وَاذۡكُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِكُنَّ مِنۡ اٰیَاتِ اللّٰهِ وَالۡحِكۡمَةِ ﴾، ﴿یٰاَیُّهَاالرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَااُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ﴾، ﴿وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ﴾ ، ﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ وغیرہ قرآنی آیات اس بات پر شاہد ہیں۔

الغرض جب بھی ہمیں نبی کریم ﷺ کوئی دینی امر یا دنیوی حتمی امر عنایت فرمائیں، تو وہ اگرچہ اپنی طرف سے ہی کیوں نہ ہو، اس چیز کا لینا ہم پر واجب ہے۔ غیر مقلدین کی اس بات کہ "نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں" کے قول سے منکرین حدیث کو یقیناً تقویت پہنچتی ہے بلکہ یہ منکرین حدیث کا بہت بڑا ہتھیار اور ہتھکنڈا ہے، کیونکہ ہر حدیث میں یہ بات پیش کرنا ناممکن ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا واضح فرمان ہو کہ یہ حکم میں اپنی رائے سے نہیں دیتا بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جب تک اس میں یہ قید ارشاد نہ فرمائیں اس وقت تک یہ حدیث نا قابل حجت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اس حدیث میں وحی کا احتمال ہے اسی طرح اس حدیث میں اپنی طرف سے رائے کا احتمال بھی ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے منکرین حدیث اس پر باطل ہونے کا حکم لگائیں گے۔

غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے سفر کرنا بدعت ہے:

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں قبروں کی زیارت سے لوگوں کو منع فرمایا تھا لیکن بعد میں " **فزوروها** " فرما کر عام قبور کی زیارت کی عام اجازت فرمائی جن میں آپ ﷺ کی قبر کی زیارت بھی شامل ہے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے والے کو قدم قدم پر گناہ ملتی ہے اور اگر کوئی عورت نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرے تو اس پر لعنت ہوتی ہے۔ (۱) اور علامہ البانی مرحوم بدعاتِ مدینہ منورہ میں سے ایک بدعت آپ ﷺ کی قبر کی نیت سے سفر کا لکھتے ہیں: "**قصد قبره ﷺ بالسفر۔**" (۲)

غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک گرانا واجب ہے:

غیر مقلدین کے نزدیک "وہ قبر جس پر لغتاً اونچی قبر صادق آئے تو وہ ان منکرات شرعیہ میں سے ہے جن پر رد کرنا اور گرانا مسلمانوں کا فرض ہے بغیر فرق کئے کہ یہ نبیؑ کا قبر ہے یا غیر نبی کا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا روضہ پاک ہے، وہ ان کے نزدیک منکرات شریعت میں سے یعنی بدعت ہے اور اس کا گرانا واجب (اور فرض) ہے"۔ چنانچہ نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان " **عرف الجادی من جنان هدی الهادی** " یعنی "نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے باغات میں سے زعفران والے باغ کی خوشبو" والی کتاب میں لکھتا ہے: کہ "بر ہر چہ مرفوع یا مشرِف بودن قبر لغتاً

ماٰخذ و مصادر: (۱) تفصیل کیلئے عرف الجادی کا مطالعہ کریں (۲) مناسک الحج والعمرة: ۱/ ۵۹

راست آید از منکرات شریعت باشد وانکار برآں برابر ساختن است وخاک واجب است بر مسلمانان بدون فرق درآں کہ گورے پیغمبر باشد یا غیرے او۔" (۱) یہی بات نواب صدیق حسن خان نے "الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ" (جو کہ ان کے نصاب کی کتاب ہے اور ان کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) میں لکھی ہے: "**فما صدق عليه انه قبر مرفوع او مُشرِف لغتاًفهو من منكرات الشريعة التى يجب على المسلمين انكار ها وتسويتهامن غير فر ق بين نبى وغير نبى۔**" (۱)

مسجد نبویؐ میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو باقی رکھنا بدعت ہے:

قارئین کرام! ۸۸ھ میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حجرات شریفہ کو مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیا تو حجرہ عائشہؓ (مسجد کا حصہ نہ ہونے کے باوجود [مروت]) مسجد (کے درمیان [مروت]) میں آ گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد کی چھت بنائی تو حجرہ عائشہؓ کے برابر والی بالائی جگہ کو مسجد کی عام چھت سے نصف بلند کر دیا تا کہ چھت پر آنے والے کو اس محترم جگہ کا اندازہ ہو اور اس کے پاؤں حجرہ عائشہؓ پر نہ پڑیں تا آنکہ ۶۷۸ھ میں سلطان قلاون الصالحیؒ نے اسی نصف قامت بلند جگہ کو گنبد کی شکل دے دی۔ بنیادی مقصد وہی تھا کہ حجرہ شریفہ کے موازی جگہ کا تعین رہے اور چھت پر آنے والے کسی شخص کا پاؤں اس جگہ نہ پڑے۔ (۲)

ناظرین کرام! اس پس منظر کی بناء پر ہمارے دل میں گنبد حضراء کی محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم گنبد حضراء کے علاوہ کسی اور قبر پر گنبد وغیرہ بنانے کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن ماضی قریب میں گزرے ہوئے ایک غیر مقلد علامہ البانی کا دل پر ہاتھ

ماخذ ومصادر: (۱): ۶۰ (۲) :۱/ ۱۷۸

رکھ کر اسلام دشمنی پڑھیں۔ یہ وہ البانی ہیں جن کو غیر مقلدین علماء ''مجدد الملۃ' محدث العصر' فقیہ الدہر' اور امام ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کے بعد عالم اسلام میں فضیلت کے تیسرے درجہ پر فائز امام'' کہتے ہیں۔ یہی علامہ البانی اپنی کتاب **"مناسك الحج والعمرة"** میں ایک عنوان **"بدع الزيارة فی المدينة المنورة"** یعنی ''مدینہ منورہ میں زیارت کی بدعتیں'' کے تحت لکھتے ہیں: کہ ان بدعتوں میں ایک بدعت ''مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ کی قبر کو باقی رکھنا ہے۔'' **"ابقاء القبر النبوی فی مسجده۔"** (۱) اور چونکہ ان کے نزدیک بدعت کا ختم کرنا واجب بمعنی فرض ہے اس لئے ان کے قول کا حاصل یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر جہاں آج کل آپ ﷺ آرام فرما ہیں' کو اُکھاڑنا واجب و فرض ہے۔

محترم قارئین کرام! حجرہ عائشہؓ اگر چہ مسجد کے درمیان واقع ہے لیکن یہ مسجد کا حصہ نہیں ہے جیسا کہ فقیر نے پہلے اشارۃً لکھا ہے لیکن اسلام دشمنی کی محبت نے ان کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے کیونکہ **"حُبُّ الشيءِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔"** لہٰذا کچھ تو ہے' جس کی پردہ داری ہے۔

حُبِّ اسلام دشمنی نے ان لوگوں کو اندھا اور بہرا کر کے نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارکہ کو مسجد میں شمار کر کے آپ ﷺ کی قبر مبارک کو مسجد سے نکالنے کی سازش کی۔ کیا اس قول سے قبر نکالنے کے سازشیوں کو سازش کا شرعی جواز نہیں ملا۔ وہ قبر جس کو خلفائے راشدینؓ خاص کر ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کے اجماع اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد ''کوئی نبیؑ فوت نہیں ہوئے مگر اسی جگہ دفن کئے گئے' جہاں وہ وفات پا گئے۔''

ماخذ و مصادر: (۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: وفاء الوفاء: ۲/ ۶۰۸' ۶۰۹ (۲): ۶۰

"ماقُبِض منه الا دُفِن حيثُ يُقبَض" (۱) کی وجہ سے حجرہ ام المؤمنینؓ میں باقی رکھا ہے۔ لیکن افسوس کہ غیر مقلد عالم نے قبر نبوی ﷺ کو اسی جگہ باقی رکھنا بدعت بتایا ہے۔

قارئین کرام! بعض لا مذہب علماء کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے کوفہ کے سارے کے سارے محدثینؒ کو ضعیف قرار دیا ہے، یہاں بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حجرہ ام المؤمنینؓ میں قبر نبوی ﷺ کو باقی رکھنا بدعت ہے کا فتویٰ بھی حضرت عمرؓ کی قبر کو اُکھاڑنے کے لئے جاری کیا گیا ہے کیونکہ اس جگہ حضرت عمرؓ کی قبر بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور آل عمرؓ سے کینہ رکھنے والوں کے زمرے میں امام اعظمؒ کی بجائے خود یہ حضرات آتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے قارئین حضرات خوب ٹھنڈے دل سے سوچ کر فیصلہ کریں گے۔

کیا مجوسی النسل ہونا اسلام کیلئے مضر ہے:

امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو جلالت شان عطا فرمائی تھی اس کا کچھ تذکرہ سابقہ صفحات میں امام اعظمؒ کے فضائل وتابعیت پر اپنوں اور غیروں کے حوالوں سے مختصر بحث ہو چکا ہے، وہ وہاں ملاحظہ کیجئے۔ البتہ یہاں موقعہ کی مناسبت سے اتنا عرض ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو مجوسی النسل کا طعنہ دینے والے امام بخاریؒ کی تاریخ کا بھی مطالعہ فرمائیں کہ امام بخاریؒ کون تھے؟ بلکہ اس سے ذرا آگے چل کر دیکھیں، تو سلمان فارسیؓ کے بارے میں بھی تھوڑا سا زحمت فرما کر کتب رجال کا مطالعہ کریں کیا ان دونوں بزرگوں پر چہ عجب کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور بآل عمر کینہ قدیم ست عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان خط کشیدہ الفاظ سے

ماخذ ومصدر: (۱) السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۲/۶۶۳

فتویٰ صادر کریں گے؟ معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کے اس فتویٰ کی زد میں کم از کم امام بخاریؒ تو آئے ہیں جس سے انہوں نے اشارۃً "**اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری**" کو نسلی عصبیت کی وجہ سے امت میں اختلافات پیدا کرنے کے لئے ایک سازش قرار دی ہے۔ بلکہ اسی جملہ سے صحیح احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ کے ختم کرنے کی منحوس کوشش کی ہے۔

بخاری کے مرکزی راوی ابن شہاب زہریؒ منافقین اور کذابین کے مستقل ایجنٹ تھے: (العیاذ باللہ)

ناظرین کرام! اگر سچ پوچھیں، تو ان کے مذکورہ قول سے ان کا اصل مقصد بخاری شریف کی احادیث سے امت کو ہاتھ دھونے کی دعوت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے خود بخاری شریف کے بعض راویوں پر خوب جرح وتنقید کی ہے۔ بلکہ اس سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر بخاری شریف میں موضوع روایت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ مؤلف مذکور بخاری کے ایک مرکزی راوی کی بابت لکھتا ہے: کہ "ابن شہاب منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے۔ اکثر گمراہ کن خبیث اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔" (۱)

احادیث اور محدثینؒ کا جان بوجھ کر نہ سہی، غلط فہمی کا شکار شیعوں کے مستقل ایجنٹ اپنے دل کی بڑاس مزید یوں نکالتا ہے "ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلاواسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر

ماخذ ومصدر: (۱) صدیقہ کائنات: ۱۰۶ بحوالہ حدیث اور اہل حدیث

چکے تھے۔ مشہور شیعہ مؤلف شیخ عباس قمی کہتا ہے: کہ ''ابن شہاب پہلے سنی تھا' پھر شیعہ ہو گیا۔'' (۱) ''عین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب زھریؒ کو شیعہ ہی کہا گیا ہے۔'' (۲)

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے:

محترم قارئین کرام! یہ ابن شہاب زہریؒ جلیل القدر تابعی اور حدیث کے مدون اول ہونے کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کے مرکزی راوی بھی ہیں۔ ان سے بخاری شریف میں احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ منقول اور مروی ہے۔ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کی قرأت خلف الامام والی روایت کی سند میں بھی یہی ابن شہاب زہریؒ ہیں۔ تو گویا کہ ان کے قول کے مطابق (نعوذ باللہ) قرآن کی آیات ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ کی مخالفت میں اس نے یہ دو روایات گھڑی ہیں' لیکن اس کے باوجود ان کے بقول خود یہ حضرات شیعہ اور منافقین و کذابین کے ایجنٹ اور گمراہ کن و مکذوبہ روایات کے راوی کی روایت پر بڑے شدومد سے عمل پیرا ہیں' آخر کیا وجہ ہے؟ کہ دوغلی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

دراصل بات یہ ہے کہ اکثر لامذہبوں نے ائمہ دین اور اولیاء رب العلمین کی گستاخی کرنے کو اپنا شیوہ اور وطیرہ بنایا ہے۔ اگر وہ یہاں گاجر والے آدمی کا طریقہ اختیار نہ کریں' (جس نے گاجر سے پیٹ بھر کر کھانے کے بعد گاجر پر پیشاب کیا تھا'

ماخذ و مصادر: (۱) تتمۃ المنتھی: ۱۲۸ (۲) حدیث اور اہل حدیث بحوالہ صدیقہ کائنات: ۱۱۰

لیکن خوب بھوک لگنے کے بعد انہی گاجر میں سے ایک ایک گاجر لیکر مزے سے کھانے لگا اور ساتھ ساتھ کہتا گیا' او جی! اس گاجر پر میں نے پیشاب نہیں کیا تھا۔) تو پھر مخبر صادق ﷺ کی پیش گوئی کے مصداق جلیل القدر امام کی مخالفت کس طرح ہو سکتی تھی اور اس کے بغیر امام اعظمؒ کے خلاف اپنا منہ کس طرح کھول سکتے تھے؟ ایک طرف امام زہریؒ کو من گھڑت' گمراہ کن خبیث اور مکذوبہ روایات کے راوی' منافقین' کذابین کے مستقل ایجنٹ اور شیعہ کے القاب سے نوازتے ہیں اور دوسری طرف ان سے مروی' اپنے مطلب کی روایات اٹھائے پھرتے ہیں اور ان کو عین سنت قرار دیتے ہوئے ان کی روایات کی صحیح تاویل کرنے والوں پر حدیث کی مخالفت کرنے کا الزام لگاتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اصل مقصد امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت کرنا ہے' چاہے امام زہریؒ کی روایت سے ہی سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔

مشہور ہے کہ ایک شیعہ ذاکر سے کسی نے پوچھا: کہ "ہمارا مذہب کیا ہے"؟ اس نے جواب دیا: "اہل سنت کی مخالفت"۔ لامذہب غیر مقلدین کا شیوہ بھی ائمہ دین کی مخالفت بن چکا ہے۔ تبھی ایسے لوگوں کو ان کے اپنے بعض علماء نے چھوٹے رافضی کا لقب دیا ہے۔ بلکہ خود ان کے بزرگوں نے اپنے آپ کو شیعان علی میں شمار کیا ہے چنانچہ ان کے علامہ وحید الزمان الملقب بنواز وقار جنگ لکھتے ہیں: کہ "اہل حدیث علیؓ کے شیعہ ہیں۔" "واھل الحدیث شیعة علی رضی اللہ عنہ۔" (۱)

امام بخاریؒ اور ان کی جامع غیر مقلدین کی نظر میں:

امام بخاریؒ کی وہ خاص کتاب' جس کی طرف لامذہب لوگ صبح و شام دعوت

ماخذ و مصدر: (۱) نزل الابرار من فقہ النبی المختار: صحہ اول/ ۷

دیتے رہتے ہیں اور ہر وقت اس کتاب کا نام لے لے کر تھکنے کا نام تک نہیں لیتے۔ ان کی اس معتمد کتاب اور اس کے مؤلف کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی تھوڑی سی جھلک دکھاتے ہیں' تا کہ آپ پر لامذہب غیر مقلدین کی اسلام دشمنی' حدیث اور محدثین دشمنی واضح اور بصیرت تام حاصل ہو جائے اور لباس خضر میں لوٹنے والے رہزنوں سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ تو آیئے! حکیم صاحب کے اسلام دشمن قلم سے ان کی لکھی ہوئی یہ زہریلی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

جامع بخاری میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی والی روایت موضوع ہے:

قارئین کرام! ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی رخصتی جو بالاتفاق نویں سال ہوئی ہے' حکیم صاحب کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے' چنانچہ حکیم صاحب رقمطراز ہیں: ''اب ایک طرف بخاری کی نو سال والی روایت ہے اور دوسری طرف اتنے قوی شواہد وحقائق ہیں۔ اس سے صاف نظر آتا ہے کہ نو سال والی روایت ایک موضوع قول ہے' جسے ہم منسوب الی الصحابہؓ کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔''(۱)

بخاری میں افک کا مذکور واقعہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور عصمت انبیاءؑ کے خلاف ہے:

واقعہ افک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں مذکور ہیں' ان کی تردید میں اس نے محدثینؒ شارحینِ حدیث' سیرت نویس اور مفسرینؒ پر جو کیچڑ اچھالا ہے اور امام بخاریؒ کو مرفوع القلم تک کہا ہے اور ان کی روایات کو اللہ کی الوہیت' انبیاء کرامؑ کی

ماخذ ومصدر: (۱) صدیقہ کائنات: ۸۰

عصمت، ازواج مطہراتؓ کی طہارت کے خلاف بتائی ہیں، ان کی حقیقت اس کی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

بخاری لوگوں کی دل آزاری کا سبب ہے، ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں:

محترم قارئین کرام! لامذہب اور غیر مقلدین حضرات امام بخاریؒ اور جامع بخاری کا نام ایک آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، درحقیقت ان کے نزدیک بخاری اختلافات کی اصل جڑ ہے۔ اگر صرف یہی ایک حکیم صاحب ہوتے، تو ہم اس فرقہ سے سکوت اختیار کرتے، لیکن کیا کریں اس فرقے کا شیوہ ہی ائمۂ دین کی گستاخی، ان کی مخالفت اور ان کی کتب سے نفرت دلانا ہے۔ چنانچہ ہم تھوڑی دیر کیلئے ایران کے ایک جلسہ میں چلتے ہیں، جس میں گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد عالم مولوی بشیر الرحمٰن صاحب مستحسن کے ایک کارنامہ کی کارگزاری سنتے ہیں۔ تو سنیں:

"جلسہ عام ہے، چاروں طرف شیعوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ سنیوں کا نام ونشان تک نہیں ملتا مولانا مذکور اُٹھتے ہیں اور ان شیعوں کو خوش کرنے کیلئے سٹیج پر پیچ وتاب کھاتے، ہاتھ کی صفائی کے کرتب دکھاتے اور خطابت کے جوہر منواتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں: "اب تک جو کچھ کہا گیا ہے، وہ قابل قدر ضرور ہے، قابل عمل نہیں۔ اصل میں اختلافات ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کیلئے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں، ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے۔ کیوں نہ ہو، ہم ان اسباب کو ہی ختم کر دیں؟ اگر آپ صدق دل سے اتحاد چاہتے

ہیں‘ تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا‘ جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں۔ آیئے! ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں‘ آپ اصولِ کافی کو نذر آتش کریں۔ آپ اپنی فقہ کو صاف کریں‘ ہم اپنی فقہ صاف کردیں گے۔‘‘(۱) یہ ان کے حکیموں اور خطیبوں کا حال تھا‘ آگے ان کے اکابرین کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

بخاریؒ نے ابن رسول ﷺ کو چھوڑ کر خوارج سے روایت کی ہے:

نواب وحید الزمان صاحب امام بخاریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’امام جعفر صادقؒ ایک مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ فقیہ اور حافظ تھے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے شیخ ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہوگیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے۔........... ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو ائمہ اہل بیت سے محبت اور اعتقاد نہیں‘ اللہ تعالیٰ امام بخاریؒ پر رحم کرے‘ مروان اور عمران ابن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی ہے اور امام جعفرؒ سے‘ جو ابن رسول ﷺ ہیں‘ ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں۔‘‘(۲)

جامع بخاری میں چار جگہ سند متصل کے ساتھ مذکور روایت موضوع ہے:

قارئین کرام! چلتے ہوئے وکیل غیر مقلدین قاضی شوکانیؒ سے بھی تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کرتے ہیں کہ وہ کیا درافشانی فرماتے ہیں؟‘ تو سنیں: ’’صحیح بخاری کی ایک روایت کے بارے میں "ھی موضوع"(۳) حکم لگاتے ہوئے آگے چل کر لکھتے

ماٰخذ و مصادر: (۱) آتشکدہ ایران: ۱۰۹ (۲) لغات الحدیث: ۱/ ۶۱ (بعض نسخوں میں ۱/ ۳۰۶) (۳) الفوائد المجموعہ: ۳۵۳‘ ۵۰۸ بحوالہ ہدایہ علماء امت کی عدالت میں: ۱۶۴

ہیں: "قال القزويني موضوع "قزوینی نے کہا ہے: کہ "یہ حدیث من گھڑت ہے"۔

محترم قارئین کرام! ان کے قول کے مطابق وہ موضوع حدیث، جس کو امام بخاریؒ نے تقریباً چار جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج کی ہے، یہ ہے۔ "ان من عباد اللّٰه لو اقسم على الله لابره" (۱) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائیں تو (وہ کام اللہ تعالیٰ پورا کر کے) اس کو (قسم توڑنے کے کفارہ سے) بری کر دے گا"۔

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں موضوع روایات گھڑی ہیں:

امام ترمذیؒ کے بارے میں غیر مقلد حکیم صاحب مذکور کا کیا نظریہ ہے؟ وہ بھی ملاحظہ کریں۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں: کہ "امام مسلمؒ سے تقریباً دو برس بعد ابو عیسیٰ محمد (بن عیسیٰ) ترمذیؒ نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلمؒ کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹیکسٹائل میں انہیں گھڑا گیا ہے۔" (۲) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ دونوں سبائی ٹیکسٹائل کی مرہون منت ہے۔

مسند احمدؒ غیر مقلدین کی نظر میں:

قارئین کرام! آپ حضرات کے علم میں ہوگا کہ امام احمدؒ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے تیس یا چالیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے ان کی صحت کا خوب خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند، مسند امام احمد میں جمع کیں اور محدثینؒ نے اس کو امہات الکتب اور دوسرے درجہ کی کتب حدیث میں سے شمار کیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض

ماخذ ومصادر: (۱) بخاری: ۱/۲۷۲، ۳۹۴/۲، ۶۴۶، ۶۶۴ (۲) خلافت راشدہ: ۱۱۸

کرنے والے انہی معترضین نے امام احمدؒ کی اس مسند کے ایک جامع پر رافضی اور دوسرے پر شیعہ کا حکم لگایا ہے۔(۱)

قارئین کرام! کیا بال عمر کینہ قدیم است عجم را کے زمرے میں امام ابوحنیفہؒ شمار ہوتے ہیں یا یہ نام نہاد اہل حدیث؟ انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں۔

آیئے چونکا دینے والی ایک اور خبر بھی پڑھیں۔

حضرت عائشہؓ غیر مقلدین کے نزدیک مرتد اور صحابہؓ کا علم غیر مقلدین کے علم سے کم تھا:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے حجرہ مبارکہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو رفاقت نبوی ﷺ کے منصب جلیلہ پر فائز کرنے کیلئے اپنے آپ پر ترجیح دی۔اس قربانی کی پاداش میں اس فرقہ کے جدامجد مولوی عبدالحق بنارسی کی طرف سے ان کو ارتداد کا سٹیفکیٹ مل رہا ہے۔ذرا سینہ تھام کر پڑھیں۔

مولوی موصوف حضرت عائشہؓ کے سلسلہ میں دریدہ ذہنی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں، جس کے راوی شاہ محمد اسحٰقؒ کے تلمیذ وخلیفہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ کہتے ہیں: کہ "مولوی عبدالحق بنارسی نے ہزارہا آدمیوں کو عمل بالحدیث کے پردے میں قید مذہب سے نکالا......اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا: کہ "عائشہؓ حضرت علیؓ سے لڑکر مرتد ہوئی۔اگر بے توبہ مری، تو کافر مری۔(العیاذ باللہ)اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں۔صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہ کا علم کم تھا۔"(۲)

ماخذ:(۱)ایضاً:۲/۶۱(۲)شریعت مطہرہ میں صحابہ کرامؓ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف:۳۸بحوالہ کشف الحجاب:۲۱

حضرت علیؓ ایک لاکھ فرزندانِ توحید کے قتل کا مجرم ہے:

قارئین کرام! ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے: کہ ”مولوی موصوف نے ام المؤمنینؓ پر حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ سے بغاوت کی وجہ سے یہ فتویٰ صادر کیا ہے۔اس میں حب حضرت عمرؓ اور بغض عمرؓ کو کچھ دخل نہیں' تو جناب ان کا یہ کہنا تب صحیح ہوتا کہ حضرت علیؓ کی خلافت ان کے نزدیک مسلم ہوتی ۔حالانکہ ان کے نزدیک آپؓ کی حکومت خودساختہ تھی اور اس کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا ان کے نزدیک صریحاً دینی بددیانتی ہے انہوں نے اس عقیدہ کو سبائیت کے خرمن سے برآمد کردہ نظریہ کہا ہے اور اس کے ماننے والے کو سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کی طرح صرف نام نہاد مولوی کہا ہے اور حضرت علیؓ کو ایک لاکھ فرزندان توحید کے خاک وخون میں تڑپا کر ٹھنڈا کرنے کا مجرم قرار دیا ہے' اور یہ سب کچھ حکیم فیض عالم صدیقی صاحب دست مبارک سے تحریر کردہ مضامین کا کرشمہ ہے۔(۱)

غیرمقلدین کے نزدیک امام مہدیؒ شیخین سے افضل ہیں:

اگر حضرت عمرؓ کی تنقیص کرنے میں صرف حکیم صاحب نڈر ہوتے' تو ہم حکیم ہی کو موردالزام ٹھہراتے' لیکن کیا کریں ان چھوٹوں رافضیوں کا تنقیص صحابہؓ بیان کرنا ایک مشن ہے۔چنانچہ لامذہب ٹولہ کے ایک بڑے عالم نواب وحید الزمان کے نزدیک امام مہدیؒ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں۔(۲)

ماٴخذ ومصادر:(۱) حوالہ بالا بحوالہ خلافت راشدہ:۵۱'۵۵'۵۶ (۱) ہدیۃ المہدی:۹۰

بخاری کی طرف احادیث کا غلط انتساب:

قارئین کرام! غیر مقلدین حضرات بخاری شریف کے معاملہ میں انتہائی بے باکی اور غیر محتاط کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بسا اوقات دوسری کتب کی احادیث مبارکہ بخاری شریف کی طرف بے دھڑک منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ احادیث یا تو سرے سے بخاری میں نہیں ہوتیں یا ان الفاظ اور معانی کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ مشتے نمونہ از خروارے چند حوالے نظر قارئین کرتے ہیں۔

(۱) غیر مقلدین کے شیخ مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب اپنی کتاب ''رسول اکرمؐ کی نماز: ۴۸'' میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں: "**عن عبداللہ بن عمر قال رأیت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوٰۃ فرفع یدیہ حین یکبر حتی یجعلھما حذو منکبیہ واذا کبر للرکوع فعل مثلہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثلہ واذا قال ربنا ولک الحمد فعل مثلہ ولا یفعل ذالک حین یسجد ولا حین یرفع رأسہ من السجود۔**" اس کے بعد حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سنن کبریٰ: ۲/ ۴۸، ابوداود: ۱/ ۱۶۳، صحیح بخاری: ۱/ ۱۰۲ الخ۔''

قارئین کرام! مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے بلکہ یہ حدیث بخاری میں معناً بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں چار جگہ (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) سمع اللہ لمن حمدہ کے وقت اور (۴) ربنا و لک الحمد کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ بخاری میں صرف تین جگہ مذکور ہے۔ یعنی

مذکورہ حدیث میں رکوع سے سر اُٹھاتے اور رکوع سے سجدہ میں جاتے وقت دو دفعہ رفع یدین ثابت ہے جبکہ بخاری شریف میں رکوع سے سر اُٹھاتے وقت صرف ایک دفعہ ثابت ہے۔اب آپ خود انصاف کیجئے کہ اس حدیث میں صحیح بخاری کا نام محض دھوکہ دینے کیلئے استعمال نہیں کیا؟

(۲) غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مفتی ابو البرکات احمد صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''صحیح بخاری میں آنحضرت کی حدیث ہے کہ تین رکعت کے ساتھ وتر نہ پڑھو، مغرب کے ساتھ مشابہت ہو گی۔(۱)

قارئین کرام! مذکورہ حدیث بخاری تو دور کی بات ہے پوری صحاح ستہ میں نہیں ہے۔

(۳) حکیم صادق سیالکوٹی ''سبیل الرسول:۲۴۶'' میں رقمطراز ہیں: ''حالانکہ حضور نے یہ صاف صاف فرمایا ہے: "**افضل الاعمال الصلوٰۃ فی اول وقتها**" (۲) افضل عمل نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ہے۔''

ناظرین کرام! بخاری کو ٹٹو لیں لیکن ماشاء اللہ کہیں بھی آپ کو یہ حدیث ہاتھ نہیں آئے گی۔

(۴) یہی حکیم سیالکوٹی صاحب اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۱۸ پر ''رکوع کی دعائیں'' کے تحت چوتھی دعا "**سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة**" درج کرتے ہوئے بخاری اور مسلم کا حوالہ دیتے ہیں لیکن مذکورہ کتب میں خوردبین سے بھی آپ کو نہیں مل سکے گا۔

میرے سامنے صلوٰۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت سے غلط حوالے موجود ہیں

ماخذ و مصادر: (۱) فتاوی برکاتیہ: ۴۲ (۲) بخاری

لیکن فقیر نے کتاب کے اختصار کو مدنظر رکھ کر ان کی انہی دو غلطیوں کو نظر قارئین کیا ہے۔

(۵) غیر مقلدین کے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری ومسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔''(۱) ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ بخاری ومسلم میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کی'' روایات'' تو بہت دور کی بات ہے آپ حضرات بخاری ومسلم میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کی صرف ایک روایت تلاش کریں لیکن اگر جواب نفی میں ملے تو سمجھیں کہ یہ لوگ بخاری اور مسلم کا نام صرف دھوکہ دہی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

(۶) یہی امرتسری صاحب ایک دوسری جگہ فتوی صادر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے الخ۔''(۲)

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بخاری شریف میں دو قسم کی قنوت کا ذکر ہے۔ ایک قنوت نبی کریم ﷺ نے کفار پر بددعا کیلئے پڑھی تھی جس کو قنوت نازلہ کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ نے صبح یا صبح اور مغرب کی نماز میں بعد از رکوع صرف ایک مہینہ مانگی تھی جبکہ دوسری قنوت وتر ہے جس کو بخاری شریف میں رکوع سے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور بخاری ہی میں رکوع کے بعد مانگنے پر رد مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ **"عن محمد بن سیرین قال سئل انس بن مالك اقنت النبی ﷺ فی الصبح قال نعم فقیل اَوَقنت قبل الرکوع قال بعد الرکوع یسیرا۔"** ''انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا: کہ ''نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہے؟'' آپؓ نے فرمایا: کہ''

ماخذ ومصادر: (۱) فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۴۳ (۲) فتاوی علماء حدیث: ۳/۲۰۶

ہاں" پھر پوچھا گیا: کہ "کیا رکوع سے پہلے؟" تو آپؓ نے فرمایا: "رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔" (۱)

قارئین کرام! یہ حدیث قنوت نازلہ کے متعلق ہے جو کہ نبی کریم ﷺ نے رعل اور ذکوان قبائل کیلئے فجر کی نماز میں صرف ایک مہینہ بعد از رکوع پڑھی تھی اور اسی حضرت انسؓ سے دوسری حدیث بخاری کے اسی باب میں حضرت عاصم نے روایت کی ہے جس میں انہوں نے حضرت انسؓ سے دعائے قنوت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ قنوت ہے پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔اس پر امام عاصمؒ نے کہا کہ فلاں نے مجھے آپ سے خبر دی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔تو حضرت نسؓ نے فرمایا کہ اس کو غلطی لگی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد) صبح کی نماز میں) دعائے قنوت ایک مہینہ پڑھی ہے۔......جس میں اس قوم پر بددعا فرمائی تھی۔ "**قال (عاصم) سألت انس بن مالك عن القنوت فقال قدكان القنوت قلت قبل الركوع او بعده قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك قلت بعد الركوع فقال كذب انماقنت رسول الله ﷺ بعد الركوع شهرا.................يدعو عليهم**" (۲) اس حدیث میں جو دعائے قنوت قبل الرکوع مذکور ہے وہ وتر کی ہے جیسا کہ اس کی کتاب سے ظاہر ہے۔اس کے علاوہ ابن ماجہ میں ابی بن کعبؓ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے تھے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ "**روى ابن ماجه باسناد**

ماخذ: (۱) صحیح بخاری مترجم: ۱۵۴/۲ ترجمہ از غیر مقلد شیخ محمد داود راز (۲) صحیح البخاری: کتاب الوتر/ ۱۳۶

صحیح عن ابی بن کعبؓ " ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع۔ "(۱) مزید دلائل کیلئے عمدۃ القاری شرح البخاری کا مذکورہ باب مطالعہ کریں۔

قارئین کرام! ابھی آپ حضرات کو یقین آیا ہوگا کہ یہ فرقہ احادیث نبوی ﷺ کو صرف آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں' ورنہ ان کا اصل مقصد صحابہ کرامؓ و ائمہ دینؒ کی بالعموم اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی بالخصوص گستاخی اور تذلیل کرنا ہے' لیکن چونکہ ہمارا مقصد '' امام ابو حنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان'' بیان کرنا ہے' اس لئے ہم آگے اپنے مقصد کی بات شروع کرتے ہیں اور ان کی صفائی میں ائمہ حدیثؒ کے مزید اقوال پیش کرتے ہیں لیکن چونکہ امام بخاریؒ غیر مقلدین کے پُر اعتماد مؤلف حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ عجمی بھی ہیں۔ اس لئے ان کا ضمناً اور پھر ان کی مناسبت سے صحابہ کرامؓ اور دوسرے حضرات کا بھی کچھ تذکرہ کیا گیا ۔ تا کہ آپ حضرات کو ان لوگوں کا اپنے محبوب محدث امام بخاریؒ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ ناروا سلوک کا اندازہ بھی لگ جائے۔ یقیناً آپ نے ان کا رویہ اپنے محبوب و معتمد محدث کے ساتھ دیکھ لیا کہ امام بخاریؒ کی بعض روایات کو من گھڑت اور جعلی تک کہنے لگے اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کی' بلکہ فقہ محمدی ﷺ کے ساتھ بغض کی وجہ سے فقہ محمد بمع حدیث محمد ﷺ (صحیح بخاری) بھی آگ میں ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

؎ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ماخذ و مصدر: (۱) عمدۃ القاری: باب القنوت قبل الرکوع و بعدہ: ۷/ ۲۷

آمدم برسر مطلب:

قارئین کرام! آپ حضرات نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں امت مسلمہ کے مسلّم ائمۂ حدیث کے فرامین ملاحظہ کئے۔ امام وکیعؒ کا ذکر خیر ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ کی بابت ان کے ارشاد فرمودہ کچھ توصیفی کلمات سنے۔ اب مزید کچھ اور ارشادات سننے سے لطف اندوز ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ ابرار میں سے تھے:

امام وکیعؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! امام ابو حنیفہؒ بڑے امانت دار تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے دل میں بہت بڑی با جلالت تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ اگر ان پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں تلواریں بھی پڑتیں، تو انہیں برداشت کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے ایسا راضی ہو، جیسے ابرار سے راضی ہوا ہے۔ پس البتہ تحقیق آپؒ بھی ان ہی (ابرار) میں سے تھے۔''(۱)

امام ابو حنیفہؒ سراپا عادل اور ثقہ ہیں:

ایک دفعہ احمد بن محمد بغدادیؒ نے اپنے شیخ سید الحفاظ حضرت یحیٰ بن معینؒ سے امام ابو حنیفہؒ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی، تو آپؒ فرمانے لگے: کہ ''امام ابو حنیفہؒ سراپا عادل ہیں، ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے، جس کی توثیق ابن مبارکؒ اور وکیعؒ نے فرمائی ہے۔'' **"عدلٌ ثقةٌ ما ظنُّك بمن عدَّله ابنُ المباركِؒ ووكيعٌؒ۔"**(۲)

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۸ (۲) حدیث اور اہل حدیث بحوالہ مناقب ابی حنیفہؒ: ۱۰۱

یاد رہے کہ یحیی بن معینؒ نے ان دونوں کی توثیق کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کی "عدل' ثقۃ " کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے' جو کہ توثیق کے بہترین الفاظ ہیں۔لہٰذا اگر اب بھی کوئی لامذہب امام اعظمؒ کی تضعیف کرے یا ان کو شک کی نظر سے دیکھے اور دوسرے ائمہ دینؒ کی طرح آپؒ کی مخالفت پر بھی اتر آئے' تو ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم نے آپ کے سامنے حقیقت واضح کی۔اللہ تعالیٰ ہم کو حق سمجھنے' ضد وعناد کی عینک اتارنے' ائمہ دینؒ کی دشمنی سے بچنے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔☆امین☆

۱۳۔فن رجال کے مشہور ومعروف امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ:

امام عبدالرحمٰنؒ (م جمادی الآخرۃ ۱۹۸ھ) کے متعلق علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: کہ" آپؒ الحافظ' الامام' العلم' یحیی بن سعید القطانؒ سے افقہ اور اعلم الناس بالحدیث تھے۔"(۱) امام ابن مدینیؒ فرماتے ہیں: کہ آپؒ ہر رات نصف قرآن تلاوت کرتے تھے' اور امام شافعیؒ کا دعویٰ ہے کہ "میں دنیا میں ان کی نظیر نہیں جانتا۔"(۲)

امام ابوحنیفہؒ قاضی قضاۃ العلماء ہیں:

یہی امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں: کہ"مَیں حدیث کا بڑا نقل کرنے والا تھا' سو میں نے دیکھا کہ سفیان ثوریؒ علماء میں امیر المؤمنین' سفیان بن عیینہؒ امیر العلماء' شعبہؒ حدیث کی کسوٹی' عبداللہ بن مبارکؒ حدیث کے صراف' یحیی بن سعیدؒ قاضی العلماء ہیں اور ابوحنیفہؒ قاضی قضاۃ العلماء ہیں اور جو شخص تم کو اس کے علاوہ کچھ اور بتائے' تو اس کی بات کو بنی سلیم کے گھورے پر پھینک دو۔" "کنت نقالاً للحدیث

ماٰخذ ومصادر:(۱)الکاشف:۱/۶۴۵' تہذیب التہذیب:۶/۲۵۱'۲۵۲(۲)تہذیب التہذیب:۶/۲۵۲

فرایتُ سفیانَ الثوری امیرالمؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینه امیر العلماء وشعبة عیار الحدیث و عبدالله بن مبارك صراف الحدیث ویحی بن سعید قاضی العلماء وابوحنیفة قاضی قضاة العلماء ومن قال لك مِن سواه هذا فارمِه فی کناسة بنی سلیم"۔ (۱) یہ فیصلہ فن رجال میں ایسی شخصیت کا ہے، جن کے متعلق صاحب مذہب امام احمدؒ جیسے عظیم محدث وفقیہؒ اور مجتہد مطلق فرماتے ہیں: کہ "امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا کسی راوی سے روایت کرنا، اس راوی کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے" (اور بخاری و مسلم کے متفق علیہ راوی ہیں) (۲) پس جب امام ابوحنیفہؒ صرف محدث اور عالم ہی نہیں، بلکہ قاضی قضاۃ العلماء ہیں، تو ان کی حدیث میں کمال اور مہارت سے انکار کرنا دن کے وقت سورج سے انکار کرنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔

۱۴۔ امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطانؒ:

امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) وہ ہستی ہیں جن کے متعلق علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: کہ "فن رجال میں اول جس شخص نے لکھا، وہ ایسے شخص ہیں جن کی بابت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: کہ "میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے یحیٰ بن سعید القطانؒ جیسے شخص کو نہیں دیکھا۔" **"ما رأیت بعینی مثل یحیٰ بن سعید القطان۔"** پھر اس فن میں ان کے شاگردوں میں یحیٰ بن مَعینؒ علی بن مدینیؒ احمد بن حنبلؒ، عمرو بن الفلاسؒ ابوخیثمہ وغیرہ ائمہؒ نے اور ان کے بعد ان کے شاگردوں جیسے ابوزرعہؒ

ماٴخذ ومصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/۴۵ (۲) دقائق السنن شرح اردو جامع السنن (فقیر کی تالیف): ۱/۱۵۸، ۱۵۹

امام بخاریؒ مسلمؒ وغیرہ نے گفتگو فرمائی۔"(۱)

امام احمدؒ اور ابن مدینیؒ کا امام یحییٰؒ کے سامنے نماز عصر تا مغرب مؤدب کھڑے ہو کر پڑھنا:

آپؒ کا حدیث میں اتنا بلند پایہ اور اعلیٰ مرتبہ تھا کہ جب آپ درس حدیث دیتے' تو آپؒ کی ہیبت کی وجہ سے آپؒ کے سامنے امام احمدؒ اور علی بن مدینیؒ وغیرہ مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کرتے اور نماز عصر سے مغرب تک نہ صرف ان کی مجلس میں حاضر باش رہتے' بلکہ اس درس میں مغرب تک بدستور کھڑے رہا کرتے تھے۔(۲)

جس راوی کو یحییٰؒ نے چھوڑا ......:

امام یحیٰ بن سعیدؒ صحاح ستہ کے راوی ہیں' آپؒ کو رواۃ کی تحقیق اور تنقید میں اتنا کمال حاصل تھا کہ تمام ائمہ کرامؒ حدیث عموماً ان کے اقوال سے احتجاج واستدلال کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "جس راوی کو یحیی نے چھوڑا ہے' ہم نے بھی اس کو چھوڑا ہے"۔ "**واحتج بھم الائمۃ کلھم وقالوا من ترکہ یحیٰ ترکناہ۔**"(۳)

عبادت میں امام یحی بن سعیدؒ کا انہماک:

اس علمی شغل کے علاوہ انتہائی زیادہ عبادت گذار بھی تھے۔ ان کے شاگرد امام ابن معینؒ کہتے ہیں: کہ "بیس سال سے ان کا یہ معمول رہا کہ پوری رات میں عبادت میں مشغول ہوتے ہوئے ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے اور چالیس سال سے کبھی مسجد

ماخذ ومصادر: (۱) میزان الاعتدال: ۱/۱۱۰'۱۱۱ (۲) تہذیب التہذیب رقم ۳۵۹: ۱۱/۱۹۲ (۳) ایضاً: ۱۱/۱۹۱

میں زوال ان سے فوت نہیں ہوا' اور ان کی وفات سے بیس سال قبل ان کو کسی نے خواب میں دیکھا: کہ "یحیی کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان کی خوشخبری اور بشارت دی گئی۔" علامہ ابن حجرؒ کی زبان قلم سے صادر ہوئی تحریر پڑھیں: "**وقال ابوداؤد: عن یحیٰ بن معین ا قام یحیی القطان عشرین سنة یختم القراٰن فی کل لیلة ولم یفته الزوال فی المسجد اربعین سنةوقال الدوری: عن ابن معین عن عفان بن مسلم رأی رجل لیحیٰ بن سعید قبل موته بعشرین سنة بُشّر یحیٰ بنُ سعیدٍ بامان من اللّٰهتعالیٰ یوم القیٰمة۔**"(۱)

امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطان حنفی تھے:

مذکورہ فضل وکمال اور خوبیوں کے مالک امام یحیٰؒ امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں نہ صرف شریک ہوتے تھے' بلکہ ان سے شاگردی کا شرف اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے' جس کو علامہ ابن حجرؒ نے یحیٰ بن معینؒ کے واسطہ سے یحیٰ بن سعیدؒ سے نقل کی ہے۔ چنانچہ یحیٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں: کہ "ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے' ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو اچھا اور صائب الرائ نہیں سنا اور تحقیق ہم نے انؒ کے اکثر اقوال پر عمل کر رکھا ہے۔" "**لانکذب اللّٰه ماسمعنا احسن من رأی ابی حنیفةوقد اخذنا باکثر اقواله۔**"(۲) یہی قول علامہ ابن حجرؒ کے علاوہ علامہ ذہبیؒ علامہ ابوالحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن المزیؒ (م ۷۴۲ھ)' اور غیر مقلد عالم علامہ مبارک پوریؒ نے بھی نقل کیا ہے(۳) اور علامہ ابوالحجاج یوسف بن زکی

ماٰخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۴۰۲/۱۰ (۲) تہذیب التہذیب: ۲۲۹/۴ (۳) سیر اعلام النبلاء رقم ۱۶۳: ۴۰۲/۶' تہذیب الکمال: ۴۳۳/۲۹' مقدمۃ تحفۃ الاحوذی: ۸۶

عبدالرحمٰن المزیؒ، یحیٰی بن معینؒ کا ایک دوسرا فرمان یوں نقل کرتے ہیں: کہ ''یحیٰی بن سعیدؒ اہل کوفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور اہل کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو پسند کیا کرتے تھے اور اگر ان کا اور ان کے اصحاب کا آپس میں اختلاف آجاتا' تو ان کی رائے کو ان کے اصحاب کی رائے کے مقابلہ میں پسند فرماتے تھے۔'' **"قال یحی ابن معین وکان یحی بن سعید یذهب فی الفتوی الی قول الکوفیین و یختار قوله من اقوالهم ویتبع رأیه من بین اصحابه۔"** (۱) یعنی امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کو اپنے لئے مشعل راہ بنادیتے تھے۔

ان حضرات کے علاوہ علامہ خطیب بغدادیؒ (۲) علامہ ابن کثیر شافعیؒ (۳) علامہ ذہبیؒ (۴) علامہ القرشیؒ (۵) مولانا عبدالحی لکھنویؒ (۶) بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دینے کو ذکر کرتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات **"وقد اخذنا باکثر اقواله"** کی بجائے **"وکان یحیٰ القطان یفتی بقول ابی حنیفة"** کا مطلق قول کرتے ہیں۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح معلوم ہوتا ہے کہ امام یحیٰی بن سعید القطانؒ حنفی المذہب تھے' جیسا کہ علامہ ابن خلکانؒ نے بھی وفیات الاعیان میں ان کا حنفی ہونا تسلیم کیا ہے۔ (۷) اس لئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ علماء احناف کا یہ دعویٰ صحیح ہے: کہ ''امام یحیٰ بن سعیدؒ حنفی المذہب تھے''۔ البتہ صاحبینؒ کی طرح مجتہد فی المذہب ہونے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ سے بعض فروعی مسائل میں بعض اوقات اختلاف بھی کرتے تھے۔ (مروت)

ماٴخذ ومصادر: (۱) تہذیب الکمال: ۲۹/۳۳۳۴ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۷۱ (۳) البدایة والنهایة: ۱۰/ ۱۰۸ (۴) تذکرہ الحفاظ: ۱/۲۸۲ (۵) الجواہر المضیئة فی طبقات الحنفیة: ۱/ ۲۰۹، ۲۱۲ (۶) الفوائد البهیة: ۲۲۳ (۷) طائفہ منصورہ: ۷۰

امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے اور کتاب وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے:

امام یحیٰ بن سعیدؒ امام ابوحنیفہؒ کو انتہائی زیادہ متقی، اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے اور امت محمدیہ میں سب سے بڑے عالم جانتے اور مانتے تھے، چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ "میں نے جب امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا، تو سمجھا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے شخص ہیں۔ ایک رات صرف اس آیت کریمہ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهىٰ وَ اَمَرُّ﴾ کو پڑھتے رہے اور روتے رہے۔" (۱) اور فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں بیٹھے اور ان سے سماع (حدیث) کی اور اللہ کی قسم! جب میں ان کی طرف دیکھتا، تو ان کو ان کے چہرہ سے پہچانتا، کہ آپؒ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔" **"جالسنا واللّٰہ اباحنیفة وسمعنا منه وكنت واللّٰه اذا نظرت اليه عرفت فى وجهه انه يتقى اللّٰه عز و جل"**۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے (قرآن وسنت میں) جو کچھ آیا ہے، اس امت میں آپؒ (اس کے) سب سے بڑے عالم ہیں۔" **"وانه واللّٰه لاعلم هٰذه الامة بما جاء عن اللّٰه ورسوله"**۔(۲)

محترم قارئین! سوچنے کی بات ہے، اگر امام ابوحنیفہؒ قرآن وحدیث میں کمال درجہ کے ماہر نہ ہوتے، تو سرتاج محدثین، جرح وتعدیل کے سید الطائفہ، امام یحیٰ ابن سعید القطانؒ جیسی شخصیت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کیسے کہہ سکتے تھے: کہ "اس امت

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان مترجم: ۱۷۵ (۲) مقدمۃ کتاب التعلیم بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ

میں سب سے زیادہ قرآن وسنت کے جاننے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں؟'' یہی راز ہے کہ امام یحیٰ، امام اعظمؒ کی اتباع اور تقلید کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان کے اقوال اور فتاویٰ کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔

ناظرین کرام! آپ نے گزشتہ صفحات میں امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ ابن مبارکؒ اور امام جرح وتعدیل یحیٰ بن سعیدؒ کی شہادتیں ملاحظہ کیں نیز آپ حضرات نے تاریخی شواہد کے ساتھ ان کا حنفی ہونا بھی ملاحظہ فرمایا۔ تسلی خاطر کیلئے حوالہ جات کے مطابق اصل کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ تاکہ آپ حضرات کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور آپ پر واضح ہو جائے کہ امام صاحبؒ کے مخالفین اور ناقدین، امام ابوحنیفہؒ کے متعلق صرف ضد وعناد کے ڈسے ہوئے ہیں۔ ان کے بلند بانگ دعووں میں کچھ حیثیت اور حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اہل حق کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ☆ آمین ☆

۱۵۔ امام سفیان بن عیینہؒ:

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ)، امام اعظمؒ کے نہ صرف تلمیذ بلکہ راوی مسانید الاعظم اور مشہور محدث بھی تھے۔ آپؒ امام بخاریؒ کے استاد امام حمیدیؒ کے شیخ تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''اگر مالک اور سفیان (بن عیینہؒ) نہ ہوتے، تو یقیناً علم حجاز ختم ہو جاتا۔'' **"لولا مالك وسفيان لذهب علم الحجاز۔"** (۱) علامہ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: **"ثقة، ثبت، حافظ، امام۔"** (۲) علامہ اصبہانیؒ

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۰۵/۴ (۲) الکاشف: ۴۴۹/۱

(م ۴۲۸ھ) فرماتے ہیں: کہ ''امام سفیان بن عیینہؒ نے اپنے بھتیجے سے آخری حج کے دوران فرمایا: کہ ''میں اس جگہ ستر دفعہ آیا اور ہر سال یہ دعا مانگتا رہا'' اے اللہ! اس مکان کو میرا یہ آخری آنا نہ بنا اور بیشک اب مجھے اس دعا کے بہت زیادہ مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے۔'' **"اللهم لاتجعله اٰخرَ العهد من هٰذاالمكان وانى قد استحييتُ من الله عزوجل من كثرة ذالك"** آپؒ کے بھتیجے کا کہنا ہے: ''پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آئندہ آنے کا سوال نہیں کیا تو واپس گھر آ گئے اور اسی سال وفات پا گئے۔''(۱)

امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں اعلم الناس تھے:

یہی امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: کہ ''میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہؒ جیسا (عالم) شخص کوئی نہیں دیکھا''۔ **"مامَقَلَتْ (۲) عينى مثلَ ابى حنيفة۔"** (۳) اور فرماتے ہیں: ''امام بوحنیفہؒ علم وحدیث میں اعلم الناس ہیں۔'' یعنی اپنے معاصرین میں علم حدیث کے اعتبار سے سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اوپر کے قول سے بھی یہی مراد ہے کہ ان کی آنکھوں نے علم وحدیث میں ان جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

۱۶۔ محدث علی بن عاصمؒ:

محدث علی بن عاصمؒ (م ۲۰۱ھ) بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

مأخذ ومصادر: (۱) رجال مسلم: ۱/ ۲۸۵ (۲) ماابصرت ولانظرت لسان العرب: ۱۱/ ۶۲۷ (۳) الخیرات الحسان مترجم فصل ۱۳، تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۳۶

امام ابوحنیفہؒ کے اقوال حدیث کی تفسیر ہے:

آپؒ فرماتے ہیں: کہ ''اگر امام ابوحنیفہؒ کے علم کو ان کے زمانہ کے ساتھ تولا جائے، تو امام صاحبؒ ہی کا علم بڑھ جائے گا۔''(۱) ایک دفعہ فرمانے لگے: ''تمہیں علم حاصل کرنا چاہیے۔'' معروف بن عبداللہ کہتے ہیں: ہم نے کہا: ''جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں، کیا وہ علم نہیں ہے؟ کہنے لگے: ''علم تو درحقیقت امام ابوحنیفہؒ کا ہی ہے'' اور فرمایا: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے اقوال علم حدیث کی تفسیر ہے، جو شخص ان کے اقوال پر مطلع نہیں ہوگا، وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لیگا اور سیدھے راستے سے بھٹک جائیگا۔''(۲)

۱۷۔امام المحدثین یزید بن ہارونؒ:

امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید، امام احمدؒ کے شیخ، فن حدیث کے جلیل القدر امام، شیخ الاسلام والمسلمین یزید بن ہارونؒ (و ۱۱۷یا ۱۱۸م ۲۰۶ھ) کی جلالت شان، ثقاہت، امامت اور حفظ پر اجماع ہے۔ انتہائی زیادہ عبادت گزار تھے اور بقول ابوحاتمؒ ان کی مثل لانے کی بابت نہیں پوچھا جاتا۔''(۳) علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط تذکرہ لکھا ہے جو "**الحافظ القدوۃ شیخ الاسلام**" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے اور علی بن مدینیؒ کا قول ہے: کہ ''میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا'' حافظ موصوفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔(۴)

ماٰخذ و مصادر: (۱)، (۲) مناقب للموفق: ۲/۴۷ (۳) تہذیب الاسماء رقم ۷۰۰: ۲/۴۵۸ (۴) ملخص از حاشیہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۲۱

امام ابو حنیفہؒ اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے:

ناظرین کرام! یہ عظیم الشان امام بھی امام ابو حنیفہؒ کے بہت مداح تھے اور ان کے متعلق کہا کرتے تھے: کہ "امام ابو حنیفہؒ پرہیزگار، پاکیزہ صفات کے مالک، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو بھی پایا، سب کو یہی کہتے ہوئے سنا: کہ "اس نے ابو حنیفہؒ سے بڑھکر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔" اور فرماتے ہیں: کہ "میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں اور ان میں سے اکثر حضرات سے روایات لکھ چکا ہوں، میں نے ان میں سب سے زیادہ فقیہ، زیادہ متقی اور زیادہ عالم (یعنی محدث، کیونکہ ان دنوں عالم کا لفظ محدث کیلئے استعمال ہوتا تھا) پانچ حضرات کے علاوہ کوئی نہیں دیکھا، ان میں امام ابو حنیفہؒ سرفہرست تھے۔" **"کان ابو حنیفة تقیاً نقیاً زاھداً عالماً صدق اللسان احفظ اھل زما نه سمعت کلّ من ادرکه من اھل زمانه یقول انه ماراى افقه عنه "وقال "ادرکت الف رجل وکتبت عن اکثرھم ما رایت فیھم افقه ولا اورع ولا اعلم الا خمسة اولھم ابو حنیفةؒ۔"** (۱)

حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن مہدی خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے استاد محدث ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد صَیمَری (م ۴۳۶ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ایک کتاب بنام "**مناقب الامام ابی حنیفةؒ**" لکھی ہے۔ جس کا قلمی نسخہ مجلس علمی کتب خانہ کراچی میں موجود ہے اس کتاب میں علامہ صیمریؒ نے محدث یزید بن ہارونؒ کا قول نقل کیا ہے: کہ "امام ابو حنیفہؒ متقی، پاکیزہ اوصاف، زاہد، عالم،

ماخذ ومصدر: (۱) حدیث اور اہل حدیث بحوالہ اخبار ابو حنیفہؒ واصحابہ: ۳۶

صداقت شعار اور اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔" "کان ابوحنیفة تقیا نقیا زاھدا عالما صدوق اللسان احفظ اھل زمانه۔"(۱)

حدیث کی حقیقت جاننے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں اور اقوال میں غور کرنا ضروری ہے:

قارئین کرام! امام یزید بن ہارونؒ حدیث کا درس دے رہے تھے طلبہ کو خطاب کر کے فرمانے لگے: "تمہارا پیش نہاد تو بس حدیث سننا اور جمع کر لینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش کرتے اور امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی حقیقت تم پر واضح ہوتی۔"(۲)

امام یزید بن ہارونؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے:

ایک دفعہ یزید بن ہارونؒ سے پوچھا گیا: کہ "امام ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ میں سے کون سے زیادہ فقیہ تھے؟" فرمانے لگے: کہ "ابوحنیفہؒ افقہ (یعنی معانی حدیث کو زیادہ جاننے والے) اور سفیان احفظ للحدیث (یعنی الفاظ حدیث کو زیادہ یاد رکھنے والے) تھے۔" اور علامہ مبارک پوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ یزیدؒ فرمانے لگے: "میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور زیادہ عقل مند کسی کو نہیں پایا۔" "فقال:"ابوحنیفة افقه وسفیان احفظ للحدیث"(۳) وقال یزید:"مارایت احداً اورع ولا اعقل من ابی حنیفهؒ۔"(٤) یہی وجہ ہے

ماخذ ومصادر: (۱) حاشیہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۲۱ (۲) امام اعظم اور علم حدیث: ۳۶۹ بحوالہ مناقب ملا علی قاریؒ: ۲/۲۴۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۶۸، تہذیب الکمال رقم ۶۴۳۹: ۲۹/۴۲۹ (۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۶۸، مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۶۸، اخبار ابوحنیفہؒ واصحابہ: ۳۶

کہ امام یزید بن ہارونؒ امام صاحبؒ کے فقہ کی کتابوں کو بڑی شوق سے دیکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان کے دیکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ابومسلم المستملیؒ نے ان سے پوچھا: کہ ”اے ابوخالد! ابوحنیفہؒ اوران کی کتابوں کے دیکھنے کی بابت آپ کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگے: ”اگر تم لوگ فقاہت حاصل کرنا چاہتے ہو، تو ان کی کتابوں کو دیکھا کرو، کیونکہ میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا، جو ان کے قول اوران کی کتابوں کے دیکھنے کو ناپسند کرتے ہوں اور البتہ امام سفیان ثوریؒ نے (امام ابوحنیفہؒ کی) کتاب الرہن (کے حاصل کرنے) میں حیلہ سے کام لیا تھا، یہاں تک کہ اس کو لکھ لیا۔“ **”فقال له ابو مسلمؒ: ”ماتقول یااباخالدؒ فی ابی حنیفة والنظر فی کتبه“ قال: ”اُنظروا فیها ان کنتم تریدون ان تفقهوا فانی مارأیتُ احدًا من الفقهاء یکره النظرَفی قوله ولقد احتال الثوریؒ فی کتاب الرهن حتی نسخه۔“(۱)**

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔

۱......: اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی اپنی کتابیں بھی موجود تھیں، تب ہی تو ان کی کتابوں کے بارے سوال کیا جاتا ہے۔

۲......: امام سفیان جیسے عظیم محدث امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرہن لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس میں ایسی احادیث اور ان احادیث سے ایسا استنباط موجود تھا، جس کے ادراک سے سفیان ثوریؒ جیسے امام محروم تھے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں: کہ ”خود سفیان ثوریؒ جیسے محدث کا اس طرف رجوع

ماخذ و مصدر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۲

کرنا اور یزید بن ہارونؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی کتب کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا' امام ابوحنیفہؒ کے محدث ہونے اور ان کے معانی کی تہہ تک پہنچنے کی غمازی کرتا ہے۔''

اہل علم اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں:

ایک مرتبہ آپؒ کی مجلس میں بہت سے نامی گرامی محدثین کرامؒ تشریف فرما تھے' جن میں خصوصیت کے ساتھ امام یحیٰ بن معینؒ امام علی بن مدینیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام زہیر بن حربؒ (وغیرہ محدثین) موجود تھے۔ دریں اثناء ایک شخص نے آ کر مسئلہ پوچھا' تو یزید بن ہارونؒ فرمانے لگے: کہ ''اہل علم کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو۔'' اس پر علی بن مدینیؒ نے کہا: کہ'' کیا آپ کے پاس اہل علم اور ارباب حدیث موجود نہیں ہیں۔'' تو جواباً فرمانے لگے: ''(نہیں' بلکہ) اہل علم اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں' تم تو عطار (اور پنساری) ہو۔'' علامہ موفقؒ کے الفاظ میں ہدیہ ناظرین ہے۔ تاکہ تسکین صدر اور فرحت جان ہو۔ **"عنده يحيىٰ بن معين وعلى بن مدينى واحمد ابن حنبل وزهير بن حرب اذ جاء مستفت فسأله عن مسئلة ....فقال له على بن المدينى: اليس اهل العلم و الحديث عندك؟ قال: "اهل العلم اصحاب ابى حنيفة وانتم صياد لة۔"(١)**

قارئین کرام! یزید بن ہارونؒ جیسے چوٹی کے حافظ الحدیث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی' محدثین کرامؒ کی اعلیٰ اور فائق ترین جماعت کے سامنے کس قدر وزنی گواہی دے رہے ہیں: کہ ''اہل علم صرف امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ ہی ہیں' دوسروں کو میں اہل علم نہیں کہہ سکتا' کیونکہ تم لوگ صرف الفاظ لئے پھرتے ہو۔ ان کے معانی

ماخذ ومصادر: (١) مناقب موفق: ٢/ ٤٧' اخبار ابوحنیفہؒ واصحابہ: ٣٦

کی تہہ تک تم نہیں پہنچ سکتے، اگر اس کے صحیح مطلب کو جانتے ہیں، تو امام ابوحنیفہؒ کے فیض یافتہ تلامذہ ہی جان سکتے ہیں۔'' یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس جماعت میں سے کسی ایک فرد نے بھی ان کی اس بات پر نکیر نہیں کی، ورنہ وہ بھی ضرور نقل کیا جاتا۔

جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسے ہو جائے:

آپؒ سے پوچھا گیا: کہ ''ایک عالم فتوی دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟'' فرمایا: کہ ''جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسے ہو جائے۔'' ان سے کہا گیا: کہ ''آپ ایسی بات کرتے ہیں۔'' فرمانے لگے: ''ہاں! (میں ایسی بات کرتا ہوں) بلکہ مجھے اس سے بھی زیادہ کہنا چاہیئے۔ میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کو فقیہ اور متورع نہیں دیکھا۔ ایک روز مَیں نے ان کو دیکھا: کہ ''ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں پڑے ہیں۔'' مَیں نے عرض کیا: کہ ''آپ سایہ میں ہو جائیں۔'' فرمایا: ''میرا اس گھر والے پر کچھ قرض ہے، اس لئے اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا۔'' محدث یزیدؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا: ''بتلاؤ! اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے۔'' (۱)

امام یزیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی:

یزید محدثؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث پڑھی اور ایک مدت تک امام صاحبؒ کی صحبت اختیار کی۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی بعض کتب میں ان کا نام ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: کہ ''آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایتیں کیں۔'' (۲)

کسی نے سوال کیا کہ ''آپ نے جن فقہاء سے ملاقات کی ہے، ان سب

ماخذ: (۱) الخیرات الحسان مترجم: ۱۸۹ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۶۸، تذکرہ سیر اعلام رقم ۱۶۳: ۶/ ۳۹۴

میں سے زیادہ فقیہ (یعنی معانی حدیث کو زیادہ جاننے والا اور علم دین میں سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والا) کس کو دیکھا؟" فرمانے لگے: "امام ابوحنیفہؒ کو" (۱) (سب سے زیادہ فقیہ دیکھا) ایک دفعہ فرمایا: "میں آرزو کرتا ہوں کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے اتنا علم لکھ لیتا۔" (۲)

فائدہ: بقول امام سیوطیؒ امام ابوحنیفہؒ دین متین کے اول مدون تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں دوسرے ائمہؒ کی کتب مدون نہیں ہوئی تھیں، اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ استنباط احادیث ہی سے تھا، لیکن اگر بالفرض امام اعظمؒ کے پاس احادیث کا ذخیرہ موجود نہ ہوتا، تو آپؒ ان مسائل کا صرف ذہن سے قیاس کرتے اور ائمہ کرامؒ ایسے قیاس (جو دین کی سمجھ کے بغیر ہو، دین میں مذموم ہونے کی وجہ) سے سختی سے منع کرتے تھے۔ باوجود اس کے ان حضرات کا امام ابوحنیفہؒ کو منع نہ کرنا، بلکہ ان کی، اور ان کی کتب کی طرف ترغیب دلانا اور ان کو فقاہت یعنی دین کی سمجھ میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ماننا، اس بات کی بین ثبوت ہے کہ آپؒ اپنے دور میں ذخیرہ احادیث کے جمع کرنے اور ان کی سمجھ میں بہترین مرتبہ پر فائز تھے۔ ☆ والعلم عنداللہ ☆

۱۸۔ صحاح ستہ کے راوی عبداللہ بن یزید المقریؒ کی تصدیق:

امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ اور امام مالکؒ کے استاذ صحاح ستہ کے بالاتفاق ثقہ راوی عبداللہ بن یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ) جن کو علامہ ذہبیؒ نے "**الامام المحدث شیخ الاسلام**" (۳) کے نام سے ذکر کیا ہے۔ اس عظیم محدث عبداللہ بن یزیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی نہ صرف توثیق کرتے ہیں، بلکہ ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۳۴۲/۱۳ (۲) تبییض الصحیفۃ مترجم: ۳۸۷ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۳۳۲/۱

ہیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث پڑھیں اور اپنے تلامذہ کو امام صاحبؒ کی حدیث سننے کی ترغیب دلاتے تھے۔ آپؒ امام صاحبؒ سے حدیث روایت کرتے وقت "حدثنا ابوحنیفة شاہ مروان" اور کبھی "حدثنا شاھنشاہ ابوحنیفة" کہتے تھے''۔ نیز آپؒ فرماتے تھے: کہ ''جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کے فضل وتقدم کو نہیں جانتے' وہ زندہ نہیں' مردہ ہیں۔''

۱۹۔ امام بخاریؒ کے مایہ ناز شیخ اور امام ابوحنیفہؒ کے قابل قدر شاگرد محدث کبیر مکی بن ابراھیمؒ:

امام بخاریؒ کو جن بائیس ثلاثیات پر فخر ہے ان کے نصف ثلاثیات کے استاد وہ محدث کبیرؒ ہیں' جن کی حدیث دانی ہر ایک کے ہاں مسلم ہے۔ جن کے بارے علامہ ذہبیؒ نے الحافظ الامام اور خراسان کے شیخ (۱) جیسے القاب لکھے ہیں۔ یہ عظیم شخصیت امام مکی بن ابراھیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ) ہیں۔ وقت کے بڑے بڑے ائمہ حدیث نے آپؒ کی شاگردی اختیار کی۔ احمدؒ ابن معینؒ ذہلیؒ اور بخاریؒ جیسے ائمہ نے آپؒ کی شاگردی اختیار کی ہے۔ آپؒ نے ساٹھ حج کئے۔ دس سال حرم محترم کے مجاور رہے اور سترہ تابعینؒ سے حدیثیں لکھیں۔''(۲)

علامہ مکیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی برکت سے علم کا دروازہ کھولا گیا:

علامہ مکیؒ کو امام ابوحنیفہؒ ہی نے تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: ''میں تجارت کیا کرتا تھا۔ ایک بار امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آنا ہوا تو

ماخذ ومصادر: (۱)' (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۳۲

فرمانے لگے: کہ مکی! تم تجارت تو کرتے ہو مگر تجارت میں بھی جب تک علم نہ ہو، بڑی خرابی رہتی ہے پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟'' امام ممدوح مجھے برابر اس طرف توجہ دلاتے رہتے یہاں تک کہ میں نے اس کی تحصیل شروع کر دی اور کتابت علم پر متوجہ ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے بہت کچھ عطا فرمایا۔ اسی لئے میں ہر نماز کے بعد اور جب بھی امام ممدوح کا ذکر کرتا ہوں ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا۔'' **"لان اللّٰہ تعالیٰ ببرکتہ فتح لی باب العلم۔"(۱)**

علامہ مکیؒ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں:

آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے بڑے محبّ، بہت زیادہ مداح اور معتقد تھے اور ان سے حدیث وفقہ میں شرف تلمذ حاصل کیا پھر کافی عرصہ تک آپؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے بہت سی احادیث روایت کیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے بھی لکھا ہے: کہ ''انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کی ہیں''۔ **"روی عن ...... وابی حنیفۃ۔"(۲)**

امام ابوحنیفہؒ احفظ واعلم اہل زمانہ تھے:

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔'' **"کان اعلم اہل زمانہ۔"(۳)** اور فرماتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ بڑے پرہیزگار، بڑے عالم، آخرت میں بڑے رغبت کرنے والے، بڑے

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب الامام الاعظم: ۲/۱۶۱ بحوالہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۱۱۴ (۲) تہذیب التہذیب: ۱۰/۲۶۰ (۳) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۵، تبییض الصحیفہ مترجم: ۴۷۳

راست باز اور معاصرین میں سب سے بڑے حافظ تھے۔" **کان ابو حنیفۃؒ زاھداً' عالماً' راغباً فی الآخرۃ' صدوق اللسان' احفظ اھل زمانہ۔**"(۱)

یاد رہے کہ محدثینؒ کی اصطلاح میں احادیث کے متون اور اسانید دونوں کے زبانی یاد کرنے والے کو حافظ کہا جاتا ہے۔ امام ملیحؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق " **اعلم زمانہ و احفظ اھل زمانہ** " کی شہادت اور گواہی ایسے وقت میں دی ہے' جن دنوں امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ امام مسعر بن کدامؒ امام اوزاعیؒ امام سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ جیسے اساتینِ حدیث بقید حیات تھے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے فقہ میں امام اعظم تھے' اسی طرح احادیث میں بھی امام اعظمؒ کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

میری حدیث مت لکھو:

اسماعیل بن بشرؒ فرماتے ہیں: کہ "ایک دفعہ ہم مکیؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے' انہوں نے روایت شروع کی: "یہ حدیث ہم سے ابوحنیفہؒ نے روایت کی۔"" **حدثنا ابو حنیفۃ**" اتنا ہی کہا تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا: "ہم سے ابن جریجؒ کی حدیث بیان کرو' ابوحنیفہؒ سے روایت مت کرو۔"" **حدّثنا عن ابن جریج ولاتُحَدِّثُنا عن ابی حنیفۃ۔**" اس پر امام مکیؒ کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمانے لگے: "ہم بیوقوفوں کو حدیثیں بیان نہیں کیا کرتے' تیرے لئے مجھ سے حدیثیں لکھنا حرام ہے تو میری مجلس سے اُٹھ جا۔"" **انا لا نحدث السفھاء حرمت علیك ان تکتب عنی قم من مجلسی۔**" چنانچہ جب تک اس شخص کو مجلس سے

ماخذ و مصدر: (۱) مناقب موفق

اُٹھا نہیں دیا گیا، انہوں نے حدیث بیان نہیں کی اور جب اس کو نکال دیا گیا تو پھر "حدثنا ابو حنیفة" کا سلسلہ شروع کیا۔'' ابراہیم بن ابوبکر مرابطیؒ کی روایت میں ہے: کہ'' آپؒ اتنے سخت غصہ ہوئے کہ آپؒ کے چہرے میں اس کے اثرات دیکھے گئے، تو اس شخص نے کہا: کہ "تبت و اخطأت" لیکن آپؒ نے اس کو حدیث پڑھانے سے انکار کیا۔(۱)

امام مکی بن ابراہیمؒ حنفی تھے:

علامہ کوثریؒ نے ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے(۲) اور علامہ موفقؒ ان کی بابت لکھتے ہیں: کہ'' وہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑی محبت کرتے تھے اور امام صاحبؒ کے مذہب میں متعصب تھے۔'' "وكان يُحِبُّ ابا حنيفة حبا شديدا ويَتَعَصَّبُ لمذهبه ۔"(۳)

قارئین کرام! جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صحیح بخاری کے بائیس ثلاثیات کے نصف ثلاثیات کے راوی محدث کبیر امام مکی بن ابراہیمؒ ہیں، الحمدللہ، ۱۵ شوال ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۲ جنوری ۲۰۰۰م سے آج تک ہر سال بخاری شریف پڑھانے کی توفیق مل رہی ہے، بلکہ کچھ عرصہ سے پشاور کے دو اور بعض اوقات تین جامعات میں اس نعمت عظمیٰ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فقیر پر مذکورہ سعادت کے علاوہ یہ احسان بھی فرمایا ہے کہ پشاور میں فقیر کی دانست کے مطابق بخاری شریف پڑھانے والے حضرات میں سترہ واسطوں سے سب سے عالی سند صرف فقیر کو عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ فقیر اس عالی سند کے ساتھ امام

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۱/۲۰۴ (۲) تقدمہ نصب الرأیة (۳) مناقب موفقؒ: ۱/۲۰۴

مکیؒ کے واسطہ سے بخاری شریف کی ایک حدیث کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

فقیر کی عالی سند:

"قال الفقیر عبد الستار خان بن الحاج اکبر علی خانؒ مروتؔ اجازنی شیخ التفسیر والحدیث محمد شریف اللّٰہ المولویانوی رحیم یار خانی برد اللّٰہ مضجعه قال شیخنا اجازنی الشیخ الابجل خیر محمدبن محمد علی فوری ثم البهاولفوری الباکستانی ثم المکی قال اجازنی العالم المغربی المعروف االشیخ محمد عبد الحی الکتانی بالمدینة المنورة قال اجازنی الشیخ الشهاب احمد بن صالح البغدادی بالمکة المکرمة قال اجازنی الحافظ محمد مرتضی الزبیدی الحسینی قال اجازنی المعمر محمد بن سِنّة الفلانی (۱)قال اجازنی احمد بن العَجِل(۲) عن القطب الیمنی النهروالی(۳) عن احمد بن ابی الفتوح الطا ؤسی (٤)عن بابایوسف الهروی الذی یقال انه عاش ثلاث مائة سنة (٥)عن محمد بن شاذ بَخت الفارسی الفرغانی (٦)عن یحی بن شاهان الختلانی (۷)عن محمد ابن یوسف الفِرَبْرِی عن الامام

(وفی سند الشیخ محمد بن ادریس کاندهلویؒ (۱)محمد بن سَنَةَ العمری (۲)احمد بن العَجَلِی(۳)قطب الدین (٤)احمد بن عبداللّٰہ (٥)المُعَمَّر الشیخ یوسف هَرَوی المشهور بسه صد ساله (٦)محمد بن شاذ(۷)یحی بن عَمَّاروروی عن کل راو بالتحدیث (خطبات فقیر:۱۷/۵۵)

محمد بن اسمٰعیل البخاری قال حدثنا مکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة قال سمعت النبی ﷺ یقول: "مَنْ یَقُلْ عَلَّی مَالَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔"

۲۰۔امام بخاریؒ کے استاد ابو عاصم النبیلؒ:

ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیلؒ (م۲۱۲یا۲۱۴ھ) امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ رشید اور امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے وہ خوش نصیب محدث ہیں' جن سے امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں چھ ثلاثیات روایت کی ہیں جس کی وجہ سے صحیح البخاری' دوسری خوبیوں کے ساتھ ساتھ صحاح ستہ کی دوسری کتب پر فوقیت لے گئی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کو ہر روز ایک صدیق کے برابر اعمال......:

امام موصوفؒ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے امید ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے لئے ہر روز ایک صدیق کے برابر اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔'' راوی کہتے ہیں: کہ ''مَیں نے پوچھا: ''کیوں؟'' تو فرمانے لگے: ''اس لئے کہ لوگ برابر ان کے علم اوراقوال سے منتفع ہوتے رہتے ہیں۔''(۱) (لہٰذا ان کا صحیح علم وعمل ان کیلئے صدقہ جاریہ بنے گا۔) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو جس علم حدیث سے نوازا تھا اور ان کی روشنی میں جو استنباطات اور ارشادات ان سے منقول ہیں' لوگ ان سے مستفید ہوتے رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے آپؒ کا یہ علم (نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد جس میں **"او علم ینتفع به الخ"** کے الفاظ ہیں' کے مطابق) صدقہ جاریہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔لیکن

ماخذ ومصدر: (۱) مناقب موفقؒ: ۱/۲۰۴

چونکہ آپؒ کا علمی بحر انتہائی وسیع تھا' اس وجہ سے اس کا فائدہ بھی یقیناً زیادہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کیلئے ایک صدیق کے برابر اعمال کا ثواب بتایا۔ اب اللہ نہ کرے' اگر امام ابو حنیفہؒ حدیث کے خلاف ہوتے یا نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد زندیق ہوتے' جیسا کہ بعض بد بخت حاسدین کا قول ہے' تو امام صاحبؒ کو یہ ثواب کس طرح ملنے کی امید کی جاسکتی تھی؟ کیا کسی کافر کو اعمال کا ثواب مل سکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے' تو یہ بد بخت ایسے ائمہ کرامؒ جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آیئے امام عاصمؒ کی ایک اور شہادت پڑھیں۔

غلام ابی حنیفہؒ اور سفیانؒ کی فقاہت میں فرق:

حضرت حسنؒ نے امام ابو عاصمؒ سے کہا: کہ ''امام ابو حنیفہؒ زیادہ فقیہ (یعنی معانی حدیث کے جاننے والے) ہیں یا سفیانؒ؟ تو فرمانے لگے کہ (امام ابو حنیفہؒ کا ان کے ساتھ موازنہ بہت بڑی بات ہے) امام ابو حنیفہؒ کا کوئی ایک غلام (بھی لے لیں وہ بھی) امام سفیانؒ سے زیادہ فقیہ اور دین کا سمجھ رکھنے والا ہے۔'' **"قال الحسن: ولقد قلت لابی عاصم یعنی النبیل: " ابوحنیفة افقه او سفیان؟ " قال: " عبد ابی حنیفة افقه من سفیان ...... "قال (ضرار بن صرد): " وسألت اباعاصم النبیل فقلت: " ایما افقه سفیان او ابوحنیفة ؟ " قال: " غلام من غلمان ابی حنیفة افقه من سفیان۔ "** (۱) اور نصر بن علیؒ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو عاصمؒ سے کسی نے پوچھا: کہ ''سفیان اور ابو حنیفہؒ میں سے کون زیادہ فقیہ ہیں' تو کہنے

ماخذ و مصدر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۲

لگے: ”بے شک ایک چیز اپنے ہم شکل کے ساتھ قیاس کی جاتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فقیہ تام الفقہ ہیں اور امام سفیانؒ ایک صاحب فہم شخص ہیں۔“ **"قال (نصر بن علی) سمعت ابا عاصم النبیل سئل ایما افقه سفیان او ابوحنیفة فقال انما یقاس الی شکله ابوحنیفة فقیه تام الفقه و سفیان رجل متفقه۔"** (۱) نیز فرماتے تھے: کہ ”امام ابو حنیفہ زیادہ نماز پڑھنے کی وجہ سے وتد‘ میخ اور کیل کہلائے جاتے تھے۔“ **"کان ابوحنیفة یسمی الوتد لکثرت صلاته۔"** (۲)

امام ابو عاصم النبیلؒ حنفی تھے:

قارئین کرام! امام ابو عاصمؒ کی نظر میں امام ابو حنیفہؒ انتہائی زیادہ عبادت گزار‘ بے مثل صاحب فقہ عالم تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ نے حافظ الحدیث اور بڑے فقیہ ہونے کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کو اپنے لئے ہار ثمین بنا کر پہنا‘ چنانچہ محدث صمیریؒ اور علامہ عبدالقادر قرشیؒ نے آپؒ کو اصحاب ابی حنیفہؒ میں شمار فرمایا ہے۔ (۳)

۲۱۔ خلف بن ایوبؒ:

حضرت خلف بن ایوبؒ (م ۲۰۵ھ یا ۲۱۵ھ یا ۲۲۰ھ) ترمذیؒ کے وہ راوی اور محدث ہیں جن کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: **"الامام المحدث الفقیه مفتی المشرق ابوسعید العامری البلخی الحنفی الزاهد عالم اهل بلخ"** اور آگے لکھتے ہیں: کہ ”انہوں نے قاضی ابو یوسفؒ سے فقہ حاصل کی۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۳۴۳: (۲) سیر اعلام النبلاء: ۶/۴۰۰ (۳) احسن البیان فی تعریف النعمان بن ثابت: ۴۸‘ ۱۴۵ الجواہر: ۱/ ۲۶۵‘ طائفہ منصورہ: ۶۷ (۴) سیر اعلام النبلاء: رقم ۲۱۱: ۹/ ۵۴۱

جو چاہے اس تقسیم پر راضی ہو یا ناراض:

مذکور محدث فرماتے ہیں: کہ ''مَیں مختلف محدثینؒ سے حدیثیں سنتا تھا' لیکن بعض اوقات حدیث کا صحیح پتہ نہیں چلتا تھا۔ بڑا افسوس ہوتا تھا آخر امام ابوحنیفہؒ کے پاس آ کر آپؒ سے پوچھتا تھا' تو آپ تصدیق کرتے ۔اس سے میرا دل ٹھنڈا ہوجاتا تھا''۔نیز فرماتے ہیں: کہ ''میں اکثر علماء کی مجالس میں جایا کرتا تھا' تو عام طور پر ایسا ہوتا تھا کہ میں بعض باتوں کے معنی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں جاتا اور ان سے دریافت کرتا۔ وہ مجھ سے ان کی تفسیر فرماتے اور اسی تقریر و تفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہوجاتا تھا'' اور فرماتے ہیں: کہ ''علم اللہ کی طرف سے حضورﷺ کے پاس آیا اور حضورﷺ سے صحابہؓ کی طرف آیا اور صحابہؓ سے تابعینؒ کی طرف اور تابعینؒ سے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کی طرف آیا۔ پس جو چاہے اس تقسیم پر راضی ہو اور جو چاہے ناراض ہو۔'' بحمد اللہ ہم اس بہترین تقسیم پر صرف راضی ہی نہیں' بلکہ ہر آن و ہر لحظہ شکر گزار بھی ہیں۔ **"فالحمدللہ حمداکثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ۔"**

خلف بن ایوبؒ حنفی تھے:

امام خلفؒ ایک عظیم محدث ہونے کے باوجود حنفی تھے جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے صراحت کے ساتھ ان کے نام کے ساتھ **"الحنفی"** لکھا ہے۔اسی طرح علامہ خلیلیؒ نے الارشاد' میں ان کو رائی کوفیین کے مطابق فقیہ لکھا ہے۔اور ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکانؒ لکھتے ہیں: خلف بن ایوبؒ امام صاحب ابوحنیفہ

تھے۔'' **"خلف بن ایوب صاحب الامام ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنھما۔"**

اور علامہ ابن قطلو بغاؒ ان کو طبقات احنافؒ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ''خلف بن ایوبؒ امام محمد بن الحسنؒ اور امام زفرؒ کے اصحاب میں سے تھے۔'' **"خلف بن ایوب من اصحاب محمد بن الحسن وزفر۔"(۱)**

۲۲۔ یحیٰ بن نصر بن حاجبؒ کی تصدیق:

حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ نے مسند ابی حنیفہ میں بسند متصل یحیٰ بن نصر بن حاجبؒ (م ۲۱۵ھ) کی زبانی نقل کیا ہے کہ مَیں ابو حنیفہؒ کے اس مکان میں داخل ہوا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا' مَیں نے پوچھا: ''یہ کیا ہیں؟'' فرمایا: ''یہ سب حدیثیں ہیں اور مَیں نے ان سے صرف تھوڑی حدیثیں بیان کی ہیں' جن سے لوگوں کو اتنا انتفاع ہوا۔'' **"دخلت علی ابی حنیفه فی بیت مملوء کتاباً فقلت: "ما هذه؟" قال: "هذه احادیث کلها و ما حدثت به الا یسیر الذی ینتفع به۔"**

(۲) اور علامہ صدر الائمہؒ لکھتے ہیں: ''یحیٰ بن نصر بن حاجبؒ نے کہا: کہ ''مَیں نے امام ابو حنیفہ سے سنا' آپؒ فرمارہے تھے: کہ '' میرے پاس احادیث کے کئی صندوق ہیں۔ مَیں نے صرف اتنا حصہ اس میں سے نکالا ہے جس سے نفع حاصل ہو سکے۔'' **"سمعت اباحنیفةؒ یقول: "عندی صنادیق من الحدیث ما اخرجت منها الا یسیر الذی ینتفع به۔"(۳)**

ماخذ و مصادر: (۱) تاج التراجم فی طبقات الحنفیة ماخذ و مصادر: (۲) عقود الجواہر المصنیة (۳) مناقب ابی حنیفةؒ للموفق: ۶۵

۲۳۔ اسماء الرجال کے جاننے پہچاننے امام یحیٰ بن معینؒ کا اظہار عقیدت:

یحی بن معینؒ (و ۱۵۸ھ، م ۲۳۳ھ) کو کون نہیں جانتا؟ ہر طالب حدیث ان کے تبحر علمی سے واقف ہے۔ موصوفؒ امام ابوحنیفہؒ کی بابت فرماتے ہیں: کہ "آپؒ حدیث کے بیان کرنے میں ثقہ تھے، آپؒ لوگوں کو صرف وہ حدیث بیان کرتے تھے جو ان کو خوب یاد ہوتی تھی اور جو حدیث ان کو خوب اچھی طرح یاد نہیں ہوتی تھی، وہ بیان نہیں کرتے تھے۔" **"قال محمد بن سعد العوفیؒ: سمعت یحی بن معین یقول: "کان ابوحنیفة ثقة لا یحدث من الحدیث الا بمایحفظه ولا یحدث بمالا یحفظ۔"** (۱) نیل المنفعۃ فی تاریخ الائمۃ الاربعۃ جس پر ان کے غیر مقلد شیخ عبدالسلام رستمی کی تصدیق ہے، میں اس کے مؤلف محترم عبدالمنان صاحب لکھتے ہیں: "اس میں ان کے کمال احتیاط کو اشارہ ہے (۲)" **"وقال صالح بن محمد سمعت یحی بن معین یقول کا ن ابوحنیفة ثقة فی الحدیث۔"** (۳) اور ابن معینؒ امام سفیانؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امام ابوحنیفہؒ کہتے تھے، کہ میں پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پس اگر میں قرآن پاک میں اس مسئلہ کو نہ پاؤں، تو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہوں اور اگر وہ مسئلہ مجھے سنت میں بھی نہ ملے، تو قول صحابہؓ پر عمل کرتا ہوں لیکن اگر ان میں اختلاف واقع ہو، تو

ماخذ و مصادر: (۱) التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ: ۱/۱۷۴۳، سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۳۹۵، تہذیب التہذیب: رقم ۸۱۹: ۱۰/ ۴۰۱، مقدمۃ تحفۃ الاحوذی حصہ اول/ ۱۶۶، نیل المنفعۃ فی تاریخ الائمۃ الاربعۃ: ۱۷۸ (۲): ۱۷۸ (۳) سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۳۹۵، تہذیب التہذیب: رقم ۸۱۹: ۱۰/ ۴۰۱، مقدمۃ تحفۃ الاحوذی حصہ اول/ ۱۶۶

ان)میں سے جس کے قول کو چاہوں' اس کو اختیار کرتا ہوں' لیکن ان کے اقوال کی موجودگی میں دوسرے حضرات کے اقوال کی طرف نہیں نکلتا۔ پس جب بات ابراہیمؒ شعبیؒ' ابن سیرینؒ اور عطاءؒ کو پہنچتی ہے' تو یہ ایک جماعت ہے جنہوں نے اجتہاد کیا۔ اسی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔'' **یقول: "اٰخذ بکتاب اللّٰہ فان لم اجد فبسنۃ رسول اللّٰہ فان لم اجد فبقول الصحابۃ اٰخذ بقول من شئت منھم ولا اخرج عن قولھم الیٰ قول غیرھم فاما اذ انتھی الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین وعطاء فقوم اجتھدوا کمافاجتھد کما اجتھدوا"**(۱) اور کہتے ہیں: ''وہ ثقہ تھے' جھوٹ پر متہم نہیں تھے اور ان کو ابن ہبیرہ نے قاضی بننے پر مارا لیکن انہوں نے قاضی بننے سے انکار کیا۔'' **"ھو عندنا من اھل الصدق ولم یکن یتھم بالکذب ولقد ضربہ ابن ھبیرہ علی القضاء فابی ان یکون قاضیاً۔"**(۲) آئیں ان کی زبانی مزید تاکیدی الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ آپؒ کہتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ ثقہ اور قابل اعتماد تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ جھوٹ سے بالاتر تھے۔'' **"قال یحیٰ بن معین ثقۃ ثقۃ کان واللّٰہ اورع من ان یکذب وھواجل قدرا من ذالک۔"**(۳)

رائے ابی حنیفہؒ کی قدر و قیمت:

امام یحیٰی بن معینؒ سے پوچھا گیا: ''کیا آپؒ کسی شخص کیلئے کسی چیز میں رائے پر عمل کرنا جائز سمجھتے ہیں؟ تو فرمانے لگے: ''کونسی رائے؟'' میں نے کہا: امام شافعیؒ اور

ماٰخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۰۲' فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ: ۹۸ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۳۹۵' تذکرۃ الحفاظ رقم ۱۶۳: ۱/ ۱۶۸ (۳) مناقب موفق: ۱/ ۱۹۲' مناقب کردری: ۱/ ۲۲۰

امام ابوحنیفہؒ کی رائے۔'' تو فرمانے لگے: ''میں تو کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ شافعیؒ کی رائے پر عمل کرے۔ وہ شخص ابوحنیفہؒ کی رائے پر عمل کرے یہ مجھے زیادہ محبوب ہے کہ وہ شافعیؒ کی رائے میں نظر کرے اور اس پر عمل کرے۔'' "قلت لیحی بن مَعین :"تری ان ینظر الرجل فی شیء من الرأی ؟" فقال:" ای الرأی ؟"قلت :"رأی الشافعی وابی حنیفة"فقال:"ما اری لمسلم ان ینظر فی رأی الشافعی' ینظر فی رأی ابی حنیفةاحب الیَّ من ان ینظر فی رأی الشافعیؒ۔"(۱)

بہترین قرأت اور بہترین فقہ:

امام یحیی بن معینؒ کے باقی اقوال ''امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے حافظ عادل اور ثقہ تھے۔'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ کریں۔ چونکہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور ان کا فقہ عین شریعت محمدی ﷺ کے مطابق تھا' اس لئے فرماتے ہیں: کہ'' میرے نزدیک (بہترین) قرأت' قرأت حمزہ ہے اور (بہترین) فقہ' فقہ ابی حنیفہؒ ہے اور اسی پر میں نے لوگوں کو عامل پایا ہے۔'' "یقول القراءة عندنا قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنیفة علی هٰذا ادرکت الناس۔"(۲)

۲۴۔ صاحب مذہب امام احمد بن حنبلؒ کی توثیق:

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کی شان سے کون ناواقف ہے۔ ہر مسلمان آپؒ کی علمی وعملی جلالت شان کا معترف ہے۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ'' جب ابوجعفر بن ابی

ماخذ ومصادر: (۱) تاریخ یحیی بن معینؒ: ۱/ ۲۹۵ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۴۷

موسیٰ امام احمدؒ کے پہلو میں دفن کیئے گئے اس وقت امام احمدؒ کی قبر شریف کھلی۔ تو دوسو تیس سال کے بعد آپؒ کی کفن صحیح سالم (نئی) تھی پُرانی نہیں ہوئی تھی اور آپؒ کے پہلو مبارک میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔"(۱) اس جلیل القدر امامؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر دوزیؒ فرماتے ہیں: "مَیں نے امام احمد بن حنبلؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ "ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ "**لم یصح عندنا ان ابا حنیفۃ قال : "القرآن مخلوق.**" مَیں نے کہا **الحمدللّٰہ!** "اے ابوعبداللہ! ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے۔" امام احمد بن حنبلؒ فرمانے لگے: "**سبحان اللّٰہ !** وہ تو علم (حدیث) ورع، زھد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں۔" "**ھو من العلم و الورع و الزھدوایثار الدار الآخرۃ بمحل لا یدرکہ فیہ احد.**" (۲) یہاں ان مخالفین کا رد بھی ہو گیا، جو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔

امام احمدؒ جب قید خانے میں مشقتیں برداشت کر رہے تھے تو جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کے احوال کا تذکرہ کرتے، تو ان کے لئے دعائے رحمت فرماتے۔ (۳) یہ اس بات کی بین اور واضح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ آپؒ کی محبت وعقیدت عروج پر تھی کہ قید خانہ جیسے پُر مصیبت جگہ میں آپؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ کیلئے رحمت کی دعائیں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ ساتھ ہم سب مسلمانوں کو بھی اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ☆ آمین ☆

ماخذ: (۱) تہذیب التہذیب: ۱/۶۵ (۲) مناقب ابی حنیفہؒ (للذہبیؒ): ۴۳ (۳) الخیرات الحسان مترجم: ۲۴۲

۲۵۔ جامع مسند ابی حنیفہؒ ابوالقاسم بن ابی العوام السعدیؒ کی شہادت:

امام ابوجعفر طحاویؒ کے تلمیذ قاضی مصر امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد بن یحیٰ ابن الحارث ابن ابی العوام السعدیؒ (م ۳۳۵ھ) نے ایک کتاب بنام "**فضائلُ ابی حنیفة و اخبارُہ ومناقبُه**" تحریر فرمائی ہے جس کی نشاندہی علامہ صالحیؒ نے عقود الجمان (۱) اور علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایۃ (۲) میں کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں پوری سند کے ساتھ بہت تفصیلی بحث فرمائی ہے اور اس میں ان کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کی مسند بھی موجود ہے۔ اس کتاب میں امام موصوفؒ نے ایک عنوان "**ذکر ما انتھی الینا من العلماء والفقھاء والمحدثین الذین اخذوا عن ابی حنیفة الحدیث والفقه**" قائم کیا ہے۔ جس میں انہوں نے پہلے ان ائمہ اور مشائخ جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث یا فقہ میں شرف تلمذ حاصل کی ہے، کے اسماء اور پھر سند کے ساتھ ان کی مرویات نقل فرمائے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کوفہ کے (۷۱)، مکہ مکرمہ کے (۷)، مدینہ منورہ کے (۵)، یمن کے (۷)، بصرہ کے (۱۸)، یمامہ کے (۲)، واسط کے (۶)، جزیرہ کے (۹)، شام و مصر کے (۷)، اور ری و خراسان کے (۲۳)، کے ائمہ اور مشائخ ذکر کئے ہیں۔

ان اساطین امت میں امام حماد بن ابی سلمان، امام سلیمان بن مہران الاعمشؒ سفیانین، وکیع، شعبہ، مکی بن ابراہیم، ابونعیم فضل بن دکینؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ ائمہ کرامؒ کے اسماء بھی مرقوم ہیں۔

قاضی مصر ابن ابی العوام السعدیؒ کے پوتے ابو العباس احمد بن محمد بن

ماخذ ومصادر: (۱): ۴۹ (۲) ۳/۱۴۰

عبداللہ نے اس کتاب میں تیرہ اسماء کا اضافہ کرکے لکھا ہے: کہ ''میں نے ایک جماعت کو پائی ہے' جس نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ لیکن میرے جدامجدؒ نے اس جماعت کے افراد کا ذکر نہیں کیا ہے۔''انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اخذ کرنے والے ان تیرہ ائمہ میں امام مالک بن انسؒ کو بھی شمار کیا ہے۔(۱)

۲۶۔مشہور مؤرخ علامہ ابوالفرَج محمد بن اسحٰق الندیمؒ کا اعلان حق:

علامہ بوالفرَج محمد بن اسحٰق الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ ''کئی صحابہ کرامؓ سے ملاقات فرمائی ہے اور آپؒ تابعین متقین میں سے تھے......اور خشکی وسمندر' مشرق ومغرب' دور اور قریب میں علم امام ابوحنیفہؒ کا ہی مدون اور مرتب کردہ ہے۔'' **"وكان من التابعين لقى عدة من الصحابة وكان من الورعين الزاهدين ...... والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بُعدا وقربا تدوينه رضى الله عنه."(۲)**

۲۷۔امام حاکمؒ کا ایک بہت بڑا دعویٰ:

امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے نام سے ہر صاحب علم واقف ہے' انہوں نے اپنی ''معرفۃ الحدیث'' نامی کتاب کے انچاسویں نوع میں لکھا ہے: ''یہ نوع ان علوم حدیث کی معرفت اور تابعین اور تبع تابعینؒ میں مشہور ثقات ائمہؒ کی معرفت کے بیان میں ہے' جن کی حدیثیں از شرق تا غرب حفظ ومذاکرہ کیلئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق تا مغرب تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور پھر آگے ان ائمہ ثقات

ماٰخذ ومصادر: (۱) ملخص از فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ: ۱۴۳ تا ۲۴۲ (۲) الفہرست: ۲۸۴

اور مشہورینؒ میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس نوع میں جب کوفہ کا نام آتا ہے تو امام حاکمؒ اس قسم کے ثقات ائمہ جن کے ذکر سے شرق و غرب میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کی احادیث شرق وغرب میں نہ صرف جمع کی جاتی ہیں بلکہ ان کے ذکر سے تبرک بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ان ائمہؒ میں دوصد کے قریب ائمہ کا ذکر کیا ہے' لیکن جب اہل مدینہ کا ذکر آتا ہے' تو ان میں اس قسم کے ائمہؒ کی تعداد نصف صد سے بھی کم' جبکہ اہل مکہ سے ربع صد سے بھی کم ائمہؒ کا ذکر کیا ہے۔ امام حاکمؒ کی اس شہادت سے معترضین کا وہ خالی ڈھول بھی پھٹ کر رہ گیا' جس میں انہوں نے ''اجی! اصحاب ابی حنیفہ کو ابھی رہنے دیجئے' کل کے کل کوفہ والے ایسی ہی تھے'' کا ڈھول بجایا تھا۔'' ع اندر سے جو کھولا خالی خول نکلا

آیئے! امام حاکمؒ کے الفاظ میں پڑھ کر تبرک حاصل کریں: "ذکر

النوع التاسع والاربعين من معرفة علوم الحديث هذا النوع من هذه العلوم معرفة الائمة الثقات المشهورين من التابعين و اتباعهم ممن يجمع حديثهم للحفظ والمذاكرة والتبرك بهم وبذكرهم من المشرق الى الغرب فمنهم من اهل المدينة محمد بن مسلمؒ الخ" و من اهل الكوفة الربيع بن خثعم العابد الخ ابو حنيفة النعمان بن ثابت التيمى الخ۔"(۱)

محترم قارئین! جن ائمہؒ کی احادیث از شرق تا غرب حفظ ومذاکرہ کیلئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق تا مغرب تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور امام حاکمؒ

ماخذ ومصدر: (۱) معرفۃ علوم الحدیث: ۲۴۰' ۲۴۳' ۲۴۵

ان میں امام ابوحنیفہؒ کو بھی ذکر فرماتے ہیں، تو کیا یہ کہنا جائز ہے؟ کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے پاس احادیث کا ذخیرہ نہ تھا'' یا ''ان کے پاس احادیث کا ذخیرہ بہت کم اور نہ ہونے کے برابر تھا۔'' یا ایسی ہستی کو معاذ اللہ ''جہمی'' اور ''حضرت عمرؓ کے ساتھ کینہ رکھنے والا'' جیسے نامناسب الفاظ کہے جائیں۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب معمولی غور کرنے سے خوب سمجھ میں آسکتا ہے کہ حسد اور بغض تو دین مونڈھانے والی ہے اور حسد نیکیوں کو ایسی کھاتی ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغض وعناد جیسے امراض سے بچائے اور اولیاء اللہ کے ساتھ حقیقی محبت نصیب فرمائے۔☆ آمین☆

۲۸۔امام ابوحنیفہؒ علامہ قزوینیؒ کی نظر میں:

حافظ ابو یعلی الخلیل بن عبداللہ بن احمد بن الخلیل الخلیلی القزوینی (و ۳۶۷ھ م ۴۴۶ھ) ایک جلیل القدر حافظ الحدیث گزرے ہیں جن کے متعلق ابن ماکولاؒ لکھتے ہیں: خلیل بن عبداللہ ابو یعلی قزوینی بڑے حافظ تھے۔ بسا اوقات حفظ سے احادیث بیان کیا کرتے تھے اصحاب بغویؒ وغیرہ سے احادیث سنی تھیں اور مجھے احادیث کی اجازت لکھ کر بھیجی تھی۔'' **"والخليل بن عبد الله ابويعلى القزويني حافظ جليل كان يحدث كثيرا من حفظه سمع اصحاب البغوى وغيره كتب الى بالاجازة."** (۱) یہی حافظ جلیل امام ابوحنیفہؒ سے ایک حدیث اپنی سند سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"رواه الخلق عن ابى حنيفة"** (۲) اور امام سفیان بن عیینہؒ کا قول نقل کر کے رقمطراز ہیں کہ سفیانؒ نے کہا: ''میں کوفہ میں داخل ہوا۔ حالانکہ میرے بیس سال پورے نہیں ہوئے تھے، تو ابوحنیفہؒ نے اپنے تلامذہ اور

ماخذ ومصادر: (۱) الاکمال: ۱/۲۵۹ (۲) کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ۱/۳۱۹

اہل کوفہ سے فرمایا: ''تمہارے پاس عمرو بن دینارؒ کے علم کے حافظ آئے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''پس لوگ آئے اور مجھ سے عمرو بن دینارؒ کی احادیث کے متعلق پوچھنے لگے۔ پس سب سے پہلے جس نے مجھے محدث بنایا' وہ ابوحنیفہ تھے۔'' **"قال سفیان بن عیینة: دخلتُ الکوفةَ ولم یَتمَّ لی عشرون (سنة) فقال ابوحنیفة لاصحابه ولاهل الکوفة: "جاء کم حافظُ علمِ عمرِو بنِ دینارٍ" قال: "فجاء الناس یسألونی عن عمرو بن دینار فاول من صیرنی محدثا ابوحنیفة۔"** (۱) علامہ قزوینیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو نہ صرف علماء حدیث میں شمار کیا ہے بلکہ آپؒ کو امام الجرح والتعدیل مانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آپؒ کو علماء حدیث میں ذکر کیا ہے اور کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث کے محشی ڈاکٹر محمد سعید بن عمر ادریس لکھتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے امام' حافظ' فقیہ' نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ صغار صحابہؓ کی حیات میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کیلئے تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ ان الفاظ میں باندھا ہے'' کہ آپؒ امام اعظم اور فقیہ العراق ہیں......) **"هو الامام الکبیر' الحافظ الفقیه النعمان بن ثابت التیمی مولاهم الکوفی ولد فی حیاة صغار الصحابة سنة ۸۰ھ ترجم له الذهبی فی تذکرة الحفاظ بقوله: "الامام الاعظم فقیه العراق......"** (۲)

علامہ قزوینیؒ لکھتے ہیں: کہ احمد بن محمد شروطیؒ کہتے ہیں: کہ ''میں نے امام طحاویؒ سے کہا'' آپ نے اپنے ماموں کی مخالفت کیوں کی؟ اور مذہب ابوحنیفہؒ کیوں اختیار کی؟'' تو کہنے لگے: ''کیونکہ میں اپنے ماموں کو دیکھتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابوحنیفہ کی

ماخذ ومصادر: (۱)' (۲) ایضاً: ۱/۳۷۰

کتابوں کو دیکھا کرتے تھے، تو اس وجہ سے میں ان کے مذہب کی طرف آیا۔" علامہ خلیلیؒ فرماتے ہیں "اور طحاوی کی احادیث میں کتب اور مصنفات ہیں اور وہ احادیث کے جاننے والے تھے" **قلت (ای احمد بن محمد الشروطی) للطحاوی: "لم خالَفتَ خالَك وَاخترتَ مذهبَ ابی حنیفةَ؟" قال: "لِاَنی کنتُ اَری خالی یُدِیمُ النظرَ فی کتبِ ابی حنیفة فلذلك اِنتقلتُ الیه" قال الخلیلیؒ: "وللطحاوی کتب مصنفات فی الحدیث وکان عالما بالحدیث۔"**(۱)

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: یحی بن مَعینؒ نے کہا: کہ "ہمیں ابو یوسف قاضیؒ نے حدیث بیان کی اور امام ابو یوسفؒ اپنی نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے: **"اللهم اغفرلی ولوالدی ولابی حنیفة"** اور آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ "میں نے سلف سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: کہ "جو شخص استاد کے حقوق نہیں جانتا، وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔" آپؒ سن ۱۸۹ھ میں وفات پا گئے اور جہمیہ کے بہت سخت مخالف تھے۔(۲)

علامہ موصوفؒ ابوسہل اسماعیل بن توبہ ثقفیؒ کے متعلق **"عالم کبیر مشهور المحلل"** کے الفاظ سے تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ انہوں نے اسماعیل بن جعفر........... سے احادیث سنیں اور ابوحنیفہؒ کے تلمیذ امام محمد بن الحسن شیبانیؒ سے بہت زیادہ احادیث سنیں۔" **"سمع اسماعیل بن جعفر...........وسمع الکثیر من محمد ابن الحسن الشیابی صاحبِ ابی حنیفة۔"**(۳)

علامہ موصوفؒ ابوسعید عبد الرحمٰن بن محمد بن خسرماہ قزوینیؒ کے بیٹے عبد الصمدؒ (م ۴۱۴ھ) کو علماء حدیث میں شمار کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "ابوحنیفہؒ کے

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۱/۴۳۱، ۴۳۲ (۲) ایضاً: ۱/۵۷۰ (۳) ایضاً: ۱/۲۰۷

مذہب پر فقاہت حاصل کی۔ ہمارے ساتھ انہوں نے شیوخ قزوین سے احادیث پڑھیں۔" **"كان يتفقه على مذهب ابى حنيفة" سمع معنا على شيوخ قزوين."** (۱) علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: "میں نے اپنے جد کے خط سے ان کی کتاب میں احمد بن محمد بن ساکنؒ سے روایت دیکھی۔ انہوں نے کہا: کہ "میں نے ربیعؒ اور مزنیؒ سے سنا: "وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ ہم نے امام شافعیؒ سے سنا: آپؒ فرمارہے تھے: کہ "میں کتاب اللہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر، احادیث رسول اللہ ﷺ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اور ائمہ کو ان کے بعد رکھتا ہوں اور میں ان میں عراق اور اصحاب ابی حنیفہؒ کے مسائل پر فیصلہ کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اپنی جہد سے حق کو پالیتا ہوں۔" (۲)

فوائد: قارئین کرام! علامہ قزوینیؒ کے مذکورہ بالا بیان سے چند فائدے معلوم ہوئے۔

۱......: علامہ خلیلیؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتابیں لکھی تھیں اور ان کتابوں سے مزنیؒ جیسے امام ہمیشہ استفادہ کیا کرتے تھے اور امام طحاویؒ جیسے محدث ان سے متاثر ہوکر حنفی المذہب بنے۔

۲......: علامہ قزوینیؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ امام ابویوسفؒ جہمی لوگوں کے سخت مخالف تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کو ہر نماز کے بعد دعائیں دیتے تھے۔ جس سے واضح ہوا کہ امام اعظمؒ جہمی نہیں تھے۔ یہ آپؒ پر محض بہتان ہے۔ ورنہ امام ابویوسفؒ قطعاً ان کو دعا میں یاد نہ کرتے چہ جائیکہ ہر نماز کے بعد یاد کرنا۔

۳......: علامہ قزوینیؒ کی تصریح کے مطابق امام محمدؒ کے پاس بہت زیادہ احادیث تھیں باوجود اس کے حنفی المذہب تھے جس سے امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان فی

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۱/۲۷۷ (۲) ایضاً رقم ۶۶۱: ۱/۲۷۸

الحدیث عیاں ہوتی ہے۔

۴......: علامہ قزوینیؒ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ جیسے عظیم امام، امام اعظمؒ اور ان کے تلامذہ کے استنباطات کو محتاج تھے۔

۲۹۔ امام حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی، اندلسیؒ کی شہادت:

علامہ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) اہل علم کے نزدیک ایک مسلَّم، بہترین محدث، فقیہ، مؤرخ، ناقد اور ادیب گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "**جامع العلم وفضله**" میں "**باب ماجاء فی ذم القول فی دین اللہ بالرأی......**" میں امام ابو حنیفہؒ کی بابت لکھا ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف اور بزرگی وفضیلت بیان کی ہے اور اگر ہم نے کوئی موقع پایا تو ہو سکتا ہے کہ آپ (امام ابو حنیفہؒ)، امام مالکؒ، شافعیؒ، ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کے فضائل پر ایک کتاب لکھوں۔" (۱)

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے وہ وقت بھی میسر فرمایا کہ علامہ موصوفؒ نے اول الذکر تین حضرات کے مناقب میں "**الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء**" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے فضائل میں بہت کچھ لکھا۔ علامہ موصوفؒ نے اپنی اس کتاب میں "**ذکر ماانتهیٰ الینا من ثناء العلماء علی ابی حنیفةؒ وتفضیلهم له**" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے، جس کے تحت ۶۷ ائمہ کرامؒ کے نام ذکر کئے ہیں۔ پھر اس باب میں ۲۶ علماء سے سند کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کی فضیلت اور علم حدیث وفقہ میں ان کے عالی مقام کے متعلق تعریفی وتوثیقی کلمات نقل فرمائے ہیں اور بقیہ علماء کے صرف نام ذکر کر کے لکھا ہے:

ماخذ ومصدر: (۱) جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/۱۰۸۱

"کل هؤلاء اثنوا علیه ومدحوه بالفاظ مختلفة۔"

علامہ ابن عبدالبرؒ نے جن حضرات سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق جو توثیقی و تعریفی کلمات نقل کئے ہیں وہ ان کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں صرف تبرک کیلئے ان حضرات کے اسماء پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرنے والے ۶۷ ائمہ کرامؒ:

۱۔امام ابوجعفر الباقر محمد بن الحسن المدنیؒ، ۲۔امام حمادؒ بن ابی سلیمان الکوفیؒ، ۳۔مِسعَر بن کدام الکوفیؒ، ۴۔ایوب السَختیانیؒ، ۵۔سلیمان بن مہران الاعمشؒ ۶۔شعبۃ ابن الحجاج الواسطی البصریؒ ۷۔سفیان الثوری الکوفیؒ، ۸۔المغیرۃ بن مِقْسَم الضَّبی الکوفیؒ، ۹۔الحسن بن صالح بن حَیّ الکوفیؒ، ۱۰۔سفیان بن عیینۃ الکوفی ثم المکیؒ ۱۱۔سعید بن ابی عروبہ البصریؒ ۱۲۔حماد بن زید البصریؒ ۱۳۔شریک القاضیؒ ۱۴۔ابن شُبْرُمۃ عبد اللہ الکوفیؒ، ۱۵۔یحی بن سعید القطان البصریؒ ۱۶۔عبداللہ بن المبارکؒ ۱۷۔قاسم بن معینؒ ۱۸۔حُجر بن عبد الجبارؒ ۱۹۔زہیر بن معاویہؒ ۲۰۔ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز مکیؒ، ۲۱۔عبد الرزاق صنعانی یمنیؒ، ۲۲۔الامام الشافعی المطلبی المکی ثم المصریؒ ۲۳۔ وکیع بن الجراحؒ، ۲۴۔خالد الواسطیؒ ۲۵۔ الفضل بن موسیٰ السِّینانی المروزیؒ ۲۶۔عیسیٰ بن یونس الکوفیؒ، ۲۷۔عبدالحمید بن عبدالرحمن ابو یحی الحِمّانی الکوفیؒ، ۲۸۔مَعْمَر بن راشد البصریؒ ۲۹۔النضر بن محمد العامری المروزیؒ ۳۰۔ یونس بن ابی اسحٰق الھمدانی السَبِیعی الکوفیؒ، ۳۱۔اسرائیل بن یونس السبیعی الکوفیؒ ۳۲۔زفر بن ہذیل العنبری البصریؒ ۳۳۔عثمان البُرِّی البَتِّی البصریؒ ۳۴۔جریر بن عبدالحمید الضبی

الکوفیؒ، ۳۵۔ابومقاتل حفص بن سَلْم الفزاری السمرقندیؒ ۳۶۔ابو یوسف القاضی الامام الانصاری الکوفیؒ، ۳۷۔سَلْم بن سالم البلخی الخراسانیؒ، ۳۸۔یحیٰ بن آدم الکوفیؒ، ۳۹۔یزید بن خالد الواسطی العراقیؒ، ۴۰۔ابن ابی رِزْمَہ عبدالعزیز المروزیؒ ۴۱۔سعید ابن سالم القدّاح الخراسانی ثم المکیؒ ۴۲۔شدّاد بن حکیم البلخیؒ، ۴۳۔خارجہ بن مصعب الخراسانی السَّرَخسیؒ ۴۴۔خلف بن ایوب العامری البلخیؒ، ۴۵۔ابوعبدالرحمٰن المقرئ العُمری العَدَوی المکیؒ ۴۶۔محمد ابن السائب الکلبی الکوفیؒ، ۴۷۔الحسن بن عُمارۃ الکوفیؒ، ۴۸۔ابونُعَیم الفضل ابن دُکَین الکوفیؒ، ۴۹۔الحَکَم بن ہشام الکوفیؒ، ۵۰۔یزید بن زُرَیع البصریؒ ۵۱۔عبداللہ بن داود الخُرَیبی الہمدانیؒ ۵۲۔محمد بن فضیل الضبیؒ، ۵۳۔زکریا ابن ابی زائدہ الہمدانیؒ، ۵۴۔یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدۃؒ، ۵۵۔زائدۃ بن قدامۃ الثقفی الکوفیؒ، ۵۶۔یحیٰ بن معین البغدادیؒ ۵۷۔مالک بن مِغول البَجَلیؒ، ۵۸۔ابوبکر ابن عیّاش الکوفیؒ، ۵۹۔ابوخالد الاحمر الکوفیؒ، ۶۰۔قیس بن الربیعؒ، ۶۱۔ابوعاصم النبیلؒ، ۶۲۔عُبید بن موسیٰ العبسیؒ ۶۳۔محمد بن جابر الیمامی الاصمعیؒ ۶۴۔عبدالملک بن قُریبؒ ۶۵۔شفیق البلخی الازدیؒ ۶۶۔علی بن عاصمؒ ۶۷۔یحیٰ بن نَصر القرشیؒ۔

امام ابو حنیفہ محسود تھے:

قارئین کرام! علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی مدح کے علاوہ ان کی ذم میں بھی کچھ باتیں لکھیں ہیں لیکن ذم کرنے والوں کے چند وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ" امام ابو حنیفہؒ کے ہاں خبر واحد پر عمل کرنے کا اصل یہ ہے: کہ "امام موصوفؒ اس خبر واحد کو معانی قرآن اور باقی دوسری احادیث پر پیش کرتے ہیں۔

جب قرآن پاک کے معانی اور باقی دوسری احادیث سے اس حدیث کی تطبیق آتی ہے 'تو اس کو قبول کرتے ہیں لیکن اگر اس خبر واحد کی ان معانی و احادیث سے موافقت نہیں آتی 'تو اس خبر واحد کو اگرچہ عدول سے منقول ہو 'شاذ کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ دوسری وجہ امام ابوحنیفہؒ کا کہنا ہے: کہ'' طاعات (نفس) ایمان (میں داخل) نہیں ہیں۔'' تو اہل سنت میں سے جو حضرات ایمان کو قول و عمل کا مجموعہ قرار دیتے ہیں' وہ حضرات اس وجہ سے آپؒ پر نکیر کرتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ فہم اور فطانت کی وجہ سے محسود تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو جس فطانت اور فہم و ذکاوت کی دولت سے نوازا تھا' اس وجہ سے لوگ آپؒ سے حسد کیا کرتے تھے۔'' **"عصمنا اللہ وکفانا شر الحاسدین آمین یارب العلمین۔"** (۱)

ائمہ وعلماء الحدیث النُّقَّاد کے ہاں طعن کا اعتبار::

قارئین کرام! ''ائمہ علماء الحدیث النُّقَّاد'' کے ہاں یہ بات طے شدہ اور ہے کہ مذکورہ وجوہات یا اس قسم کے دوسرے اسباب و وجوہات کی بناء پر طعن کا اعتبار نہیں ہوتا' چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: کہ'' اقران میں سے بعض کا بعض کے خلاف کلام کا اعتبار نہیں ہوتا' خاص طور پر آپ کو اگر کسی عداوت' مذہب یا حسد کی وجہ سے وہ کلام ظاہر ہو جائے اور اس سے صرف وہ لوگ محفوظ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اور مجھے علم نہیں کہ کسی زمانہ میں کوئی شخص سوائے انبیاءؑ و صدیقینؒ کے محفوظ ہو اور اگر میں چاہوں تو اس سے بہت سی کاپیاں بھر دوں گا۔'' (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء (۲) میزان الاعتدال: ۱/۱۱۱

۳۰۔امام ابوزکریا یحی بن ابراہیم السلمانی کی تصدیق:

امام ابو زکریا یحی بن ابراہیم السلمانیؒ (م۵۵۰ھ) نے ائمہ اربعہؒ کے منازل ومراتب پر ایک کتاب بنام "منازل الائمة الاربعة" لکھی ہے' اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر محمود بن عبدالرحمٰن قدح نے لکھا ہے: کہ ''جب بدعات پھیلیں اور وہ فرقے ظاہر ہوئے جن سے نبی کریم ﷺ نے ہمیں ڈرایا تھا اور جن چیزوں پر نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ عمل پیرا تھے' ان کو مضبوطی سے پکڑنے کا ہمیں حکم دیا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے ہر زمان ومکان میں اپنے ان نیک بندوں کو مسخر فرمایا' جو سنت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے' لوگوں کو اس کی وضاحت اور تشریح فرماتے تھے' بدعت کی تردید اور اس سے لوگوں کو ڈراتے تھے۔ پھر ان نیک بندوں میں ائمہ اربعہ متبوعینؒ کو شمار کر کے لکھا ہے: کہ ''ائمہ اربعہؒ اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے ائمہ اعلامؒ کے اعتقادات وہ ہیں جن پر کتاب وسنت نے نطق فرمایا اور جن پر صحابہ کرامؓ اور ان کے اچھے تابعین تھے اور اللہ کیلئے حمد واحسان ہے کہ ان حضرات کے درمیان اعتقادات اور اصول دین میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ البتہ ان میں بعض فروع شرعیہ اور اس کے جزئیات میں خلاف واقع ہے۔'' (اور یہ نقصان دہ نہیں بلکہ "اختلاف العلماء رحمة" کا مصداق ہے۔ مروت) اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کو دوسرے ائمہؒ کی طرح صحیح العقیدہ بتایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ائمہ ہدی میں سے تھے:

آگے اس کتاب کے مؤلفؒ نے اپنی کتاب میں حجج شرعیہ کتاب' سنت'

اجماع اور قیاس ذکر کرنے کے بعد امت اور ائمہ کا ذکر کیا ہے پھر ائمہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: ایک قسم "ائمة الهدى والدلالة" اور دوسری قسم "ائمة الردى والضلالة" پھر دونوں کو قرآن وسنت سے ثابت کرنے کے بعد ان حضرات کی اتباع اور ترک اتباع کا ذکر کیا ہے۔ پھر عقائد کے بیان کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے: ''بہرحال امام ابوحنیفہؒ کے دین میں مراتب شریفہ اور مناصب منیفہ ہیں۔ آپؒ تاریکی میں چمکنے والے سورج اور حکمتوں کے بھرے ہوئے سمندر ہیں۔ اپنے زمانہ میں فقہاء (یعنی احادیث کے معانی جاننے والوں) کے سردار اور اپنے شہر (کوفہ) کے علماء (یعنی محدثین) کے سر (یعنی چوٹی) کے عالم ہیں۔ علم شرع ودین میں ان کی تشریح اور بیان (پر اعتماد کیا گیا) ہے۔ ان کو مضبوط تقوی اور یقین کی حقیقت بیان کرنے میں اشارات دقیقہ کا وافر حصہ ملا ہے۔ انہوں نے اپنی تشریح کے ساتھ اسلام کے قواعد رکھے اور اپنی وضاحت کے ساتھ شریعت کے حلال و حرام کو محکم کیا اور ائمہ اعلام کے قدوہ بنے......اور آپؒ کی طرف اکابر واصاغر اشارہ کرنے لگے۔'' "اما ابوحنيفة فله فى الدين المراتب الشريفة والمناصب المنيفة سراج فى الظلمة وهاج وبحر بالحكم عجاج سيد الفقهاء فى عصره ورأس العلماء فى مصره له البيان فى علم الشرع والدين والحظ الوافر من الورع المتين والاشارات الدقيقة فى حقيقة اليقين ـ مهد ببيانه قواعد الاسلام واحكم بتبيانه شرائع الحلال والحرام وصار قدوة الائمة الاعلام......ويشير اليه الاكابر والاصاغر الخ"۔ (۱)

ماخذ ومصدر: (۱) منازل الائمة الاربعة: ۱۶۱، ۱۶۲

قارئین کرام! اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر محمود بن عبدالرحمٰن قدح نے امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ میں شمار کیا ہے' جو کتاب وسنت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے اور بدعات کی تردید کیا کرتے تھے اور مصنف کتاب امام ابوزکریاؒ نے تو کمال کردیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو دین متین میں مراتب شریفہ اور مناصب جلیلہ پر فائز تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ آپؒ کو بے دینی اور بے علمی کی ظلمت میں چمکنے والے سورج اور دینی حِکَم کے بھرے ہوئے سمندر' اپنے زمانہ میں احادیث کے معانی جاننے والوں کے سردار' علم دین وشرع کی تشریح کرنے والے شریعت کے حلال وحرام کو محکم کرنے اور قواعد وقوانین اسلام رکھنے والے' ائمہ اعلامؒ کے قدوہ اور مسائل کے حل کرنے میں اکابر واصاغر کا مرجع قرار دیا ہے۔ اگر امام ابوحنیفہ قرآن وسنت کے عظیم ماہر ہوں تو تب مذکورہ خصائل پر فائز ہو سکتے ہیں ۔ ورنہ ائمہ دین کا ان کی طرف اتباع کا اشارہ کرنا چہ معنی دارد۔ معلوم ہوا کہ امام ابوزکریاؒ نے ان کو قرآن وسنت کا امام تسلیم کیا ہے۔

علماء مدینہ کے نزدیک امام اعظمؒ قرآن وسنت کے امام تھے:

ناظرین کرام! یہ کتاب کسی عام مکتبہ سے چھپی نہ کسی عام آدمی نے اس کی تحقیق یا تصدیق کی ہے' بلکہ یہ کتاب "**الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة وزارة التعليم العالى المملكة العربية السّعودية**" (مدینہ یونیورسٹی' سعودی حکومت) کی طرف سے ۱۴۲۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر محمود بن عبدالرحمٰن قدح نے اس کتاب کی تحقیق اور ڈاکٹر سالم بن عبداللہ العبود مدیر جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) مدینہ منورہ

نے مقدمہ کی صورت میں تصدیق کی ہے۔جس میں اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے اہل علم بھی امام ابوحنیفہؒ کو قرآن وسنت کے امام تسلیم کرتے ہیں۔ اب اگر اہل مدینہ منورہ کو دھوکہ دینے اور ان سے کھجور اور ریال بٹورنے والے لوگ قرآن وسنت میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان تسلیم نہ کریں، تو ہمیں کیا۔الحمدللہ اہل علمِ مدینہ امام صاحبؒ کو قرآن وسنت کے امام تسلیم کرتے ہیں۔

۳۱۔علامہ ابن اثیرؒ کی تصدیق:

جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کے لقب سے یاد فرمایا ہے، اسی طرح امام ابوالحسن علی بن ابی کرم محمد بن محمد بن عبدالکریم شیبانی المعروف بابن اثیر جزریؒ (الملقب بعزالدین م ۶۳۰ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم سے ملقب فرمایا ہے۔چنانچہ آپؒ اپنی تاریخ میں "**ذکر عدة حوادث**" میں لکھتے ہیں: کہ "اور اس سن (۱۵۰ھ) میں امام اعظمؒ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت وفات پاگئے۔" "**ومات الامام الاعظم ابوحنیفة النعمان بن ثابت**" اور اس کے حاشیہ نگار رقمطراز ہیں: اور وہ صاحب مذہب تھے۔سن اسی ہجری میں وفات پاگئے اور مصنفات میں ان کے بہت زیادہ مناقب منقول ہیں اور ان کی فضیلت میں امام شافعیؒ کا یہ قول کافی ہے: کہ "لوگ امام ابوحنیفہؒ کے (فقہ یعنی حدیث کے معانی جاننے) میں عیال ہیں۔" "**وهو صاحب المذهب المولود سنة ثمانين من الهجرة ومناقبه كثيرة فى مصنفات ويكفى فى فضله ماقاله الشافعى رضى الله عنه: الناس عيال على ابى حنيفة وفى**

شهرته ما يغنى عن الاطناب فى ذكره۔" (۱)

۳۲۔علامہ ابن خلکان الشافعیؒ کا اعتراف:

علامہ ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان الشافعیؒ (و۶۰۸ھ م۲۶ رجب ۶۸۱ھ) نے طبقات فقہاء میں امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں طویل بحث فرمائی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں مشتے نمونہ ازخروارے پیش خدمت ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابن خلکانؒ لکھتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ عامل' زاہد' عابد' صاحب ورع' متقی' بہت زیادہ خشوع کرنے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو آہ وزاری کرنیوالے تھے اور امام احمدؒ جب ان کا ذکر کرتے تھے' تو روتے اور امام ابوحنیفہؒ کیلئے رحمت کی دعا مانگتے تھے۔'' **"الامام ابوحنيفة ...... و كان عاملاً زاهداً عابداً ورعاً تقياً كثير الخشوع دائم التضرع الى الله تعالىٰ" وكان احمد بن حنبل رضى الله عنه اذاذكر ذلك بكى وترحم لابى حنيفة"** نیز لکھتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ نے خواب میں دیکھا گویا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر اُکھاڑ رہے ہیں پس کسی کو علامہ ابن سیرینؒ سے تعبیر پوچھنے کیلئے بھیجا تو ابن سیرینؒ کہنے لگے: کہ ''اس خواب کا دیکھنے والا ایسے علم کو پھیلائے گا کہ اس سے پہلے کسی نے اس سے سبقت نہیں کی ہوگی۔'' اور یحیٰ بن معینؒ نے فرمایا: ''میرے نزدیک قرأت حمزہ کی ہے اور فقہ ابوحنیفہؒ کی ہے۔اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔'' **"القرأة عندى قرأة حمزة والفقه فقه ابى حنيفة على هٰذا ادركت الناس"** اور یزید بن کمیتؒ نے کہا: کہ ''ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ

ماخذ ومصدر: (۱) الکامل فی التاریخ: ۱۹۲/۵

سے سخت ڈرنے والے تھے۔'' وقال یزید بن الکمیت : "کان ابوحنیفة شدید الخوف من اللّٰہ تعالیٰ۔" علامہ ابن خلکانؒ مزید لکھتے ہیں: کہ ''جس مکان میں امام ابوحنیفہؒ وفات پا گئے اس میں سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا اور امام ابوحنیفہؒ کے مناقب وفضائل کثیر ہیں اور خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں ان میں سے بہت سے مناقب ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد ان کا ایسے الفاظ میں تعاقب بھی کیا ہے۔ جو کہ اس کا ترک کرنا اور اس سے اعراض کرنا مناسب تھا پس اس قسم کے امام کے دین' ورع اور تحفظ میں شک نہیں کی جاتی۔''(۱)

۳۳۔امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدِسی الحنبلیؒ کی تصدیق:

علامہ ابن عبدالہادی المقدِسی الحنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے ائمہ اربعہؒ کے مناقب میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے جس میں فصل قائم کر کے ایک خطبہ تحریر کیا ہے۔ جس میں آپؒ نے اللہ کی ثناء بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کے بعد لکھا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپؑ کی ذریت کو تمام عالم پر فوقیت دی پھر ان میں سے انبیاء ورسل علیہم السلام کو پھر ان میں نبی کریم ﷺ کو "سیــد ولــد آدم" منتخب فرمایا پھر صحابہ کرامؓ کو تمام مؤمنین پر فضیلت دی پھر ان کے ورثاء اور خلفاء کو بہترین تابعین بنائے اور ان میں سے بعض اقوام کو ان کے علاوہ تمام عالم میں سے بلند فرمایا جن میں ائمۃ الاسلام' سُرُج الاسلام' ائمہ اربعہ (کو منتخب فرمایا' یہ وہ حضرات ہیں) جن

ماخذ ومصدر: (۱) تفصیل کیلئے وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان: ۵/۴۰۵ تا ۴۱۵

کے فتاویٰ اور اقوال نے تمام عالم میں شہرت پائی ہیں اور لوگوں کے ہاں ان کی امامت پر اتفاق ہے اور ان کا ذکر ملکوں اور شہر میں جاری فرمایا اور ان کا علم عالم میں سورج کی مسافت کی طرح سیر کرنے لگا'...... کیونکہ ان حضرات کی سیرت کے اطلاع پر بندہ میں ہمت بڑھ جاتی ہے اور ان کی متابعت کا شوق پیدا ہو جاتا ہے تاکہ ان حضرات کو حصول نعمت ہو اور نیک وصالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے حفاظ اور ائمہ تلامذہ:

علامہ مقدسیؒ مزید لکھتے ہیں: کہ ''ائمہ مذکورین میں سب سے پہلے اور سید المرسلین کو زمانہ کے اعتبار سے سب سے قریب الامام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی کوفیؒ "احد ائمة الاعلام" اور "فقيه اهل العراق" ہیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا اور رسول اللہ ﷺ کے خادم (خاص حضرات انسؓ) کو دیکھا اور جب (حضرت انسؓ) اہل کوفہ کے ہاں کوفہ تشریف لائے تو (امام ابوحنیفہؒ نے) کئی مرتبہ آپؓ کی صحبت اختیار فرمائی اور سادات تابعین کی جماعت سے اور ان کے ائمہ جیسے عطاء بن ابی رباح احد اصحاب ابن عباسؓ اور مفتی اہل مکہ اور ان کے محدث، عامر بن شراحیل الشعبی الکوفی علامۃ التابعین، ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ السَبیعی الکوفیؒ احد الحفاظ الاعلام، حکم بن عُتَیبہ الکوفی احد الفقہاء الحفاظ، حماد بن ابی سلیمان ابواسماعیل الکوفی احد ائمۃ الفقہاء، ابوالخطاب قتادۃ بن دعامۃ السدوسی البصری الحافظ احد ائمۃ التفسیر، ابوجعفر الباقر محمد بن علی الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی العلَوی المدنی احد الاعلام وسید بنی ہاشم فی زمانہ، ابوعبداللہ محمد بن المنکدر القرشی التیمی المشنی احد العلماء العاملین والائمۃ

الصادقین''......اور تحقیق امام ابوحنیفہؒ نے ان کے علاوہ بہت سی جماعتوں سے احادیث روایت کی ہیں اوران سے ائمۃ الفقہاء وحفاظ الاثر میں بہت سے حضرات نے احادیث روایت کی ہیں جن میں سے الامام الحافظ العلامۃ شیخ الاسلام فخر المجاہدین قدوۃ الزاہدین ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک الحنظلی المروزی' الامام الحافظ علامۃ الاسلام ابومحمد سلیمان بن مہران الاسدی الکوفی الاعمشؒ جبکہ یہ حضرت آپؒ سے عمر میں بڑے بھی تھے' الامام الربانی القانت للہ شیخ الاسلام ابوعلی الفُضَیْل بن عیاض التمیمی الیَر بوعی المروزی شیخ الحرم......اور پھر بہت سے اعلام ائمہ مجتہدین ومحدثینؒ کے اسماء بڑے بڑے القاب سے ذکر کرکے ان کو امام ابوحنیفہؒ کے تلامذۂ حدیث میں شمار کرنے کے بعد لکھا ہے:''تحقیق امام ابوحنیفہؒ سے ان حضرات کے علاوہ بہت سے فقہاء اور حفاظ نے راویت کی ہے۔''(۱)

علامہ موصوفؒ نے اپنی اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں حفاظ کے شیخ تسلیم کئے ہیں اور آپؒ سے حفاظ کا احادیث روایت کرنا تحریر فرمایا ہے اور آپؒ کو اپنے زمانے کا اعلم' سب سے زیادہ تفسیر جاننے والا' علماء میں اس حیثیت کے مالک جیسے امراء میں خلیفہ کا مقام ہوتا ہے' تسلیم کیا ہے۔ان کی کتاب دیکھنے سے ہی امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ موصوفؒ نے ایک دوسری کتاب بنام''طبقات علماء الحدیث''لکھی ہے جس میں''سنن ترمذی اور سنن نسائی میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت کی نشاندہی کی ہے۔ نیز ان کو الامام' فقیہ العراق' بہت سے ائمہ حدیث سے حدیث روایت کرنے والا'

ماخذ ومصدر:(۱)مناقب الائمۃ الاربعۃ:۵۷تا۶۱

بہت سے ائمہ حدیث کا آپؒ سے حدیث روایت کرنے والے' ورع' عالم' عامل' متعبد' کبیر الشان' بادشاہ کے تحائف قبول نہ کرنے والا' خود اپنے ہاتھ سے تجارت اور کسب کرنے والا' سفیان ثوریؒ سے افقہ' فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں' سب سے زیادہ متقی اور عقل مند' اوران کے مناقب بہت زیادہ ہیں' کے الفاظ سے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق فرمائی ہے۔"(۱) اور پورے ترجمہ میں ایک لفظ بھی تضعیف میں ذکر نہیں کی جس سے معلوم ہوا ہے کہ علامہ ابن عبدالہادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ نہ صرف علماء حدیث میں سے تھے بلکہ ایک بااعتماد عادل امام تھے۔

۳۴۔ امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظمؒ کا لقب دینے والے مسلّم اور معتمد نقاد رجال علامہ ذہبی شافعیؒ کی تصدیق:

مسلَّم منصف نقادِ رجال علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعیؒ (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۸ م) امام ابوحنیفہؒ کے بہت زیادہ مداح تھے۔ آپؒ نے امام صاحبؒ کو تذکرۃ الحفاظ میں "**الامام الاعظم فقیه العراق**" کے الفاظ سے ذکر کر کے لکھا ہے: کہ "حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے' تو امام ابوحنیفہؒ نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحبؒ نے عطاءؒ نافعؒ ......اور خلق کثیر سے حدیث پڑھی۔ امام صاحبؒ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں امام زفرؒ داؤد طائیؒ قاضی ابویوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ وغیرہ جیسے اساطین امت کا ذکر فرمایا ہے۔ نیز ان سے حدیث حاصل کرنے والوں میں امام وکیعؒ' یزید ابن ہارونؒ سعد بن ابوعاصمؒ عبدالرزاقؒ عبداللہ بن موسیٰؒ' ابونعیمؒ امام ابو

ماخذ و مصدر: (۱) طبقات علماء الحدیث لابن عبدالہادی رقم ۱۵۳: ۱/ ۲۶۰ تا ۲۶۲

عبدالرحمٰن المقریؒ اوران کے علاوہ بہت سے جبال علم کا تذکرہ کیا ہے۔'' آپؒ لکھتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ امام، زاہد، متقی، عالم باعمل، بہت زیادہ عابد اور بڑی عالی شان والے تھے، بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے کسب کیا کرتے تھے۔'' "ابوحنیفة الامام الاعظم فقیه العراق ...... رأی انس بن مالك غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة ......وحدث عن عطاء ونافع ...... و خلق کثیر...... تفقه به زفربن الهذیل ...... وحدث عنه وکیع و یزید بن هارون............وبشر کثیر ...... وکان امام ورعا عالما عاملا متعبدا کبیرَ الشان لا یقبل جوائزَ السلطان بل یتجر ویکتسب۔"(۱)

امام ابوحنیفہؒ سے ترمذی اورنسائی میں روایت:

علامہ ذہبیؒ نے اسماء الرجال کی ایک دوسری کتاب "الکاشف" میں امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے: کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ کی سیرت میں ایک جدا کتاب لکھی ہے، آپؒ ستر سال زندہ رہے اور رجب میں رحلت فرما گئے۔ ترمذی اورنسائی میں ان سے روایت کی گئی ہے۔''(۲)

امام ابوحنیفہؒ کے چالیس اساتذہ حدیث:

علامہ ذہبیؒ نے اپنی ایک تیسری کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام ابوحنیفہؒ کی مدح کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے: کہ ''ابوحنیفہؒ ترمذی اورنسائی کے راوی، الامام، فقیہ ملت اسلامیہ، عراق کے عالم ابوحنیفہ النعمان الخ۔'' "ابوحنیفة ت س الامام فقیه

مأخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۶۸ (۲) الکاشف: ۲/ ۳۳۳

الملت عالم العراق ابوحنیفة النعمان الخ۔"(۱) آگے امام ابوحنیفہؒ کے محدثین شیوخ واساتذہ کرام میں (جن سے انہوں نے حدیث پڑھیں) چالیس معتبر و معتمد ائمہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے: کہ "ان کے علاوہ (بھی) بہت سے مشائخ سے احادیث سنیں۔"

حصول حدیث کیلئے امام اعظمؒ کے اسفار:

قارئین کرام! مزے کی بات یہ ہے کہ "امام صاحبؒ کے مذکورہ چالیس اساتذہ میں امام زہریؒ کا نام بھی ہے' جوکہ اہل مدینہ میں سے تھے۔" اس سے معترضین کا یہ اعتراض بھی دفع ہوتا ہے کہ "امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کیلئے اسفار نہیں کئے' اگر علم حدیث صرف کوفہ ہی میں حاصل کیا ہوتا' تو پھر امام زہریؒ ان کے استاد کیسے بنے؟" معلوم ہوا کہ آپؒ نے علم حدیث کیلئے اسفار فرمائے ہیں۔

اجی! اگر یہ حضرات اس کے ماننے کو تیار نہیں بلکہ تصریح کے طالب ہیں' تو لیجئے! امام ذہبیؒ کی تصریح بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ "امام صاحبؒ نے طلبِ حدیث کی جانب خصوصی توجہ کی اور اس کیلئے اسفار کئے اور فقہ' رائے میں تدقیق اور اس کے غوامض میں تو ان ہی کی طرف منتہی ہے اور لوگ اس میں آپؒ ہی کے عیال ہیں۔"

ائمہ متبوعینؒ کی تقلید پر امت کا اجماع:

مذکورہ کتاب میں امام مالکؒ کے تذکرہ میں امام ابوحنیفہؒ کو ان حضرات میں شمار کیا ہے' جن کی تقلید کرنی چاہئے۔ بلکہ ان کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسفؒ

ماخذ ومصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء: ۹۱/۸

اور حنفی المذہب امام ابوجعفر الطحاویؒ کو بھی انہی لوگوں میں سے شمار کیے ہیں جن کی تقلید کرنی چاہیئے۔ مزید لکھتے ہیں: کہ ''آج کل مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہیں رہا' پھر قاضی عیاضؒ کے حوالہ سے تین دیگر ائمہ امام سفیانؒ امام اوزاعیؒ اور امام داودؒ کے ساتھ ائمہ اربعہؒ کی تقلید کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور ان سات مذاہب کے علاوہ دوسرے متقدمین ومتاخرین ائمہ کی تقلید کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔''

علم حدیث کا دس بزرگوں پر انحصار:

امام شافعیؒ کے قول ''علم حدیث تین بزرگوں امام مالکؒ امام لیثؒ اور امام ابن عیینہؒ پر دائر ہے'' کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں ان تینوں ائمہ حدیثؒ کے ساتھ مزید سات بزرگوں یعنی امام اوزاعیؒ' امام ثوریؒ' امام معمرؒ امام ابوحنیفہؒ امام شعبہؒ امام حمادؒ اور امام حماد بن زیدؒ پر علم دائر اور منحصر ہے۔''

علامہ ذہبیؒ کا انصاف:

ایک جگہ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا آپس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی بابت کچھ کلام ذکر کیا ہے' جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کے سامنے امام مالکؒ کا قرآن وسنت اور قیاس میں فوقیت تسلیم کیا تھا' لیکن اس کلام کے نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبیؒ انصاف کا ایک ایسا جائزہ لیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکالمہ فرضی ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں: ''انصاف یہ ہے کہ اگر کوئی کہہ دے' بلکہ (ایسا ہی ہے کہ) امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں قرآن کے علوم میں برابر کے عالم ہیں' البتہ امام ابوحنیفہؒ کو (قرآن وحدیث میں) قیاس کرنے اور (ان سے) استنباط

کرنے کا علم زیادہ تھا اور امام مالکؒ کو احادیث وسنت نبوی ﷺ (کے ظاہر) کا علم زیادہ تھا اور ان کے پاس بہت سے صحابہ کرامؓ کے اقوال کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا' جیسا کہ اول (امام ابوحنیفہؒ) حضرت علیؓ ابن مسعودؓ اور کوفہ میں رہنے والے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت کے اقاویل کے زیادہ عالم تھے۔ پس اللہ تعالیٰ دونوں اماموں سے راضی ہو۔ پس تحقیق ہم ایسے وقت میں انصاف کی طرف آئے' جو کہ کوئی شخص انصاف کے ساتھ بولنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (بے انصافی کرنے سے) سلامت طلب کرتے ہیں۔''

امام ابوحنیفہؒ کے چھیانوے تلامذۂ حدیث:

علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے علم حدیث حاصل کرنے والے چھیانوے ائمہ کرامؒ کے نام ذکر فرمائے ہیں جن میں امام وکیعؒ' عبداللہ بن مبارکؒ اور امام بخاریؒ کے مایہ ناز' قابل فخر استاد امام مکی بن ابراہیمؒ کے نام بھی مذکور ہیں۔

علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ آپؒ کے بیٹے اور پوتے کی جلالت شان:

علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور تعدیل میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک جملہ بھی تضعیف کا نقل نہیں کیا۔ بلکہ طوالنی تذکرہ نقل کرنے کے بعد اپنی قابل قدر رائے اظہار یوں فرماتے ہیں: کہ ''میں کہتا ہوں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور اس کی دقائق میں امامت اس امام ہی کو مسلم ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور جب دن بھی دلیل کو محتاج ہو جاتی

ہے' تو اس وقت ذہنوں میں کوئی بات صحیح نہیں ٹھہرتی۔'' (بالفاظ دیگر امام ابوحنیفہؒ کا احادیث کے مفاہیم سمجھنے اور ان سے استنباط کرنے میں امامت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونا اتنا بدیہی' اظہر کالشمس اور مسلم امر ہے کہ اس کے بلا دلیل ماننے سے انکار دن کے وقت دن سے انکار ہے۔) اور لکھتے ہیں: '' آپؒ کی سیرت دو جلدوں میں سمیٹی جا سکتی ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے امین ہونے اور ان کے بیٹے حمادؒ کے صاحب علم و دین وصلاح اور کامل صاحب ورع ہونے کو بھی ذکر کیا ہے' بلکہ ان کے بیٹے اسماعیلؒ کو "الامـــام" کہہ کر ان دونوں کی ثقاہت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ جس سے امام حماد بن ابی حنیفہؒ اور امام اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی ثقاہت معلوم ہو کر ان کو ضعفاء میں شمار کرنے والے معترضین کو جواب بھی ملا: کہ '' ان کے بیٹے اور پوتے ضعیف نہیں' بلکہ ثقہ تھے''۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حسد کی بیماری سے محفوظ فرمائے۔ ☆ آمین ☆

امام شافعیؒ افقہ اہل کوفہ امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین تھے:

علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں جگہ جگہ آپؒ کے مذہب کو بیان فرمایا ہے اور آپؒ کو "الامـــــام" کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ ایک جگہ ابن ابی لیلیٰ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: کہ '' آپ فقاہت میں امام ابوحنیفہؒ کے نظیر تھے۔'' اور پھر آخر کار اس اعلان پر مجبور ہوئے: کہ '' اہل کوفہ میں حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سب سے زیادہ فقیہ تھے اور ان کے اصحاب میں علقمہؒ اور علقمہؒ کے تلامذہ میں ابراہیمؒ ابراہیمؒ کے تلامذہ میں حمادؒ اور حمادؒ کے تلامذہ میں ابوحنیفہؒ اور ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں ابویوسف افقہ تھے اور ابویوسف کے تلامذہ زمین کے اطراف میں پھیل گئے اور ان سب میں

محمد افقہ تھے اور محمد کے تلامذہ میں ابوعبداللہ شافعیؒ افقہ تھے۔" علامہ ذہبیؒ نے اس اعلان سے یہ ثابت کر دکھایا کہ ان کے امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین تھے۔ تب ہی تو علامہ ذہبیؒ اور ان کے امامؒ اس اعلان کرنے پر مجبور ہوئے: کہ" لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔"

قارئین کرام! آیئے علامہ ذہبیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :

"فالمقلّدون صحابة رسول الله ﷺ بشرط ثبوت الاسناد اليهم ثم ائمة التابعين كعلقمة......ثم كالزهرى ......ثم كابى حنيفة ومالك ...... ثم كابن المبارك و مسلم الزنجى و القاضى ابى يوسف......ابى جعفر الطحاوى الخ"(١) "ولم يبق اليوم الا المذاهب الاربعة الخ و اما القاضى فذكر مايدل على جواز تقليدهم اجماعا فانه سمى مذاهب الاربعة و السفيانية والاوزاعية والداودية ...... دون غيرهم ممن تقدمهم او عاصرهم للعلل التى ذكرناهاالخ (٢) "وعنى بطلب الاٰثار و ارتحل فى ذلك واما الفقه والتدقيق فى الرأى وغوامضه فاليه المنتهى و الناس عليه عيال فى ذالك" (٣) "فان الا مام اباحنيفةؒ طلب ا لحديث "(٤)"العلم يدورعلى ثلٰثةٍ مالك والليث وابن عيينةؒ "(٥)" قلت بل على سبعةٍ معهم وهم الاوزاعى و الثورى و معمر و ابوحنيفة و شعبة والحمادان "(٦)"قلت :وعلى الانصاف لوقال قائل بل هما سواء فى علم الكتاب والاول اعلم

ماٰخذ ومصادر: (١) سیر اعلام النبلاء: ٩١/٨ (٢) (٣) ایضاً: ٣٩٢/٦ (٤) ایضاً: ٣٩٦ (٥) (٦) ایضاً: ٩٤/٨

بالقياس والثانی اعلم بالسنة وعنده علم جم من اقوال كثير من الصحابة كما ان الاول اعلم باقاويل علی وابن مسعود وطائفة ممن كان بالكوفة من اصحاب رسول اللّٰهﷺ فرضی اللّٰه عن الامامين فقد صرنا فی وقت لايقدر الشخص علی النطق بالانصاف نسأل اللّٰه السلامة"(١) "حدث عنه خلق كثير ذكر منهم شيخنا ابوالحجاج فی تهذيبه هؤلاء علی المعجم ابراهيم بن طهمان عالم خراسان ......وعبد اللّٰه ابن المباركؒ......ومكی ابن ابراهيم......ووكيع الخ"(٢) قلت :"الامامة فی الفقه ودقائقه مسلمة الیٰ هٰذاالامام وهٰذا امر لاشك فيه وليس يصح فی الاذهان شیء اذا احتاج النهار الی دليل وسيرته تحتمل ان تفرد فی مجلدين رضی اللّٰه عنه ورحمه "وابنه حماد بن ابی حنيفةكان ذاعلم ودين وصلاح وورع تام......له رواية له عن ابيه وغيره حدث عنه ولده الامام اسماعيل بن حماد قاضی البصرة۔" (٣) و كان نظيرا للامام ابی حنيفة فی الفقه"(٤) "فافقه اهل الكوفة علی وابن مسعود وافقه اصحابهما علقمة وافقه اصحابه ابراهيم و افقه اصحاب ابراهيم حماد وافقه اصحاب حماد ابوحنيفةو افقه اصحابه ابويوسف و انتشر اصحاب ابی يوسف فی الاٰفاق وافقههم

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۸/ ۱۱۲، ۱۱۳ (۲) ایضاً: ۶/ ۳۹۳، ۳۹۴ (۳) ایضاً: ۶/ ۴۰۳ (۴) سیر اعلام النبلاء رقم ۱۳۳، ابن لیلیٰ: ۶/ ۳۱۱

محمد وافقه اصحاب محمد ابو عبد اللہ الشافعی رحمهم الله تعالیٰ ۔"

(۱) وقال الشافعی: "الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة۔" (۲)

امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے کبار اہل علم واجتہاد میں سے تھے:

امام ذہبیؒ یحیی بن آدمؒ کے تذکرہ میں محمود بن غیلانؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

کہ "میں نے ابواسامہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ "حضرت عمرؓ اپنے عہد میں علم واجتہاد کے اعتبار سے لوگوں کے سردار اور فضائل کے جامع تھے اوران کے بعد اپنے زمانے میں ابن عباسؓ ان کے بعد اپنے زمانے میں امام شعبیؒ امام شعبیؒ کے بعد اپنے زمانے میں سفیان ثوریؒ اوران کے بعد اپنے زمانے میں یحیی بن آدمؒ علم واجتہاد کے امام تھے۔"

"سمعت اباسامة يقول: "کان عمرؓ فی زمانه رأس الناس وهو جامع وکان بعده ابن عباسؓ فی زمانه وبعده شعبی فی زمانه وکان بعده سفیان الثوری فی زمانه وکان بعد الثوری یحی بن آدم۔" (۳)

آگے علامہ ذہبیؒ اپنی رائے یوں قائم کرتے ہیں: "میں کہتا ہوں: "یقیناً یحیی بن آدمؒ کبار ائمہ اجتہاد میں سے تھے اور حضرت عمرؓ بلاشبہ اپنے زمانے میں علم واجتہاد میں سرتاج المسلین تھے۔ پھران کے بعد حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ معاذ بن جبلؓ اور ابوالدرداءؓ کا مرتبہ ہے۔ ان حضرات کے بعد زید بن ثابتؓ عائشہؓ ابوموسی اشعریؓ اور ابوہریرہؓ کا علم واجتہاد میں مرتبہ تھا۔ ان حضرات کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مقام تھا۔ پھران حضرات صحابہؓ کے بعد علقمہؒ مسروقؒ

ماٰخذ ومصادر: (۱) سیر اعلاء النبلاء رقم ۹۹ حماد بن ابی سلیمان: ۵/ ۲۳۶ (۲) العبر فی خبر من غبر: ۱۶۴ (۳) سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۵۲۵، ۵۲۶

ابوادریس خولانیؒ اور سعید بن المسیبؒ کا درجہ تھا۔ پھر عروہ بن زبیرؒ امام شعبیؒ، حسن بصریؒ ابراہیم نخعیؒ مجاہدؒ اور طاؤسؒ وغیرہ تھے۔ پھر ابن شہاب زہریؒ عمر بن عبدالعزیزؒ قتادہؒ اور ایوب سختیانیؒ کا مرتبہ تھا۔ پھر امام اعمشؒ، ابن عونؒ ابن جریجؒ اور عبداللہ بن عمرؒ کا درجہ تھا۔ پھر امام اوزاعیؒ سفیان ثوریؒ معمرؒ امام ابوحنیفہؒ اور شعبہ بن حجاجؒ کا مقام اور مرتبہ تھا۔ پھر امام مالکؒ لیث بن سعدؒ حماد بن زیدؒ اور سفیان بن عیینہؒ تھے۔ پھر عبداللہ بن مبارکؒ یحیٰ بن سعید القطانؒ وکیع بن جراح، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور عبداللہ بن وہبؒ تھے۔ پھر یحیٰ بن آدم، عفان بن مسلمؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ تھے۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ اسحاق بن راہویہؒ ابوعبیدؒ علی بن مدینیؒ اور یحیٰ بن معینؒ تھے۔ پھر ابومحمد الدارمیؒ امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ علم واجتہاد اپنے زمانہ میں تھے۔" **"قلت قد كان يحى ابن آدم من كبار الائمة الاجتهاد وكان عمرؓ كما قال فى زمانه ثم كان علىؓ وابن مسعودؓ ومعاذؓ وابوالدرداءؓ ثم كان بعدهم فى زمانه زيدبن ثابتؓ وعائشةؓ وابوموسىؓ وابوهريرةؓ ثم كان ابن عباسؓ وابن عمرؓ ثم علقمة............ثم الاوزاعى وسفيان الثورى ومعمر وابوحنيفة وشعبة ثم مالك والليث وحماد بن زيد وابن عيينة الخ محمدبن اسماعيل البخارى وآخرون من الائمة العلم والاجتهاد۔" (۱)**

قارئین کرام! آپ حضرات نے پڑھ لیا کہ امام ذہبیؒ (جو علم اسماء الرجال میں ایک امتیازی شان کے حامل ہیں اور بقول ابن حجر عسقلانیؒ نقد رجال میں استقراء تام کے مالک تھے۔) نے نہ صرف امام صاحبؒ کو اکابر ائمہ حدیثؒ میں شمار کیا ہے، بلکہ

ماخذ ومصدر: (۱) ایضاً: ۹/ ۵۲۵

آپؒ کو ان ائمہ میں سے شمار کیا ہے۔ جن پر آج کل علوم حدیث کا دارومدار ہے۔ امام صاحبؒ کے ان ائمہ اور کبار محدثینؒ میں سے شمار کرنے پر علامہ ذہبیؒ کی کتنی بڑی معتبر شہادت ہے۔ اس کا اندازہ اہل علم واہل انصاف حضرات ہی کر سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اذکیاء بنی آدم میں سے تھے:

علامہ ذہبیؒ اپنی چوتھی کتاب "العِبَر فی خَبَر مَن غَبَر" میں لکھتے ہیں: کہ ''رجب میں فقیہ العراق'' الامام ابوحنیفہؒ '' وفات پا گئے۔ انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا اور عطاء بن ابی رباحؒ اور انکے طبقہ سے احادیث روایت کیں اور حماد بن ابی سلیمانؒ سے فقاہت حاصل کی اور آپؒ آدم علیہ السلام کی اولاد میں اذکیاء میں سے تھے۔ فقہ' عبادت' ورع اور سخاوت سب کو جمع کیا تھا اور حکومت کے تحفے قبول نہیں کرتے تھے' بلکہ خود دوسرے لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔'' "وفی رجب توفی فقیه العراق الامام ابوحنیفة......رأی انسا وروی عن عطاء وطبقه وتفقه علی حماد بن ابی سلیمان وکان من اذکیاء بنی آدم جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء وکان لایقبل جوائز الدولة بل ینفق ......" (۱)

قارئین کرام! علامہ ذہبیؒ نے امام اعظمؒ کو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان اولاد میں سے شمار کیا ہے۔ جن میں ذکاوت اور عقل حد درجہ پائی جاتی ہے اور آپؒ کو فقاہت' عبادت' تقویٰ اور سخاوت کا ایک ہی وقت میں جمع کرنے والا ذکر کیا ہے اور اس پر مزید یہ شہادت کہ حکومت کی طرف سے تحفے تحائف قبول نہیں

ماخذ ومصدر: (۱):۱۶۴

کیا کرتے تھے۔ بلکہ خود کسب کر کے دوسرے اہل علم وغیرہ کو کھلاتے تھے۔ جبکہ ہمارے لا مذہب دوست انگریزوں کی طرف سے عطا کردہ نیم مختار چھوٹی ریاست بھوپال برقرار رکھنے کیلئے انگریز کی حکومت کو رحمت خداوندی' ان کی مخالفت کرنا قطعاً ناجائز اور ان کے خلاف لڑنیوالے مجاہدین کو حکم مذہبی سے جاہل' بیوفائی کرنے اور اقرار توڑنے والے' فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ کرنے والے' غدار' باغی' نادان' بے وقوف' فساد کے پردہ میں جہاد کا نام اُٹھانے والے کہہ رہے ہیں۔"(۱)

امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث تھے:

جس طرح مطولات میں مناقب امام اعظم للموفقؒ اور علامہ کردریؒ نہایت معتبر مفید اور نایاب تحفہ ہے' اسی طرح مختصرات میں علامہ ابن حجر مکیؒ کی کتاب الخیرات الحسان بھی ایک معتبر کتاب ہے۔ اس کتاب میں علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ "علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے (اپنی پانچویں کتاب) امام ابوحنیفہؒ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں شمار کیا ہے ان کے بارے میں یہ خیال رکھنا کہاں کا مرتبہ حدیث میں چھوٹا تھا' یا تو غلطی پر مبنی ہے یا حسد پر۔" **ذکرہ الذهبیؒ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلت اعتنائه بالحدیث فهو اما لتساهله او حسده۔"**

ترپن جلدوں پر مشتمل اسلامی تاریخ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب نہیں اُٹھا سکتا:

اسی طرح انہوں نے ترپن (۵۳) جلدوں پر مشتمل اسلام کی ایک تاریخ

ماخذ ومصدر: (۱) تفصیل کیلئے ترجمان وہابیہ' نتائج التقلید اور طائفہ منصورہ کا مطالعہ کریں۔

لکھی ہے، اس چھٹی کتاب میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کے تعارف کی ابتداء ''الامام' العلم' سے فرمائی ہے اور ان کے بہت سے مناقب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ''میں کہتا ہوں: ''اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اخبار اور مناقب یہ تاریخ نہیں اُٹھا سکتا پس بے شک میں نے ان کے اخبار علیحدہ دو اجزاء میں لکھے ہیں۔'' "**قلت: واخبار ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه ومناقبه لایحتلمها ھٰذا التاریخ فانی قد افردت اخباره فی جزئین۔**"(۱)

مناقب ابی حنیفةؒ وصاحبیہؒ:

الغرض امام ابوحنیفہؒ علامہ ذہبیؒ کی نظر میں امام اعظمؒ اور علم حدیث وفقہ کے حافظ ومجتہد اور سرخیل تھے۔ ان سے بہت سے ائمہ حدیث وفقہ نے حدیث وفقہ کا علم حاصل کیا اور اسی تعریف پر آپؒ نے کفایت نہیں فرمائی' بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک مستقل کتاب بنام " **مناقب ابی حنیفةؒ اور صاحبیةؒ** لکھی۔ اس ساتویں کتاب میں انہوں نے امام اعظمؒ کو "**فقیه العصر' عالم الوقت' ذو الرتبة الشریفة' النفس العفیفة' الدرجة المنیفة' رضی اللّٰہ عنه وارضاه' انقد ما اوضحه من الدین الحنیفی وامضاه کان من التابعین لهم ان شاء اللّٰہ باحسان فانه صح انه رأی انس بن مالكؓ**" کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ علامہ موصوفؒ نے مناقب کی یہ خصوصی کتاب لکھ کر امام صاحبؒ کے ساتھ اپنی خوب عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے حاسدین کے منہ پر زبردست طمانچہ مارا ہے۔☆**فجزاه اللّٰہ احسن الجزاء**☆

ماخذ ومصدر: (۱) تاریخ اسلام: ۹/۳۰۵ تا ۳۱۳

آٹھویں کتاب میں بھی صرف توثیق:

قارئین کرام! علامہ ذہبیؒ نے اپنی آٹھویں کتاب ''تذہیب تہذیب الکمال'' کے نام سے لکھی ہے اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف آٹھ صفحات پر مشتمل کی ہے لیکن ان میں توثیقی کلمات سے یاد فرمایا ہے کہیں بھی تضعیف ذکر نہیں فرمائی۔(۱) لحاصل انہوں نے مذکورہ آٹھ کتابوں میں امام اعظمؒ کی خوب توثیق فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوفؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ایک با اعتماد' مسلم اور ثقہ امام تھے۔

میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی حقیقت:

بعض لوگوں کا خیال ہے: کہ'' علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ضعیف تھے' جیسا کہ انہوں نے (اپنی نویں کتاب) میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف کہا ہے۔'' حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ضعیف تھے نہ میزان الاعتدال میں ضعیف بتایا ہے۔ بلکہ انہوں نے میزان الاعتدال میں امام موصوفؒ کو نہ صرف قوی مانا ہے' بلکہ انہوں نے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ میں شمار کیا ہے' جن کے متعلق جرح نقل کرنا بے وقعت اور بے حیثیت ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: کہ'' جس شخص میں میرے نزدیک ضعف ہے میں نے کسی ضعف کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا' مگر صرف اس شخص کو ذکر کیا ہے جو بخاریؒ اور ابن عدیؒ وغیرہما کی کتابوں میں ہے'

ماخذ ومصدر: (۱) رقم ۷۱۹۴: ۲۱۸ تا ۱۲۲۵

لیکن میں نے صحابہ کرامؓ کو ان کی جلالت شان کی وجہ سے ذکر نہیں کیا......اور اسی طرح میں اپنی کتاب میں ان ائمہ جن کی فروع میں اتباع کی جاتی ہے، میں سے کسی کو اسلام میں ان کی جلالت اور دلوں میں ان کی عظمت کی وجہ سے ذکر نہیں کروں گا جیسے ابو حنیفہؒ شافعیؒ اور بخاریؒ۔ پس اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں تو انصاف کے ساتھ کہوں گا اور یہ ان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں کوئی ضرر نہیں دیتا۔" "لا انی ذکرته لضعف فيه عندی الاماکان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرهما۔من الصحابة فانی اُسقِطُهم لجلالة الصحابة ......وکذا لاذکرفی کتابی من الائمةالمتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری فان ذکرتُ احدا منهم فاذکره علی الانصاف ومایضره ذلك عند الله ولا عند الناس۔"(۱)

محترم قارئین کرام! یہاں انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ جو لوگ میرے نزدیک ضعیف ہیں میں ان کو ذکر نہیں کروں گا بلکہ صرف دوسروں کے اقوال ذکر کروں گا اور چونکہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے متعلق مذکورہ نو کتابوں میں توثیق کی ہے لہٰذا یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ ضعیف نہیں تھے اور اگلی عبارت تو بالکل واضح ہے کہ اگر امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کے بارے کسی نے کوئی کلام کی ہو تو ان کو ذکر نہیں کروں گا۔ اگر بالفرض میں ان حضرات میں سے کسی کو ذکر کروں تو انصاف کے ساتھ ذکر کروں گا لیکن پھر بھی میرا یہ ذکر کرنا ان کیلئے عنداللہ

ماخذ ومصدر: میزان الاعتدال:۱/۲

وعند الناس مضر نہیں۔ یہاں اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکلم صرف امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نہیں ہوا ہے بلکہ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کو بھی کسی نے نہیں چھوڑا۔ لیکن اگر امام شافعیؒ، امام بخاریؒ اور صحابہ کرامؓ کے متعلق اپنے وعدہ کو نبھایا تو امام ابوحنیفہؒ کے متعلق انصاف کے ترازو کو کیوں پس پشت ڈالا جبکہ مذکورہ نو کتابوں میں انصاف کو برقرار رکھا یہ تو امام ذہبیؒ کے انصاف کے جنازہ کو نکالنے کے مترادف ہے۔ معلوم ہے کہ یہ کسی عدو اولیاء اللہ کی کارستانی ہے اور فقیر کے اس دعوے پر کئی دلائل موجو ہیں۔

میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر جرح کے جھوٹ ہونے کے دس دلائل:

الغرض علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ضعیف نہیں تھے بلکہ ان کے نزدیک امام اعظمؒ ایک معتمد عادل امام تھے جیسا کہ ان کی کتب کے حوالہ سے تفصیلی بات ہوچکی۔ میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر جرح علامہ موصوفؒ پر افتراء اور بہتان ہے اور اس دعوی کے کم از کم دس دلائل ہیں:

ا: معتبر نسخوں میں حرف "نون" اور "من کنیتہ ابوحنیفة وابوفل" میں امام ابوحنیفہؒ کا نام ونشان تک نہیں ملتا نہ اشارۃً نہ صراحۃً چنانچہ ہمارے محترم دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر صاحب (ر) چیئرمین اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی کے ذاتی کتب خانہ مکتبہ عمر میں پانچ جلدوں پر مشتمل "میزان الاعتدال" کا ایک ایسا نسخہ میرے سامنے ہے جو "الرسالة العالمية سوریہ" سے چھپ چکا ہے۔ اس کے ناقل لکھتے ہیں: کہ "میں نے یہ کتاب اس کے جامع، شیخ الاسلام، حافظ الانام شمس

الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ پر کئی مجالس میں پڑھی۔ جن میں (پہلی مرتبہ پیش کرنے کا آخری وقت) ہفتہ کا دن اور آخری تاریخ بارہ رمضان ۷۴۳ھ تھی اور اس کی کتابت سعید بن عبداللہ عفا اللہ عنہ نے کی" اس کے بعد لکھتے ہیں: کہ "میں نے یہ کتاب اس کے جامع علامہ ذہبیؒ پر (دوسری مرتبہ) پڑھی جس کا آخری دن جمعہ اور آخری تاریخ ۱۲ رجب ۷۴۵ھ تھی اور اس کی کتابت علی بن عبدالمؤمن بن علی شافعی بعلبکیؒ نے کی" اور اس کتاب کے اعلیٰ ورق پر تصریح فرمائی ہے: کہ "میں نے یہ پوری کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال اپنے حواشی، ملحقات اور تخاریج کے ساتھ اپنی حسب طاقت اس کتاب کے جامع علامہ ذہبیؒ پر (تیسری مرتبہ) کافی عرصہ میں پڑھی جس کا آخری دن بدھ اور آخری تاریخ ۲۰ رمضان المعظم ۷۴۷ھ تھی اور اس میں مروی تمام اشیاء کے جامع نے اس کی اجازت بھی دی اور اس کی کتابت کے فرائض محمد بن علی بن عبداللہ نے سرانجام دیئے اور انہوں نے ان تینوں دفعہ مدرسہ صدریہ دمشق میں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو ناقل نے علامہ ذہبیؒ پر تین دفعہ پڑھی ہے، اس کتاب کے اس جلد کی تحقیق جناب محمد رضوان، عمار الجاوی، غیاث الحاج احمد اور فادی المغربی چار حضرات نے کی ہے۔ "اس میں غلطی سے ایک دفعہ بھی امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ نعمان بن ثابت کی بجائے نعمان ابن راشد سے اپنی کتاب کی ابتداء فرمائی ہے۔ اسی طرح ابوحنیفہؒ کنیت والے افراد میں سے صرف دو افراد کا ذکر کیا ہے لیکن ان میں نعمان کے علاوہ دوسرے افراد ہیں۔"(۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد میں آنے والوں کی کارستانی ہے۔

ماخذ ومصدر: (۱) میزان الاعتدال: ۵/ ۲۳۵

قارئین کرام! خود ان کی زبانی پڑھ کر تسلی حاصل کریں۔ "قرأت جميع هٰذا "الميزان" وهوسفران على جامعه سيدنا شيخ الاسلام حافظ الانام شمس الدين ابى عبد الله محمد بن احمد بن عثمان الذهبيؒ ابناه الله تعالىٰ فى مجالس آخرهايوم السبت ثانى عشر شهر رمضان سنة ثلاث واربعين وسبع مائة بالمدرسة الصدرية بدمشق وكتب سعيد بن عبد الله الاهلى عفاالله عنه ۔"

وجاء ايضاً مانصه قرأت جميع هٰذاالكتاب على جامعه شيخنا شيخ الاسلام بركة الانام ......الذهبيؒ......يوم الجمعة ثانى عشر رجب الفرد سنة خمس واربعين وسبع مائة بمنزله فى الصدرية واقفهابدمشق المحروسة وكتب على بن عبد المؤمن بن على الشافعى البعلبكى......

وجاء اعلى الورقة مانصه قرأت جميع كتاب "ميزان الاعتدال فى نقد الرجال" وما على الهوامش من التخاريج والحواشى والملحقات بحسب التحرير والطاقة والتؤدة على مصنفه شيخنا الامام ...... الذهبيؒ ...... فى مواعيد طويلة كثيرة يوافق آخرهايوم الاربعاء العشرين من رمضان المعظم فى سنةسبع واربعين وسبع مائة فى الصدرية بدمشق ...... واجازجميع مايرويه وكتب محمد بن على بن عبدالله۔"(۱)

ماخذ ومصدر: (۱) ایضاً: ۵/ ۲۷

۲: اس کتاب کے حاشیہ نگار نے لکھا ہے: کہ "بعض مطبوعہ میزان الاعتدال میں نعمان بن راشد سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ بھی درج ہے لیکن وہ کسی کا اپنی طرف سے داخل کردہ کلام ہے اور مصنف کے نسخہ (اُ) میں نہیں ہے اور نہ سبط ابو العجمیؒ (س) میں ہے اور نہ "اللسان" میں ہے اور یہ مصنفؒ کے اس شرط کے مطابق بھی ہے جس میں انہوں نے مقدمہ میں اپنے اوپر لگائی ہے جو کہ انہوں نے کہا ہے: کہ "اور اسی طرح میں اپنی کتاب میں ان ائمہ جو کہ فروع میں ان کی اتباع کی جاتی ہے، جن کی اسلام میں جلالت اور لوگوں کے دلوں میں عظمت ہے، کی وجہ سے میں کسی کو ذکر نہیں کروں گا۔ جیسے ابوحنیفہؒ شافعیؒ اور بخاریؒ۔ "**وقد وقع فی مطبوع المیزان ترجمة امام ابی حنیفة النعمانؒ وھی مقحمة فلیست فی نسخة المصنف (أ) ولا فی نسخة السبط ابو العجمی (س) ولیست فی "اللسان" ایضاً وھٰذا یتوافق مع ما اشترطه المصنف علی نفسه فی مقدمة کتابه حیث قال وکذالا نکرفی کتابی من الائمة المتبوعین......"(۱)**

۳،۴: علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے تین نسخوں کا ذکر کیا ہے جن میں ایک نسخہ مؤلف پر تین دفعہ اور دوسرا نسخہ چھ دفعہ پڑھا گیا ہے۔ (۲) ان نسخوں میں فقیر کے ذکر کردہ نسخہ کی نشادہی بھی فرمائی ہے۔ لیکن ان میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں ہے۔

۵: علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے "**لسان المیزان**" میں'

۶: علامہ حسینیؒ ابو المحاسن محمد بن علی العلوی الحسینیؒ (و۷۱۵ھ م ۷۶۵ھ) اور

۷: علامہ حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین عراقیؒ (۸۰۶ھ) نے اپنی

ماٰخذ مصادر: (۱) ایضا: ۵/۲۷ (۲) حاشیۃ الرفع والتکمیل: ۱/۶۰ بحوالہ غیث الغمام علی حواشی امام الکلام: ۱۴۶

اپنی کتابوں میں علامہ ذہبیؒ کے ذکر کردہ ضعفاء کے علاوہ مزید ضعفاء کے اضافے کئے ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنی ضعفاء کی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو ذکر نہیں کیا' بلکہ اس کے برعکس علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتابوں میں اور علامہ حسینیؒ نے امام موصوفؒ کا ذکر " ثقات " میں کیا ہے۔ اب اگر ہم میزان الاعتدال کا وہ مطبوعہ نسخہ لے لیں' جس کے جلد ۳ صفحہ ۲۳۷ پر دو سطروں میں دفاع اور ثقاہت کی بجائے جرح اور ضعف بیان کی گئی ہے' تو یہ امام ابوحنیفہؒ کی شان میں مدح کی بجائے قدح ہے اور یہ انصاف کے خلاف ہے کیونکہ خود انہوں نے اپنی دوسری کتابوں میں ان کی ثقاہت اور عدالت ذکر کی ہے' بلکہ علامہ حسینیؒ نے تو امام مالکؒ کی مؤطا اور ائمہ ثلاثہؒ کے مسندات کے تمام روایات صحیح قرار دیئے ہیں۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: **فان کتاب المؤطأ للامام مالك رضی اللّٰہ عنه هو مذهبه الذی یدین اللّٰہ به اتباعه و مقلدوه مع انه لم یرو فیه الا الصحیح وکذلك مسند الامام الشافعی "موضوعه لادلته علی ما صح عنده من مروياته كما هو موجود فی مسنده وغیره وكذلك مسند الامام ابی حنیفة ومسند الامام احمد اعم من ذلك كله واشمل"(۱)**

۸: علامہ ابوالفضل عراقیؒ اپنی شرح الفیہ: ۳/۲۶۰ میں لکھتے ہیں: ''علامہ ذہبیؒ نے ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں کیا۔'' **"ولكنه ای ابن عدی ذكر فی كتاب "الكامل" كل من تكلم فيه وان كا ن ثقة وتبعه علی ذلك الذهبی فی " الميزان " الاانه لم يذكر احدامن الصحابة والائمة المتبوعين۔"(۲)**

مأخذ ومصادر: (۱) کتاب التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ: ۱/۵۴ (۲) الرفع والتکمیل: ۱۴۸

۹: علامہ حافظ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) شرح الفیہ: ۴۷۷ میں فرماتے ہیں: کہ "علامہ ذہبیؒ نے ہر اس شخص جس کے متعلق تکلم کیا گیا ہے، ابن عدیؒ کی اتباع کی ہے، اگرچہ وہ ثقہ ہوں، کے باوجود یہ التزام کیا ہے کہ صحابہؓ اور ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں کریں گے۔" **"مع انه ای الذهبی تَبیع ابن عدی فی ایراد کل من تُکلّم فیه ولوکان ثقة لکنه التزم ان لایذکُر احدامن الصحابة ولاالائمة المتبوعین۔"** (۱) اور

۱۰: تدریب الراوی شرح تقریب النواوی: ۵۱۹ میں علامہ جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن الکمال سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کا ارشاد ہے: "مگر علامہ ذہبیؒ نے کسی صحابیؓ یا ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی کو ذکر نہیں کیا" **"الاانه ای الذهبی لم یَذکر احدا من الصحابة ولاالائمة المتبوعین"** (۲) **"تلك عشرة کاملة"**

علاوہ ازیں تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کے محشی ڈاکٹر بشار عواد معروف استاد ورئیس قسم التاریخ بکلیۃ الآداب جامعہ بغداد لکھتے ہیں: **"ابو حنیفة النعمان ابن ثابت امام کبیر من الائمة، فقیه عظیم من فقهاء الاسلام وقدتکلم فیه بعض الناس وتطاولوا علیه بسبب الرأی وزعموا أن الامام الذهبی ترجمه فی" المیزان "وهی ترجمة مدسوسة ۔ففی خزانة کتبی نسخة المؤلف التی بخطه مصورة ولیس فیه ترجمته الخ"** (۳) یعنی ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ ائمہ میں سے بہت بڑے امام، فقہاء اسلام میں سے عظیم فقیہ تھے اور تحقیق بعض لوگوں نے ان کے بارے میں تکلم کیا ہے اور رائے

ماخذ ومصادر: (۱)، (۲) حوالہ بالا (۳) حاشیہ تہذیب الکمال: ۲۹/۴۴۵

وقیاس کی وجہ سے ان پر دست درازی اور زبان درازی کی ہے اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں آپؒ کا ترجمہ ذکر کیا ہے حالانکہ یہ ترجمہ فریب اور چالاکی کے ساتھ دھنسایا گیا ہے۔ پس میرے کتب خانہ میں مؤلف کے اس نسخہ کا فوٹوسٹیٹ ہے جو کہ ان ہی کے خط کا ہے اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔

قارئین کرام! اب ان ٹھوس حوالوں سے انکار کرنے کی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو ائمہ متبوعین کی صف سے نکالا جائے اور یہ دن کے وقت سورج سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ ذہبیؒ کے نزدیک ابوحنیفہؒ صرف امام ہی نہیں تھے بلکہ امام اعظم اور ثقہ حافظ الحدیث تھے۔

علامہ ابن عدیؒ کی تضعیف:

بعض لوگ امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف پر علامہ ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی شافعیؒ (م ۳۶۵ھ) کی جرح نقل کرتے ہیں: کہ "انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف قرار دیا ہے۔" لیکن ابتداء میں انہوں نے احناف کے ساتھ سوء اعتقاد کی وجہ سے انتہائی تعصب سے کام لیا تھا' جیسا کہ انہوں نے امام شافعیؒ کے ساتھ حسن اعتقاد کی وجہ سے ان کے شیخ ابراہیم بن محمد ابن ابی یحی الاسلمی کے متعلق انتہائی حسن عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ "میں نے ان کی احادیث میں بہت نظر وفکر کی پس میں نے ان سے کوئی منکر حدیث نہیں پائی۔ حالانکہ اس کے متعلق اہل نقد وجرح کے اقوال بہت زیادہ ہیں جیسا کہ امام احمد وابن حبان اور عجلیؒ فرماتے ہیں: کہ "وہ مدنی' رافضی' جہمی اور قدری تھے اس کی احادیث نہ لکھی جائے بلکہ بے شمار نقاد نے ان

کی تکذیب کی ہے اور اگر امام شافعیؒ ان سے امام مالکؒ جیسے زیادہ احادیث حاصل نہ کرتے تو ابن عدی اس کی تقویت میں کوشش نہ کرتے۔ انہوں نے ابن عقدہ جیسے لوگوں کے قول کو سند پکڑتے ہوئے تعدیل کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ ان کی زبان مثل امام محمد بن الحسنؒ (صاحب ابی حنیفہؒ) کے علم سے استغناء کے ساتھ کیسی چلتی ہے حالانکہ ان کے امام، امام محمدؒ کے علم سے مستغنی نہیں ہیں۔'' "نظرت الكثير من حديثه فلم اجد له حديثا منكرا" (۱) مع انك تعلم اقوال اهل النقد فيه كاحمد وابن حِبان قال العِجلی مدنی 'رافضی' جهمی' قَدَری' لايكتب حديثه بل كذبه غير واحد من النقاد ولولا ان الشافعی كان يكثر منه قدرَ اكثاره من مالك لما سعى ابن عدى فی تقوية امره استنادا الى قول مثل ابن عُقْدة ولا ادری كيف ينطلق لسان ابن عدی بالاستغناء عن علم مثل (محمد بن الحسن)؟ وامامه لم يستغن عن علمه۔" (۲)

علامہ ابن عدی کی ایک عیب:

قارئین کرام! آپ حضرات جانتے ہیں کہ میزان الاعتدال کا اصل ماخذ کامل ابن عدی ہے اور علامہ ابن عدی کے معایب میں سے ایک عیب یہ ہے کہ وہ کسی آدمی میں کسی حدیث کی وجہ سے اس لئے بھی عیب لگاتا ہے کہ وہ اس حدیث کے راوی کی آفت ہوتی ہے خود اس آدمی جس سے یہ حدیث نقل کی جاتی ہے' کی آفت نہیں ہوتی۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں کئی مقامات پر اس کا اقرار کیا ہے اور اسی قبیل سے

ماخذ و مصادر: (۱) کامل ابن عدی: ۱/۲۲۰ (۲) فقہ اہل العراق وحدیثہم: ۸۳، الرفع والتکمیل: ۱۴۲، ۱۴۳

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق علامہ ابن عدی کا کلام ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تین سو احادیث کا کلام کیا ہے اور یہ احادیث اَباء بن جعفر نجیرَمی کی روایت سے ہیں۔ انہوں نے ان احادیث میں جو مواخذات کئے ہیں وہ سب اسی راوی اَباء (جو کہ علامہ موصوف کے شیخ ہیں) کا نقصان ہے نہ کہ امام ابوحنیفہؒ کا ہیں، لیکن ان کو امام ابوحنیفہؒ کے سر توپ رہے ہیں اور یہ کتنا ظلم ہے اور علی ہٰذا القیاس علامہ ابن عدیؒ کے باقی مواخذات کا حال ہے۔

ابن عدیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں مسند تالیف کی:

ناظرین کرام! ابن عدی فقہ، نظر اور علوم عربیہ سے دور اور ابتداء میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ میں طویل زبان تھے پھر اس کے بعد انہوں نے امام ابوجعفر طحاویؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے علم حاصل کرنے لگے۔ اس کے بعد ان کا حال کچھ آسان ہوگیا یہاں تک کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں "مسند" تالیف کی۔

میزان الاعتدال کا دیباچہ:

الغرض علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر بالفرض علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا ذکر بھی کیا ہوتو یہ بھی قبیح نہیں کیونکہ انہوں نے خود میزان الاعتدال کے دیباچے میں فرمایا ہے: کہ "اس کتاب میں ان لوگوں کا ذکر ہے جس کی بابت اس کی ثقاہت اور جلالت کے باوجود ادنی لِیَن اور اقل تجریح کی وجہ سے تکلم کیا گیا ہے۔ پس اگر ابن عدی وغیرہ کتبِ جرح کے مؤلفین ان حضرات کو ذکر نہ کرتے تو میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے ان کو ذکر نہ کرتا اور اس

کتاب میں نے اپنی رائے استعمال نہیں کی کہ میں ائمہ مذکورین کی کتب میں کسی کا نام حذف کروں جو کہ لین کی وجہ سے مذکور ہوا از وجہ خوف اس بات کی کہ کوئی مجھ پر تعقیب کرے اور (یہ بعض حضرات اگرچہ میرے نزدیک ثقہ ہیں لیکن میں نے ان کا اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور) میں نے ان کو اس وجہ سے ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ میرے نزدیک ضعیف ہیں۔ (بلکہ ابن عدیؒ وغیرہ مؤلفین جرح کے ذکر کرنے کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے۔)''

میزان الاعتدال کا خاتمہ اور الکامل فی الضعفاء لابن عدی میں ثقات نشانے پر:

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے آخر میں فرمایا: ''پس اس (کتاب) کا اصل اور موضوع ضعفاء میں ہے اور اس میں بہت سے ثقات کا ذکر ہے۔ میں نے ان کا ذکر ان سے ضعف دور کرنے کی وجہ سے کیا ہے یا اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ ان میں ضعف کے ساتھ کلام کرنا غیر مؤثر ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں اپنا وعدہ نبھایا:

علامہ ذہبیؒ نے میزان میں اس وعدے کو پورا کیا ہے۔ چنانچہ ترجمہ ''جعفر ابن اِیاس واسطیؒ حماد بن ابی سلیمان الکوفیؒ، حُمید بن ہلالؒ ثابت بُنانیؒ، احمد بن صالح المصریؒ، اشعث بن عبدالملک الحُمرانیؒ، اُوَیس قرنیؒ، وغیرہ حضرات کی توثیق اور ان مؤلفین کی تعقیب کی ہے۔ جنہوں نے مذکورہ حضرات کی تضعیف بیان کی ہے۔(۱)

ماخذ ومصدر: (۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: الرفع والتکمیل مع حاشیہ: ۱۴۳ تا ۱۴۷

قارئین کرام! غور طلب امر ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے ابتداء میں جن حضرات کے ذکر کرنے سے اجتناب کا وعدہ کیا ہے۔ ان حضرات میں امام ابوحنیفہؒ کا نام صراحتاً ذکر کیا تھا' البتہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں گا تو انصاف کے ساتھ کروں گا۔ اب علامہ ذہبیؒ نے مذکورہ نو اور کل چودہ تصنیفات میں امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور اس ایک کتاب میں تضعیف کی ہے تو اگر امام ابوحنیفہؒ ان کے نزدیک قوی اور عادل ہیں اور دوسرے حضرات کی طرح میزان الاعتدال میں اس قدح کو ذکر کر کے اس پر چپ چاپ گزرتے ہوئے ابن عدی وغیرہ کی تردید سے اجتناب کرتے ہوں تو یہ علامہ ذہبیؒ کی عدل پر بڑا دھبہ ہے لیکن اگر ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ عادل کی بجائے ضعیف ہوں تو کسی ضعیف راوی کا بارہ کتب میں پورے زور سے توثیق کرنا حتی کہ آپؒ کو تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظمؒ کے لقب سے ملقب کرنا بھی علامہ ذہبیؒ کی عدالت پر بڑا داغ ہے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کلام کسی کا مدرج ہے اور علامہ ذہبیؒ اس بہتان سے مبرا ہیں۔ واللہ اعلم۔

آیئے فقیر کے دعوی کی توثیق کیلئے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ طبقات کبری کے حاشیہ نگار ڈاکٹر علی محمد عمیر صاحب لکھتے ہیں: ''اور علامہ ذہبیؒ نے اپنی اس کتاب میزان جس کو اپنے خط سے لکھا ہے' میں امام ابوحنیفہؒ کو ذکر نہیں کیا۔'' "**ولم یذکرہ الذهبی فی میزانه الذی بخطه۔**"(۱)

الغرض علامہ ذہبیؒ نے اپنی چودہ کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ قرار دیا ہے اور کتاب المغنی فی الضعفاء میں رقم ۶۶۵۱ تا ۶۶۵۶ :۲/۳۵۴' ۳۵۵ تک نعمان کے نام

ماخذ ومصدر: (۱) حاشیہ طبقات ابن سعد رقم ۳۴۵۸: ۸/۳۸۹

سے چھ افراد ذکر کئے ہیں اور رقم ۴۲۱۷ :۲/۶۲ ۴پر ابوحنیفہ کے نام سے " **لا یعرف** " کے ساتھ صرف ایک آدمی کا ذکر کیا ہے' لیکن ان سات افراد میں امام اعظمؒ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔البتہ مقتنیٰ فی سرد الکنیٰ رقم ۱۸۲۴ :۱/۲۰۴ طبع المجلس العلمی الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ میں صرف ایک ثقہ ابوحنیفہؒ کا ذکر ہے اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کے نام کی وضاحت ہے۔ہاں ان میں سے بعض کتب میں صرف ثقہ ہی نہیں بلکہ آپؒ کو " **حافظ الحدیث** " بھی تسلیم فرمایا ہے۔جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ ذکر نہیں کیا' بلکہ یہ اولیاء اللہ کے کسی دشمن کی کارستانی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی عداوت سے بچائے☆ آمین☆

علامہ ذہبیؒ کی چودہ کتابیں:

علامہ ذہبیؒ کی وہ چودہ کتابیں جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق فرمائی ہے۔درج ذیل ہیں۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ (۲) طبقات الحفاظ من المحدثین (۳) سیر اعلام النبلاء (۴) العبر فی خبر من غبر (۵) تذہیب تہذیب الکمال (۶) الکاشف (۷) من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ رقم ۵۸۴۵' (۸) المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ (۹) ست رسائل للذہبیؒ (رسالہ: ذکر من اشتہر بکنیتہ من الاعیان رقم: ۱۶۷) (۱۰) تاریخ اسلام (۱۱) دول الاسلام: سنۃ احدی وخمسین ومائۃ :۱/۱۴۰'۱۴۱' (۱۲) مناقب ابی حنیفۃؒ وصاحبیہ (۱۳) المعجم اور (۱۴) مقدمۃ میزان الاعتدال۔

علامہ ابن عدی کے کارنامے:

باقی رہی علامہ ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانیؒ (م ۳۶۵ھ) کا حال تو علامہ ذہبیؒ علامہ عراقیؒ، علامہ سخاویؒ اور علامہ سیوطیؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن عدی نے صرف امام ابو حنیفہؒ کو ضعفاء میں دھکیلنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انہوں نے صحابہ کرامؓ اور بہت سے ثقات علماء کے متعلق بھی زبان چلانے کے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حالانکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک کل صحابہؓ عادل ہیں **"الصحابۃ کلھم عدول"** پس جو شخص صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر محتاط ہو اگر وہ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق زبان چلائیں تو یہ کیا بعید ہے۔

علامہ ابن عدی کی تحریر کردہ مسند:

حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن عدیؒ نے ابتداءً امام ابو حنیفہؒ کے متعلق زبان چلائی تھی لیکن آخر میں امام طحاویؒ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے مداح بنے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہؒ کی احادیث کی مسند بھی جمع کی۔

امام ابو حنیفہؒ پر علامہ عقیلیؒ کی جرح:

علامہ ابن مدینیؒ کے علاوہ علامہ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد عقیلی مکیؒ (م ۳۲۲ھ) نے بھی امام ابو حنیفہؒ پر جرح کی ہے، لیکن علامہ موصوف کی جرح کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ وہ جرح میں اکبر المتعنتین تھے اور انہوں نے بہت سے ثقہ رواۃ کو تنقید و جرح کا نشانہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان میں ان کی انتہائی سخت الفاظ میں تردید کی ہے۔

اے عقیلیؒ! کیا تمہاری عقل نہیں؟:

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ''اے عقیلی! کیا تمہاری عقل نہیں؟ کیا تم جانتے ہو تم کس کی بابت بات کرتے ہو؟ گویا کہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے ہر ایک تم سے بہت سے طبقات کے ساتھ اوثق ہے۔ بلکہ ان ثقات سے بھی زیادہ ثقہ ہے جن کو تم نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں۔''

علامہ ابن مدینیؒ علامہ عقیلیؒ کے نشانے پر:

علامہ عقیلیؒ نے علامہ ابن مدینی، ان کے شاگرد محمد اور شیخ عبدالرزاق، عثمان ابن ابی شیبہ، ابراہیم بن سعد، عفان، ابان عطار، اسرائیل، ازہر سمان، بہز بن اسد، ثابت بُنانی، جریر بن عبدالحمید رحمہم اللہ تعالیٰ پر تنقید کی ہے جس کی وجہ سے علامہ ذہبیؒ نے ان پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے: کہ ''اگر ان حضرات کی احادیث چھوڑ دی جائیں تو البتہ ہم دروازے بند کریں گے اور خطاب کٹ جائے گی اور البتہ آثار ختم ہو جائیں گی۔'' "افما لك عقل يا عقيلى ؟ اتدرى فيمن تتكلم ؟كانك لاتدرى ان كل واحد من هؤلاء اوثق منك بطبقات بل واوثق من ثقات توردهم فى كتابك ونقم عليه ان يتكلم فى ابن المدينى ....وجرير بن عبد الحميد وقال لوترك هؤلاء لغلّقنا الباب وانقطع الخطاب ولماتت الآثار۔"(۱)

ماخذ ومصدر:(۱) حاشیۃ فقہ اہل العراق وحدیثہم :۸۵،۸۴

امام ابوحنیفہؒ پر علامہ عقیلیؒ کی جرح کی حیثیت:

الحاصل علامہ عقیلیؒ نے جس طرح صحیحین کے قوی رواۃ' ثقات سے نکال کر ضعاف میں دھکیل دیئے ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہؒ بے چارے کے ساتھ بھی معاملہ کیا ہے۔اب اگر کوئی شخص صحیحین کے رواۃ کی بابت علامہ عقیلیؒ کی بات حجت نہیں جانتا تو ہم پر کیا مصیب آ پڑی ہے کہ ہم امام المحدثین' رئیس الحفاظ اور قدوۃ المجتہدین کی بابت ایک متعصب کی بات حجت تسلیم کریں' جبکہ علماء حدیث متعصب شخص کی جرح کو ردی ٹوکری میں ڈالتے ہیں۔

امام بخاریؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کلام:

قارئین کرام! امام بخاریؒ کی محدثانہ جلالت شان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ان کی محدثانہ عظمت تمام علماء جانتے اور مانتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان سے باقی کتب کا ثبوت ان کی "الجامع الصحیح" کی طرح نہیں ہے اس کے علاوہ اسانید میں ان کی نظر ایک جدا طرز کا حامل ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نعیم بن حماد یا حُمَیدِی جیسے اشخاص سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ نعیم بن حماد اگرچہ حافظ الحدیث تھے اور بعض علماء نے ان کی توثیق بھی کی ہے' لیکن وہ امام ابوحنیفہؒ کی قدح میں جھوٹی حکایات بنایا کرتے تھے اور امام اعظمؒ کے متعلق بہت بڑے متعصب تھے۔چنانچہ علامہ حافظ ابوبشر دولابیؒ حافظ نعیمؒ کی بابت کہتے ہیں:

"امام نسائیؒ نے کہا: "نُعَیم ضعیف تھے اور ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: کہ "وہ سنت کی تقویت میں احادیث گھاڑتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ پر عیب لگانے میں حکایات بناتے

تھے جوکہ تمام کے تمام حکایات جھوٹی ہوتی تھیں۔‘‘ اوریہی بات ابوالفتح ازدیؒ نے بھی کہی ہے۔"قال النسائی: ضعیف وقال غیرہ کان یَضِعُ الحدیث فی تقویة السنة وحکایات فی ثَلْب ابی حنیفة کلها کذب۔" (۱)وقال ابو الفتح الازدی:"قالواکان یَضِعُ الحدیث فی تقویة السنة وحکایات مُزَوَّرَة فی ثَلْب ابی حنیفة کلها کذب۔"(۲)

امام حمیدیؒ اورامام نسائیؒ کی جرح کی حیثیت:

اسی طرح امام حُمیدی اورامام نسائی کا حال ہے یہ دونوں بھی امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ انتہائی زیادہ مذہبی تعصب رکھتے تھے۔انہوں نے اپنی جرح میں کئی جگہوں میں بے جاسختی کی ہے۔چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب میں افضل التابعین اویس قرنیؒ کوبھی ضعف کا نشانہ بنایا ہے۔پس جوشخص صحابہ کرامؓ یا افضل التابعینؒ جیسی ہستیوں پرجرح نقل کرتا ہے تواس کی جرح کی کیا حیثیت ہوگی۔آپ حضرات خودفیصلہ کریں۔

۳۵۔علامہ ابن ایبک الصفدیؒ:

علامہ ذہبیؒ کے شیخ اورتلمیذرشید علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدیؒ (و ۶۹۶ یا ۶۹۷ھ م ۷۶۴ھ یا ۷۶۷ھ) جن کوعلامہ ذہبیؒ "الامام العالم البلیغ" کے الفاظ سے یادفرماتے ہیں۔امام ابن کثیرؒ علامہ سبکیؒ اورحسینیؒ وغیرہ نے ان کی توصیف وتعریف اورتوثیق کی ہے۔(۳)صاحب تہذیب الکمال ان کے متعلق "امام المحدثین" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اورلکھتے ہیں: کہ ’’اگرامام دارقطنیؒ

ماخذ ومصادر:(۱)تہذیب التہذیب:۴/۲۳۵ (۲)ایضاً:۴/۲۳۶ (۳) دیکھئے:الدررالکامنة فی اعیان المائة الثامنة:۱/۲۱۴ مطبع المکتبة الشاملة

زندہ ہوتے تو ان کی جگہ درس دینے سے حیاء کرتے۔"(۱)

امام ابوحنیفہؒ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو علی الرأس والعین قبول کرنے والے اور آثار صحابہؓ کو اپنی رائے پر ترجیح دینے والے تھے:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: کہ"الامام ابوحنیفہؒ الامام اور العلم تھے۔ عطاء بن ابی رباحؒ، ابوجعفر باقرؒ وعدد کثیر سے احادیث روایت کیں اور امام حمادؒ سے فقہ حاصل کیا اور اپنے زمانہ کے فقہ اور تفریع و تخریج مسائل اور قیاس میں رئیس بن گئے اور امام زفرؒ و بہت سے لوگوں کے شیخ، ریشم کے بیچنے والے تھے۔ اپنے کسب سے کھاتے تھے اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے بادشاہ کے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ سب سے زیادہ سخی، جواد، عقلمند اور ذکی تھے۔ دین، عبادت، تہجد، کثرت تلاوت اور قیام اللیل والوں میں شمار ہوتے تھے۔ جائے وفات میں سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔ ابن معینؒ وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ بعض قیاس کے مخالف تھے بلکہ ان کو بول فی المسجد سے بھی برا جانتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو علی الرأس والعین قبول کرنے والے اور آثار صحابہؓ کو اپنی رائے پر ترجیح دینے والے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس اور رائے سے اولیٰ و بہتر ہے:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: علامہ ابن حزمؒ نے کہا:"تمام حنفی اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک مذہب ابی حنیفہؒ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس

ماخذ و مصدر: (۱) تہذیب الکمال: ۱/۵

اور رائے سے اولیٰ و بہتر ہے۔'' نیز علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: یحیٰ بن سعیدؒ نے کہا: کہ'' ہم اللہ تعالیٰ کی تکذیب نہیں کر سکتے ہم نے ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر رائے نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال پر عمل کیا ہے۔امام عبداللہ بن مبارکؒ سے بہت سے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔علاوہ ازیں آپؒ کی مدح میں کئی اوراق پر مشتمل بحث کی ہے۔(۱)

۳۶۔امام ابوحنیفہؒ علامہ یافعی مکیؒ کی نظر میں:

امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکیؒ (م ۷۶۸ھ) نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ قائم کیا ہے اور اس میں علامہ خطیب بغدادیؒ سے بھی چند اقوال نقل کئے ہیں لیکن اس کتاب میں انہوں نے امام اعظمؒ کے متعلق ضعف کا ایک حرف تک نہیں لکھا۔البتہ آپؒ کو "**فقیه العراق' الامام' کان من الاذکیاء' جامعا بین الفقه والعبادة والورع والسخاء' اورع 'اعقل**' چار صحابہؓ کی ملاقات کی سعادت حاصل کرنے والے' عالم' عامل' زاہد' تقی' کثیر الخشوع' دائم التضرع الی اللہ تعالیٰ وغیرہ جیسی صفات سے یاد فرمایا ہے۔'' اور اس زمانہ میں عالم کا لفظ حدیث کے جاننے والے کیلئے بولا جاتا تھا۔جس سے معلوم ہوا کہ علامہ یافعیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ صرف فقیہ نہیں تھے بلکہ محدث بھی تھے۔''

۳۷۔حافظ ابن کثیرؒ کی گواہی:

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قُرشی دمشقیؒ (م ۷۷۴ھ)

ماخذ ومصادر:(۱)ملخص از الوافی بالوفیات:۲۷/۸۹تا ۹۳ (۲):''مرآة الجنان وعبرة الیقظان: السنة ۱۵۰: ۲۴۳/۱

امام اعظمؒ کو "الامام' فقیہ العراق' احد ائمۃ الاسلام' السادۃ الاعلام' احد ارکان العلماء" "احد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاهب المُتَّبَعَۃِ" اور "ادرك عصر الصحابۃ" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ کی زیارت سے مشرف ہونے کے قائل' بلکہ سات صحابہ کرامؓ سے ملاقات کو بھی ذکر کرتے ہیں' البتہ صحابہ کرامؓ سے بلاواسطہ ایک ایک روایت کو ذکر کرنے کے باوجود ان پر ضعف کا قول کرتے ہیں' لیکن یہ ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات بھی مقبول اور معمول بہا ہوتی ہیں بلکہ طرق کے کثیر ہونے کی وجہ سے یہ روایات حسن اور صحیح کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ امام ابوحنیفہؒ کے فقہ وحدیث میں تبحر علمی کے قائل تھے۔ امام یحیٰ بن معینؒ سے آپؒ کی ثقاہت نقل کی ہے اور یحیٰ بن سعید قطانؒ سے آپؒ کے قول پر فتویٰ دینے کو اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں کئی ائمہ کرامؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی تبحر علمی نقل کی ہے' جن میں فقیر صرف چار ائمہ کرامؒ کے اقوال ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ چنانچہ آپؒ تحریر فرماتے ہیں: عبد اللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں: ''اگر اللہ تعالیٰ میری مدد ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے نہ فرماتے تو میں باقی (عام) لوگوں کی طرح ہوتا۔'' اور سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن المبارکؒ نے فرمایا: کہ ''امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ فقہ (حدیث کے معانی ومطالب) کے جاننے والے تھے۔'' "کان ابوحنیفۃَ افقہ اهل الارض فی زمانہ۔"

عبداللہ بن داود خُرَیبیؒ فرماتے ہیں: ''لوگوں کیلئے مناسب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنی نمازوں میں دعا کیا کریں' کیونکہ انہوں نے لوگوں کیلئے فقہ اور سنن کو

محفوظ کیا۔'' **"ینبغی للناس ان یدعوا فی صلاتھم لابی حنیفۃ لحفظہ الفقہ والسنن علیھم۔"**

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں: کہ'' امام ابو حنیفہؒ تمام روئے زمین کے لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ **"کان اعلمَ اھلِ الارض۔"**(۱) یادرہے کہ ان دنوں عالم کا لفظ قرآن وسنت کے جاننے والے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے ثلاثیات کے مایہ ناز شیخ امام اعظمؒ کو روئے زمین میں قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم جانتے ہیں، لیکن افسوس صد افسوس! بخاری کے نام لیوا' لا مذہب لوگ امام ابو حنیفہؒ کو احادیث سے بے خبر اور اپنی رائے مسلط کرنے والے بتاتے ہیں۔

۳۸۔ علامہ عبد القادر قرشیؒ کی گواہی:

علامہ محی الدین ابو محمد عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابوالوفاء قرشی حنفیؒ (و۶۹۶ھ م۷۷۵ھ) نے پانچ جلدوں پر مشتمل امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین ومتبعین حضرات کے مناقب وفضائل میں ایک کتاب بنام **"الجواھر المُضِیّۃ فی طَبَقات الحَنَفِیَّۃ"** لکھ کر یہ واضح فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ایک ایسے امام تھے کہ محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے نہ صرف یہ کہ ان کی مہارت فی الحدیث والفقہ تسلیم کی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپؒ کی تقلید کو اپنا ہار بنا کر ان کو اپنا مقتدا بنایا ہے۔ علامہ قرشیؒ نے اپنی اس کتاب میں امام ابو حنیفہؒ کو **"الامام الاعظمؒ"** کہتے ہوئے ان کا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے جن میں کئی نام سید الکونین ﷺ کے اعلیٰ اجداد کے ذکر کئے ہیں اور بہت سے تابعینؒ سے احادیث

ماخذ ومصدر: (۱) البدایۃ والنہایۃ: ۱۳/ ۴۱۵ تا ۴۲۰

پڑھنے اور چار ہزار تلامذہ کی جمع غفیر کا احادیث میں شیخ بننے کی سعادت کا شرف ملنے کا لکھا ہے اور پھر امام مسعر بن کِدامؒ شعبہؒ مالکؒ شافعیؒ احمد بن حنبلؒ یحی بن معینؒ یزید بن ہارونؒ علی بن مدینیؒ ابوداود سجستانیؒ طحاویؒ یحی بن آدمؒ حسن بن صالحؒ ابو یوسفؒ یونس بن عبد الاعلیؒ ابن عبد البرؒ شَبابہ بن سَوَّارؒ جیسے ائمہ سے "امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان فی الحدیث والفقہ" نقل کی ہے اور پھر آپؒ کو جدا ایک فصل میں "امام الجرح والتعدیل" بتایا ہے اور امام ترمذیؒ کی کتاب العِلَل، امام بیہقیؒ کی کتاب "المدخل لمعرفۃ دلائل النبوۃ" وغیرہ حضرات سے مختلف روایات جرح وتعدیل نقل کی ہیں۔

☆فجزاہ اللہ احسن الجزاء☆

۳۹۔ مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدونؒ:

مؤرخ شہیر محقق کبیر نادرۃ العصر علامہ عبد الرحمٰن بن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ صرف ایک محدث ہی نہیں تھے، بلکہ آپؒ امام اعظمؒ کو "علم حدیث میں کبار مجتہدین" میں سے شمار کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ اپنی بے نظیر اور لاجواب کتاب تاریخ ابن خلدون کی پہلی جلد مقدمہ ابن خلدون میں لکھتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر ردّاً وقبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے۔" "**ویدل علی انہ من کِبار المجتھدین فی علم الحدیث اعتمادُ مذھبِہ بینَھم والتعویلُ علیہ واعتبارُہ ردّاً وقبولاً۔**"(۱)

ماخذ ومصدر: مقدمہ ابن خلدون: ۵۶۲/۱

۴۰۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ:

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) امام ابوحنیفہؒ کے مداح تھے اور ان کی تضعیف سے دور بھاگتے تھے۔ بعض نادانوں کا خیال ہے: کہ "علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف کی ہے۔" حالانکہ ان کے متعلق یہ قول کرنا ان پر محض افتراء اور صریح بہتان ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ کی "**تقریب التھذیب**" وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اعدل قول نقل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن اس کتاب میں اعدل قول کے وعدہ کے باوجود امام کی تضعیف پر تصریح تو در کنار، ضعف کی صرف اشارہ تک نہیں کرنا، بلکہ اس کے بالمقابل امام ابوحنیفہؒ کے تذکرہ میں "**الامام**" کے توثیقی الفاظ ذکر کرنا، اور ان کو ترمذی، نسائی کا راوی شمار کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ثقہ اور قوی تھے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "اور اسی سبب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہؒ کے حق میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً بعض نے کثرت قیاس کی وجہ سے اور بعض نے قلت عربیت کی وجہ سے اور بعض نے قلت روایت کی وجہ سے ان پر جرح کی ہے، لیکن یہ ایسی جرح ہے۔ جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ جرح مقبول نہیں، بلکہ مردود ہے۔" "**ومن ثم لم يقبل جرح الجارحين فی الامام ابی حنيفة حيث جرحه بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة رواية الحديث فان هذا كله جرح بمالا يجرح الراوی۔**"

حافظ شمس الدین سخاویؒ "**الجواهر الدرر فی ترجمه شيخ الاسلام**

ابن حجرؒ میں لکھتے ہیں: کہ "شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے اس مسئلہ کی بابت دریافت کیا گیا جو کہ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب "**الضعفاء والمتروکین**" میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے: کہ وہ "حدیث میں قوی نہیں تھے اور بہت زیادہ غلطی اور خطاء کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود بھی اس کے کم روایات منقول ہیں' کیا یہ درست ہے؟ اور کیا ائمہ محدثینؒ میں سے کسی نے اس قول میں ان کی موافقت کی ہے؟"۔

ہر شخص کی ہر بات قابل قبول نہیں ہوتی' امام صاحبؒ کثیر الروایۃ تھے:

تو شیخ الاسلامؒ نے جواب دیا: "امام نسائیؒ ائمہ حدیثؒ میں سے ہیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جو بات کہی ہے' وہ اپنے علم واجتہاد کے مطابق کہی ہے اور ہر شخص کی ہر بات قبول کرنے کے لائق نہیں ہوتی۔ محدثینؒ کی جماعت میں سے کچھ لوگوں نے اس بات میں امام نسائیؒ کی موافقت کی ہے اور خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں امام صاحبؒ کے تذکرے میں ان لوگوں کے اقوال کو جمع کر دئے ہیں' جن میں لائق قبول اور قابل رد دونوں طرح کے اقوال ہیں اور امام صاحبؒ کی قلت روایت کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے: کہ "روایت حدیث کے سلسلے میں چونکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ اس حدیث کا نقل کرنا درست ہے' جو سننے کے وقت سے بیان کرنے کے وقت تک یاد ہو۔ باب روایت میں اس کڑی شرط کی بنیاد پر ان سے منقول روایتیں کم ہوگئیں۔ ورنہ وہ فی نفسہ کثیر الروایۃ ہیں۔"

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کسی کی جرح مؤثر نہیں:

بہر حال امام اعظمؒ کے متعلق اس طرح کی باتوں میں نہ پڑنا ہی بہتر ہے

کیونکہ امام ابو حنیفہؒ اور ان جیسے ائمہ دینؒ ان لوگوں میں ہیں' جو اس پل کو پار کر چکے ہیں (یعنی باب جرح میں ہماری بحث و تحقیق سے بالاتر ہیں۔) لہٰذا ان (کے بارے) میں کسی کی جرح مؤثر نہیں ہوگی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو امامت اور مقتدائیت کی جو رفعت و بلندی عطاء فرمائی ہے۔ آپؒ (یعنی امام ابو حنیفہؒ) بھی اسی مقام بلند پر فائز ہیں۔ ان ائمہ حدیثؒ کے متعلق اسی تحقیق پر اعتماد کرو۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کے مالک ہیں۔'' علامہ سخاویؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:"وسئل ابن حجرؒ مما ذكره النسائیؒ فی الضعفاء والمتروكين عن ابی حنيفة رضی اللّٰہ عنه انه ليس بقوی فی الحديث وهو كثير الغلط والخطاء على قلة روايته هل هو صحيح ؟ وهل وافقه على هذا احد من ائمة المحدثين ام لا ؟ فاجاب :"النسائی من ائمة الحديث والذی قاله انما هو حسب ما ظهر له واداه اليه اجتهاده وليس كل احد يؤخذ بجميع قوله وقد وافق النسائی على مطلق القول فی جماعة المحدثين واستوعب الخطيب فی ترجمته من تاريخه اقاويلهم و فيها ما يقبل وما يرد وقد اعتذر عن الامام بانه كان يرى انه لا يحدث الا بما حفظه منذ سمعه الى ان اداه فلهذا قلت الرواية عنه وصارت روايته قليلة بالنسبة لذالك والا فهو فی نفس الامر كثير الرواية وفی الجملة ترك الخوض فی مثل هذا اولیٰ فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة فما صار يؤثر فی احد منهم قول احد بل هم فی الدرجة التی رفعهم اللّٰه تعالیٰ اليها من كونهم

متبوعین یقتدیٰ بھم فلیتعمد ھذا واللّٰہ ولی التوفیق "۔(۱)

حافظؒ فرماتے ہیں: کہ" امام ابو حنیفہؒ کے مناقب بہت زیادہ ہیں' پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو جنت الفردوس میں سکونت نصیب فرمادے۔ امین۔"" فمناقب الامام ابی حنیفة کثیرة جدا فرضی اللّٰہ تعالیٰ عنه واسکنه الفردوس ۔آمین۔"(۲)

۴۱۔امام سخاویؒ کا اعلان حق:

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (و ۸۳۱ھ م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں: کہ " امام ماوردیؒ نے امام شافعیؒ کو منسوب کیا ہے کہ ان کا قول جدید یہ ہے: کہ" حدیث مرسل کے ساتھ احتجاج کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ ملے" اور علامہ ابن حزمؒ کہتے ہیں: کہ" تمام احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے امامؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف روایت' رائے اور قیاس سے اولیٰ ہے۔(۳) اور لکھتے ہیں: کہ" ابن عربیؒ نے "القبس" میں کہا ہے: کہ" جب کوئی صحابیؓ کوئی ایسی بات کہے جس کا قیاس تقاضا نہیں کرتا تو وہ مسند الی النبی ﷺ ہوتی ہے اور مذہب مالک وابو حنیفہ بھی مسند کی طرح ہے۔(یعنی صحابیؓ کا مخالف قیاس قول حکماً مرفوع حدیث ہوتی ہے) اور امام شافعیؒ کے قول جدید یعنی حدیث مرسل کے احتجاج سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔(۴)

علامہ عراقیؒ نے " الفیة" میں مرسل کی حجیت کے متعلق لکھتے ہیں:

مأخذ ومصادر:(۱) اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمةؒ :۱۱۶'۱۱۷' بحوالہ علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کا مقام ومرتبہ:۱۸(۲) تہذیب التہذیب:۱۰/۴۰۲(۳) فتح المغیث:۱/۹۷(۴) ایضاً:۱/۱۴۹

واحتج مالك كذاالنعمان وتابعوهما به ودانوا

علامہ سخاویؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ "امام مالکؒ......اور اسی طرح امام ابوحنیفہؒ......اور ان دونوں کے متبعین یعنی مقلدین اور اس سے مراد ان دونوں جماعتوں کے جمہور علماء ہیں بلکہ محدثین میں سے ایک جماعت ......مرسل کے ساتھ احکام ثابت کرتے ہیں۔"(۱) اور جرح کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "پس جب تابعین کا آخری زمانہ ہوا اور یہ ایک سو پچاس کے حدود تھے تو ائمہ میں سے ایک جماعت نے توثیق وتضعیف میں کلام کیا۔ پس ابوحنیفہؒ نے کہا: "میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔"(۲)

۴۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ کی گواہی:

امام جلال الدین ابوبکر عبدالرحمٰن سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ حضرات میں شمار کیا ہے، جن کی سرکار دو عالم ﷺ نے بشارت فرمائی ہے اور ان کو کبار حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ ان خوش نصیبوں میں ذکر کیا ہے جن کو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ سے روایت کو بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں: کہ "سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے علم شریعت مدون فرمایا، اس کے بعد امام مالکؒ نے ترتیب مؤطا میں ان کی اتباع کی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے پہلے تدوین علم شریعت میں کسی نے سبقت نہیں کی کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے علوم شریعت میں اس ترتیب سے ابواب اور کتب نہیں لکھے تھے اور بے شک ان حضرات نے اپنی قوت حفظ پر اعتماد کیا تھا، لیکن جب امام ابوحنیفہؒ نے علم

ماخذ ومصادر: (۱) ایضا: ۱/ ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۲ (۲) ایضاً، معرفۃ الثقات والضعفاء: ۴/ ۳۵۷

شریعت کو منتشر دیکھا اور اس پر ضائع ہونے سے ڈرا' تو اس علم شریعت کو ابواب پر مرتب کرتے ہوئے مدون فرمایا۔''(۱)

علامہ موصوفؒ نے "**طبقات الحفاظ**" میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ ذکر کر کے ثابت کیا کہ امام موصوفؒ نہ صرف محدث تھے بلکہ حافظ الحدیث بھی تھے۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو فقیہ اہل العراق' امام اصحاب الرائی' حضرت انسؓ سے زیارت کرنے والے' احادیث میں امام عطاء' زہریؒ وغیرہ بہت سے ائمہ کے شاگرد اور امام وکیعؒ' زفرؒ وغیرہ بہت سے ائمہ کے شیخ' اعلم اہل زمانہ' افقہ' اورع' راتوں کو نماز' دعا اور تضرع میں گزارنے والے ذکر کئے ہیں۔'' "**ابوحنیفة ......فقیه العراق و امام اصحاب الرأی ......رأی انساوروی ......عطاء ...... والزهری ......وخلق وعنه ...... وکیع ...... وزفر وخلائق ......قال مکی بن ابراهیم:کان اعلم اهل زمانه و مارأیت فی الکوفیین اورع منه ...... قال یزید بن هارون: ابوحنیفة افقه ......وکان یحی اللیل صلاةً ودعاءً وتضرعاً۔**" (۲)

۴۳۔حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ:

امام جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد رشید امام ابوعبداللہ حافظ محمد بن یوسف دمشقی صالحیؒ (۹۴۲ھ) نے بھی اپنے استاد کی اتباع کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ حضرات میں شمار کیا ہے' جن کی سرکار دو عالم ﷺ نے بشارت فرمائی ہے اور ان کو کبار حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ اعیان تابعین میں سے شمار کرتے ہوئے قرآنی

ماخذ و مصادر: (۱) طبقات الحفاظ: ۱/۱۳ (۲) تبییض الصحیفة: ۳۷

بشارت کا مصداق قرار دیا ہے چنانچہ آپؒ اپنی کتاب **"عقود الجمان"** میں لکھتے ہیں: ''ہمارے شیخ حافظ ابوالفضل سیوطیؒ نے اپنی کتاب **"تبییض الصحیفة"** میں فرمایا ہے: ''تحقیق علماء نے ذکر کیا ہے: کہ ''بیشک نبی کریم ﷺ نے امام مالکؒ کی بابت بشارت دیتے ہوئے فرمایا: **"یوشك ان یضرب اكباد الابل الخ"** (قریبی زمانہ میں لوگ علم حاصل کرنے کیلئے بڑے بڑے سفر کریں گے مگر عالم مدینہ سے بڑا عالم نہیں پائیں گے۔) اور امام شافعیؒ کی بابت بشارت دیتے ہوئے فرمایا: **"لا تسبوا قریشا الخ"** (قریش کو برا مت کہو اس لئے کہ اس کا ایک عالم ساری زمین کو علم سے بھر دے گا۔)

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارتیں:

شیخؒ نے فرمایا: ''اور امام ابوحنیفہؒ کی بابت بھی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: **"لو كان العلم عند الثريا الخ"** (آپ ﷺ نے ایمان یا علم ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ ''اگر ثریا ستارے کے پاس بھی ہو اور عرب اس کو نہ پاسکتے ہوں' تو بھی اس کو ایک فارسی آدمی پالے گا۔'') جس کو ابونعیمؒ نے حلیہ میں ابوہریرہؓ سے اور شیخینؒ نے دوسرے طریق سے نقل کیا ہے۔ شیخؒ نے فرمایا: ''پس امام ابوحنیفہؒ کی بشارت اور فضیلت کی بابت یہ بنیادی اور صحیح حدیث ہے اور اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور یہ ایسا صحیح ہے' جیسا کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بشارتیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کی تعریف ومنقبت میں ان موضوع روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں جن کو اصحاب مناقب نے ذکر کی ہیں ....اور نبی کریم ﷺ کی حدیث (دنیا کی زینت ۱۵۰ھ میں اُٹھالی جائے گی)

سے امام کردریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو مراد لیا ہے' اس لئے کہ تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اسی طرح میرے شیخ جلال الدین سیوطیؒ گذشتہ حدیث سے قطعی طور پر امام ابوحنیفہؒ ہی کو مراد لیتے ہیں' کیونکہ بلاشک اہل فارس میں سے کوئی بھی ان کے اور ان کے شاگردوں کے برابر علم والا نہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کا ظاہر معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے آنے والی بات کی خبر پہلے ہی دے دی۔'' امام ابوحنیفہؒ مخصوص تابعین میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ☆﴾ (مہاجرین اور انصار میں سے پہلے سبقت لے جانے والے اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔) میں یقیناً داخل ہیں۔''

امام ابوحنیفہؒ کبار حفاظ میں سے تھے اور چار ہزار شیوخ کے تلمیذ رشید تھے:

شیخ الاسلام الحافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ نے اپنے فتاوی میں تحریر کیا ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو پایا تھا الخ۔'' نیز لکھتے ہیں: ''جان لے! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' کہ امام ابوحنیفہؒ کبار حفاظ حدیث سے ہیں اور اگلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار شیوخ تابعین وغیرہؒ سے تحصیل علم کیا ہے اور ناقد و حافظ ابوعبداللہ ذہبیؒ نے اپنی مفید ترین کتاب ''تذکرۃ

الحفاظ‘‘ میں حفاظ محدثین میں امام صاحبؒ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جو امام صاحبؒ کے بہت بڑے حافظ الحدیث ہونے کی بڑی دلیل ہے) ان کا یہ انتخاب بہت خوب اور نہایت درست ہے‘ کیونکہ اگر امام صاحبؒ تکثیر حدیث کا مکمل اہتمام نہ فرماتے‘ تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو حاصل نہ ہوتا۔ پس بے شک سب سے پہلے دلائل سے مسائل کا استنباط انہوں نے ہی کیا ہے۔‘‘ **"قال شيخنا الحافظ ابو الفضل السيوطى رحمه الله فى كتابه تبييض الصحيفة: قد ذكر العلماء (الائمة) ان النبى ﷺ بشّر بالامام مالك رضى الله تعالىٰ عنه فى حديث (يو شك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلايجدون (احدا) اعلم من عالم المدينة) وبشّر بالامام الشافعى رضى اللّٰه عنه فى حديث: (لاتسبوا قريشا فان عالمها يملأ الارض علما) قال الشيخ رحمه الله: وبشّر (ﷺ) بالامام ابى حنيفة رضى اللّٰه عنه فروى ابونعيم فى الحلية عن ابى هريرة رضى اللّٰه عنه والشيخان عنه من طريق اُخر............ان رسول اللّٰه ﷺ قال: (لو كان الايمان عند الثريا) (ولفظ الشيرازى و ابن نعيم:لوكان العلم معلقا بالثريا وزاد الطبرانى فى حديث قيس رضى اللّٰه عنه لاتناله العرب) لناله رجال (ولفظ مسلم لتناوله رجل من ابناء فارس) وقال الشيخ رحمه الله : فهٰذا اصل صحيح يعتمد عليه فى البشارة والفضيلة نظير الحديثين فى الامامين ويستغنى به عن الخبر الموضوع ...... وحمل الكردرى فى رد ه على صاحب المنحول (زينة الدنيا) فى قوله (ترفع**

زينة الد نيا سنة خمسين ومائة) على الامام ابی حنيفةؒ فانه مات تلك السنة كما جزم به شيخنا من ان الامام ابا حنيفة هو المراد من هٰذا الحديث السابق ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس احد فی العلم مبلغه ولا مبلغ اصحابه وفيه معجزة ظاهرة للنبی ﷺ حيث اخبر بما سيقع۔"(۱) "قلت فابوحنيفة رضی الله تعالیٰ عنه من اعيان التابعين وداخل فی قوله ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ...... ذَالِكَ الْفَوْزُالْعَظِيْمُ☆﴾(۲) "وقال شيخ الاسلام الحافظ ابو الفضل احمد بن على بن حجر فی فتاويه :"ادرك الامام ابوحنيفة رحمه الله جماعة من الصحابة الخ"(۳) "اعلم رحمك الله ان الامام ابا حنيفة رحمه الله تعالیٰ من كبار حفاظ الحديث وقد تقدم انه اخذ عن اربعة اٰلاف شيخ من التابعين وغيرهم وذكره الحافظ الناقد ابوعبد الله الذهبی فی كتابه الممتع طبقات الحفاظ من المحدثين منهم ولقد اصاب واجاد ولولا كثرةاعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه فانه اول من استنبطه من الادلة۔"(٤)

۴۴۔امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی رائے:

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م۹۷۳ھ) وہ مبارک شخصیت ہیں جن کے متعلق غیرمقلدین بھی اچھی رائے رکھتے ہیں۔چنانچہ ان کے متعلق میر سیالکوٹیؒ غیر مقلد لکھتے

ماٴخذ ومصادر:(۱)ملخصۃ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم النعمان:۴۵تا۴۷،تبییض الصحیفۃ :۱۸تا۲۱

(۲)عقود الجمان:۵۱(۳)ایضاً:۵۰(۴)ایضاً:۲۵۵

ہیں: ''آپؒ شافعی لیکن بہت متأدب تھے۔''(۱)

امام ابوحنیفہؒ پر طعن بکواس کے مشابہ ہے:

اس مبارک ہستی امام شعرانیؒ کا فرمان ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل الرائے میں سے تھے۔ بلکہ جو لوگ امام صاحبؒ پر طعن کرتے ہیں، محققین کے نزدیک ان کے اقوال ہذیانات (بکواس) سے مشابہ سمجھے جاتے ہیں۔''

امام ابوحنیفہؒ ائمہ متبوعینؒ میں سب سے بڑے مرتبہ پر فائز اور سند کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے:

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں: کہ ''امام صاحبؒ کی کثرت علم، ورع، عبادت دقت اور ادارک واستنباط پر سلف وخلف نے اجماع کیا ہے۔'' اور فرماتے ہیں: کہ ''ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں، جسکی جلالت قدر اور علم وورع پر اجماع واتفاق ہو چکا ہے۔'' نیز فرماتے ہیں: کہ ''امام صاحبؒ پر اعتراض کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ ائمہ متبوعینؒ میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے۔ ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے ائمہ کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کی طرف زیادہ قریب ہے۔''

امام ابوحنیفہؒ کے مسانید ثلاثہ پر حفاظ حدیث کی تصدیقات:

امام عبدالوہاب شعرانیؒ مزید لکھتے ہیں: کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسانید

ماخذ ومصدر: (۱) حاشیۂ تاریخ اہل حدیث: ۱۱۵

ثلاثہ کے نسخوں کا مطالعہ کیا، جن پر حفاظِ حدیث کی تصدیقات تھیں۔ میں نے دیکھا: کہ" ہر حدیث بہترین عدول وثقات تابعینؒ مثل اسودؒ علقمہؒ عطاءؒ عکرمہؒ مجاہدؒ مکحولؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے مروی ہے۔ پس امام صاحب اور رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کاذب اور متہم بالکذب نہیں۔"

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں حدیث پر عمل کرنے کیلئے کڑی شرط:

امام شعرانیؒ لکھتے ہیں: کہ" جو حدیث نبی کریم ﷺ سے منقول ہو، اس میں امام ابو حنیفہؒ یہ شرط لگاتے ہیں: کہ" عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ (اگر) راوی حدیث سے صحابیؓ تک پرہیز گاروں کی ایک خاص جماعت اُسے نقل کرتی ہو، (تب وہ حدیث قابلِ عمل ہوگی"۔) "**وقد كان الامام ابوحنيفةؒ يشترط فى الحديث المنقول عن رسول الله ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن ذالك الصحابى جمع اتقياء عن مثلهم**" (۱) امام شعرانیؒ کے اس قول سے جہاں امام اعظمؒ کی توثیق ہوتی ہے، وہاں ان لوگوں کا اعتراض" کہ امام ابو حنیفہ قلیل الحدیث تھے" خود بخود مندفع ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں اس احتیاط اور شرط کے ساتھ زیادہ احادیث روایت کرنا یقیناً مشکل امر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے پاس عام احادیث کی اگرچہ کمی نہیں تھی، لیکن اس شرط پر پورے اترنے والی احادیث کی کمی ضرور تھی۔ امام شعرانیؒ کے کچھ مزید فرمودات آئندہ آنے والے صفحات میں انشاء اللہ ذکر کئے جائیں گے، فی الحال انہی چند جملوں پر اکتفاء فرماویں۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں: کہ" آپؒ کے مناقب بہت زیادہ مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے

ماخذ و مصدر: (۱) مقام ابی حنیفہ بحوالہ میزان الکبریٰ: ۱/۶۳

راضی ہو۔" ومناقبه كثيرة مشهورة رضى الله عنه ۔"(۱)

۴۵۔علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ کی گواہی:

علامہ ابن حجر شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں ایک مستقل کتاب بنام " الخیرات الحسان فی مناقب النعمان " لکھی ہے۔ یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اختصار کے باوجود معلومات کا ایک بہترین علمی خزانہ ہے۔ اس میں امام صاحبؒ کے علمی و عملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے یک جا ملتے ہیں۔ تھوڑے وقت میں امام صاحبؒ کے تعارف میں یہ مختصر کتاب بے نظیر اور لاجواب ہے۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالغنی طارق صاحب نے "سرتاج محدثین" کے نام سے "الخیرات الحسان" کے ساتھ ساتھ "تبییض الصحیفۃ" اور "مواہب الشریفۃ" بھی مترجم شامل کی ہیں۔ باقی دو کتب بھی مختصر مگر امام ابوحنیفہؒ کی سیرت میں جامع ہیں۔ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر علامہ ابن حجرؒ کی اس کتاب سے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ امید واثق ہے ناظرین محظوظ و مسرور ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کو نبی کریم ﷺ کا اشارۂ منامی:

علامہ ابن حجر شافعیؒ لکھتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے کبھی بھی اپنے مسلک کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ کے اشارۂ منامی کے بغیر دعوت نہیں دی۔"

ماخذ و مصدر: (۱) طبقات الکبریٰ للشعرانی: ۱/۵۱

امام ابو حنیفہؒ کا علمی مقام:

علامہ مکیؒ فرماتے ہیں: کہ ''یہ وہم بھی نہ کرنا چاہیئے کہ امام ابو حنیفہؒ علم وفقہ کے ماسوا' دوسرے علوم سے نا آشنا تھے۔ ماشاء اللہ! وہ علوم شرعیہ تفسیر' حدیث اور علوم عالیہ ادبیہ قیاس اور علوم حکمیہ کا ایک سمندر تھے۔ ان کے بعض مخالفین کا قول اس کے خلاف ہے' مگر ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔ ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابو حنیفہؒ کی قبر کی زیارت کرتے اور امام ابو حنیفہؒ کے مزار کو اپنی حاجتوں کی تکمیل کیلئے وسیلہ سمجھتے تھے۔ جن میں امام شافعیؒ بھی تھے۔''

امام ابو حنیفہؒ کے چار ہزار اساتذۂ حدیث:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ''سابقہ صفحات میں گزرا کہ امام ابو حنیفہؒ نے چار ہزار مشائخ جو کہ ائمہ تابعین وغیرہؒ میں سے تھے' سے علم حدیث حاصل کی اور اسی وجہ سے علامہ ذہبیؒ وغیرہ حضرات نے آپؒ کو **"طبقات الحفاظ من المحدثین"** میں ذکر کیا ہے اور جس نے امام ابو حنیفہؒ کو احادیث سے کم شغف رکھنے والا کہا ہے' تو وہ اپنی تساہل یا حسد کی وجہ سے اس غلطی کا شکار ہوا ہے کیونکہ ایسی شخصیت کیلئے اس قسم کے مسائل کا استنباط کس طرح ہوسکتا ہے' جن کا گننا شمار سے باہر ہے۔ خاص کر ایسی ہستی کی بابت' جو کہ سب سے پہلے آپؒ وہ شخص ہیں جس نے اس مخصوص طریقہ سے جو کہ ان کے تلامذہ کی کتابوں میں معروف ہے' ادلہ سے استنباط فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ اس استنباط جیسے اہم کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے خارج میں ان کی احادیث سامنے نہیں آئیں۔ جیسا کہ جب عام مسلمانوں کے مصالح میں حضرات شیخین ابو بکر و

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشغول ہوئے' تو ان دو کے علاوہ دوسرے صغار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے جس طرح علوم نبوی ﷺ پھیلے' ان دو حضرات سے اس طرح ظاہر نہیں ہو سکے اور جیسا کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے احادیث کی ظاہری خدمت کا اتنا چرچا نہیں ہوا' جتنا ان حضرات سے جو روایت کی خدمت کرنے کیلئے فارغ تھے' جیسے ابو زرعہؒ اور ابن معینؒ۔ کیونکہ وہ دونوں حضرات (امام مالکؒ اور امام شافعیؒ) بھی اسی استنباط میں مصروف تھے۔''

درایت کے بغیر کثرت روایت قابل مدح نہیں:

علامہ مکی شافعیؒ مزید لکھتے ہیں: ''علاوہ ازیں درایت کے بغیر کثرت روایت میں اتنی مدح نہیں ہے' بلکہ علامہ ابن عبد البرؒ نے اس کی مذمت میں ایک باب قائم کیا ہے اور پھر فرمایا ہے: کہ ''جس پر مسلمانوں کے فقہاء اور علماء کی جماعت کا اتفاق ہے' قابل مذمت وہ اکثار حدیث ہے' جو بغیر تفقہ اور تدبر کے ہو۔''(۱)

۴۶۔ امام شہاب الدین عبد الحی بن احمد حنبلی دمشقیؒ کی تصدیق:

امام ابن العماد شہاب الدین ابو الفلاح عبد الحی بن احمد بن محمد بن عکری حنبلی دمشقیؒ (و ۱۰۳۲ھ م ۱۰۸۹ھ) اپنی کتاب میں 'امام ابو حنیفہؒ کیلئے ''الامام' رائی انسا وغیرہ' امام عطاءؒ اور اس طبقہ سے احادیث روایت کرنے' امام حمادؒ سے فقہ حاصل کرنے والے' اذکیاء بنی آدم میں سے شمار' فقہ' عبادت' ورع اور سخاء' کے جامع' حکومت کے تحفے قبول نہ کرنے والے بلکہ اپنے کسب سے خرچ کرنے والے تھے' لکھا ہے۔

ماخذ و مصدر: (۱) الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث: ۶۸' ۶۹

موصوفؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی چھ صحابہؓ سے ملاقات مانتے ہوئے اس کی بابت اشعار ذکر کئے ہیں اور حضرت امام شافعیؒ یزید بن ہارونؒ وغیرہ حضرات سے آپؒ کے تبحر علمی اور فہم وغیرہ ذکر کی ہے۔ مزید برآں حضرت عبداللہ بن جزء صحابیؓ کی ایک روایت کے متعلق لکھا ہے: کہ ''حافظ عامریؒ نے اپنی کتاب ''الریاض المستطابۃ'' میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس کے ملخص صالح بن صلاح علائیؒ نے بھی ذکر کیا ہے' میں نے انہی کے خط سے یہ روایت نقل کی ہے: کہ ''بے شک ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث صحابیؓ کو دیکھا اور ان سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول سنا: "**من تفقه فی دین اللّٰہ کفاہ اللّٰہ ھمّه ورَزَقَه من حیث لا یحتسب۔**"(۱)

۴۷۔ علامہ ابن فارس الزِرِکْلِی الدمشقیؒ کی تصدیق:

علامہ خیرالدین بن محمود بن علی بن فارس الزِرِکْلِی الدمشقیؒ (۹ ذوالحجۃ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳م المتوفی ۳ ذوالحجۃ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۷۶م) نے'' الاعلام قاموس تراجم لاشہر الرجال والنساء من العرب والمُستعرِبین والمستشرِقین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ کے مختصر احوال بھی لکھے ہیں۔ اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ مطابق ۶۹۹م اور وفات ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ھ لکھی ہے اور اس کتاب میں امام صاحبؒ کو "**امام الحنفیة الفقیه المجتهد المحقق' <u>احد الائمة الاربعة عند اهل السنة</u>**" لکھا ہے اور لکھتے ہیں: ''پہلے ریشم کو بیچتے تھے اور صبح کو علم طلب کرتے تھے پھر تدریس وافتاء کیلئے تجارت سے کٹ گئے۔ عمر بن ہبیرہ نے قضاء پر مامور کرنے کا ارادہ کیا لیکن <u>ورع و</u>

ماخذ ومصدر: (۱) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب: ۲/۲۲۹، ۲۳۰

تقوی کی وجہ سے قضاء سے انکار کیا۔ آپؒ قوی حجت والے تھے اور سب لوگوں سے اچھے بولنے والے تھے۔ جب کوئی بات شروع کرتے تو بولتے جاتے۔ آپؒ کا حدیث میں ایک ''مسند'' ہے۔ ان کے تلامذہ نے اس کو جمع کیا ہے اور فقہ میں ''صغیر'' ہے جس کو امام ابو یوسفؒ نے روایت کی ہے۔ مؤلف موصوفؒ نے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان فی الفقہ والفہم نقل کی ہے۔''(۱)

توثیقات بعض ائمۂ جرح وتعدیل:

قارئین کرام! مذکورہ ائمہ کرامؒ کی شہادتوں کے علاوہ بہت سے ائمہ جرح وتعدیلؒ نے امام صاحبؒ کی توثیق کی ہے مثلاً (۴۸) امام فن اسماء الرجال حافظ ابوالحجاجؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے تب ہی تو سند کے طور پر فرماتے ہیں: کہ ''یحی ابن معینؒ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث میں ثقہ مانتے تھے۔''(۲)

(۴۹) محدث خارجہ بن مصعبؒ سرخس کے بڑے امام حدیث وفقہ گزرے ہیں امام صاحبؒ سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحبؒ کا علم خراسان میں انہوں نے پھیلایا' آپؒ کہا کرتے تھے: کہ ''میں کم وبیش ایک ہزار علماء سے ملا ہوں' جن میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے۔'' آپؒ ان میں سے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے: کہ ''امام صاحبؒ کی طرف جو بھی دیکھتا تھا' وہ اپنے علم کو حقیر سمجھنے لگتا تھا اور ان کے فقہ (احادیث کے معانی جاننے)' صیانت نفس' زہد اور ورع کے باعث ان کے سامنے جھک جاتا تھا۔''

(۵۰) یاسین الزیاتؒ ایک بڑے محدث گزرے ہیں امام ابن ماجہؒ نے اپنی

ماخذ ومصادر: (۱) الانساب: ۸/۳۶ (۲) موفق: ۲/۴۸

حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں آپؒ سے روایت کی ہے۔آپؒ جب امام صاحبؒ کا ذکر شروع کرتے‘ تو خاموش ہونا اور ان کا ذکر ختم کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ ایک روز مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً میں ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے‘ سب کو بآواز بلند خطاب کیا: کہ ’’تم لوگوں کو چاہئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس کثرت سے جاؤ اور ان کی مجالس کو غنیمت سمجھو‘ ان کے علم سے استفادہ کرو کیونکہ تم ان جیسا پھر نہ پاؤ گے اور نہ کسی کو ان سے زیادہ حلال وحرام کا عالم پاؤ گے۔ اگر تم ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے‘ تو علم کثیر سے محروم رہو گے۔‘‘

الغرض کتب سلف میں امام صاحبؒ کی حدیث دانی‘ مہارت فی الحدیث اور حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی ثقاہت پر ائمہ حدیثؒ کے ان گنت آراء موجود ہیں۔ فقیر نے اختصار سے کام لیتے ہوئے امام صاحبؒ کی حدیث دانی پر صرف پچاس اکابر محدثینؒ اور اصحاب تاریخ وجرح ونقدؒ کی آراء پیش کیں ہیں۔ جنہوں نے امام صاحبؒ کو نہ صرف ماہر الحدیث مانا ہے‘ بلکہ آپؒ کو کبار محدثین کا معتمد شیخ‘ اپنے زمانہ کا اعلم واحفظ بھی قرار دیا ہے اور آپ کو ورع کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز دیکھا اور جانا ہے۔

امام اعظمؒ کے متعلق مبشّرات:

قارئین کرام! فقیر نے آپ حضرات کی خدمت میں امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان کے متعلق مختلف مکاتب فکر کے اکابر‘ سلف وخلف کی آراء‘ تصدیقات‘ توثیقات اور شہادتوں میں سے مشتے نمونہ از خروارے پیش کیں۔ انشاء اللہ طالبان حق

کیلئے یہی کافی وشافی ہیں لیکن مزید تسلیٔ خاطر اور اطمینان قلب کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کچھ مبشرات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ بعض محدثینؒ نے آپؒ کے بارے میں بہت اچھے خواب بھی دیکھے اور ذکر کئے ہیں اور ان کے بعد آنے والے محدثینؒ نے ان خوابوں کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں امام صاحبؒ کے بارے میں خوابوں کا جدا فصل قائم کیا ہے' جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''الخیرات الحسان فصل ۳۶'' انہی خوابوں کیلئے وقف کی ہے۔

اعتراض:

بعض معترضین کہتے ہیں: کہ ''احنافؒ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت خوابوں سے ثابت کرتے ہیں' حالانکہ خوابوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

جواب:

ہم احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم' امام اعظمؒ کی فضیلت خوابوں کی بجائے احادیث صحیحہ مرفوعہ اور ایسے ائمہ جرح وتعدیل کے ارشادات سے ثابت کرتے ہیں جن کا نقد وجرح میں اعتبار کیا گیا ہے اور ان کا قول نقد وجرح میں استدلال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے' لیکن اگر بالفرض احادیث صحیحہ مرفوعہ اور اقوال ائمہ نہ بھی ہوتے' تو معتبر اور معتمد حضرات کے خواب بھی استدلال میں پیش کرنے کے لائق ہیں اور فقیر کا یہ دعویٰ قرآن وحدیث سے مدلل ہے۔

مبشرات کی حیثیت:

ناظرین کرام! کیا آپ حضرات نے بخاری شریف کے پہلے ورق کا مطالعہ

نہیں کیا' جس میں ابتدائی (چھ ماہ) وحی منامی کے مذکور ہیں؟ اور کیا حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کو خواب میں نہیں دکھائی گئی تھیں کہ یہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہے؟ اور کیا ایام جنگ احد میں نبی کریم ﷺ نے خواب میں مسلمانوں کی شہادت اور پھر نصرت الٰہی کو گائے کی ذبح' تلوار کے سرے کے ٹوٹنے اور پھر صحیح سالم بننے کی صورت میں نہیں دیکھا تھا؟ اور کیا عمرہ کیلئے جانے کا سبب نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک نہیں تھا؟ جس پر صلح حدیبیہ کا عظیم واقعہ پیش آیا۔ کیا قرآن مجید کی تلاوت کے وقت آپ کے مطالعہ میں نہیں آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کی وجہ سے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا عزم بالجزم اور اسماعیل علیہ السلام نے ﴿یٰٓـاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ﴾ کہہ کر جواب نہیں دیا تھا۔ اور کیا آپ نے قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب دیکھنے کا ذکر نہیں پڑھا جو کہ سو فی صد صحیح اور سچ ثابت ہوا؟۔

قارئین کرام! ہوسکتا ہے' کوئی کہے کہ "یہ تو انبیاء علیہم السلام کی باتیں ہیں ان کے خواب یقیناً وحی الٰہی ہوا کرتے ہیں لیکن ہم تو امتی ہیں' ہمیں کسی امتی کا خواب استدلال میں پیش کریں' تو آیئے! مسلمانوں کے خواب نہیں' کافروں کے خواب بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانہ کے دو ساتھیوں نے خواب نہیں دیکھا تھا؟ ہاں جی! شاہ مصر کو کونسی وحی آئی تھی' جس میں گایوں اور بالیوں کا ذکر تھا اور جس کا جواب ظاہر بین لوگوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ سے دیا تھا' حالانکہ اس میں بہت بڑی حقیقت پنہاں تھی اور کیا ﴿وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ﴾' اسی طرح ﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی﴾ کی ایک تفسیر "وَحْیُ مَنَامٍ" سے نہیں کی گئی ہے؟ اگر امت محمدیہ ﷺ کے

علاوہ دوسرے مسلمان امتی بلکہ کفار کے خواب سچے ہو سکتے ہیں، تو امام ابو حنیفہؒ کے متعلق معتمد اولیاء کرام اور ائمہ عظامؒ کے خوابوں کے تسلیم کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟ ہاں ضد و عناد اور حسد کی عینک آدمی کے تمام کمالات کو چھپا دیتی ہیں۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ نے بھی احادیث میں خواب کی وقعت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے خوابوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ایک کتاب "**ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ**" مرتب کی ہے۔ جس میں قرآن پاک کی آیت ﴿**لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا**﴾ کی تفسیر نبی کریم ﷺ سے یوں نقل کی ہے: کہ "یہ نیک خواب ہیں، جن کو مسلم دیکھے یا اس کے متعلق کسی دوسرے مسلمان کو دکھائی دے۔" "**هی الرؤیا الصالحة یراها المسلم او تُریٰ له۔**" **وقال الترمذی هٰذا حدیث حسن۔**"(۱) اور فرماتے ہیں: "بے شک رسالت اور نبوت تحقیق منقطع ہوگئی پس میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔" حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ "یہ بات لوگوں پر باعث مشقت ہوئی پس آپ ﷺ نے فرمایا: "لیکن مبشرات (کا سلسلہ باقی رہے گا) صحابہ کرامؓ کہنے لگے: "یا رسول اللہ! (ﷺ) مبشرات کیا ہیں؟" فرمانے لگے: "مسلمان کا خواب اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔" "**ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی قال فشق ذلك علی الناس فقال لكن المبشّرات قالوا یارسول اللّٰه وما المبشّرات قال رؤیا المسلم وهی جزء من اجزاء النبوة۔**"(۲) نیز

ماٰخذ و مصادر: (۱) جامع الترمذی: باب قوله لهم البشری فی الحیوة الدنیا: ۲/...... (۲) ایضاً: باب ذهبت النبوة وبقیت المبشّرات: ۲/......

فرماتے ہیں: ''اوران میں سب سے زیادہ سچے خواب والا سب سے سچے حدیث (اور قول) والا ہوتا ہے اور مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور خواب تین قسم کے ہیں۔ پس نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہے۔''

"واصدقهم رؤيا اصدقهم حديثاورؤيا المسلم جزءٌ من ستة و اربعين جزءا من النبوة والرؤيا ثلاث فالرؤيا الصالحة بُشرى الله ......"(۱)

اب اگر خواب فضائل اور مناقب میں حجت نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ نے **"يراها المسلم او تُرىٰ له"** کیوں ارشاد فرمایا؟ اور قرآن پاک کی آیت کی تفسیر کے طور پر ارشاد مذکورہ کیوں پیش فرمایا؟ معلوم ہوا کہ کسی دین دار مسلمان کے متعلق اولیاء کرام اور علمائے عظام کے خواب فضائل اور مناقب میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ احکام میں کسی امتی کا خواب حجت نہیں ہوا کرتا۔ فقیر امام اعظمؒ کی جلالت شان خوابوں سے ثابت نہیں کرتا۔ بحمداللہ فقیر کے پاس ان کی جلالت کے دلائل کے انبار پڑے ہیں۔ ہاں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اکابر کے رؤیا صالحہ صرف تائیداً پیش کئے ہیں۔

قارئین کرام! اچھے خوابوں کے علاوہ اولیاء کرام کا کشف بھی برحق ہے' بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی حقانیت امام شعرانیؒ جیسے اولیاء کرامؒ واہل کشف کے کشوف سے ثابت کی ہے جیسا کہ امام شعرانیؒ نے امام صاحبؒ کے مذہب کو کشف کے ذریعے حق بتایا ہے۔ یہاں امام صاحبؒ کے متعلق پہلے چند خواب بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اہل کشف حضرات کے بعض کشوف ذکر کئے جائیں گے۔ (انشاءاللہ)

ماخذ ومصدر: (۱) حوالہ بالا

امام صاحبؒ کے متعلق اچھے خواب:

ابوحنیفہؒ کا علم خضرؑ کے علم سے مستفاد ہے:

ازہر بن کیسانؒ نے فرمایا: کہ "مَیں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے پیچھے دو آدمی جا رہے تھے اور میں ابوحنیفہؒ کے علم سے احتراز کرتا تھا، تو مجھے کہا گیا: کہ "یہ آگے جانے والے رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔" مَیں نے ان دونوں حضرات سے کہا: کہ "مَیں نبی کریم ﷺ سے کچھ پوچھ لوں؟" انہوں نے فرمایا: "پوچھ لو، لیکن آواز بلند نہ کرنا۔" پس مَیں نے آپ ﷺ سے امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "یہ (ایسا) علم ہے (جو کہ) خضرؑ کے علم سے نکلا ہوا ہے۔" یعنی امام ابوحنیفہؒ کا علم ایسا علم لدنی ہے، جو حضرت خضر علیہ السلام کے علم سے مستفاد اور نکلا ہے۔ "**هٰـــذا علم انتسخ من علم الخضر۔**"(۱)

علماء زمین کے ستارے ہیں:

ابویعقوب یوسف بن احمد مکیؒ حمائیؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ "میں نے خواب میں دیکھا: کہ "تین ستارے آسمان سے گرے، تو ابوحنیفہؒ وفات پا گئے پھر مسعرؒ اور پھر سفیانؒ۔" اور ایک روایت میں ہے: "میں نے ایک ستارہ دیکھا کہ آسمان سے گرا، تو کہا گیا: کہ یہ ابوحنیفہؒ ہیں پھر ایک اور ستارہ گرا، تو کہا گیا: کہ مسعرؒ ہیں پھر ایک اور ستارہ گرا، تو کہا گیا: کہ سفیان (ثوریؒ) ہیں، تو میں نے یہ خواب محمد بن مقاتلؒ کو

ماخذ و مصادر: (۱) عقود الجمان: ۲۹۰، ۲۹۱، الخیرات الحسان: ۷۳

بیان کیا، تو وہ رو کر فرمانے لگے: "علماء زمین کے ستارے ہیں۔" (۱)

اس کے علم میں سے لے لو اور اس کے علم پر عمل کرو.......:

ابوالقاسم یونس بن طاہر نصریؒ، ابن عبدالرحمٰن نصریؒ کے مناقب میں فرماتے ہیں: کہ "آپؒ مکہ مکرمہ میں رکن اور مقام ابراہیمؑ کے ہاں سوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، تو عرض کیا: کہ "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ (ﷺ) اس شخص جو کوفہ میں ہے اور جس کا نام نعمان بن ثابت ہے، کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ کیا میں اس سے علم حاصل کروں؟" تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس کے علم میں سے لے لو اور اس کے علم پر عمل کرو، کیونکہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔"

آپؒ فرماتے ہیں: "میں نیند سے بیدار ہوا، اور اس وقت مؤذن نے نماز صبح کی آذان دی اور البتہ بتحقیق اللہ تعالیٰ کی قسم! لوگوں کو زبردستی امام صاحبؒ کی طرف متوجہ کرنے لگا اور اپنے سابقہ خیالات پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے لگا۔" (۲)

لوگ ان کے علم کے محتاج ہیں:

ابومعاذ فضل بن خالدؒ فرماتے ہیں: کہ "مَیں نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی، تو مَیں نے عرض کیا: کہ "یارسول اللہ (ﷺ)! آپ (ﷺ) امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ان کے پاس ایسا علم ہے، جس کے لوگ محتاج ہیں۔" (۳)

ماٰخذ ومصادر: (۱) ایضاً (۲)، (۳) ایضاً: ۲۹۴، ۱۲۹۵ الخیرات الحسان: ۷۴

نبی کریم ﷺ نے مذاہب کے بیان میں امام ابوحنیفہؒ سے ابتداء فرمائی:

ایک حنبلیؒ امام نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپؒ کہتے ہیں: ''میں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے مذاہب کے بارے ارشاد فرمائیں۔ آپؐ فرمانے لگے: کہ ''مذاہب تین ہیں۔'' میرے دل میں آیا: کہ ''نبی کریم ﷺ مذہب ابی حنیفہؒ کو نکال لیں گے۔ کیونکہ وہ رائے سے استدلال پکڑتے ہیں۔'' پس آپ ﷺ نے ابتداء کی، تو فرمایا: ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور مالکؒ چوتھا ہے۔(۱) علاوہ ازیں علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بعض صالحین کے ایسے خواب نقل کئے ہیں، جن میں انہوں نے امام صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں دیکھا ہے۔

قارئین کرام! امام اعظمؒ کے متعلق بعض حاسدین نے اس کے متضاد خواب بھی نقل کئے ہیں، لیکن علامہ ابن حجرؒ ان کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ ''یہ حسد کا پیش خیمہ ہیں۔'' اسی طرح علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ نے کچھ متضاد خواب ذکر کرکے ان کی تردید فرمائی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بعض اہل کشف کے مکشوفات:

جنت میں نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب:

اہل کشفؒ نے امام صاحبؒ کو بہت اعلیٰ مقام پر دیکھا ہے، جیسا کہ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں: کہ ''انہوں نے اپنے کشف کے ذریعہ مذاہب اربعہ کے مراتب کو رسول اللہ ﷺ کے مقام کے پاس اماموں کے مرتبہ کی ترتیب سے جنت میں دیکھے۔

ماخذ ومصدر: (۱) الخیرات الحسان: ۴۷

پس امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے۔امام مالکؒ اس کے بعد تھے۔امام شافعیؒ امام مالکؒ کے بعد اور امام احمدؒ امام شافعیؒ کے بعد (دیکھے)۔''

"انه رای بکشفه مراتب المذهب الاربعة فی الجنة حول مقام رسول الله ﷺ مرتبین علی مراتب امامهم فابوحنیفهؒ اقرب الی رسول الله ﷺ و مالكؒ بعده والشافعی بعد الامام مالك واحمدؒ بعد الشافعی۔" (۱) شاید اسی وجہ سے امام شعرانیؒ ائمہ اربعہؒ کو زمین کے میخ (کیل) اور دین کی بنیادیں کہا کرتے تھے۔

ناظرین کرام! قرآن وحدیث کے بغیر اپنی رائے سے دین متین کی تشریح کرنے والا شخص نبی کریم ﷺ سے دور، دین کی بنیاد ڈھانے، منہدم وتباہ کرنے اور دنیا میں فساد برپا کرنے والا تو ہوسکتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ کا سب ائمہ سے زیادہ مقرب اور دین کی بنیاد نہیں بن سکتا اور نہ زمین کے برقرار رہنے کیلئے کیل اور میخ کی حیثیت رکھ سکتا ہے۔اب اگر بالفرض امام ابوحنیفہؒ قرآن وحدیث کے علوم سے عاری ہوتے، تو علامہ شعرانیؒ جیسی عظیم شخصیت انؒ کی اتنی زیادہ تعریف نہیں کرسکتے تھے۔کیونکہ ایسے ذمہ دار فرد اتنی بڑی بات بلا تحقیق نہیں کہہ سکتا۔پس معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف حدیث کے جاننے والے تھے، بلکہ آپؒ احادیث کی تہ تک پہنچنے والے اور تمام ائمہ سے زیادہ متبع سنت تھے۔

قارئین کرامؒ! امام شعرانیؒ کے استاد علی مرصفیؒ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے: کہ ''ائمۂ مذاہب اربعہؒ ایک ہی وقت میں رسول اللہ ﷺ کے علم احوال اور علم اقوال

ماخذ ومصدر: (۱) المیزان الکبری: ۱/۴۵

دونوں کے وارث تھے"۔ "کان ائمۃ المذاھبؒ وارثین لرسول اللہﷺ فی علم الاحوال و علم الاقوال معًا۔" امام شعرانیؒ کے استاد کے اس فرمان سے امام شعرانیؒ کے مذکورہ بالا کشف کی تائید وتصدیق بھی ہوتی ہے۔

مذہب حنفی سنت نبویہ معروفہ کے سب سے زیادہ موافق ہے:

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے بعض کتب میں کچھ ایسی باتیں فرمائی ہیں، جن سے تقلید وحنفیت کے خلاف لوگوں نے غلط فائدہ اٹھایا، مگر آخر میں انہوں نے "فیوض الحرمین" نامی کتاب میں صاف طور سے فرمادیا: کہ "مجھ کو آنحضرتﷺ نے (بذریعہ کشف) بتلایا: کہ "مذہب حنفی میں ہی وہ طریقہ انیقہ ہے، جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبویہﷺ معروفہ کے موافق ہے، جو بخاریؒ اور دیگر اصحاب صحاحؒ کے دور میں مرتب ومنقح ہوکر مدون ہوگئی ہیں۔"

شاہ صاحبؒ کو مذکورہ کشف کے ذریعے "مذہب حنفیؒ" کے متعلق جو شرح صدر حاصل ہوئی، وہ بڑی اہم دستاویز ہے۔ اس کشف سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب سنت نبویہﷺ کے عین مطابق ہے، وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جامع بخاریؒ اور اس دور کی دوسری کتب صحاح مدونہ کے مجموعہ سے مذہب حنفی کو تقویت ملتی ہے۔ ان کشفی اشارات سے احناف کو مستفید ہونا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی شرح صدر اور اس آخری تحقیق کی روشنی میں اپنے آپ کو صاف طور سے "حنفی" لکھا ہے اور اس تحریر کی نقل حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے "مقدمہ خیر کثیر" میں درج کی ہے، جو مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوچکی ہے۔

مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی مانند ہے:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو مجدد الف ثانیؒ نے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں دریائے عظیم کی شکل میں دیکھا ہے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: ''بے شائبہ تکلف وتعصب کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی چھوٹی نہروں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے' تو سواد اعظم اہل اسلام امام اعظمؒ کا متبع ہے۔''(۱)

مجدد الف ثانیؒ کا مقام غیر مقلدین کی نظر میں:

یہ کشفی بیان ایک ایسی ہستی کا ہے جن کے بارے میں نواب صدیق حسن خان صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ ''حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے کشف کبھی بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوئے' بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے۔ اس لئے ان کے کشف کے مراتب بہت بلند و برتر ہیں۔''(۲)

الغرض امام شعرانیؒ' شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مجدد الف ثانیؒ تینوں ایسی شخصیات ہیں' جن کی قدر و منزلت لامذہب غیر مقلدین کے ہاں بھی مسلم ہے۔ انہوں نے اپنے کشف میں امام اعظمؒ کا علمی کمال اور مذہب کی بلندی دیکھی ہے۔ مذکورۃ الصدر نے امام صاحبؒ کو تمام ائمہ متبوعینؒ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس جنت میں سب سے زیادہ نزدیک دیکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام دوسرے طریقوں سے' جو کہ صحاح ستہ کے دور میں مدون ہو گئی تھیں' سنت نبوی ﷺ

ماخذ و مصادر: (۱) مکتوبات: ۲/۵۵ (۲) ریاض المرتاض: ۲۱

کے زیادہ موافق طریقہ مذہبی حنفی بتایا ہے اور آخر الذکر نے مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح دیکھی ہے۔

امام محمدؒ کی شان:

مذکورہ اولیاء و اکابر امتؒ کے علاوہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ کا قول نقل فرمایا ہے: کہ ''امام اعظمؒ کی شان کا تو کیا کہنا! ان کے ایک شاگرد امام محمدؒ کا وہ درجہ تھا' کہ جب آپؒ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے' تو امام شافعیؒ ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے۔'' انہوں نے یہ بھی فرمایا: کہ ''اسی سے دونوں کے مذاہب کا فرق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔''(۱)

خلاصہ یہ کہ کبار محدثینؒ عظیم اولیاء کرامؒ اور صوفیاء کرامؒ نے امام اعظمؒ کی علمی مدح بڑے اچھے انداز میں فرمائی ہے' لیکن کتاب کی ضخامت بڑھنے سے بچنے کی وجہ سے صرف چند اکابر کی آراء' رؤیائے صالحہ اور کشوف ''مشتے نمونہ از خروارے'' پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ فقیر کے سامنے محدثینؒ جیسے' امام جعفر صادقؒ عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ یکے از کبار محدثین و تابعین و اعلیٰ رواۃ صحاح ستہ' حفص بن عبدالرحمٰن بلخیؒ (م ۱۹۹ھ محدث شہیر جو کہ ائمہ صحاحؒ کے اعلیٰ شیوخ میں سے شمار ہوتے ہیں) ابن جریجؒ (م ۱۵۰ھ) محمد بن میمونؒ (م ۱۶۷ھ یہ بھی ائمہ صحاحؒ کے اعلیٰ شیوخ میں سے شمار ہیں)' محدث اسماعیل بن ابی سلیمانؒ محمد بن طلحہؒ امام اعظمؒ کے ہم عصر معروف و مشہور حافظ الحدیث فضل بن موسیٰ سینانیؒ' امام اعظمؒ کے دوسرے ہم عصر محدث عمر بن ذرؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ' امام شمس الدین شافعیؒ' علامہ مزنیؒ' علامہ ابن الاثیر جزریؒ'

ماخذ و مصدر: (۱) انوار الباری: ۱/ ۱۱۹ بحوالہ راحۃ القلوب

محدث شفیق بلخیؒ، ابوبکر بن عیاشؒ سعدان بن سعید حلمیؒ امام اوزاعیؒ عفان بن یسارؒ یحی ابن آدمؒ مطلب بن زیادہؒ یوسف بن خالدؒ ابوسفیان جمیریؒ قیس بن ربیعؒ، حسن بن عمارہؒ، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعودؒ علامہ ابن تیمیہؒ اور بعض مشہور غیر مقلدین حضراتؒ وغیرہ اکابر اور مشاہیر امت کی آراء کی بہت سی آراء ہیں۔ چونکہ امام اعظمؒ سے غیر مقلدین کو یہ بغض سبائی خاندان سے ورثہ میں ملا ہے، بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حسد کرنا ان کی طبعیت ثانیہ بن چکی ہے۔ اس لئے ان کے امام علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے چند دوسرے اکابرؒ کی آراء بھی پیش کرتا ہے، تاکہ ان حضرات کو خود ان ہی کی زبانی امام اعظمؒ کا دینی مرتبہ معلوم ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں غیر مقلدین کے اکابرؒ کی توثیقی کلمات:

امام ابوحنیفہؒ کا فقہ، فہم اور علم شک سے بالاتر تھا:

قارئین کرام! علامہ ابن تیمیہؒ اگرچہ حنبلی ہیں، لیکن غیر مقلدین نے بعض مسائل میں ان کے تفردات کو اپنایا ہے، بالفاظ دیگر غیر مقلدین چند مسائل میں ان کے مقلد ہیں، اس لئے علامہ موصوفؒ کو غیر مقلدین کے اکابر میں شمار کیا ہے، اگرچہ حقیقت میں وہ غیر مقلد نہیں، بلکہ مقلد ہیں۔ علامہ موصوفؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے، لیکن ان کے فقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک وشبہ نہیں کرسکتا۔ کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل وتحقیر کیلئے ان کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں، جو قطعاً جھوٹ ہیں، جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل۔"(۱)

ماخذ ومصدر: (۱) انوار الباری: ۱/۳۳ بحوالہ منہاج السنۃ: ۱/۲۵۹

امام ابوحنیفہؒ کو برا کہنے والا چھوٹا رافضی، چاند پر تھوکنے والے کے مترادف اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: محمد حسین بٹالوی کا اظہار حق:

مولوی بٹالوی غیر مقلد کی یہ تحریر اسی کتاب کے صفحہ......تا...... پر ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا گستاخ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا:

مولوی عبدالجبار غزنوی کی کرامت:

حضرت مفتی محمد حسنؒ نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا: کہ "امرتسر میں ایک محلّہ تیلیاں تھا، جس میں اہل حدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتا تھا۔ ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا: کہ "ابوحنیفہ سے مَیں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔" اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار کو پہنچی۔ وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بات سنی، تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا۔ انہوں نے حکم دیا: کہ "اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسہ سے نکال دو۔" وہ طالب علم جب مدرسہ سے نکالا گیا، تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا: "مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص مرتد ہوجائیگا۔" مفتی محمد حسن راوی ہیں: کہ "ایک ہفتہ نہ گزرا تھا، کہ وہ شخص مرزائی ہوگیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کرکے مسجد سے نکال دیا۔"

اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبدالجبار غزنوی سے سوال کیا: ''حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائیگا؟'' فرمانے لگے: کہ ''جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی' اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی: "من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب" (حدیث قدسی) یعنی جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی' تو مَیں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میری نظر میں امام ابوحنیفہؒ ولی اللہ تھے۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا' تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔'' (۱)

گستاخِ ابی حنیفہؒ کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا:

حافظ عبدالمنان غیر مقلد کی گواہی:

مولانا محمد ابراہیم صاحب (غیر مقلد) حافظ عبدا لمنان صاحب وزیر آبادیؒ (غیر مقلد) کے متعلق لکھتے ہیں: کہ ''آپ ائمہ دینؒ کا بہت ادب کیا کرتے تھے' چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے: کہ ''جو شخص ائمہ دینؒ اور خصوصًا امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے۔ اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا''۔ (۲)

امام اعظمؒ کا معزز لقب: میر سیالکوٹی غیر مقلد کی تصدیق:

قارئین کرام! نُعَیم بن حماد خزاعی امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد سے (اگرچہ اصل وبالذات) ان کی حدیث (نہیں لی ہیں لیکن بالتبع)

ماٴخذ ومصادر: (۱) داود غزنوی: ۱۹۱' ۱۹۲ (۲) تاریخ اہل حدیث: ۴۲۸

مقروناً بغیرہ لی ہیں۔(۱) نعیم، امام صاحبؒ کی عیب گوئی میں جھوٹی حکایتیں گھڑ لیا کرتا تھا، جو سب کے سب جھوٹ ہوتے تھے۔(۲)

مشہور غیر مقلد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے مذکورہ نعیم بن حماد پر کڑی جرح نقل کی ہے اور طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: ''خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں، جن کو حافظ الشمّس ذہبیؒ جیسے ناقد الرجال امام اعظمؒ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔''

حافظ ابن کثیر البدایۃ (ص ۱۰۷) میں آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں اور آپ کے حق میں لکھتے ہیں: "**احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام واحد ارکان العلماء و احد الائمۃ الا ربعۃ اصحاب المذاھب الاربعۃ الخ**" نیز امام یحیٰ بن معینؒ سے نقل کرتے ہیں: ''انہوں نے کہا: کہ'' آپؒ ثقہ تھے، اہل الصدق سے تھے، کذب سے متہم نہ تھے۔'' نیز عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ سے نقل کرتے ہیں: انہوں نے کہا: ''لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہؒ کے لئے دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن نبویہ کو محفوظ رکھا۔''(۳)

گستاخِ امام ابوحنیفہؒ نماز جنازہ اور کفن، دفن سے محروم رہا:

اسی نعیم بن حماد کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ دیا اور خوب دیا کہ مسئلہ خلق قرآن اس کیلئے بہانہ بنایا گیا اور اس کو گرفتار کر کے لوگوں کے سامنے ہتھکڑیوں سمیت کھینچا گیا اور بغیر کفن، دفن اور بغیر جنازہ کے ایک گڑھے میں ڈالا گیا، چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ

ماٰخذ ومصادر: (۱) میزان الاعتدال: ۷/۴۱، تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۱۲، داؤد غزنوی: ۳۷۸ (۲) میزان الاعتدال: ۷/۴۴ (۳) تاریخ اہل حدیث: ۶۴

لکھتے ہیں: کہ "فَجُرَّ بأقياده فأُلقِيَ فی حفرة ولم يُكَفَّن ولم يُصَلَّ عليه فعل ذلك به صاحب ابن ابی داود۔"(۱)

امام اعظمؒ کے قدموں پر گر کر قصور معاف کرایا:

مولانا محمد ابراہیم صاحب (غیر مقلد) کا بیان:

''امام اعظمؒ غیروں کی نظر میں'' نامی رسالہ میں مصنف نے کمالات ۱۷ کے حوالہ سے ایک خواب کا تذکرہ کیا ہے: کہ ''عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا سید تجمل حسین بہاریؒ لکھتے ہیں: ''ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے اور حضرت قبلہ عالم مولانا سید شاہ محمد علی صاحبؒ مونگیری بھی وہیں تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب (غیر مقلد) نے کہا: کہ ''جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں میری حاضری ہوئی اور مجلس مبارک میں حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے مجھے فرمایا: ''تم ان یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ سے بدظن ہو، قصور معاف کروائیں۔'' مَیں نے امام اعظمؒ کے قدموں پر گر کر (قصور) معاف کرایا۔''

"ظلمات بعضها فوق بعض" کا نظارہ:

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ ''مَیں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تحقیقات شروع کیں، تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا۔ یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا" ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا

ماخذ ومصدر: (۱) تاریخ بغداد: ۳۱۴/۱۳

فَوْقَ بَعْضٍ " کا نظارہ ہو گیا۔ معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے۔ اس سے استغفار کرو۔ مَیں نے کلمات دہرانے شروع کئے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور اس کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی مات کر دی۔ اس وقت سے میری امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو امام صاحبؒ سے حسن عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں: کہ "میری اور آپ کی مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے: ﴿**اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی**﴾ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا۔ اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے الخ" اور پھر لکھتے ہیں: کہ "اب مَیں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران اور نقصان ہے۔" "**نسئل الله الكريم حسن الظن والتأدب مع الصالحين ونعوذ بالله العظيم من سوء الظن بهم فانه عرق الرفض والخروج وعلامة المعاقين ما قيل.**"

ے از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم شد از فضل رب (۱)

ائمۂ دینؒ کا گستاخ چھوٹا رافضی ہے:

سید نذیر حسین صاحبؒ (غیر مقلد) کا فرمان:

ماخذ و مصدر: (۱) تاریخ اہل حدیث: ۷۹

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، سید نذیر حسینؒ کا ایک فرمان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ''ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دینؒ کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔''

امام ابوحنیفہ متبع سنت مجتہد تھے: صاحب معیار الحق کا اقرار حق:

میاں صاحب معیار الحق میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: "**امامنا وسیدنا ابوحنیفة النعمان افاض الله علیه شابیب العفو والغفران**"۔ نیز فرماتے ہیں: ''ان (امام ابوحنیفہؒ) کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی و پرہیز گار ہونا کافی ہے، ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ ﴿**ان اکرمکم عند الله اتقٰکم**﴾ زینت بخش مراتب ان کیلئے ہیں۔''(۱)

الغرض غیر مقلدین کے اکثر اکابر کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کا فہم، علم، ثقاہت اور آپؒ کا سنن نبویہ کا محافظ، متبع سنت اور ولی اللہ ہونا اتنا مسلم ہے کہ ان کی بابت بدزبان استعمال کرنے والے کو چھوٹا رافضی اور خاتمہ بالخیر سے محروم لکھتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے اہل سنت والجماعت کے اکابر محدثینؒ ائمہ کرامؒ اولیاء عظامؒ اور صوفیائے کرامؒ کی آراء کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے اسلاف و اکابر کی آراء بھی پڑھیں۔ جن سے آپ نے ضرور یہ نتیجہ نکالا ہوگا کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہونے کے ساتھ ساتھ محدث کبیر، حافظ الحدیث، اعلیٰ درجہ کے ثقہ، جید الفہم والحفظ اور امام و مجتہد تھے۔ اب فقیر بحث کو سمیٹتے ہوئے عبداللہ بن داؤد کے چند کلمات پر اکابرؒ کی آراء کا موضوع ختم کرتا ہے، لیکن آپؒ کے فرمان تحریر کرنے سے سے پہلے ان کا تھوڑا

ماخذ و مصادر: (۱) حاشیہ تاریخ اہل حدیث: ۸

تعارف کرایا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام ان کی رائے کی اہمیت جان سکیں۔

امام خریبیؒ کا مقام:

محترم قارئین کرام! امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (و۱۲۱ھ م۲۱۳ھ) چوٹی پائے کے حافظ الحدیث، امام، عابد اور زاہد گزرے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ''بخاری اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کے تلامذہ سے ان کی روایت لی ہے اور ان سے براہ راست کوئی روایت نہیں لی کیونکہ عمر کے آخری ایام میں انہوں نے روایت کرنا ترک کر لیا تھا۔ ابن سعدؒ نے ان کو بڑا عابد، ثقہ اور دار قطنیؒ نے زاہد اور ثقہ قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن معینؒ، ابو زرعہؒ، نسائیؒ، اور ابن قانعؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔(۱) امام وکیعؒ نے ان کے چہرے کو دیکھنے پر عبادت کا حکم لگایا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے الحافظ الامام القدوۃ سے ان کا تعارف شروع کیا ہے۔(۲) اور اس سے کئی صفحے پہلے لکھا ہے کہ اس کتاب میں علم نبوی ﷺ کے حفاظ میں ساتواں طبقہ کا ذکر ہے اور اس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں نے ان میں سے اعلام پر اکتفاء کیا ہے اور وہ سو نفوس ہیں۔(۳) جس سے معلوم ہوا کہ امام خریبیؒ نہ صرف حافظ الحدیث تھے بلکہ کبار حفاظ محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔(۴)

ماخذ و مصادر: (۱) ملخصہ تہذیب التہذیب: رقم ۳۴۶: ۵/۱۷۵ (۲) تذکرہ الحفاظ: رقم ۳۲۰: ۱/۳۳۸
(۳) ایضاً: ۱/۳۲۹ (۴) طبقات الحفاظ: ۱/۲۶:

اہل اسلام پر واجب ہے......:

امام حافظ عبداللہ بن داؤد خُرَیبیؒ فرماتے ہیں: ''اہل اسلام پر واجب ہے' کہ وہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہؒ کے لئے دعا کریں اور یہ اس لئے کہ انہوں نے مسلمانوں کیلئے سنت وفقہ کو محفوظ کیا ہے۔'' **"یجب علی اهل الاسلام ان یدعوا اللّٰه لابی حنیفةؒ فی صلاتهم قال وذکر حفظه علیهم السنن والفقه۔"** (۱) نیز فرماتے ہیں: کہ ''جب تم آثار یا کہا حدیث (کے الفاظ) کا قصد کریں اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے ورع کو بھی ذکر کیا' تو اس کیلئے سفیان ہیں اور جب تم آثار یا احادیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہیں' تو اس کیلئے امام ابو حنیفہ ہیں۔'' **"اذا اردت الاٰثار او قال الحدیث واحسبه قال الورع فسفیان واذا اردت تلك الدقائق فابو حنیفة۔"** (۲) اور فرماتے ہیں: کہ ''امام ابو حنیفہؒ کی برائی صرف دو قسم کے آدمی بیان کرتے ہیں یا تو ان کے علم کی وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرتے ہیں یا ان کے (کمال درجہ کے) علم سے جاہل ہیں۔'' **"لا یتکلم فی ابی حنیفة الا رجلان اماحاسدلعلمه واما جاهل بالعلم۔"** (۳)

ناظرین کرام! مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ امام عبداللہ بن داؤدؒ امام ابو حنیفہؒ کو دقائق احادیث کے نہ صرف ماہر بتاتے تھے' بلکہ امت کیلئے سنن وفقہ کے محافظ قرار دیتے ہوئے اہل اسلام پر نماز میں آپؒ کیلئے دعا کرنا ضروری جانتے تھے اور

ماٰخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۴' الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة: ۱/۲۹' المناقب للموفق: ۲/۳۰ البدایہ والنہایہ: ۱۳/ ۴۱۹ (۲) المناقب للموفق: ۲/۳۰' حدائق حنیفہ' سیر الاحناف (۳) تبییض الصحیفة: ۱۱۳' تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۴' تہذیب الکمال: رقم ۶۴۳۹: ۲۹/۴۴۱

آپؒ پر تشنیع کرنے والوں کو جاہل اور حاسد کے الفاظ سے نوازتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ سنت نبوی ﷺ کے بہت بڑے عالم تھے اور سنت وفقہ کو امت کیلئے محفوظ کر کے انہوں نے امت پر احسان عظیم فرمایا ہے' لیکن افسوس بعض لوگ جہل کے شکار ہونے اور حسد کی آگ میں جلنے کی وجہ سے امام اعظمؒ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو راہ حق پر لائے اور ہم سب کو ہمیشہ راہ راست پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے حافظ' عادل اور ثقہ تھے:

بعض لوگ امام اعظمؒ کو مجروح اور ضعیف کہتے ہیں' لیکن امام صاحبؒ کا ضعیف ہونا تو درکنار' آپؒ ایک متوسط درجہ کے ثقہ بھی نہیں تھے' بلکہ آپؒ اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور عادل تھے۔ کیونکہ جب کسی راوی کی تعدیل میں لفظ "**ثقہ**" اور "**متقن**" استعمال کی جائے' تو عندالاصولین والمحدثینؒ اس کی حدیث حجت ہوتی ہے اور جب بعینہٖ یہی الفاظ مکرر کئے جائیں' یا اس کے ہم معنی لفظ کے ساتھ تکرار کیا جائے جیسے "**ثقة ثقة**" یا "**ثقة ثبت**" "**ثقة حجة**" اور "**ثقة حافظ**" وغیرہ تو اس راوی کی حدیث صرف "**ثقہ**" اور "**متقن**" والے کی حدیث سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں: کہ" تعدیل کا اس سے ایک دوسرا اعلیٰ درجہ بھی ہے' وہ "**احفظ**" جیسے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کرنا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہؒ کے بارے الفاظِ بالا میں سے کوئی لفظ استعمال ہوا ہے یا نہیں؟ تو کتب رجال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی شان میں یہ سب الفاظ محدثین اور نقّادفن سے منقول ہیں۔ آپ نے چند ائمہ جرح

وتعدیل کی آراء سابقہ صفحات میں پڑھیں۔امام ابوحنیفہؒ کی توثیق وتعدیل میں مختصر انداز میں سابقہ اور مزید کچھ دوسرے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

امام یحیٰ بن معینؒ جوکہ فن جرح وتعدیل میں بہت اعلیٰ درجہ کے امام مانے جاتے ہیں۔علامہ ذہبیؒ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ مبارک پوریؒ کے حوالہ سے امام یحیٰ ابن معینؒ کی توثیق پہلے گزر چکی ہے' وہ وہاں دیکھ لیں۔اب اس عنوان کی مناسبت سے دوسرے ائمہ کرامؒ کے ساتھ ان کے بھی کچھ مزید ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔امام احمدؒ احمد بن عطیہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام یحیٰ بن معینؒ سے سوال کیا گیا: کہ ''امام ابوحنیفہؒ سے سفیانؒ کی کوئی روایت ہے؟ فرمایا: ہاں! ''امام ابوحنیفہؒ حدیث وفقہ میں ثقہ اور سچے تھے اور اللہ کے دین پر قابل اعتماد تھے۔'' **"ثقة صدوق فی الحدیث والفقه ماموناً علی دین الله"** (۱) اور فرمایا: کہ ''ہمارے دوست (یعنی بعض محدثینؒ) امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہؒ کی بابت کمی اور تقصیر سے کام لیتے ہیں (اور ان (کی مجالس سے فائدہ نہ اُٹھاتے ہوئے ان کو ضائع کرتے ہیں)'' تو انہیں کہا گیا: کہ ''کیا وہ جھوٹ بولتے تھے؟'' فرمانے لگے: ''وہ جھوٹ سے بالاتر تھے۔''

"وقال: "اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه" (۲) فقیل له: "اکان یکذب" قال: "اَنبل من ذالك الخ۔" (۳) ایک دفعہ کسی نے امام یحیٰ ابن معینؒ سے پوچھا: کہ ''کیا ابوحنیفہؒ ثقہ تھے؟ کہا: ''ہاں! ''ثقہ تھے''، ''ثقہ تھے'' اللہ کی

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان' تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۱۹' ۴۲۰' ترجمان السنۃ (۲) **فرط فی الامر قصر فیه وضیعه حتی فات وفرَّط فیه مثله"** مختار الصحاح: ۱/ ۲۰۹' لسان العرب: ۷/ ۳۶۸ (۳) الخیرات الحسان: ۷۷

قسم! ان کا رتبہ اس سے زیادہ بلند تھا کہ جھوٹ کہتے۔ ورع میں وہ سب سے زیادہ تھے۔" اور کہا: کہ "جس کو ابن مبارکؒ اور وکیعؒ نے عدل کہا ہو' اس کو تم کیا کہتے ہو؟" (۱) اس روایت میں امام یحیی بن معینؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق میں دو دفعہ " **ثقة** " کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

ایک دفعہ امام موصوفؒ سے امام صاحبؒ کے متعلق پوچھا گیا' تو فرمانے لگے: "وہ ثقہ تھے' مَیں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا۔" "**سئل ابن معین عنه فقال ثقه ما سمعت احدا ضعّفه۔**" (۲) امام ابن معینؒ کی ان الفاظ سے تعدیل وتوثیق کرنا "**ثقة**" **ماسمعت احدا ضعّفه** " اعلیٰ درجہ کی تعدیل اور توثیق ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: کہ ا"مام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے اور فرمایا...... ہمارے ہاں امام ابوحنیفہؒ اہل صدق میں سے تھے اور کذب سے متہم نہیں تھے۔" "**کان ابوحنیفةؒ ثقة فی الحدیث**" **وقال......** "**کان ابوحنیفةؒ عندنا من اهل الصدق ولم یتهم بالکذب الخ۔**" (۳)

فوائد: فائدہ ۱......: امام یحیی بن معینؒ کا " **عندنا** " ضمیر جمع استعمال کرنے سے صاف طور پر بتاتا ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک امام صاحبؒ اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور صدوق تھے' ورنہ امام یحیی بن معینؒ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق " **عندنا** " اور " **ما سمعت احدا ضعّفه** " کے الفاظ ذکر نہ کرتے۔

ماخذ ومصادر: (۱) انوار الباری: ۱/۲/۱۷۷' مناقب موفق' الانتصار' مناقب کردری (۲) عمدۃ القاری: ۳/۶۶
(۳) تہذیب الکمال: رقم ۶۴۳۹: ۲۹/۴۲۴

فائدہ۲......: امام یحیٰ بن معینؒ کبھی کبھار کسی ثقہ کیلئے "**لا بأس به**" کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے، جیسا کہ بعض مقامات پر امام ابوحنیفہؒ کیلئے اس قسم کے الفاظ فرمائے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں:

الغرض امام یحیٰ بن معینؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ایک اعلیٰ درجہ کے عادل اور ثقہ راوی حدیث تھے۔ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ میں سے ایک راوی امام شعبہ بن الحجاجؒ بھی ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی نہ صرف توثیق کی ہے، بلکہ انہوں نے با قاعدہ طور پر امام ابوحنیفہؒ کو احادیث روایت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا۔ علاوہ ازیں آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو بہترین حافظہ کے مالک اور بہترین سمجھ دار کہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوحنیفہ بہترین سمجھ اور جید حافظہ والے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے آپؒ پر اس چیز کی وجہ سے تشنیع کی جس چیز پر آپؒ ان لوگوں سے زیادہ عالم تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے اور امام شعبہؒ آپؒ پر بہت کثرت سے ترحم کہتے تھے یعنی آپؒ کیلئے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا مانگتے تھے۔ "**کان (امام ابوحنیفةؒ) واللہ حسن الفھم جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما ھو اعلم به منھم واللہ سیلقون عند اللہ وکان کثیر الترحم۔**"(۱)

علامہ ابن عبد البرؒ بطریق امام عبداللہ بن احمد دورقیؒ نقل کرتے ہیں: کہ "امام یحیٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا اور مَیں سن رہا تھا، تو انہوں نے

....

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۶، تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہؒ: ۹۶

جواب میں فرمایا: کہ ''وہ ثقہ تھے میں نے کسی سے نہیں سنا: کہ کسی نے ان کی تضعیف کی ہو اور یہ شعبہ بن حجاج ہیں جو ان کی طرف لکھ رہے ہیں: کہ'' وہ (ان کی اجازت سے) حدیث بیان کریں اور ان کو (صرف اجازت نہیں دے رہے ہیں' بلکہ ان کو) حکم دے رہے ہیں اور شعبہ تو آخر شعبہ ہیں۔'' **سئل یحیٰ بن معین و انااسمع عن ابی حنیفۃؒ فقال ثقۃ ما سمعت احدا ضعّفه وهذا شعبة بن الحجاج یکتب الیه ان یحدث ویأمره وشعبة شعبة۔**"(۱)

نوٹ: امام شعبہؒ کی بقیہ توثیقات وتعدیلات ان کی رائے میں دیکھ لیں۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ کو کون نہیں جانتا؟ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے ان کی کتابیں یاد کی تھیں۔ امیر المومنین فی الحدیث' فن حدیث کے رکن اعظم' صحیح بخاری و مسلم کے سینکڑوں احادیث کے راوی اور امام ابوحنیفہؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔

امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ رفع الیدین میں لکھا ہے: کہ ''ابن مبارکؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔'' اس اعلم اہل زمانہ نے امام ابوحنیفہؒ کی بہترین انداز میں توثیق فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں یحیٰ بن معین نے فرمایا: کہ ''وہ سچے اور ثقہ تھے۔ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے' جن کی تعدیل ابن مبارکؒ اور وکیعؒ نے کی ہو؟'' "**عدل' ثقة' ماظنك من عدله ابن مبارکؒ و وکیعؒ۔**" (۲) اور فرماتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے بارے امام وکیعؒ کی رائے بہت عمدہ تھی۔'' نیز ابن مبارکؒ نے فرمایا: کہ'' امام ابوحنیفہؒ نے اپنے حفظ' فقہ' علم' احتیاط' دیانت اور اعلیٰ درجہ کے تقوی کی وجہ سے سب پر غلبہ پالیا ہے۔''

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۶' الانتقا: ۱۲۷ (۲) مناقب امام اعظم کردی: ۱/۹۱

"كان وكيع جيد الرأى فيه (اى فى ابى حنيفة)" وايضًا فيه عن ابن المباركؒ قال غلب على الناس بالحفظ والفقه والعلم والصيانة والديانة وشدة الورع الخ۔"(۱)

فن حدیث میں امام علی بن المدینیؒ (م ذوالقعدہ ۲۳۴ھ) کی امامت مسلم ہے۔ امام ذہلیؒ، امام بخاریؒ، امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ بچھاتے ہوئے آپؒ سے احادیث پڑھیں۔ آپؒ فن حدیث اور علل حدیث میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ امام احمدؒ نے کبھی ان کا نام نہیں لیا بلکہ تعظیماً آپؒ کی کنیت لے کر آپؒ کو یاد کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں: ''میں نے علی بن مدینیؒ کے سوا کسی کے سامنے اپنے آپ کو کمتر نہیں جانا۔''(۲) اس عظیم ہستی نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبرؒ آپؒ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ''امام ثوریؒ، ابن المبارکؒ، حماد ابن زیدؒ اور جعفر بن عونؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کیں اور آپؒ ثقہ تھے، ان میں کوئی عیب نہیں۔'' "قال ابن المدینی: "ابوحنيفة روى عنه الثورى وابن المبارك وحماد بن زيد وجعفر بن عو ن وهو ثقة لا بأس به۔"(۳)

امام سفیان ثوریؒ کی شان سے کون ناواقف ہے؟ ان کی توثیق میں امام شعبہؒ "هو احفظ منى"، "خطيب ائمة المسلمين" اور دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کے الفاظ استعمال کررہے ہیں اور ان کی امامت، ضبط وپختگی، حفظ ومعرفت اور زہد وتقویٰ پر علماء کا اتفاق نقل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ کے

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۴۲۸ (۳) جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۹۴

ہاں سے امام سفیانؒ کے پاس آ کر کہتا: کہ ''میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں۔'' تو آپؒ فرماتے: کہ ''تم افقہ اہل الارض سے آئے ہو۔'' یعنی تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو' کہ روئے زمین پر معانی اور مطالب حدیث کا ان جیسا فقیہ وعالم نہیں ہے۔'' **"لقد جئت من عندافقه اهل الارض۔"** (۱) انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق میں ان کلمات سے بھی بہترین کلمات ادا فرمائے ہیں۔ جن کو ان کی رائے کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا اکابرؒ صحاح ستہ کے معتمد رواۃ میں سے ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے' لیکن ان اعترافات کے باوجود ان مقتدایانِ محدثینؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے سامنے زانوئے طے کر کے ان سے احادیث پڑھنا' اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے عادل' ثقہ' امام ائمۃ الحدیث اور محدثینؒ میں عظیم شان کے مالک تھے۔

امام یزید بن ہارونؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو حافظ الحدیث' اعظم الناس' اپنے زمانہ کے بے نظیر عالم' اپنے ایک ہزار شیوخ واساتذہ میں ورع' حافظہ اور عقل کے لحاظ سے سب سے فائق بتایا ہے۔ آپؒ نے محدثین کی ایک مجلس میں محدثینؒ کو عطار اور صرف اصحاب ابی حنیفہؒ کو اہل علم فرمایا ہے۔ امام اسرائیل بن یونسؒ نے بھی امام اعظمؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے' جو کہ ان کی رائے کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق فرمانے کے بعد آپؒ کے مناقب کے آخر میں لکھا ہے: کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان

ماخذ ومصدر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۳

سے راضی ہو اور جنت الفردوس میں ان کو جگہ عطا فرمائے۔ آمین" **"ومناقب الامام ابی حنیفۃؒ کثیرۃ جدا فرضی اللہ تعالیٰ عنہ واسکنہ الفردوس ☆ آمین ☆۔(۱)**

فن رجال کے امام حافظ ابوالحجاجؒ، مسلَّم منصف مزاج نقاد علامہ ذہبیؒ حافظ ابن حجر مکیؒ اور علامہ صفی الدین خزاعیؒ وغیرہمؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔ علامہ ابن حجر شافعیؒ نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی بڑے زور سے تعدیل کی ہے اور اس میں ایک مستقل فصل " **فی رد ما قیل لہ' فیہ من الجرح** " قائم کی ہے۔ اس فصل میں حافظ ابن عبدالبرؒ علی بن مدینیؒ شعبہؒ یحی بن معین اور شیخ الاسلام تاج الدین سبکیؒ جیسے محدثینؒ وائمہ جرح وتعدیل کے اقوال سے امام ابوحنیفہؒ کی بسط کے ساتھ تعدیل فرمائی ہے اور معترضین کے اعتراضات کا نہایت معقول جواب دیا ہے۔(۲) علامہ موصوفؒ فرماتے ہیں: کہ "یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے" کہ امام ابوحنیفہؒ علم وفقہ کے سوا دوسرے علوم نہیں جانتے تھے۔ ماشاءاللہ وہ علوم شرعیہ' تفسیر' حدیث اور علوم عالیہ' ادبیہ' قیاس اور علوم حکمیہ کا ایک سمندر تھے۔ ان کے بعض مخالفین کا قول اس کے خلاف ہے' مگر ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔"

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ رقمطراز ہیں: کہ "امام ابن معینؒ امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ سب امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرتے ہیں۔" (۳)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بخاری کی شرح میں کتاب العلم کے ایک

ماٰخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۰۲' مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۲۸ (۲) الخیرات الحسان: ۷۷

(۳) تحقیق الکلام: ۴۰

عنوان "**باب ما کان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظة**" کے تحت فرماتے ہیں:

"یحی سے مراد یحی بن سعید القطانؒ ہیں، جو جرح وتعدیل کے امام ہیں اور وہ اولین شخصیت ہیں، جنہوں نے اس فن میں تصنیف کی ہے۔ اس بات کو امام ذہبیؒ نے بھی کہا ہے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کی مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے اور ان کے شاگرد وکیع بن جراحؒ جو کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے شاگرد بھی ہیں، وہ بھی حنفی تھے۔ یحی بن معینؒ نے نقل کیا ہے: کہ "بے شک یحی بن سعید القطانؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا: تو فرمانے لگے: "ہم نے ان سے اچھی رائے والا نہیں دیکھا اور وہ ثقہ ہیں" اور ابن معینؒ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے، کہ آپؒ نے فرمایا: کہ "میں نے کسی سے نہیں سنا: کہ "امام ابوحنیفہؒ پر جرح کرتا ہو۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ حضرت یحی بن معینؒ کے زمانہ تک مجروح نہیں تھے۔ پھر امام احمدؒ کا مسئلہ خلق قرآن شروع ہوا، جس سے شہرت حاصل ہوئی اور محدثینؒ کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ ورنہ اس واقعہ سے قبل سلف میں ایک جماعت ایسی تھی، جو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتی تھی اور امام یحی بن معینؒ بھی حنفی تھے اور میرے پاس امام ذہبیؒ کا ایک رسالہ ہے اور وہ بھی حنبلی اعتقاد اور شافعی مذہب رکھتے تھے اور اس رسالہ میں لکھا ہے کہ وہ متعصب حنفی تھے اور ہوسکتا ہے کہ بے شک ابن معینؒ نے ابن ادریسؒ پر جو کہ امام شافعیؒ سے مشہور ہیں، پر جرح کی ہو۔"(۱)

امام بخاریؒ کے شیخ امام اسحٰق بن راہویہ حنفی تھے:

علامہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: "جان لے کہ بیشک امام بخاری مجتہد تھے، اس میں کوئی شک نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ آپؒ شافعی المسلک تھے، پس یہ امام بخاریؒ کا امام شافعیؒ

ماٰخذ ومصادر: (۱) فیض الباری علی صحیح البخاری: ۱/ ۶۹، مقدمہ اعلاء السنن قواعد فی علوم الحدیث: ۳۱۲

کے مشہور مسائل میں موافقت کرنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ امام اعظمؒ کی موافقت امام شافعیؒ کی موافقت سے کم نہیں ہے اور ان کا امام حمیدیؒ کے تلامذہ سے ہونا سودمند نہیں ہے کیونکہ آپؒ امام اسحٰق بن راہویہؒ کے تلمیذ بھی تھے۔ حالانکہ امام اسحٰق بن راہویہؒ حنفی تھے۔ تو ان کو اس موافقت کی وجہ سے شافعیؒ کہنا، حنفی کہلانے سے اولیٰ نہیں ہے۔"(۱)

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ان کے مذہب پر ردًا وقبولاً بھروسہ کیا گیا ہے۔" **"ویدل علی انه (ای اباحنیفةؒ) من کبار المجتهدین فی علم الحدیث اعتمادُ مذهبه بینهم والتعویلُ علیه واعتبارُه ردا و قبولا۔"(۲)**

قارئین کرام! آپ حضرات کی سہولت کی خاطر امام ابوحنیفہؒ کی شان میں کہے گئے، الفاظِ توثیق دوبارہ مختصراً ذکر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: **"لولم الق ابا حنیفة لکنت من المفالیس فی العلم وفی روایة لکنت کبعض الناقلین، لاتقولوا رأی ابی حنیفة ولکن قولوا تفسیر الحدیث، لیس للعلماء غنیة عن ابی حنیفة ولو فی تفسیر الحدیث، اغلب علی الناس بالحفظ والفقه وادل صیانة ودیانة وشدة الورع، هاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفة والادعونا لا تعذبونا، علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفة یتعرف به تأویل الاحادیث ومعناه، اذا اجتمع سفیان وابوحنیفة فمن یقوم لهما علی**

مأخذ ومصادر: (۱) مقدمۃ اعلاء السنن......:۳۱۲،۳۱۳ (۳) مقدمہ ابن خلدون:۱/۵۶۲

فتیاً واما افقہ الناس فابوحنیفة ٗمارأیت فی الفقه مثله کان ابوحنیفة شدید الاخذ للعلم ذابا عن حرم اللّٰه ان تستحل ٗ یأخذ بما صح من الاحادیث التی کانت یحملها الثقات وبالاٰخر من فعل رسول اللّٰهﷺ و بما ادرك علیه علماء الکوفة ثم شنع علیه قوم یغفر اللّٰه لنا ولهم ٗدخلت الکوفة فسألت علماءَ هاوقلت من اعلم الناس فی بلادکم هٰذه فقالواکلهم الامام ابوحنیفة۔"

امام یحی بن معینؒ فرماتے ہیں: "ثقة ثقة ٗثقة صدوق ٗ ثقة ٗلا بأس به لم یتهم بالکذب ٗ عدل ثقة ما ظنك بمن عدله ابن المبارك ووکیع ٗما سمعت احدا ضعفه ٗهٰذا شعبة بن الحجاج یکتب الیه ان یحدث ویأمره وشعبة شعبة ٗمارأیت احدااُقدِّمُه علی وکیع وکان یفتی برأی ابی حنیفة وکان یحفظ حدیثَه کلَّه وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً" حافظ وحجة۔"

امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: "کان ابوحنیفة ثقة لایحدث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ (ایضاً) ٗ ثقة ٗلا بأس به۔"

امام شعبہؒ فرماتے ہیں: "کان واللّٰه حَسَنَ الفهم جیدَ الحفظ۔"

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: "کان واللّٰه شدید الاخذ للعلم لایأخذ الاماصح عنه ﷺ شدید المعرفة بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث الثقات والاٰخر من فعلهﷺ۔"

حافظ ابن الاثیر الجوزیؒ فرماتے ہیں: "کان اماما فی علوم

الشریعة مرضیا۔"

امام عیسیٰ بن موسیٰؒ فرماتے ہیں: "هٰذ اعالم الدنیا الیوم۔"

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں: "کان ابوحنیفة زاهدا عالما راغبا فی الاٰخرة صدوق اللسان احفظ اهل زمانه کان اعلم اهل زمانه"

امام ابو یوسف یعقوبؒ فرماتے ہیں: "ما رأیت اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة۔"

امام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں: "اهل العلم اصحاب ابی حنیفة کان ابوحنیفة تقیا نقیازاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه سمعت کل من ادرکه من اهل زمانه یقول ماارای افقه عنه وقال ادرکت الف رجل وکتبت عن اکثرهم مارأیت فیهم افقه ولااورع ولااعلم من خمسة اولهم ابوحنیفة۔"

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "هو من العلم والورع والزهد وایثار دارالاخرة بمحل لا یدرکه احد۔"

امام شدادؒ فرماتے ہیں: "مارأیت اعلم من ابی حنیفة۔"

امام عبداللہ بن داود الخریبیؒ فرماتے ہیں: "یجب علی اهل الاسلام ان یدعوا اللّٰه تعالیٰ لابی حنیفة فی صلاتهم وذکر حفظه علیهم السنن والفقة۔"

امام شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں: "کان الامام ابوحنیفة من اورع الناس واعلم الناس واعبد الناس۔"

امام ابراہیم بن عکرمہ المخزومیؒ فرماتے ہیں: "مارأیت عالما اورع ولا ازهد ولااعلم من ابی حنیفة۔"

امام خلف بن ایوبؒ فرماتے ہیں: "صار العلم من اللّٰہ تعالیٰ الی محمد ﷺ ثم الی اصحابه ثم الی التابعین ثم الی ابی حنیفة واصحابه۔"

امام القاسم بن معن بن عبدالرحمٰن المسعودیؒ فرماتے ہیں: "ماجلس الناس الی احد انفع مجالسةً من ابی حنفیة۔"

امام یحیٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں: "لانکذب اللّٰہ ماسمعنا احسن رأیا من رأی ابی حنیفة وقد اخذنا باکثر اقواله وانه واللّٰہ لاعلم هٰذه الامة بماجاء عن اللّٰہ ورسوله۔"

امام محمد بن ادریس (امام شافعیؒ) فرماتے ہیں: "الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة۔"

امام معمرؒ فرماتے ہیں: "ماعرف احدا بعد الحسن (البصری) یتکلم فی الفقه احسن منه۔"

علامہ ابوحیان التوحیدیؒ فرماتے ہیں: "الملوك عِیالُ عمرؓ اذا ساسواوالفقهاء عیال ابی حنیفة اذا قاسوا۔"

امام نضر بن شُمیلؒ فرماتے ہیں: "کان الناس نِیاما فی الفقه حتی ایقظهم ابوحنیفة بما فتَّقه (ای شققه۔مروت) وبیَّنه۔"

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں: "ویدل علی انه (ای اباحنیفةؒ) من

کبار المجتهدين فى علم الحديث اعتمادُ مذهبه بينهم والتعويلُ عليه واعتبارُه ردا و قبولا۔"

امام اسرائیل بن یونسؒ فرماتے ہیں: **"نِعم الرجل النعمان ماكان احفظه لكل حديث فيه فقه واشده فحصا عنه واعلمه بما فيه من الفقه۔"**

امام یحیٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں: **"كان نعمان جمع حديث بلده كله فنظر الى اٰخر ما قُبِض عليه النبى ﷺ۔"**

امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: **"اول من اقعدنى للحديث' واول من صيرنى محدّثا ابوحنيفة۔"**

امام محمد بن سماعہؒ فرماتے ہیں: **"ان الامام ذكر فى تصانيفه (اى فى ملائه التى املأها على اصحابه) نيفا تسعين الف حديث انتخب الاٰثار من اربعين الف حديث۔"**

امام ابوداود سجستانیؒ فرماتے ہیں: **"رحم الله اباحنيفة كان اماما۔"**

علامہ کردریؒ مناقب امام اعظمؒ میں امام عبداللہ بن اسحاقؒ کا قول نقل کرتے ہیں: **"كان سيد الفقهاء لم يغمره فى د ينه الاحاسدا اوباغ۔"** مذکورہ علماء کے علاوہ بعض دوسرے ائمہؒ فرماتے ہیں: **" عدل ثقة ' ثقة لا بأس به ' جيد الحفظ ' ثقة فى الحديث 'احسن الضبط ' حافظ وثقوه ' احفظ ' ابصر بالحديث الصحيح' وثقه ابن معين ' عدله ابن مبارك ووكيع "انبل من الكذب ' عندنا من اهل صدوق "**

قارئین کرام! میرے سامنے مندرجہ بالا توثیقی کلمات کے علاوہ بھی ائمہ کے بہت سی توثیقات موجود ہیں، لیکن فقیر کو امید واثق ہے کہ اوراق بالا کے مطالعہ سے آپ یہ جان گئے ہوں گے کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث و نقاد فن کی زبان وقلم نے امام صاحبؒ کے متعلق تعدیل کے مختلف الفاظ مختلف انداز میں فرمائے ہیں۔ کہیں تعدیل کا ایک لفظ، کبھی دو یا اس سے زیادہ اور کبھی اسم تفضیل کے صیغہ سے توثیق نقل کی ہے ۔منصف مزاج دوستوں کیلئے یہی کافی وشافی ہے اور حاسدین کیلئے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتب کا انبار بھی بے معنی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا توثیقی کلمات میں بعض کلمات تفقہ ابی حنیفہؒ کی بابت ہیں، حالانکہ یہاں محدثانہ جلالت شان کی بات ہو رہی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حفظ احادیث و آثار، اقوال صحابہؓ و تابعینؒ اور ان حضرات کے اختلاف اور سنن وغیرہ میں معرفت ناسخ، منسوخ کے بغیر تفقہ فی الدین مشکل بلکہ ناممکن ہے اور جب علماء کا امام ابوحنیفہؒ کے افقہ الناس پر اتفاق ہے، تو اس کے ضمن میں اس بات کا اعتراف بھی موجود ہے کہ آپؒ حافظ الحدیث اور ماہرفنِ حدیث تھے۔لہٰذا اگر اب بھی اتنی کثیر توثیق و تعدیل کے باوجود کوئی ہٹ دھرمی سے امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان میں شک کرتا ہوا ان کو مجروح اور ضعیف جانے یا ان کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ان کی روایات کو ناقابل احتجاج سمجھے، تو اس سے زیادہ متعصب، نفس پرست اور حق پوش اور کون ہوگا؟ اب تو ان کی بابت صرف "فالی اللہ

المشتکی" کہا جا سکتا ہے۔

محترم قارئین کرام! آپ حضرات نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے تعدیلی و توثیقی کلمات اور علم حدیث میں امامت اور حفظ کی بلند چوٹی پر فائز ہونا پڑھا۔ شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال آتا ہو کہ جب آپؒ امامت کے اتنے بلند ترین مقام پر ہیں، تو آخر کیوں ان کے ساتھ حسد و عناد کیا جا رہا ہے کہ بعض لوگوں آپؒ کو صرف تین یا تیرہ احادیث کا عالم بتاتے ہیں؟ تو محترم آپ حضرات خود سوچ لیں کہ جس شخص نے چار ہزار مشائخ سے حدیث پڑھی ہو اور جن کے بارے خود ان کے عظیم شیخ امام اعمشؒ فرماتے ہوں: کہ "بس بس جو احادیث میں نے آپ کو سو دنوں میں پڑھائے تھے، وہ آپ ایک ساعت میں بیان کرو گے۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ تم ان حدیثوں پر عمل کرتے ہو۔" وہ کس طرح صرف تین یا سترہ احادیث کے عالم ہو سکتے ہیں۔ آپ حضرات تقریباً ہر متقی کو دیکھتے ہیں: کہ وہ چالیس احادیث کا حافظ ہوتا ہے، تو پھر کیا اتنے بڑے متقی عالم جن کی دنیا کے گوشہ گوشہ میں اتباع کی جاتی ہے، وہ علم دین سے اتنے بڑے کورے ہونگے، جن کو چالیس احادیث کا حفظ کرنا بھی نصیب نہیں ہوگا؟ **فواعجبا!**

ناظرین کرام! اصل وجہ حسد کا ہے کیا سید الکونین ﷺ کو دعوی نبوت سے پہلے "**الصادق**" اور "**الامین**" کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا؟ ہاں پکارا جاتا تھا، لیکن بعثت کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ برتا گیا؟ وہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔ کہیں سردار دو جہاں ﷺ کو مجنون کہا گیا، تو کہیں ساحر اور کذاب کے الفاظ سے آپؐ کا استقبال کیا گیا۔ کہیں پتھروں سے آپؐ کو رخصت کیا گیا، تو کہیں تالیوں اور گالیوں کے ساتھ آپ ﷺ کو الوداع کہا گیا۔ کہیں اونٹوں کی اوجڑیاں اور دوسری

نجاستیں آپ ﷺ پر ڈالے گئے، تو کہیں آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ مجبوراً آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی، لیکن پھر بھی انہوں نے آپ ﷺ کو چین اور آرام سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو زخمی اور دندان مبارک کو شہید کیا گیا۔ آپؐ پر قاتلانہ حملے کئے گئے اور آپ ﷺ کو زہر دیا گیا، لیکن آپ ﷺ ﴿وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ کے وعدے کی بناء پر قتل سے بچ جاتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے چہیتوں کو کفار نہ صرف قتل کرنے لگے، بلکہ ان کو مثلہ کر کے اس پر فخر کرنے لگے۔ یہ اس شخصیت کے ساتھ کفار مکہ کا عمل تھا، جن کو یہی کفار دعویٰ نبوت سے پہلے "**الصادق**" اور "**الامین**" کے لقب سے پکارتے تھے۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ پر حاسدوں نے جو مظالم ڈھائے، وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کتنی بے دردی اور بے جگری سے شہید کئے گئے، کیا یہ قاتل مسلمان ہونے کے داعی نہیں تھے؟۔

عبداللہ بن زبیرؓ کو مکہ مکرمہ ہی میں شہید کر لیا گیا اور قاتلوں نے اپنے آپ کو پکا مسلمان جانا تھا۔ ان آسمان علم وتقوی اور عدل وثقاہت کو حسد کی بھٹیوں نے جلایا۔ لہٰذا امام ابو حنیفہؒ کے علمی کمالات جو ثریا تک پہنچے ہوئے تھے، بھی اس لائق تھے کہ ان کمالات کی وجہ سے نالائق ان سے حسد کریں چنانچہ یہی حسد آپؒ کے اعلیٰ مقام کے ملنے کا باعث بنی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ے تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

الغرض امام ابو حنیفہؒ صرف جلیل القدر حافظ الحدیث ہی نہیں تھے، بلکہ آپ

لاکھوں احادیث کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ہر حدیث کے ایک ایک لفظ، اس کے معنی وروح سے آشنا اور اس کی حفاظت کرنے والے تھے۔ جس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا نکتہ بھی ان کے منور دل ودماغ سے اوجھل نہ ہوتا تھا اور شاید اس وجہ سے حفاظ حدیث وائمہ مجتہدین میں آپ کو سب سے اونچا منصب ومقام حاصل ہوا اور بڑے بڑے حفاظ حدیث کو کہنا پڑا: کہ "ہم لوگ صرف دوا فروش ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔" **"نحن الصیادلة وانتم الاطباء"** بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کو نقادان حدیث کا پیشوا مانا گیا۔ اسی وجہ سے ائمہ حدیثؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو رواۃ کی تنقید میں بطور استدلال پیش کیا ہے۔ چنانچہ ایک عنوان کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی جرح وتعدیل کے متعلق چند سطور انشاء اللہ لکھے جائیں گے۔ زیب نظر فرمائیں۔

آخر یہ ظلم کب تک؟:

قارئین کرام! آپ حضرات نے مختصر ملاحظہ فرمایا کہ کتب اسماء الرجال میں امام ابوحنیفہؒ پر بہت زیادہ اعتماد کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ ان کتب میں آپؒ کو صرف ایک محدث نہیں مانا گیا ہے، بلکہ آپؒ کو **"الامام الاعظم' الحافظ 'من ائمة الحدیث' من ائمة الثقات المشهورین' من کِبار المجتهدین فی علم الحدیث' من ائمة الحدیث والفقه"** کے نام سے یاد فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح جرح وتعدیل کے لحاظ سے بھی آپؒ کی امامت کو تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ ائمہ حدیث نے آپؒ کی جرح وتعدیل پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ، علامہ بیہقیؒ، علامہ ابن جوزیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ نے آپؒ کے قول کو جرح وتعدیل میں قبول فرمایا ہے۔ لیکن ظلم بالائے

ظلم ہے کہ غیر مقلدین کے بعض مصنفین نے انصاف اور شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھ کر لکھا ہے: ''کیونکہ یہ مسلمہ امر اور آخری اور قطعی حقیقت ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کے نام کے ساتھ محدث یا امام فن حدیث کا لفظ برائے نام بھی کتب تاریخ اسلام اور اسماء الرجال وطبقات میں موجود نہیں الخ۔''(۱)

قارئین کرام! یہ جھوٹ اگر صرف ایک غیر مقلد کا ہوتا، تو کہا جاتا کہ یہ اس کی بے وقوفی ہے۔ باقی لامذہب یہ نہیں کہتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حسد کی آگ تقریباً تمام لامذہبوں کو کھا گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب پر کئی غیر مقلدین مصدقین نے اس افتراء اور بہتان میں اس بدبخت کے ساتھ شریک ہو کر شہادت زُور پر صاد کہا ہے۔ حالانکہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ کتبِ تاریخ اسلام، اسماء الرجال اور کتب طبقات میں امام ابوحنیفہؒ کو صرف محدث نہیں کہا گیا بلکہ بحمداللہ "**احفظ اهل زمانه، اعلم اهل زمانه، من كبار المجتهدين فى علم الحديث، الامام الاعظم، الحافظ وغيره**" کے الفاظ سے آپؒ کو نمایاں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اگرچہ فقیر نے مختلف کتب سے ائمہ دین کے مختلف اقوال نقل کر کے آپؒ کی محدثانہ حیثیت واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، لیکن مزید برائے تشفئ خاطر فن جرح وتعدیل کے ائمہ کے ہاں فن جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان کی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

فن جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کی رفعت شان:

مقدمہ تبییض الصحیفۃ میں "**كان ابوحنيفة من ائمة الجرح**

ماخذ ومصدر: (۱) نتائج التقلید: ۱۸۹ بحوالہ مقام ابی حنیفہ: ۱۲۷

والتعدیل" کے ایک عنوان کے تحت مرقوم ہے: "امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: کہ "عہد صحابہؓ کے بعد سب سے پہلے شخص جنہوں نے بعض کا تزکیہ اور بعض پر جرح کی ہے' وہ امام شعبیؒ' امام ابن سیرینؒ تھے اور پھر عہد عام تابعینؒ کے انقراض کے وقت ۱۵۰ھ کے حدود میں جن حضرات ائمہؒ نے تزکیہ اور نقد و جرح پر کام کیا۔ ان میں امام ابوحنیفہؒ کو سرفہرست ذکر کیا ہے' جبکہ امام اعمشؒ' امام شعبہؒ وغیرہ کو ان کے بعد ذکر کئے ہیں۔" (۱) اور اس مقدمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا جابر پر جرح اور امام عطاءؒ کی تعدیل میں فرمایا گیا ایک قول بھی منقول ہے۔

علامہ عبدالرشید نعمانیؒ مقدمہ مذکورہ میں مزید لکھتے ہیں: کہ "ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے ان کبار ائمہ جرح وتعدیل میں سے تھے' کہ جب بات کہیں' تو شرف قبولیت سے نوازا جائے اور جب جرح یا تعدیل کرے' تو ان سے سنی جائے۔ آپ متثبت تھے' شعبہؒ و مالکؒ جیسے صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے" اور فرماتے ہیں: کہ "ملک المحدثین امام الجرح والتعدیل یحیی بن معینؒ نے چار علماء بتائے ہیں۔ جن میں ایک امام ابوحنیفہ ہیں اور ان کو انہوں نے " **حافظ وحجة** " فرمایا ہے۔" (۲) بہرحال آپؒ کے اقوال کو ائمہ جرح وتعدیل نے جس قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے' فقیر ان میں سے چند اقوال نمونہ کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

ترمذی میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت:

۱......: امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے جامع ترمذی کے کتاب العلل میں امام

ماخذ و مصادر: (۱) ملخصہ از مقدمہ مذکورہ: ۳۲' ۳۳' ملخصہ ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل: ۱۵۱' ۱۵۲

(۲) ملخصہ تبییض الصحیفہ: ۴۱' البدایہ والنہایہ: ۱۰/۱۱۶

ابوحنیفہؒ کا قول فضیلت عطاء بن ابی رباحؒ اور جرح جابر جعفی میں پیش کیا ہے' چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد خود دونوں کی تصریح کرتے ہیں: "**فان الترمذی قد صرح باسمه الشریف فی آخر جامعه حیث قال: حدثنا محمود بن غیلان قال حدثنا ابو یحی الحمانی قال: سمعت اباحنیفةؒ یقول: مارایت اکذب من جابر جعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباحؒ۔**"(۱)

پاک وہند کے جامع الترمذی کے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ نہ دارد:

قارئین کرام! اگر آپ پاک وہند کے موجودہ نسخوں کو ٹٹولیں' تو آپ کو امام ترمذیؒ کی یہ تصریح نظر نہیں آئے گی۔ علامہ مبارک پوریؒ نے اس خلجان کو خود ختم کر کے لکھا ہے: کہ "امام ترمذیؒ کا یہ قول اگرچہ ہندوستانی نسخوں میں نہیں ہے' لیکن مصری نسخوں میں موجود ہے۔" "**وقول الترمذی هذا وان لم یقع فی نسخ الترمذی المطبوعة فی الهند لٰکنه وقع فی النسخة المصریة۔**" پھر آگے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے تہذیب التہذیب کے حوالہ سے اس روایت کی تصریح بھی نقل کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ مصری نسخوں میں یہ موجود ہے' صرف دعویٰ نہیں' بلکہ حقیقت ہے۔

جامع الترمذی کے بہت سے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت:

چنانچہ فقیر کے سامنے (۱) دار احیاء التراث بیروت کا ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں چھاپ شدہ کتاب العلل پڑی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کی یہ روایت

ماخذ ومصادر: (۱) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۴۲۴' کتاب العلل: ......' الکامل فی ضعفاء الرجال: ۲/۲۱۳

ص ۳۹۷ پر مرقوم ہے۔اس کے علاوہ (ب) الجامع الصحیح بتحقیق علامہ احمد محمد شاکرؒ مکتبہ مصطفیٰ الحلبی میں ۵/۴۱۷ پر' (ج) عارضۃ الاحوذی میں ۱۳/۳۰۹ پر' (د) الجامع الکبیر بتحقیق دکتور بشّار عوّاد معروف مکتبہ دار الغرب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶ء میں ۶/۲۳۳ پر اور (ھ) سنن الترمذی بتحقیق الالبانی مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع الریاض الطبعۃ الاولیٰ میں صفحہ ۸۸۸ پر یہ روایت موجود ہے۔قارئین کرام امام ابوحنیفہؒ کی روایت مذکورہ بالا پانچ نسخوں میں موجود پائیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ بحیثیت امام جرح وتعدیل دوسرے ائمہ کی نظر میں:

۲......: علامہ ابواحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵ھ) نے الکامل فی ضعفاء الرجال میں امام عطاء بن ابی رباحؒ کی توثیق اور جابر جعفیؒ کی تضعیف میں امام ابوحنیفہؒ کا قول پیش کیا ہے۔

۳......: علامہ ابواحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں: کہ "ابوسعد صغانیؒ کہتے ہیں: کہ ایک آدمی امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا: کہ "امام ثوریؒ سے حدیث لینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟" تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: "(وہ ثقہ ہیں) ان سے احادیث لکھو' بجز احادیث ابی اسحاق عن الحارث عن علی اور احادیث جابر جعفی کے۔" (۱)

مزے کی بات یہ ہے کہ علامہ جرجانیؒ نے احمد بن ابی الحواریؒ' محمود بن غیلانؒ' عبد اللہؒ اور عبد الحمید بن بشمینؒ کے واسطوں سے چار سندوں کے ساتھ ابوسعد صغانیؒ کے توسط سے امام ابوحنیفہؒ سے جابر جعفی کی تضعیف ثابت کی ہے۔جس سے

ماخذ ومصدر: (۱) الکامل فی ضعفاء الرجال: ۲/۲۱۳

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ جرجانیؒ اور اصحاب جرح وتعدیل کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کی بات بڑی وزنی ہے۔تبھی تو اتنے ائمہ جرح وتعدیل سے آپؒ کی جرح نقل کی ہے۔

۴......:علامہ عمر بن احمدؒ (م ۳۸۵ھ) لکھتے ہیں: ''اس کتاب میں علماء اور نقاد حدیث کا (رواۃ کے بارے) اختلاف ذکر کیا جاتا ہے۔پس ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں، جنہوں نے ان (رواۃ) کی توثیق کی ہے اور بعض وہ حضرات ہیں جنہوں نے (ان رواۃ کی) تضعیف کی ہے۔الخ اور پھر چند صفحات کے بعد جابر کی تضعیف اور عطاءؒ کی توثیق امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے یحیی بن معینؒ سے بھی جابر کی تضعیف نقل کی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے ذکر کرنے کے بعد۔(۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح وتعدیل میں امام اعظمؒ یحی ابن معینؒ سے بھی بڑھ کر مانے جاتے تھے۔

۵......:صاحب خلاصہ رواۃ کی جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو پیش کرتے ہیں۔

۶......:امام حاکمؒ نے تاریخ نیسابور میں ترجمۂ احمد بن عباس بن حمزۃ الواعظ میں ایک مقام پر امام ابوحنیفہؒ کے قول کو پیش کیا ہے: **"كان ابو حنيفةؒ يقول اول من اسلم من الرجال ابوبكر ومن النساء خديجة ومن الصبيان علي۔"** (۲) اس سے امام ابوحنیفہؒ کی فنِ حدیث میں مہارت وکمال معلوم ہوتا ہے۔

۷......:امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے بھی علامہ جرجانیؒ والی روایت نقل کی ہے اور قابل تعجب بات یہ ہے کہ اسی صفحہ پر امام شعبہؒ سے جابر جعفی کی توثیق نقل کی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کی جرح زوردار انداز میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ''اگر جابر جعفی کی جرح

ماخذ:(۱) ذکر من اختلف العلماء ونقاد الحدیث فیہ:۴۳،۴۴ (۲) فتح المغیث شرح الفقیہ المحدث للسخاوی:۳۸۸

میں ابوحنیفہؒ کے قول کے علاوہ کوئی اور قول نہ بھی ہوتا' تو اس کے شر کیلئے امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی کافی تھا' کیونکہ امام صاحبؒ نے اس کو دیکھا اور اس کا تجربہ کیا اور اس سے ایسی باتیں سنیں جو اس کی تکذیب کو لازم قرار دیتی ہیں۔ پس امام صاحبؒ نے اس کی ان باتوں کی وجہ سے اس کی تکذیب کی خبر دے دی۔'' "**ولو لم یکن فی جرح جابر الجعفی الاقول ابی حنیفةؒ لکفاہ بہ شرا فانہ رآہ وجربہ وسمع منہ مایوجب تکذیبہ فاخبربہ۔**"(۱)

۸......: حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے اور اصطلاح حدیث میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے' جس کو کم ازکم ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کی سند سے دو روایتیں بھی موجود ہیں نیز تذکرۃ الحفاظ میں عطاء بن ابی رباحؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے: "**قال ابوحنیفة مارأیت احدا افضل من عطاء**"۔(۲) اور فقیہ المدینۃ ابوالزنادؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "**قال ابوحنیفة رأیت ربیعة واباالزناد وابو الزناد افقه الرجلین**۔"(۳) جبکہ ترجمہ امام جعفر الصادقؒ میں لکھتے ہیں: "**قال مارأیت افقه من جعفر بن محمدؒ**۔"(٤)

۹......: علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن الجوزیؒ (م ۵۷۹ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے جابر جعفی کی تضعیف نقل کی ہے۔(۵)

۱۰......: امام عبداللہ بن عدیؒ نے جابر جعفی کی تضعیف میں امام ابوحنیفہؒ کا قول صرف

ماٰخذ ومصادر: (۱) القراءۃ خلف الامام: ۱۵۷ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۹۸ (۳) ایضاً: ۱/ ۱۳۵ (۴) ایضاً: ۱/ ۱۶۶ (۵) الضعفاء والمتروکین لابن الجوزیؒ: ۱/ ۱۶۴

ایک دفعہ نقل نہیں کیا بلکہ ایک ہی صفحہ میں تین دفعہ نقل فرمایا ہے: چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:
"ثنا الحسین بن عبد اللہ القطان ثنا احمد بن ابی الحواری سمعت ابا یحیی الحمانی یقول سمعت اباحنیفة یقول مارأیت فیمن رأیت افضل من عطاء ولا لقیت فیمن لقیت اکذب من جابر الجعفی ماأتیته قط بشیء من رأیه الاجاء نی فیه بحدیث وزعم ان عنده کذا وکذا الف حدیث رسول اللہ ﷺ لم یظهرها" اورایک دوسری سند سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کہ ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیااور پوچھنے لگا: کہ'' سفیان ثوریؒ سے احادیث روایت کرنے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟''توامام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:''ان سے احادیث لکھا کرؤعلاوہ حدیث ابواسحٰق کے' جس کو وہ (ابواسحٰق) حارث سے اور وہ (حارث) حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہےاورحدیث جابرالجعفی بھی ان سے روایت نہ کروالخ۔'' "ثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز ثنا محمود بن غیلان ثنا عبد الحمید الحمانی سمعت ابا سعد الصاغانی یقول جاء رجل الی ابی حنیفة فقال ما تریٰ فی الاخذ عن الثوری فقال اکتب عنه ما خلا حدیث ابی اسحٰق عن الحارث عن علی وحدیث جابر الجعفی سمعت عبد اللہ یقول قال عبد الحمید الحمانی عن ابی حنیفة قال مارأیت اکذب من جابر" اورایک تیسری سند کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں"قال مارأیت احداالکذب من جابرالجعفی۔"(۱)

۱۱......:امام ابن حبانؒ اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں: کہ''میں نے جن

ماٰخذ ومصادر:(۱)الکامل لابن عدی رقم ۳۲۶:۲/۱۱۳

حضرات سے ملاقات کی ہے ان میں امام عطاءؒ سے کسی کو افضل نہیں دیکھا اور جس کسی سے بھی ملاقات کی ہے، ان میں جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔" امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: کہ "پس یہ ابوحنیفہؒ ہیں کہ جابر جعفی پر جرح کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں" **قال عبد الحميد الحماني عن ابی حنيفة قال مارأيت فيمن لقيت افضل من عطاء ولالقيت فيمن لقيت اكذب من جابر الجعفی فهٰذا ابوحنيفة يجرح جابر الجعفی ويكذّبه۔**"(۱)

۱۲......: علامہ حافظ عبدالقادر قریشیؒ (م ۷۵۵ھ) فرماتے ہیں: "جان لیں! کہ فن جرح و تعدیل کے علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی جرح وتعدیل کے اقوال کی اسی طرح تلقی بالقبول کرتے ہوئے عمل کیا ہے، جس طرح اس فن کے شیوخ امام احمدؒ بخاریؒ ابن معینؒ اور ابن مدینیؒ وغیرہم ائمہؒ کے اقوال کی تلقی بالقبول کی ہے۔ اور یہ آپؒ کی عظمت شان اور آپؒ کی سیادت اور (علم جرح وتعدیل میں) وسعت پر دلیل ہے۔ اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں جامع کبیر سے نقل کی ہے اور آگے جابر جعفی کی تکذیب اور عطاءؒ کی توثیق ذکر کی ہے۔" "**اعلم ان الامام اباحنيفة لقد قبل قوله فی الجرح والتعديل وتلقوه عنه علماء هذا الفن وعملوا به كتلقيهم عن الامام احمد والبخاری وابن معين و ابن المدينی وغيرهم من شيوخ الصنعة وهذا يدل علی عظمة شانه وسعة علمه وسيادته الخ**"۔ (۲) آگے المدخل لمعرفۃ دلائل النبوۃ للبیہقیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

۱۳......: امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ "طلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتا تھا۔" (۳)

ماخذ ومصادر: (۱) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۳/۲۷۳ (۲)، (۳) جواہر المضیۃ: ۱/۳۰، ۳۱

۱۴......: فرمایا: کہ زید بن عیاش ضعیف ہے۔‘‘ (۱)

۱۵......: امام سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا: کہ ’’سب سے پہلے جس نے مجھے حدیث پڑھا نے بٹھایا، وہ امام ابوحنیفہؒ تھے۔ میں کوفہ آیا، تو امام ابوحنیفہؒ نے میرا تعارف کرایا اور کہنے لگا: کہ ’’عمرو بن دینارؒ کی احادیث کے تمام لوگوں میں سے یہ سب سے زیادہ عالم ہیں۔ تو لوگ میرے ہاں جمع ہو گئے اور میں نے ان کو احادیث پڑھائیں۔‘‘ (۲)

۱۶......: محدث جلیل حافظ حماد بن زیدؒ کہتے ہیں: کہ ’’ہم حافظ عمرو بن دینارؒ کی کنیت ابومحمد نہیں جانتے تھے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے سنی، ورنہ ہم صرف ان کو ان کے نام سے جانتے تھے۔‘‘ (۳)

۱۷......: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے۔ ایک نے نفی میں افراط کی، دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا۔‘‘ (۴)

اہم تنبیہ: یہاں امام ابوحنیفہؒ کی بابت یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؒ پر جہمی کا حکم لگانا آپؒ پر بہتان کے سوا کچھ نہیں۔ ورنہ جہم بن صفوان کو بددعا نہ دیتے اور اس کی تغلیط نہ کرتے۔

۱۸......: فرمایا: کہ ’’کسی سے اس وقت حدیث کی روایت درست ہے کہ جس وقت سے حدیث سنی ہو اسی وقت سے روایت کے وقت تک برابر اس کو وہ حدیث یاد ہو۔‘‘ (۵)

امام اعظمؒ کی یہ شرط دوسرے محدثینؒ کے مقابلے میں بہت سخت تھی اس لئے اس وجہ سے، نیز دوسری احتیاطوں کے باعث خود امام صاحبؒ نے کم روایات نقل کی گئی ہیں۔

۱۹......: ابوعاصمؒ فرماتے ہیں: کہ ’’میں نے ابوحنیفہؒ سے سنا آپؒ فرمارہے تھے:

ماٰخذ ومصادر: (۱) تا (۵) حوالہ بالا

"**القراء ۃ جائزۃ یعنی عرض الکتب**" اور فرماتے ہیں: کہ ''ابن جریجؒ ابن ابی ذئبؒ ابوحنیفہؒ مالکؒ اوزاعیؒ اور ثوریؒ نے مجھے خبر دی۔ ان میں سے ہر ایک کہتا تھا: ''جب تم (تحمل کے وقت) کسی عالم پر (حدیث کی) قرأت کرو اور (پھر دوسرے کو ادا کے وقت) "**اخبرنا**" کہو تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔''(۱) (جیسا کہ آج کل محدثینؒ کا طریقہ ہے۔)

۲۰......: محدث جلیل ابوقطنؒ نے امام صاحبؒ کا قول بطور سند پیش کیا کہ ''شیخ کو حدیث سنا کر بھی "**حدثنی**" سے روایت کر سکتے ہیں۔''(۲)

ان دونوں اقوال سے معلوم ہوا کہ بوقت تحمل (یعنی استاد سے پڑھتے وقت) "**القرأۃ علی الشیخ**" (یعنی شاگرد حدیث پڑھے اور شیخ اس کو سنے) جائز ہے اور اس کو بوقت ادا (یعنی شاگرد کو پڑھاتے وقت) "**اخبرنی**" اور "**حدثنی**" دونوں قسم کے الفاظ سے پڑھا سکتے ہیں۔

۲۱......: امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ ''میرے نزدیک رسول ﷺ سے سراویل پہننے کی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہونچی۔''(۳)

کتبِ جرح وتعدیل کے مطالعہ سے امام ابوحنیفہؒ کی جرح وتعدیل میں اقوال کی وقعت معلوم ہوتی ہے' لیکن ہمارے پاس مطالعہ کی فرصت کہاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لامذہب افراد کی بلند بانگ دعوؤں سے مرعوب ہو کر ہمارے بعض احباب کہنے لگتے ہیں: کہ ''ہمارے مذہب میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ضعیف احادیث زیادہ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کو فقاہت میں بہت اونچا مقام اگرچہ ملا تھا' لیکن احادیث میں ان کا مقام

ماٰخذ ومصادر: (۱) تا (۳) حوالہ بالا

دوسرے ائمہؒ سے بہت کم تھا۔“ لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح امام ابوحنیفہؒ کو فقاہت میں تمام ائمہؒ پر فوقیت نصیب فرمائی تھی اسی طرح احادیث میں بھی آپؒ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ جیسا کہ باحوالہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا۔

کتب حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی روایات:

جامع ترمذی اور نسائی میں امام اعظمؒ کی روایات:

روایات حدیث میں تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام ابوحنیفہؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ علامہ ذہبیؒ اور علامہ مزیؒ نے امام صاحبؒ کے تراجم لکھے ہیں ان میں نسائی اور ترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام نسائیؒ اور ترمذیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی روایات کی تخریج کی ہے۔(۱) علامہ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اور علامہ مزیؒ نے تہذیب الکمال میں وہ روایات بھی ذکر کیں ہیں۔ صاحب مجمع البحار نے بھی ترمذی، نسائی کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح علامہ مبارکپوریؒ بھی ترمذی اور نسائی کا حوالہ دیتے ہیں۔ "**عن ابن معين له في كتاب الترمذي من رواية عبدالحميد الحماني عنه وفي كتاب النسائي حديثه عن ابن ابي ذر عن ابن عباسؓ الخ**"۔(۲)

امام صاحبؒ سے مندرجہ بالا کتب میں روایات حدیث موجود تھیں، لیکن پاک و ہند کے متداول و مطبوعہ نسخوں سے غائب ہیں۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ رقم ۱۶۳: ۱/ ۱۶۸، سیر اعلام النبلاء رقم ۱۶۳: ۶/ ۳۹۰، تہذیب التہذیب رقم ۸۱۹: ۱۰/ ۴۰۱، ۴۰۲، تقریب التہذیب رقم ۷۱۵۳: ۱/ ۵۶۳ (۲) تحفۃ الاحوذی حصہ اول: ۱۶۸

امام ترمذیؒ اور تائید مذہب حنفی:

امام ترمذیؒ مذہباً شافعی تھے، لیکن اس کے باوجود بہت سی جگہ مذہب حنفی کو راجح اور امام شافعیؒ کے مذہب کو مرجوح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نماز ظہر میں "ابراد" کے مسئلہ میں تو بہت ہی صاف الفاظ میں امام شافعیؒ کے مذہب کی مخالفت کی ہے۔ البتہ باقی مقامات پر مذہب حنفی کی تائید اور مذہب شافعی کی تردید اتنی صراحت کے ساتھ موجود نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ نے نماز ظہر میں "ابراد" کے مسئلہ میں ایک حدیث **"اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ الحدیث"** (**"وفی روایۃ الصحیحین" فابردوا بالصلوٰۃ"**) روایت کر کے اس پر **"حدیث حسن صحیح"** کا حکم لگایا ہے اور پھر فرمایا ہے: کہ ''امام شافعیؒ نے "ابراد" کے دوسرے معنی لئے ہیں۔ وہ یہ کہ نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ مسجد میں نماز پڑھنے والے دور سے آتے ہوں، لیکن جب آدمی تنہا نماز پڑھے یا جو آدمی اپنی قوم اور محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو، تو اس کے واسطے بہتر یہ ہے کہ وہ گرمی کے وقت بھی نماز کو مؤخر نہ کرے۔''

اس کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''شدت حر کے وقت تاخیر ظہر جس کی اہل علم کی ایک جماعت (حنفیہ وغیرہ) قائل ہیں۔ انہوں نے حدیث کی جو مراد سمجھی ہے اور بیان کی ہے وہی بہتر اور لائق اتباع ہے اور جو کچھ امام شافعیؒ نے مراد بیان کی ہے کہ وہ دور سے آنے والوں کے واسطے اور مشقت و تکلیف کی وجہ سے ہے۔ وہ مراد صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابو ذرؓ کی حدیث حالت سفر والی بھی موجود ہے کہ جب

سب لوگ ایک جگہ جمع تھے، پھر بھی نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو یہ مضبوط حکم دیا ''اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اے بلال ! پھر (مزید) ٹھنڈا وقت ہونے دو۔'' پس اگر امام شافعیؒ کے ذکر کردہ حدیث کا مطلب صحیح ہوتا، تو اس موقع پر "ابراد" کا حکم فرمانے کا کیا مقصد تھا؟ حالانکہ سب لوگ سفر میں ایک جگہ موجود تھے اور کہیں دور سے آنے کی ضرورت و تکلیف بھی ان کو نہ تھی۔'' "وقد اختار قوم من اهل العلم تأخير صلاة الظهر فى شدة الحروهو قول ابن المباركِ واحمدَ واسحٰقَ و قال الشافعى انما الابراد بصلاة الظهر اذا كان مسجدا ينتابُ اهلُه من البُعدِ فاما المصلى وحدَه والذى يصلى فى مسجد قومه فالذى اُحِبُّ له اَن لا يؤخر الصلاة فى شدة الحر ومعنى من ذهب الى تأخير الظهر فى شدة الحرهو اولى واشبه بالاتباع واما ما ذهب اليه الشافعى اَنَّ الرخصة لمن ينتابُ من البعد والمشقة على الناس فان فى حديث ابى ذر مايدل على خلاف ماقال الشافعى قال ابوذرٌ كنا مع النبى ﷺ فى سفر فاَذَّن بلالٌ بصلاة الظهر فقال النبى ﷺ يا بلال اَبرِد ثم ابرد فلوكان الامر على ما ذهب اليه الشافعى لم يكن للابراد فى ذلك الوقت معنى لاجتماعهم فى السفر وكانوا لا يحتاجون ان ينتابوا من البعد۔"(۱)

امام ترمذیؒ نے مذکورہ بالا عبارت سے امام شافعیؒ کے فہم معنی حدیث کو مرجوح اور امام ابوحنیفہؒ کے فہم حنفیہ کو راجح قرار دیتے ہوئے مسلک حنفیہ کی نہ

ماخذ ومصدر: (۱) ترمذی رقم ۱۵۷ باب ماجاء فی تأخیر الظہر فی شدہ الحر: ۱/۲۰۴ دار الغرب الاسلامی بیروت

صرف تائید کی، بلکہ ان کو اہل علم کہا ہے اور یہ ثابت شدہ مسلّم امر ہے کہ اس زمانے میں اہل علم محدث ہی کو کہا جاتا تھا۔

اسی طرح امام موصوفؒ نے ایک اور مقام پر مذہب حنفی کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ حنفیہ کے یہاں صبح کی نماز میں اسفار افضل ہے اور امام شافعیؒ تغلیس کو افضل بتاتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے وقت پر نماز پڑھنے کو **"احب الاعمال"** فرمایا، لیکن اس سے ان کا استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ اسفار میں پڑھنا بھی اپنے وقت ہی پر پڑھنا ہے اور اول وقت کی فضیلت کی حدیثیں درجہ صحت سے کم ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ عورتیں صبح کی نماز میں شرکت کیلئے چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں اور ایسے وقت میں واپس آجاتیں تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ اس سے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنے کا (صرف) جواز نکلتا ہے اور ممکن ہے کہ عورتوں کی رعایت سے بھی کچھ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو، بلکہ مدینہ کے انصار کھیتی باڑی کیلئے جلدی جاتے تھے، تو ان کی رعایت کیلئے بھی ممکن ہے کہ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو۔ اس لئے اس کی افضلیت مصرح نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ صبح کی سنتیں اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتا تھا، لیکن اس میں اُن سے زیادہ ہماری دلیل حجت ہے۔ **کما لایخفیٰ علی اللبیب۔**

قارئین کرام! اب ملاحظہ فرمایئے کہ حنفیہ کی دلیل حدیث ترمذی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "صبح کی نماز خوب صبح کر کے پڑھو، کیونکہ وہ تمہارے اجر کو اجر عظیم بنانے والی ہے۔" امام ترمذی نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ "یہ حدیث حسن صحیح

ہے" اور چونکہ اس میں صراحت کے ساتھ اسفار کی افضلیت مذکور ہے اس لئے اس پر عمل ہوگا۔ امام ترمذیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دیتے ہوئے امام شافعیؒ کے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ "امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ نے کہا ہے: کہ "اسفار کا معنی یہ ہے کہ صبح خوب واضح ہوجائے اور اس میں شک کی گنجائش نہ رہے اور انہوں نے اس کو نہیں دیکھا کہ اسفار کا معنی تأخیر الصلاۃ ہے"۔ **"وقال الشافعی واحمد واسحٰق معنی الاسفار ان یَضِحَ الفجر فلایُشَکُّ فیه ولم یَرَوا ان معنی الاسفار تأخیرُ الصلاۃ"۔(۱)**

تشہد کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف ہے۔ حنفیہ تشہد ابن مسعودؓ کو اور شوافع تشہد ابن عباسؓ کو افضل قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے تشہد ابن عباسؓ نقل کر کے فرمایا: کہ "یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے" اور فرماتے ہیں: کہ "ابن مسعودؓ کی حدیث تحقیق ان سے بہت سی طرق سے روایت کی گئی ہے اور تشہد کے بارے میں ابن مسعودؓ والی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے (جو کہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں مروی ہے) اور وہی اکثر اہل علم صحابہؓ اور تابعینؒ کا مختار ہے۔" **"حدیث ابن مسعود قد رُوی عنه من غیر وجه وهو اصح حدیث عن النبی ﷺ فی التشهد والعمل علیه عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ ومن بعدهم من التابعین۔"(۲)**

الغرض امام ترمذیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جامع ترمذی میں نہ صرف روایت

ماخذ ومصادر: (۱) باب ماجاء فی الاسفار بالفجر: ۱/ ۲۰۱ دار الغرب الاسلامی بیروت: (۲) باب ماجاء فی التشہد: ۱/ ۳۲۰، ۳۲۱

کی ہے بلکہ آپؒ کے مسلک کو بار بار ترجیح بھی دی ہے۔

جزء البخاری ابوداود طیالسی اور معجم طبرانی میں امام اعظمؒ کی روایات:

صاحب خلاصہ نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں شمائل ترمذی نسائی اور جزء البخاری کی علامت لگائی ہے مسند ابی داؤد طیالسی میں امام صاحبؒ کی روایت موجود ہے اور معجم طبرانیمیں بھی امام اعظمؒ کی دو روایتیں موجود ہیں۔ "**عن زفر بن الهذيل عن ابی حنيفة عن الهيثم بن حبيب الصيرفی عن عامر .... عن عائشة ان رسول الله ﷺ يصيب من وجهها وهو صائم تريد القبلة لم يرو هن ...... الا ابوحنيفة۔**"(۱) "**عن داؤد الطائی عن النعمان بن ثابت عن عطاء بن ابی رباح عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال اذا ارتفع النجم ......عن كل بلد۔**" (۲)

مستدرک حاکم میں دو اور سنن الدارقطنی میں امام ابوحنیفہؒ کی ۳۳ روایات:

امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک جلد دوم اور جلد تین میں امام صاحبؒ کی ایک ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام دارقطنیؒ (باوجودیکہ امام صاحبؒ سے تعصب رکھتے تھے) نے اپنی سنن میں ۳۳ جگہ امام صاحبؒ کے طریق سے احادیث روایت کیں۔

الحمد للہ امام صاحبؒ کا علم حدیث میں علوشان پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ امام صاحبؒ کا حدیث میں مزید مقام رفیع ثابت کرنے کیلئے آپؒ کے سندات

ماخذ و مصادر: (۱) خلاصہ: ۱/۶۳ (۲) المعجم الصغیر للطبرانی: ۱/۴۱

اورآپؒ کے کبار شیوخ وتلامذہ کا کچھ معمولی سا ذکر ہوگا۔ نیز فقہ کا بھی کسی قدر تذکرہ ہوگا کہ وہ بھی احادیث کے معانی اور مقاصد جاننے کا بہترین ذریعہ ہے اور پھر انشاء اللہ امام صاحبؒ پر کیے گئے چند تنقیصی اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا کہ امام المحدثینؒ پر معترضین کے اعتراضات کہاں تک صحیح ہیں؟ اوران اعتراض کی کیا وقعت ہے؟ **وما توفیقی الا باللہ۔**

امام ابوحنیفہؒ کے کبار اساتذہ کرامؒ:

امام ابوحنیفہؒ نے بقول حافظ المزنی ۷۲ صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا۔(۱) علامہ ابن حجرؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے امام صاحبؒ کی ملاقات نقل کی ہے اور بقول علامہ خوارزمیؒ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہؓ سے روایات نقل کی ہیں' لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے کہ کتنے صحابہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔ امام صاحبؒ کی سات صحابہؓ سے حدیث روایت کرنے پر ابن مبارکؒ کے ایک شعر اور علامہ عبدالکریم طبری شافعیؒ کی ایک کتاب کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

الغرض امام صاحبؒ کے اساتذہ میں کم از کم سات صحابہ کرامؓ بلاواسطہ ہیں' جن کا تذکرہ ''تابعیت امام اعظمؒ'' کے تحت ہوا ہے۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر امام اعظمؒ کے شیوخ میں وہ حضرات شامل ہیں' جن کو تابعینؒ کے دور میں علم حدیث کے اساتین شمار کیے جاتے تھے۔ ان میں سے چند حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امام ابراہیم نخعیؒ (م ۹۶ھ) جو کہ چند صحابہؓ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ بصرہ' کوفہ' حجاز اور شام میں ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا۔ حدیث کے بہت بڑے

ماخذ ومصدر: (۱) معجم المصنفین: ۲/۲۳

امام تھے۔ حضرت علقمہؒ کے افضل ترین شاگرد ان کے علوم کا نمونہ تھے اور ان کی جگہ ان ہی کی مسند پر علم دیتے تھے۔ امام صاحبؒ نے ان سے احادیث روایت کیں۔

عامر بن شراحیل شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) یہ احد اعلام التابعین، مشہور فقیہ، تیسرے طبقہ کے محدث اور صحاح ستہ کے راوی تھے۔ پانچ سو صحابہؓ کی زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے احادیث کا سماع بھی کیا تھا۔ آپؒ صحابہؓ کے زمانہ میں نہ صرف درس دیتے تھے، بلکہ صحابہؓ آپؒ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ جیسے عظیم شخص آپؒ سے بہت زیادہ متأثر ہوئے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپؒ درس مغازی دے رہے تھے کہ ابن عمرؓ وہاں سے گزرے۔ ابن عمرؓ نے ان کا درس سنا، تو فرمایا: کہ "مَیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شامل رہا ہوں، لیکن شعبیؒ کو غزوات میں مجھ سے زیادہ علم ہے۔" ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کہیں ایک حدیث بھی لکھ کر یاد نہیں کی، بلکہ ان کو تحریر میں لانے اور بیان کرنے سے پہلے یاد کر لیا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ کے ابن عباسؓ تھے۔(۱) آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ "بیس سال سے آج تک کوئی روایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی، جس کا مجھے علم نہ ہو۔" نیز فرمایا کرتے تھے: کہ "مجھے شعر سے زیادہ مناسبت نہیں، لیکن اگر مَیں چاہوں، تو پورا مہینہ اشعار کہوں گا اور کسی ایک شعر کو بھی نہیں لوٹاؤں گا۔" خطیب بغدادیؒ نے علی بن مدینیؒ کا قول نقل کیا ہے: کہ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علوم علقمہؒ، اسود بن حارثؒ، عمروؒ

ماٰخذ ومصادر: (۱) دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذی: ۱/ ۳۸۷ (یہ فقیر کی تألیف ہے جس کی ایک جلد چھپ چکی ہے۔ google پر بھی دستیاب ہے۔ الحمدللہ اندرون وبیرون ملک کے بڑے بڑے شیوخ نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے مزید جلدوں کے لکھنے کی دعا کی درخواست ہے۔ مروت غفرلہ ولابویہ)

اور عبیدہ بن قیسؒ پر ختم ہیں اور ان سب کے علوم دو آدمیوں میں جمع ہوئے۔ ایک ابراہیم نخعیؒ اور دوسرا عامر شعبیؒ۔'' اور الحمدللہ یہ دونوں امام صاحبؒ کے اساتذہ ہیں بلکہ بقول حافظ ذہبیؒ ''اکبر شیوخ ابی حنیفہؒ ہیں''۔

ابوالمحاسن شافعیؒ نے امام صاحبؒ کے شیوخ شمار کئے ہیں جن میں سے ۹۳ کوفہ کے ساکن یا نزیل کوفہ تھے۔ جن میں سے امام شعبیؒ کا ذکر بھی ہے۔

حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) یہ بالاتفاق حدیث وفقہ کے امام تھے۔ آپؒ عبداللہ ابن مسعودؓ کے علوم کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ وہ اس طرح سے کہ ابراہیم نخعیؒ کی حدیثوں کا امام حمادؒ سے زیادہ کوئی واقف نہیں اور ابراہیم نخعیؒ کے بارے تہذیب التہذیب میں ابوالمثنیٰؒ سے نقل کیا گیا ہے: کہ ''علقمہ' ابن مسعودؓ کے فضل وکمال کے نمونہ تھے اور ابرہیم نخعیؒ تمام علوم میں علقمہؒ کا نمونہ ہیں۔'' تو نتیجہ یہ نکلا کہ ابراہیم نخعیؒ تمام علوم میں ابن مسعودؓ کے نمونہ تھے یا بالفاظ دیگر علوم ابن مسعودؓ کے امین تھے اور چونکہ امین علوم ابن مسعودؓ حضرت ابراہیمؒ کے علوم کے سب سے زیادہ جاننے اور حفظ کرنے والے امام حمادؒ تھے۔ اس لئے ابن مسعودؓ کے علوم کے امین آپؒ بھی ٹھہرے۔

امام حمادؒ سے شیخینؒ کے علاوہ صواحب سنن اربعہؒ نے بھی روایات لی ہیں۔

امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد ان کی مسند تعلیم پر آپ کو بٹھایا گیا اور فقیہ العراق مشہور ہو گئے۔ امام حمادؒ نے ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت انسؓ اور دوسرے کبار محدثینؒ جیسے زید بن وہبؒ' سعید بن المسیبؒ' عکرمہؒ' ابووائلؒ' حسن بصریؒ' عبدالرحمٰن بن سعیدؒ اور امام شعبیؒ سے علوم حاصل کئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ دس سال تک آپ کی خدمت میں رہے۔ امام ابوحنیفہؒ امام حمادؒ سے دو ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے۔ امام صاحبؒ آپؒ کا بہت

زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی غلطی سے بھی آپؒ کے مکان کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں لیٹے۔

تمام صحابہؓ کے علوم کا سرچشمہ:

الغرض امام اعظمؒ کے چار ہزار شیوخ حدیث میں سے صحابہؓ کے علاوہ وہ عظیم وجلیل محدثینؒ بھی تھے، جنکی مثال اس گئے گزرے دور میں ملنی تو درکنار، اسی مشہود لہا بالخیر زمانہ میں ملنی بھی دشوار تھی کیونکہ دربار نبوی ﷺ کے خادم خاص عبداللہ بن مسعودؓ (جن کو بقول شاولی اللہ صاحبؒ نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کیلئے اپنے بعد قرأۃ قرآن اور فقہ وتذکیر میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ کو مجسم علم فرمایا اور حضرت علیؓ نے آپؓ کی بابت فرمایا: کہ ''ابن مسعودؓ نے تمام قرآن پڑھا اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو جانا ہے۔'') قرآن و حدیث کے نہ صرف سپشیلسٹ اور ماہر تھے بلکہ اپنے زمانہ میں تمام صحابہ کرامؓ کے علوم کا سرچشمہ تھے۔ اس ہستی کے تلامذہ کی ایک جم غفیر تھی، لیکن جو مرتبہ ان کے تلمیذ خاص حضرت علقمہؒ کو ملا تھا، وہ کسی اور کو نہیں ملا تھا۔ حضرت علقمہؒ کو حضرت ابن مسعودؓ سے ان الفاظ میں توثیقی سرٹیفیکیٹ ملی تھی: ''مَیں نے جو کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ مجھ کو آتا ہے، وہ سب علقمہؒ پڑھ چکا اور ان کو جانتا ہے۔'' اسی طرح ابراہیم نخعیؒ بھی اپنے استاد علقمہؒ کے نمونہ تھے، جبکہ حماد بن ابی سلیمان تابعیؒ پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کی حدیثوں کا حمادؒ سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا۔

الحاصل جب تمام صحابہؓ کے تمام علوم کا سرچشمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے

امام علقمہؒ کو اپنا سیکھا ہوا سب کچھ پڑھایا' اور امام علقمہؒ نے اپنے استاد محترم کے تمام علوم کو جانا اور ان کے نمونہ' ان کے شاگرد رشید حضرت نخعیؒ تھے اور امام نخعیؒ کی حدیثوں کے سب سے زیادہ واقف امام حمادؒ تھے' تو نتیجہ نکلا کہ "امام حمادؒ تمام صحابہؓ کے علوم کا سرچشمہ نکلے۔" حضرت امام ابوحنیفہؒ نے انہی سے دس سال شرف تلمذ حاصل کیا اور ایسا شرف حاصل کیا کہ اپنے استاد کے ہم مثل ہوئے اور اسی استاد پر بھی اکتفاء نہیں فرمایا' بلکہ اپنی تربیت کیلئے ایسی ہستی کا برسوں تک انتخاب فرمایا' جو بقول ابومجلزؒ مفتی مدینہ سعید بن المسیبؒ محدث مکہ حسن بصریؒ اور محدث بصرہ حضرت ابن سیرینؒ سے زیادہ افقہ تھے اور وہ شخصیت حضرت شعبیؒ تھے۔ جن کے بارے امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں: کہ "ابن عباسؓ شعبیؒ اور سفیان ثوریؒ اپنے وقت میں بے مثل تھے۔" امام شعبیؒ کے بے مثل اور بے نظیر ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپؒ کو قاضی کے عہدے کیلئے منتخب فرمایا تھا۔

امام اعظمؒ نے ۹۳ ساکنان کوفہ یا نزیلان کوفہ شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کی' جن میں امام شعبیؒ کے علاوہ مشہور محدث و تابعی صحاح ستہ کے راوی سلمہ بن کہیلؒ اور کوفہ کے جلیل القدر محدث و فقیہ تابعی اور صحاح ستہ کے راوی سلیمان بن مہران الاعمشؒ بھی تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے مختلف بلاد میں علمی اسفار اور اساتذہ:

امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کے حصول کیلئے مختلف بلاد کی طرف اسفار فرمائے' جن میں وقت کے اہم ترین اور عظیم ترین محدثینؒ سے احادیث پڑھیں۔

چنانچہ کوفہ سے تحصیل علم حدیث سے فراغت کے بعد بصرہ تشریف لے گئے۔ وہاں بہت بڑے جلیل القدر محدث امام قتادہؒ تابعی، شعبہؒ عبدالکریمؒ، ابوامیہؒ اور عاصم بن سلیمان احولؒ وغیرہ سے احادیث حاصل کیں۔

امام صاحبؒ نے تکمیل علم حدیث کیلئے بصرہ کے بعد مکہ معظّمہ کے شیوخ سے مراجعت فرمائی۔ جہاں امام عطا بن ابی رباحؒ اور عکرمہؒ وغیرہ سے علم حدیث کا استفادہ کیا۔

مکہ معظّمہ کے بعد مدینہ منورہ کا رخ فرمایا اور وہاں ام المومنینؓ کے غلام حضرت سلیمانؒ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے حضرت سالمؒ سے علم حدیث کا استفادہ کیا۔ ان میں سے اول الذکر مدینہ طیبہ کے مشہور فقہائے سبعہؒ میں سے تھے۔

ان کے علاوہ امام محمد باقرؒ بن علی زین العابدینؒ حضرت زین العابدینؒ (جو قرأت کے عالم، علوم القرآن سے آشنا عالم، فقیہ اور ماہر علم العقائد تھے۔) جعفر صادق ابن امام باقرؒ، ابوعبداللہ بن حسن بن حسنؒ (جو کہ ثقہ، صدوق اور امام مالکؒ وسفیان ثوریؒ کے استاد تھے۔)، قتادہؒ، نافعؒ، طاؤس بن کیسانؒ، عمرو بن دینارؒ، عبداللہ بن دینارؒ، حسن بصریؒ اور بقول ابوداؤد طیالسیؒ "**اعلم الناس بحدیث مسعودؓ وعلیؓ ابو اسحاق السبیعیؒ**" (جنہوں نے ۳۸ صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کیا تھا) جیسے جلیل القدر تابعین اور اساطین امت سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ امام صاحبؒ کے یہ چند شیوخ بطور تبرک لکھے۔ ورنہ آپؒ کے شیوخِ حدیث کم از کم چار ہزار تھے، جیسا کہ امام محمدؒ کے تلمیذ رشید اور امام بخاریؒ کے شیخ ابوحفص الکبیرؒ نے فرمایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ صرف امام حمادؒ ہی سے دو ہزار احادیث روایت کرتے ہیں۔ ایک خاص بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ امام صاحبؒ کے اکثر اساتذہ تابعینؒ یا وہ لوگ ہیں، جو

کافی مدت تک بڑے بڑے تابعینؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے اور علم، فضل، دیانت اور پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ خیال کئے جاتے تھے۔ آپؒ کے اکثر و بیشتر اساتذہ ان ہی دو قسموں پر مشتمل تھے، ان کے علاوہ اساتذہ کی تعداد بہت کم ہے۔ آپؒ کے بہت سے اساتذہ کی روایتیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں اور صحیح سمجھی جاتی ہیں، لیکن افسوس! جب امام صاحبؒ ان ہی رواۃ میں سے کسی ایک راوی سے ایک روایت براہ راست اپنی مسند میں ذکر فرماتے ہیں، تو وہ روایت ضعیف قرار دی جاتی ہے۔ حالانکہ انصاف یہ ہے کہ جس طرح جامع بخاری اور اس سے قبل مؤطا کا شمار اصح الکتب میں تھا۔ اسی طرح مسند امام اعظمؒ بھی اصح الکتب میں سے شمار ہے۔ ہاں اگر بالفرض کسی حدیث پر اعتراض ہوسکتا ہے، تو بخاری اور مسلم کی احادیث پر ہوسکے گا کیونکہ ان میں واسطوں کی کثرت ہے۔ جبکہ مسند امام اعظمؒ کو مورد الزام ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں حضرات صحابہؓ اور مندرجہ بالا رواۃ کے درمیان صرف ایک یا دو واسطے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے بہت سے شیوخ، رواۃ بخاری و مسلم ہیں:

قارئین کرام! نمونہ کے طور پر امام صاحبؒ کے بعض ان ثقہ محدثین اساتذہؒ کو ذکر کیا جاتا ہے جو کہ صحیحین دونوں یا صرف بخاری یا صرف مسلم کے راوی ہیں۔

(۱) ابراہیم بن محمد المنتشر بن الاجدعؒ (۲) ابراہیم نخعیؒ (۳) ابن یسارؒ (۴) اسماعیل بن ابی خالدؒ (۵) ابوحصینؒ (۶) ابویعفورؒ (۷) ابوبردہؒ (۸) طاؤسؒ (م ۱۰۶ھ) (۹) حسن بصریؒ امام ابوسعید (م ۱۱۰ھ) (۱۰) حکم بن عتیبہؒ حافظ ابوعمر (م ۱۱۳ھ یا ۱۱۵ھ) (۱۱) حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) (۱۲) ایوب ابن تمیمہ کیسان السختیانی ابوبکرؒ (م ۱۳۱

ھ)(۱۳)عاصم بن کلیبؒ (م ۱۳۷ھ)(۱۴) زیادہ بن علاقہؒ (۱۵) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؒ (م ۱۰۵ھ)(۱۶) سعید بن المسروقؒ (۱۷) سلمہ بن کہیلؒ (۱۸) سلیمان بن یسارؒ (م ۱۰۳ھ یا ۱۰۹ھ)(۱۹) شیبان بن عبدالرحمٰنؒ (۲۰) ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ (۲۱) زِر بن عبداللہؒ (۲۲) عامر بن شراحیل شعبیؒ (۲۳) عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ (۲۴) عبد العزیز بن رفیعؒ (۲۵) عبداللہ بن دینارؒ (۲۶) عبدالمالک بن عمیرؒ (۲۷) عثمان بن العاصمؒ (۲۸) عطاء بن ابی رباح المکی ابومحمدؒ (م ۱۱۴ھ)(۲۹) عطاء بن السائبؒ (۳۰) عکرمہ بن عبداللہؒ مولیٰ بن عباسؓ ابوعبداللہ (م ۱۰۵ یا ۱۰۸ھ)(۳۱) حافظ عمر بن عبداللہ الہمدانی الکوفی ابواسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ ھ) (۳۲) علی بن الاقمرؒ (۳۳) عمرو بن دینارؒ (۳۴) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ابومحمدؒ (م ۱۰۶ھ یا ۱۰۹ ھ) (۳۵) قتادہ بن دعامہؒ ابوالخطاب (م ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ ھ) (۳۶) قیس بن مسلمؒ (۳۷) ابوالحجاج مجاہد بن جبرؒ (م ۱۳۲ھ)(۳۸) محارب بن دثارؒ (۳۹) محمد بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب (المعروف بامام باقرؒ) ابوجعفر (م ۱۱۴ھ یا ۱۱۸ھ) (۴۰) محمد بن مسلم بن تدرسؒ (المعروف بہ ابوزبیر مکی) (م ۱۲۶ھ)(۴۱) محمد بن مسلم بن شہاب امام ابوبکر زہریؒ (م ۱۲۳ھ یا ۱۲۵ھ)(۴۲) محمد بن المنکدرؒ (۴۳) مخول بن راشدؒ (۴۴) مقسم مولیٰ ابن عباسؒ (۴۵) مکحول شامی دمشقی امام ابوعبداللہؒ (م ۱۱۲ھ یا ۱۱۸ ھ) (۴۶) منصور بن المعتمرؒ (م ۱۳۲ھ)(۴۷) موسیٰ بن ابی عائشہؒ ابوالحسن (۴۸) نافعؒ (م ۱۱۶ یا ۱۲۰ھ)(۴۹) ہشام ابن عروۃ بن زبیر بن العوام ابوالمنذرؒ (م ۱۴۵ھ یا ۱۴۶ھ)(۵۰) یحیٰ بن سعید بن قیس الانصاری ابوسعیدؒ (م ۱۴۳ھ یا ۱۴۶ھ)(۵۱) یحیٰ ابن سعیدؒ اور (۵۲) یزید بن الصہیب الفقیرؒ وغیرہ۔

امام اعظمؒ کے محدثین تلامذہؒ:

شاگرد کا رتبہ واعزاز استاد کیلئے باعثِ فخر خیال کیا جاتا ہے اور اسلام کی تاریخ میں امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس فخر کا مستحق نہیں بن سکا۔ اللہ تعالیٰ نے امام موصوفؒ کے تلامذہ کو بہت بلند وبالا مرتبہ عطا فرمایا تھا حتّٰی کہ بڑے بڑے ائمہ ومجتہدینؒ امام اعظمؒ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ خود امام شافعیؒ جیسے علم کے سمندر اکثر فرمایا کرتے تھے: کہ "میں نے امام محمدؒ سے ایک بارِ شتر علم حاصل کیا۔" **"قال حملت عن محمد بن الحسن وَقْرَی بختی کتبا۔"** (۱) یہ وہی امام محمدؒ ہیں، جو امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد رشید ہیں اور جنہوں نے اپنی پوری زندگی امام ابوحنیفہؒ کی حمایت میں صرف فرمائی۔

علماء نے لکھا ہے: کہ "امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے"۔ ان کو تفصیل سے ذکر کرنا فقیر جیسے بے بضاعہ افراد کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعض ائمہؒ کا کہنا ہے: کہ "تمام مشہور محدثین وعلماءؒ میں سے کسی کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے، جس قدر امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد۔" اہل علم اور عوام نے اتنا زیادہ نفع کسی اور کے تلامذہ سے نہیں اُٹھایا، جتنا امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ سے، خاص کر مشکل ترین احادیث کی تفسیر اور مسائل اجتہادیہ، نوازل، قضایا اور احکام میں۔ **جزاھم اللہ خیرا** اور بعض متاخرین محدثینؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں آٹھ سو (اور بعض نے نوسو اٹھارہ افراد) کو ان کے اسماء اور نسب کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔ (۲) چنانچہ علامہ موفقؒ نے آپؒ کے تلامذہ کی ایک فہرست بحساب حروف تہجی مع اوطان کے لکھی ہے، جن میں

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب الاسماء واللغات للنوویؒ: ۱/۸۱ (۲) ترجمہ الخیرات الحسان: ۲۶، ۲۷

سات سو مشائخؒ کی نشاندہی فرمائی ہے‘ جبکہ علامہ ذہبیؒ نے آٹھ سو اور حافظ ابوالمحاسن شافعیؒ نے نوسو اٹھارہ شخصیتوں کے نام بقید نام ونسب لکھے ہیں۔بعض محدثینؒ نے آپؒ کی مسند کے روایت کرنے والوں کی تعداد پانچ سو تحریر کی ہے جبکہ صاحب جواہر المضیۃ نے امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔(۱)

قبرستان اصحاب ابی حنیفہؒ:

قارئین کرام! یہ ساری تعداد دل کو نہ صرف لگتی ہے‘ بلکہ ان میں تطبیق کی صورت بھی آسکتی ہے۔وہ یہ کہ جو حضرات علامہ موفقؒ کی تتبع میں نام کے ساتھ ساتھ اوطان تک معلوم ہوسکے‘ وہ سات سو تھے‘ لیکن علامہ ذہبیؒ کی جستجو کے مطابق آٹھ سو تک پہنچے۔جبکہ صاحب الجواہر نے مزید تتبع اور تلاش کی‘ تو ان کو چار ہزار شاگرد میسر ہوئے اور یہ بات تو آج کل کے ناگفتہ بہ دور میں جبکہ لوگ دین اسلام سے بے بہرہ ہیں اور دینی علوم سے بے توجہی و بے رخی لوگوں کی عادت ثانیہ بن چکی ہے اور فقیر کے خیال میں دینی علوم کے حاصل کرنے والے آج کل بمشکل پانچ فیصد بھی نہیں ہونگے۔پھر بھی بعض دینی مدارس میں چھ‘ سات سو بلکہ ہزار سے بھی متجاوز طلباء ایک ہی مدرسہ سے ہر سال حدیث سے سند فراغت حاصل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ تو خیر القرون کے مدرس ہیں۔ان دنوں علم کی تشنگی کو تشفی دینے کا معاملہ اسی یا نوے فیصد تھا‘ تو قرین قیاس یہی ہے کہ چار ہزار تعداد بہت کم بتلائی گئی ہے۔

صاحب الجواہر نے سمرقند میں ایسے قبرستان کی نشان دہی کی ہے، جن میں چار سو سے زیادہ "محمد" نامی فقہاء مدفون ہیں اور ایک قبرستان ایسا بتایا ہے‘ جس کو

ماخذ ومصادر:(۱) جواہر المضیۃ:۲۸

"قبرستانِ اصحابِ ابی حنیفۃ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس کے مدفونین کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

امام صاحبؒ کے چند محدثینؒ تلامذہ:

قارئین کرام! یوں تو امام صاحبؒ کے محدثینؒ تلامذہ بے شمار ہیں مگر فقیر ان میں سے صرف چند مشہور محدثینؒ تلامذہ کے نام لکھتا ہے۔

(۱) امام مسعر بن کدامؒ (۲) امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبد اللہ بن المبارکؒ (۳) امام وکیع بن الجراحؒ (۴) امام مقریؒ (۵) امام ابراہیم بن طہمانؒ (۶) یزید بن ہارونؒ (یہ انتہائی عابد تھے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی۔ ان کے حلقۂ درس میں ایک ہی وقت میں ستر ہزار تلامذہ ہوتے تھے۔ ان کے تلامذہ کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ خطیب بغدادیؒ علامہ ذہبیؒ اور علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ نے یزید بن ہارونؒ کو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور امام صاحبؒ کو باقی تمام اساتذہ پر ترجیح دینے والا بتایا ہے۔" چنانچہ لکھتے ہیں: کہ "یزید بن ہارونؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث پڑھیں اور آپؒ فرماتے تھے: کہ "میں نے تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند، افضل ترین، نہایت پرہیزگار، سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی کو نہیں دیکھا"۔ "**وحدث عنه ......ادركت الناس فما رأيت احدا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفۃ۔**" (۱) انہوں نے اگرچہ امام صاحبؒ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا، لیکن پھر بھی ان کے مکمل علوم سے بہرور نہ ہونے کی وجہ سے دست افسوس ملتے تھے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں: کہ "حضرت یزید بن ہارونؒ فرماتے

ماخذ و مصدر: (۱) تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۴، تبییض الصحیفۃ: ۱۰۸، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۶۰

تھے : ''میں آرزو کرتا ہوں کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے اتنے اتنے مسائل لکھ لیتا۔''

"وددت انی کتبت عن ابی حنیفة کذا وکذا مسئلة۔"(۱)

(۷) خطیب بغدادیؒ نے امام حفص بن غیاثؒ کو امام اعظمؒ کے مشہور شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

(۸) امام بخاریؒ کے چھ ثلاثیات کے شیخ الحافظ ابو عاصم الضحاک بن مخلّد النبیلؒ (و۲۲۱ھ م)

(۹) یحیٰ بن زکریاؒ بن ابی زائدہؒ جن کے ذمہ لکھنے کا کام سپرد تھا' آپؒ موت تک امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ رہے' تذکرۃ الحفاظ میں صاحب ابی حنیفہؒ کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں۔

(۱۰) سید الحفاظ یحیٰ بن سعید القطانؒ' یہ حنفی تھے اور امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

(۱۱) الحافظ الکبیر عبدالرزاق بن ہمامؒ یہ صحاح ستہ کے راوی تھے۔

(۱۲) اسحٰق بن یوسف ازرقؒ یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ان کے علاوہ امام صاحبؒ کے درج ذیل تلامذہ بھیؒ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۱۳) عبادہ بن العوامؒ (۱۴) عبیداللہ بن عمرو الرقیؒ (۱۵) عبیداللہ بن موسیٰؒ (۱۶) علی ابن مسہرؒ (۱۷) ابونعیمؒ الفضل بن دکینؒ (۱۸) الفضل بن موسیٰؒ جن کے بارے امام اسحٰق بن راہویہؒ فرماتے ہیں : کہ'' میرے اساتذہ میں کوئی ان سے اوثق نہیں۔''

(۱۹) عبدالوارث بن سعیدؒ (۲۰) محمد بن بشر العبدیؒ (۲۱) مکی بن ابراہیم البلخیؒ جو کہ امام بخاریؒ امام احمدؒ اور امام ابن معینؒ کے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ امام بخاریؒ کیلئے عزت کا سبب بنے ہوئے ہیں کیونکہ بخاری شریف کو دوسری خوبیوں کے علاوہ ایک خوبی یہ نصیب ہوئی ہے کہ ان کو بائیس ثلاثیات کی وجہ سے دوسری صحاح کی کتابوں پر

فوقیت حاصل ہے۔ان ثلاثیات میں سے گیارہ ان سے مروی ہیں کما مر۔(۲۲) ہریم ابن سفیانؒ (۲۳) یزید بن زریعؒ (۲۴) ابواسحٰق الفزاریؒ (۲۵) حماد بن زیدؒ جن کے سامنے سفیان ثوریؒ دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔(۲۶) امام حدیث ہشام بن عروہؒ (۲۷) ابومعاویہ الضریرؒ المعروف بہ محمد بن حازمؒ (۲۸) حکام بن مسلم الرازیؒ (۲۹) صخرہ بن حبیب الزیات القاریؒ (۳۰) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانیؒ (۳۱) زید بن حباب عکلیؒ (۳۲) شعیب بن اسحٰق بن عبدالرحمٰن الدمشقیؒ (۳۳) صلت بن الحجاج الکوفیؒ (۳۴) عبدالعزیز بن ابی داودؒ (۳۵) مصعب بن مقدامؒ (۳۶) یحیٰ بن یمانؒ (۳۷) یونس بن بکیرؒ (۳۸) موسیٰ بن نافعؒ ابوالشہابؒ (۳۹) ابراہیم بن میمون ابواسحٰق الخراسانیؒ اور (۴۰) محمد بن جعفر ابوعبداللہ البصری (غندرؒ)۔

علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے کچھ ایسے مخصوص تلامذہ بھی تھے' جن کو امام صاحبؒ نے تدوین فقہ میں اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔ذیل میں ان کے نام اور طریقۂ تدوین فقہ لکھا جاتا ہے' لیکن اس سے قبل بطور تمہید ضرورت تدوین فقہ حوالۂ قرطاس کیا جاتا ہے' تاکہ فقہ کی اہمیت بھی ملحوظ خاطر رہے۔

ضرورت تدوین فقہ: سیاسی اور مذہبی فرقہ بندیاں:

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں مسلمان متحد تھے۔ان میں مذہبی اختلافات نہیں تھے' البتہ حضرت عثمان غنیؓ کے آخری دور میں سیاسی فتنے رونما ہوئے۔جو آگے چل کر مذہبی صورت اختیار کر کے دور حضرت علیؓ میں خونی شکل تبدیل کر گئے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں سیاسی اور

ماخذ ومصدر:(۱) تبییض الصحیفۃ:۱۱۸

مذہبی فرقہ بندیاں اور منافرت پیدا ہوئی۔ خارجیت اور شیعیت کا وجود آشکارا ہوا' بنوامیہ کے وسطی دور حکومت میں علماء اسلام دو جماعتوں میں تقسیم ہوئے۔

اہل حدیث اور اہل رائے کی دو جماعتیں:

ا......: اہل حدیث یعنی محدثینؒ اور اہل الروایۃ: یہ حضرات صرف ظاہر احادیث اور روایات کو جمع کیا کرتے تھے اور حدیث سے صرف من حیث الروایۃ بحث کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو ناسخ اور منسوخ سے بھی سروکار نہیں ہوتا تھا۔ لیکن یاد رہے اہل حدیث سے دور حاضر کے لا مذہب اور غیر مقلدین مراد نہیں' یہ تو ملکہ وکٹوریہ کے دور کی پیداوار ہے' جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔

۲......: اہل الرأی یعنی فقہاء اور اہل الدرایۃ: یہ حضرات احادیث کو صرف ظاہر پر محمول نہیں کیا کرتے تھے' بلکہ ان کو استنباط احکام اور استخراج مسائل کے لحاظ سے دیکھتے تھے اور اگر ان کو کوئی صریح نص نہ ملتی' تو احادیث کا صحیح اور مناسب محمل بذریعہ قیاس تلاش کیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ اوزاعیؒ سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ اجتہاد کا بلند و بالا مرتبہ بھی ملا تھا' اس وجہ سے یہ حضرات اہل الرائے کہلائے' لیکن کبھی کبھار ان میں سے بعض کو معلومات حدیث اور قوت اجتہاد کے مختلف مراتب کی بناء پر اضافی طور پر اہل الرائے اور دوسرے کو اہل حدیث بھی کہا گیا جیسا کہ امام مالکؒ بنسبت امام ابوحنیفہؒ کے اہل حدیث کہلائے۔ یہ دونوں جماعتیں اہل حق کی جماعتیں تھیں۔

سب سے پہلے منکر قیاس فرقہ:

اسی طرح معتزلہ کا ایک تیسرا فرقہ وجود میں آیا۔ وہ سب سے پہلے قیاس کے انکار کرنے والے تھے۔ امامیہ شیعہ اور ظاہری بھی قیاس کے منکر تھے۔ البتہ مذکورہ بالا تمام علماء کرامؒ قیاس کو دلیل شرعی مانتے تھے۔ (کیونکہ دور صحابہؓ میں بھی قیاس پر عمل تھا) اور اس پر انہوں نے اس کے کچھ اصول بھی مقرر کیئے تھے۔ اس باب میں عراق کے امام ابراہیم نخعیؒ حجاز مقدس میں امام مالکؒ کے استاد ربیعۃ الرائیؒ اس زمانہ کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد امام حمادؒ کو بعدہٗ امام ابو حنیفہؒ کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان حضرات نے روایت و درایت کو یکجا کر کے امت کے سامنے مسائل پیش کئے۔

موضوع روایات کی کثرت:

علاوہ ازیں پہلی صدی کے آخر میں روایت حدیث کی کثرت اور واضعین کے پُر آشوب فتنوں نے بھی مسائل میں اختلافات پیدا کر دئے تھے۔ اس فتنے سے احادیث کے ضیاع کا بہت زیادہ اندیشہ پیدا ہوا۔ جس کے فوراً سدباب کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کا کام شروع کر کے تحفظ حدیث کا بندوبست فرمایا۔

اہل حدیث (محدثینؒ) اور اہل رائے (فقہاء) کے درمیان نزاع:

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اہل حدیث اور اہل الرائے کے درمیان ایک سخت نزاع پیدا ہوا کہ ''حدیث'' فقہ اسلامی کی اصل اور قرآن کی متمم ہے یا نہیں پھر کثرت احادیث کی وجہ سے احادیث کی نوعیت میں اختلاف پیدا ہوا۔

اسی طرح قیاس اور استحسان کے ذریعہ استخراج مسائل میں، اجماع کے اصل شرعی ہونے میں، نہی اور امر کے صیغوں سے استنباطِ احکام میں، بلکہ یوں کہیئے کہ دوسری صدی کے ربع الاول میں علم کے ہر گوشہ میں اختلاف موجود تھا۔

عدالتوں میں بدنظمی:

مختلف قاضیوں کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے عام مسلمان سخت پریشان تھے، چنانچہ ابن المقفعؒ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کو اپنے خط میں لکھا: "عدالتوں میں بدنظمی چھائی ہوئی ہے۔ ان میں کسی مشہور قانون کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا، بلکہ ان فیصلوں کا دارومدار قاضیوں کے اپنے اجتہاد پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں متضاد احکام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک قاضی کے حکم کے مطابق اگر ایک علاقہ میں بعض لوگوں کی جان و مال اور عصمت کے خلاف فیصلہ دیا جاتا ہے، تو دوسرے علاقے میں دوسرے قاضی کے فیصلہ کے مطابق اس کی حمایت میں فیصلہ صادر ہوتا ہے۔"(۱)

مستقل اسلامی قانون:

یہ ایک سوتیس (۱۳۰) ہجری کے احوال ہیں۔ ان دنوں کوئی مستقل قانون مدون نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان بہت پریشان تھے، جس کو امام ابوحنیفہؒ نے بھانپ لیا۔ اس لئے امام اعظمؒ نے ان ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مستقل قانون اسلامی مدون کرنا شروع کیا جسکی ابتداء ایک سوبیس (۱۲۰) ہجری میں فرمائی، لیکن بعض وجوہات کی بناء پر درمیان میں کچھ عرصہ کیلئے بند کرنا پڑا اور پھر ایک بتیس (۱۳۲)

ماخذ و مصدر: (۱) فقہ الاسلام: ۳۲۷

ہجری سے مستقل پابندی کے ساتھ اس کام کو ایک سو پچاس (۱۵۰) ہجری تک جاری رکھتے ہوئے پورا فرمایا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس قانون کی تدوین سے صرف امت مسلمہ پر نہیں، بلکہ پوری دنیا پر احسان عظیم فرمایا۔ اس وجہ سے قانون سازی کی تاریخ میں امام صاحبؒ کا نام سرفہرست ہے اور قانون ساز اسمبلیوں کیلئے اس فرزندِ جلیل کی ہدایات منارۂ نور ہیں۔

اراکینِ تدوین فقہ میں امام اعظمؒ کے محدثینؒ تلامذہ:

امام ابوحنیفہؒ چار ہزار شیوخ سے علم فقہ وحدیث حاصل کرنے کے بعد جب مسند درس پر تشریف فرما ہوئے، تو ایک ہزار تلامذہ کی جم غفیر جمع ہوگئی۔ امام صاحبؒ نے ان میں سے چالیس (۴۰) حضرات کو تدوین فقہ کیلئے منتخب فرما کر ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی۔ یہ اہل شوریٰ سب کے سب مجتہد تھے۔ یہ چالیس حضرات باقاعدہ طور پر تدوین فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے بسند متصل اس مجلس کے اراکین کی تعداد چالیس جو سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے، بتائی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے محدثین وفقہاءؒ بھی اکثر اوقات حدیثی و فقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں اپنے اپنے علم وصوابدید کے موافق کہنے، سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔ اس مجلس کے افراد میں سے دس بارہ افراد کی ایک اور خصوصی مجلس تھی۔ امام صاحبؒ نے اس کمیٹی کے ارکان، مذکورہ چالیس حضرات کی کمیٹی میں سے چنے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ فرمانے لگے: کہ "تم سب میں سے چالیس آدمی ایسے مرتبہ پر فائز ہیں کہ تم میں سے ہر ایک عہدۂ قضا کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی پوری

صلاحیت رکھتا ہے اور ان میں سے دس آدمی ایسے ہیں، جو صرف قاضی نہیں، بلکہ ان کے معلم بھی بن سکتے ہیں۔"(۱) ان کمیٹیوں کے ارکان قاضی ابو یوسفؒ حفص بن غیاثؒ داود طائیؒ یحیٰ بن زائدہؒ اور ابن المبارکؒ تھے اور روایات، احادیث، آثار میں یہ پانچوں حضرات انتہائی امتیازی شان رکھتے تھے۔ اسی طرح استخراج واستنباط مسائل میں کمال درجہ مہارت رکھنے والے امام زفرؒ عربیت اور علم ادب کے ماہر امام محمدؒ علم ادب کے ماہر قاسم بن معینؒ اور ہر فن مولا امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ امام احمد بن عمرؒ یوسف ابن خالدؒ بھی تھے۔ یہ تمام مذکورہ افراد خصوصی کمیٹی کے ارکان تھے۔"(۲)

شورائی مجلس فقہ میں مسائل کے استنباط کا طریقہ کار:

امام ابو حنیفہؒ کی اس شورائی مجلس کے بارے علامہ موفقؒ فرماتے ہیں: کہ" امام صاحبؒ نے اپنے مسلک کو مشورہ پر رکھا اور مجلس سے کٹ کر فقہ کو صرف اپنی ذات پر موقوف نہیں رکھا۔" **"فوضع ابو حنيفة مذهب شوریٰ بينهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم۔"** (۳) امام طحاویؒ نے اسد بن فراتؒ سے سند متصل کے ساتھ اس مجلس کے اراکین کی تعداد چالیس بتائی ہے، جو سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

امام صاحبؒ نے خدمت کتابت اسد بن عمرؒ یحیٰ بن زکریا بن زائدہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے سپرد کی تھی۔ امام صاحبؒ نے مسائل کے استنباط کا یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا: کہ "ایک مسئلہ زیر بحث لایا جاتا تھا، پھر وہ مسئلہ پہلے کتاب اللہ میں دیکھا جاتا تھا۔ اگر یہاں مسئلہ کا حل نہ ملتا، تو دوسرے نمبر پر سنت نبویہؐ سے مسئلہ اخذ کیا جاتا تھا اور اگر یہاں بھی حل نہ پایا جاتا تھا، تو تیسرے نمبر پر آثار صحابہؓ کو دیکھا جاتا تھا اور اگر آثار صحابہؓ

ماخذ ومصادر: (۱) معجم المصنفین: ۲/۵۵، دفاع امام ابو حنیفہؒ: ۱۲۲ (۲)، (۳) الجواہر المضیۃ: ۱/۱۳، متفرقاً

میں حل تلاش کرنے کے باوجود نہ ملتا' تو چوتھے نمبر پر قیاس کی باری آتی تھی۔ امام صاحبؒ اپنی دوررس نظر کی وجہ سے حدیث کے قوی وضعیف اور مشہور وآحاد مدنظر رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے تھے: کہ "آخری امر نبوی ﷺ جس پر آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا' کیا ہے۔" نیز آپؒ حجازی وعراقی صحابہؓ کی احادیث میں اختلاف کے وقت اس امر کا خیال بھی رکھتے تھے کہ ان میں سے افقہ کون ہیں؟ آپؒ بربناء فقہ افقہ کی روایت کو ترجیح دیتے تھے۔ آپؒ ان تمام مسائل پر بحث فرماتے تھے' جن مسائل کے وقوع کا امکان ہوسکتا تھا۔ آپؒ کے گرویدہ تلامذہ تشریف فرما ہوتے اور آپؒ جزئیات پیش کرتے تھے۔ ان میں ایسے جزئیات بھی ہوتے تھے' جن کا ابھی تک کوئی وجود نہیں ہوتا تھا۔

الغرض آپؒ جزئیات پیش فرماتے اور جوابات حاصل کرتے تھے۔ جب اس مسئلہ کے جواب پر سب ساتھیوں کا اتفاق آتا' تو وہ مسئلہ قلم بند کرلیا جاتا تھا' ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا۔ امام صاحبؒ خاموش رہتے اور تقریریں سنا کرتے تھے' البتہ کبھی کبھی بیچ میں یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه﴾' یعنی آپؐ میرے ان بندوں کو بشارت دیدیں' جو بات سنتے ہیں اور احسن قول کا اتباع کرتے ہیں۔ جب کلام بہت طویل ہوجاتا' تو امام صاحبؒ اپنی تقریر شروع کرتے اور ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ بعض دفعہ ایک ایک مسئلہ پر مہینے بھی گزر جاتے تھے۔

بعض اوقات بعض اراکین اپنی رائے پر قائم ہوتے' تو اس صورت میں سب کے اقوال قلم بند کئے جاتے تھے۔ نیز اس بات کا التزام رکھا گیا تھا کہ جب تک شوریٰ کے خصوصی ارکان جمع نہ ہوتے' کوئی مسئلہ طے نہ کیا جاتا تھا۔

فقہ حنفی کے مسائل کی تعداد:

۲۲ سال کی طویل مدت میں اسلامی قانون مدون کرلیا گیا۔ یہ کتابیں کتب ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔ یہ مجموعہ ساٹھ ہزار مسائل پر مشتمل تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانچ لاکھ مسائل تھے جبکہ خطیب خوارزمیؒ کہتے ہیں: کہ ''آپؒ کا یہ مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا' جن میں ۳۸ ہزار مسائل کا تعلق عبادات سے اور ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات وعقوبات سے تھا اگر یہ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی میں پڑے ہوتے۔'' **"انہ وضع ثلاثة الاف وثمانين الف مسئلة ثمانية وثلاثين الفا فی العبادات والباقی فی المعاملات لولا هٰذا لبقی الناس فی الضلالة۔"** (۱) انہی مسائل کے ضمن میں دقائق نحو اور حساب بھی مذکور تھے' جن کے سمجھنے کیلئے عربیت اور حساب کے ماہر کی ضرورت تھی۔ (۲) آجکل کتب مروّجہ کی ترتیب وہی پرانی ترتیب ہے۔ یہ مجموعہ اگرچہ ۱۴۴ھ سے پہلے مرتب ہوچکا تھا' مگر بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اضافہ کے بعد اس مجموعہ کی تعداد ۵ لاکھ مسائل ہوگئی تھی۔ (۳)

عدالتوں میں کتب امام اعظمؒ:

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا ہے۔ ان میں اضافے ہوتے رہے' میں ان اضافوں کو بھی لکھتا رہا۔'' **"کتبت کتب ابی حنیفةؒ غیر مرّة کان یقع فیها زیادات**

ماخذ ومصادر: (۱) المناقب للکردری: ۱/۱۴۴' طبقات الحنفیة: ۱/۲۷۴ (۲) جامع المسانید: ۴۵ (۳) ایضا: ۳۵

فاكتبها۔" (۱) اس مجموعے کو امام صاحبؒ کے زمانے ہی میں بہت زیادہ شہرت حاصل ہوگئی۔ جس قدر اجزاء تیار ہوتے، ہاتھوں ہاتھ نکل جاتے تھے۔ عدالتوں میں قضاۃ نے سرکاری طور پر ان کتابوں کو رکھ لیا تھا۔ امام صاحبؒ کا یہ مدون قانون، وقت کے تمام علماء اور والیان کے کام آیا، چنانچہ یحیی بن آدمؒ فرماتے ہیں: کہ "اس پر خلفاء، ائمہ اور حکام فیصلہ کرتے تھے اور بالآخر اس پر عمل ہونے لگا۔" "**قضى به الخلفاء والائمة و الحكام واستقر عليه الامر۔**" (۲)

امام ابو حنیفہؒ کے فقہ کو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی محتاج تھے:

الغرض نبی کریم ﷺ کے ارشاد "**يدالله على الجماعة**" کے مطابق، امام صاحبؒ کا یہ شورائی فقہ تائید خداوندی سے مقبول خواص و عوام ہوا، رہا اور انشاء اللہ تا قیامت اسی طرح مقبول ہو کر رہیگا۔ مشہود لہا بالخیر زمانہ میں خواص میں مقبول ہونے کی مثال یکے از ائمہ متبوعین امام مالکؒ ہیں۔ جن کے بارے امام ابو داؤدؒ اور امام نسائیؒ کے شیخ اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ اور امام مالکؒ کے شاگرد محمد بن عمر واقدیؒ فرماتے ہیں: کہ "امام مالکؒ اکثر امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے فیصلوں کو تلاش کیا کرتے تھے۔" "**كان مالك بن انس كثيرا ماكان يقول بقول ابى حنيفة ويتفقده۔**" (۳)

فقہی نقطہ نظر سے امام اعظمؒ کے بعد ائمہ متبوعینؒ میں امام شافعیؒ کا درجہ مانا گیا ہے۔ جن کا فرمان ہے: کہ "تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے عیال ہیں، میں نے کوئی شخص بھی امام ابو حنیفہؒ سے افقہ نہیں دیکھا۔" اور فرماتے ہیں: کہ "جس شخص نے

ماخذ و مصادر: (۱) ایضا: ۳۵ (۲) معجم المصنفين: ۲/ ۵۵ (۳) المناقب للموفق: ۲/ ۳۳

ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں نظر نہیں کی، اس نے علم میں تبحر حاصل نہیں کیا اور نہ اس نے فقہ حاصل کیا۔" **"ما رأیت ای علمت احدا افقه منه من لم ینظر فی کتبه لم یتبحر فی العلم ولاتفقه۔"** (۱) نیز فرماتے ہیں: "جو شخص فقہ میں متبحر ہونا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا نمک خوار بنے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے، جن کو فقہ میں کامل توفیق ملی تھی۔" اسی طرح فرماتے ہیں: "جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے، تو وہ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب وتلامذہؒ کی صحبت کو لازم سمجھے، کیونکہ فقہ میں تمام انسان امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔" **"من اراد ان یعرف الفقه فلیلزم اباحنیفة واصحابه فان الناس کلهم عیال علیه فی الفقه۔"** (۲) کیونکہ احادیث کے معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں۔ واللہ! میں امام محمدؒ کی کتابیں پڑھ کر ہی فقیہ بنا ہوں۔" (۳) آپؒ ایک جگہ امام اعظمؒ کے دو شاگردوں کے بارے رقمطراز ہیں: کہ "اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں کے ذریعے میری مدد فرمائی۔ حدیث میں ابن عیینہؒ سے اور فقہ میں امام محمدؒ سے۔" نیز فرماتے ہیں: کہ "میں امام محمدؒ کی خدمت میں دس سال رہا۔ ان کی تصانیف اس قدر پڑھیں، جس کو اونٹ اٹھا سکے۔ اگر امام محمدؒ اپنی عقل وفہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے، تو ہم ان کا کلام کبھی نہ سمجھ سکتے۔ لیکن وہ ہم سے ہماری عقل وفہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔" (۴) اور امام تاج الدین سبکی شافعیؒ فرماتے ہیں: "ابوحنیفہؒ کی فقہ دقیق ہے۔" **"فقه ابی حنیفة دقیق۔"** (۵) ابوہاشم الکوفی الھمد انیؒ فرماتے ہیں: کہ "جب امام ابوحنیفہؒ کے اصحابؒ امام صاحبؒ کی خدمت میں جمع

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۲/ ۳۱، الخیرات الحسان: ۳۲ (۲) تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۵، درمختار (۳) درمختار (۴) مناقب کردری: ۲/ ۱۵۵ (۵) طبقات الشافعی: ۲/ ۱۷۴

ہوتے تھے، تو پوری طرح مستعد ہو کر شاگردوں کے طریق پر بیٹھتے تھے اور جب آپؒ تقریر فرماتے، تو ان کی تقریر صرف قوی استعداد کے لوگ سمجھ سکتے تھے۔"(۱)

عبارات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پوری ذی استعداد حضرات (جن کی عقل وفہم کو امام شافعیؒ جیسی ہستی کا پہنچنا بھی مشکل تھا) زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے اور امام صاحبؒ ان سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ایک مسئلہ لکھا کرتے تھے۔

بے نظیر اسلامی وتاریخی کارنامہ:

امام ابوحنیفہؒ کا یہ طرزِ تدوینِ فقہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ ہے، جسکی نظیر کسی اسلامی وغیر اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ امام صاحبؒ نے جس انوکھے طرز تدوین کی ابتداء کی تھی، بحمد اللہ اسی طرز کو پایۂ تکمیل تک بھی پہنچائی تھی۔ یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی تعمیل تھی، جو امام طبرانیؒ نے اوسط میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ، سے روایت کی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں: کہ "میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! (ﷺ) اگر کوئی ایسا امر پیش آئے، جس میں امر ونہی (منصوص) نہ ملے، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" فرمایا: "فقہاء وعابدین سے معلوم کرو اور کسی ایک خاص شخص کی رائے پر نہ چلو۔" **"قال قلت یا رسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نھی فما تأمرنی؟ قال تشاور الفقھاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رای خاصۃ."**

ناظرین کرام! اس تصریح کے باوجود اگر کوئی کم فہم اور علم واستعداد سے کورا شخص امام صاحبؒ کی شورائی فقہ کی حقیقت کو نہیں جان سکتا، تو وہ اپنی عقل وفہم پر روئے۔ اس کو امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی بجائے اپنی عقل نارسا پر رونا چاہئے اور

ماخذ ومصدر: (۱) ایضاً: ۱/۱۰۳

ان سے بے جا حسد کر کے اپنی آخرت کی تباہی کی بجائے ان سے محبت کر کے اپنی آخرت کو سنوارنا چاہئے۔

خیر القرون میں فقہ حنفی کی شہرت وقبولیت:

یاد رہے کہ یہ مذہب اگرچہ شورائی تھی لیکن چونکہ اس شورائی جماعت فقہ کے سرخیل امام ابوحنیفہؒ ہی تھے، اس لئے یہ شورائی مذہب، مذہب حنفی کے نام سے مشہور ہونے لگی۔ الحمدللہ یہ مذہبِ حنفی خیر القرون میں بلاد کثیرہ تک پہنچا تھا اور خیر القرون ہی سے اس مذہب کو تلقی بالقبول کا سہرا پہنایا گیا تھا، اور تا حال خوب ترقی پر ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے خلیفہ واثق باللہ عباسی کے دور میں ۲۲۸ھ کا واقعہ لکھا ہے: کہ "انہوں نے سلام نامی شخص، جو چند زبانوں کا واقف تھا، سد سکندری کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا، جو کہ بلاد ارمینیہ، سامرہ اور ترخان سے گزر کر دو روز چل کر پھر ۲۷ منزل وہاں سے آگے گزرا۔ وہاں سد یاجوج و ماجوج پایا اور اس کے محافظ جو اس جگہ کے تھے، وہ سب مسلمان عربی و فارسی بولنے والے حنفی المذہب تھے۔

الغرض امام صاحبؒ کے شورائی فقہ کے اراکین تلامذہ عظیم فقہاء ہونے کے ساتھ ساتھ محدثین بھی تھے۔ لہٰذا بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا: کہ "حنفیہ کے پاس نہ حدیث ہے، نہ محدثین۔" یہاں تک کہ بعض حضرات نے حضرت سفیان بن عیینہؒ کے بارے میں بھی کہہ دیا ہے: کہ "وہ امام اعظمؒ کے فن حدیث میں شاگرد نہ تھے۔" جس پر علامہ کوثریؒ کو تانیب الخطیب میں (جس کا اب اردو ترجمہ ہمارے استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب قارنؔ بن امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہما نے ''امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع'' کے نام سے شائع کیا ہے۔) میں لکھنا پڑا کہ جامع المسانید امام اعظمؒ کی طرف مراجعت کی جائے۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ سفیان بن عیینہؒ نے امام اعظمؒ سے کتنی کثرت سے روایت احادیث کی ہے۔ فقیر کے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظمؒ جیسا کہ امام الفقہاء تھے' اس طرح امام المحدثین بھی تھے اور آپؒ کے اراکین شوریٰ جیسا کہ فقہ میں مجتہد تھے' ایسا ہی احادیث میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

تدوین فقہ میں شرکاء فقہاء و محدثین مجتہدینؒ کے اسماء:

قارئین کرام! چند محدثین تلامذہ جن کو شرکاء تدوینِ فقہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جو خود اعلیٰ اور بلند پایہ درجہ کے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ' اجتہاد کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے باوجود امام اعظمؒ کی نہ صرف شاگردی اختیار کی' بلکہ آپؒ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے آپؒ کے مذہب کا قیمتی ہار گلے میں پہنا' کے نام لکھے جاتے ہیں۔ ان کے ناموں کو پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی ان کبار محدثین کے ساتھ امام اعظمؒ کے متبعین میں شمار کیا ہے۔ اب ان بابرکت شرکاء تدوین کے اسماء اور ان میں سے بعض کا مختصر تذکرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کریں۔

(۱) حافظ الحدیث امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالت شان:

الامام الحجۃ حافظ الحدیث ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد (م۱۸۲ھ) وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ ان کے متعلق علامہ ابن عبد البر مالکیؒ لکھتے ہیں: کہ ''امام ابو یوسفؒ بڑے

فقیہ، عالم اور حافظ حدیث تھے۔ذکر کیا جاتا ہے کہ آپؒ حفظ حدیث سے پہچانے جاتے تھے۔ملکۂ حفظ ایسا تھا کہ کسی محدث کی ملاقات کو جاتے۔دوران گفتگو ۵۰،۶۰ حدیثیں سنتے، باہر آکر ان سب کو پورے حفظ وضبط کے ساتھ بلاکم وکاست بیان کردیتے تھے،اور آپؒ بہت زیادہ حدیث والے تھے۔"(۱)

علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی شدت وعصبیت خاصہ کے باوجود،امام ابویوسفؒ کو قوت حفظ کے اعتبار سے ان سو افراد میں شمار کیا ہے، جو اس امت کے مخصوص و بے نظیر صاحبِ حفظ ہوئے ہیں۔ (۲)

حسن بن ابی مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے: کہ"ہم لوگ محدث ابومعاویہؒ کے پاس جاتے تھے، تاکہ ان سے حجاج بن ارطاۃؒ کی احادیث میں احادیث احکام فقہ حاصل کریں۔تو وہ ہم سے فرماتے تھے:"کیا تمہارے پاس قاضی ابویوسفؒ نہیں ہیں؟" ہم کہتے: کہ"ہیں۔"تو آپؒ فرماتے:"تم لوگ بھی عجیب ہو، کہ ابویوسفؒ کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو،" اور کہتے تھے: کہ"ہم لوگ جب حجاج بن ارطاۃؒ کے پاس جاتے تھے، تو جس وقت وہ املاء حدیث کراتے تھے، تو ابویوسفؒ سب حدیثیں یادرکھتے تھے۔ پھر جب ان کی مجلس سے نکل آتے تھے، تو ہم ابویوسفؒ کے حافظہ سے ہی وہ سب احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔"(۳)

امام یحی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: کہ"امام ابویوسفؒ صاحب حدیث اور صاحب سنت تھے۔" اور کہتے ہیں: کہ"اصحاب الرأی میں ان سے زیادہ حدیث جاننے اور ان کو محفوظ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔" **قال (یحی بن معین)**

ماٰخذ ومصادر: (۱)الانتقاء: ۳۳۰ (۲)اخبار الحفاظ (۳)موفق

ابویوسف صاحب حدیث وصاحب سنۃ وقال لیس فی اصحاب الرأی اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف۔"(۱)

امام ابوابراہیم اسماعیل بن یحیٰ المزنی الشافعیؒ (م ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں: کہ "امام ابویوسفؒ قوم (حضرات فقہاء کرامؒ) میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرتے تھے۔" **"اتبع القوم للحدیث۔"(۲)**

امام ابویوسفؒ کے دور میں زمانہ کے بڑے بڑے شیوخ موجود تھے، جن میں امام مالک بن انسؒ لیث بن سعدؒ قیس بن الربیعؒ، محمد بن ابی لیلیٰؒ عمر بن نافعؒ اعمشؒ، ابواسحٰق الشیبانیؒ، عطاء بن عجلانؒ ابن جریجؒ، یحیٰ بن سعید الانصاریؒ احوص بن حکیمؒ ابان ابن عیاشؒ اور ہشام ابن عروہؒ جیسے ائمہ وقت قابل ذکر ہیں۔ ان سب کی صحبت سے انہوں نے شرف حاصل کیا تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے درس میں ۲۹ سال تک شمولیت اختیار کی۔ یہاں تک کہ حضرت امام اعظمؒ دارالفناء سے دارالبقاء تشریف لے گئے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ "مجھے دنیا کی کوئی مجلس امام اعظمؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کی مجلس علمی سے زیادہ محبوب نہ تھی۔" بلکہ آپؒ تمنا کیا کرتے تھے: کہ "کاش! امام صاحبؒ کی ایک علمی صحبت مجھے پھر مل جاتی اور میں ان سے اپنے علمی اشکالات حل کر لیتا، خواہ مجھے اس ایک مجلس پر اپنی آدھی دولت کی قربانی کرنی پڑتی۔" یاد رہے ان دنوں آپؒ ۲۰ لاکھ روپے کے مالک تھے۔ گویا امام صاحبؒ کی صرف ایک مجلس پر ۱۰ لاکھ روپے قربان کرنے کو تیار تھے، جیسا کہ ان کی رائے کے تحت گزر چکا۔

ماخذ و مصادر: (۱)، (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹۳

حضرت امام ابو یوسفؒ کے بہت سے تلامذہ وقت کے شیوخ اور ائمہ فقہ وحدیث تھے۔ جن میں سے چند ائمہ کے اسماء ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ''میرے سب سے پہلے استاد حدیث امام ابو یوسفؒ ہیں اور ان کے پاس تین سال رہ کر تین المار یاں علم کی لکھی ہیں۔'' (۲) احمد بن منیعؒ جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔ (۳) امام مالکؒ کے مذہب کے مدون امام اسد بن فراتؒ (۴) امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حمادؒ (۵) امام بخاریؒ کے شیخ علی بن مدینیؒ (۶) امام شافعیؒ کے شیخ وکیع بن الجراحؒ (۷) امام محمدؒ (۸) یحیٰ بن آدمؒ (۹) یحیٰ بن معینؒ اور (۱۰) امام شافعیؒ نے اپنے کتاب الام اور اپنی مسند میں امام ابو یوسفؒ سے بواسطہ امام محمدؒ روایت کی ہے۔ گویا کہ امام شافعیؒ امام محمدؒ کے واسطہ سے امام ابو یوسفؒ کے تلمیذ رشید ہیں۔ (تلک عشرۃ کاملۃ)

ان کے علاوہ کتب اسماء الرجال میں امام ابو یوسفؒ کے اور بھی بہت سے تلامذہ کے اسماء مرقوم ہیں۔ اختصار کی غرض سے انہی دس پر اکتفاء کیا گیا۔

الغرض امام ابو یوسف جیسا کہ شیوخ حدیث کے شاگرد تھے' اسی طرح کبار محدثینؒ کے استاد بھی تھے۔ حالانکہ ان دنوں بڑے بڑے جبالِ علم امام مالکؒ' ثوریؒ اور شعبہؒ جیسے ائمہ کرامؒ موجود تھے۔ یہ حضرات ائمہ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہدین بھی تھے۔ مذکورہ اکابرؒ کی موجودگی میں ایسی عظیم ہستیوں کا آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا' آپ کے کمال علمی فی الحدیث والفقہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ علی بن الجعدؒ نے ایک دن دوران درس حدیث "**اخبرنا ابو یوسف**" کہا اور جب معترض نے اعتراض کیا' تو اس معترض کے جواب میں فرمانے لگے: کہ ''جب تم

ابو یوسفؒ کا ذکر مبارک کرنا چاہو تو پہلے اپنے منہ کو اشنان اور گرم پانی سے اچھی طرح پاک وصاف کر لینا۔'' پھر فرمایا: کہ'' واللہ! میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔'' اسی طرح علامہ ذہبیؒ جیسے نقاد کو امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالت شان کا اعتراف کرنا پڑا اور آپؒ کو اپنی مایہ ناز کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حافظ الحدیث شمار کرتے ہوئے **"الامام العلامة فقيه العراقيين الخ"** سے تعارف فرمایا ہے۔(۱)

قارئین کرام! جب امام اعظمؒ کے ایک تلمیذ و مقلد کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس محدثینؒ کی ایک بڑی جماعت پڑھتی تھی اور ان کے دور کے ائمہ حدیثؒ کو ان کا مثل نہیں ملا، تو پھر ان کے شیخ امام اعظمؒ کے بارے میں کس طرح کس کو حق حاصل ہے کہ وہ کہتا پھرے: ''ابوحنیفہ کے پاس نہ حدیث تھے اور نہ محدثین۔'' حقیقت تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے تلامذہ و متبعین کے پاس محدثین کی کثیر جماعت تھی اور انہوں نے ان سے بہت علمی ذخیرہ حاصل کیا ہے۔ یہی حال امام صاحبؒ کا بھی تھا۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الاثار کا اکثر حصہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے، جو کہ ادلہ فقہ میں نہایت قیمتی ذخیرہ حدیث تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲) امام العصر مجتہد فی المذہب محمد بن الحسن شیبانی کی علمی تبحر:

امام العصر مجتہد فی المذہب محمد بن الحسن شیبانیؒ (و ۱۳۲ھ م ۱۸۹ھ عمر ۵۷ سال) یہ فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں۔ آپؒ باتفاق اہل فقہ، بلند پایہ امام، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے صاحب اجتہاد مسلم استاد تھے۔ آپؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ کے واسطہ سے امام بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ابوزرعہؒ اور محدث بن ابی الدنیا کے استاد تھے۔

ماخذ و مصدر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹۲

آپؒ کے نواسے کا بیان ہے: کہ "آپؒ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھ کر لکھا کرتے تھے اور گھر کے لوگوں سے فرما دیا تھا: کہ "مجھ سے کبھی کسی ضرورت کا سوال نہ کرنا۔ جو کام ہو، میرے وکیل سے کہو، وہ پورا کرے گا۔ تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا رہوں۔" فرماتے ہیں: کہ "میں نے ان کو گھر والوں سے بات کرتے کبھی نہیں دیکھا، البتہ کبھی ابروئے مبارک یا انگلی کے اشارہ سے کچھ فرما دیتے۔"

آپؒ کی تصنیفات عموماً فقہ میں ہیں۔ اس لئے آپؒ کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہے اور تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مؤلفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ وغیرہ سب امام محمدؒ کی کتابوں کی روشنی میں لکھی گئیں اور عرصہ دراز تک ان کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں میں متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے رہے۔

امام محمدؒ احادیث میں بھی درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور اس میں بھی آپؒ کو تصنیفات کا موقع ملا۔ ان میں مؤطا امام محمدؒ بہت مشہور ہے۔ امام مالکؒ کی ۲۲ روایات ونسخ میں سے یہ کتاب ممتاز ترین روایت ونسخہ شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نسخہ میں امام محمدؒ نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر بات کی احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ کن احادیث کو فقہائے عراق نے اخذ کیا اور کن کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترک کیا اور ہر جگہ ان دوسری احادیث کو بھی ذکر فرمایا۔ اسی گرانقدر علمی امتیاز کی وجہ سے مؤطا امام محمدؒ مؤطا کے تمام دوسرے نسخوں سے بڑھ جاتی ہے۔ جس طرح امام یحی اللیثیؒ کی مؤطا اس امتیاز کی وجہ سے مؤطا کے دوسرے نسخوں سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے ہر باب کی احادیث کے بعد حضرت امام مالکؒ کی رائے بھی ذکر کی ہے۔

علامہ ذہبیؒ امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا: "امام محمدؒ جب

کوفہ میں امام مالکؒ سے روایت کرتے تھے (یعنی مؤطا امام محمدؒ کا درس دیتے تھے) تو آپؒ کا مکان بھر جاتا تھا اور اس کثرت سے لوگ جمع ہوتے کہ جگہ تنگ ہو جاتی تھی۔"(۱) اور امام اسد بن فراتؒ فرماتے ہیں: کہ "آپؒ کے ہاں آنے کے راستے بند ہو جاتے تھے۔"(۲)

امام مالکؒ کی رد میں کتاب الحجہ:

امام محمدؒ نے مؤطا امام محمدؒ کے علاوہ ایک کتاب "کتاب الحجہ" جو امام مالکؒ کی رد میں لکھی ہے اس میں اکثر حدیثیں روایت کی ہیں اور متعدد مسائل میں جوش ادعاء کے ساتھ کہا ہے: کہ "مدینہ والوں کو دعویٰ ہے کہ وہ حدیث کے پیرو ہیں' حالانکہ ان مسائل میں ان کے خلاف صریح حدیث موجود ہے۔"

میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا' جو آج ہٹ گیا:

پہلے پہل حافظ الحدیث امام عیسیٰ بن ابانؒ امام محمدؒ کے بارے یہ خیال کرتے تھے کہ یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں لیکن بعد میں آپ کے دلدادہ ہو گئے۔ چنانچہ محدث حمیریؒ محمد بن سماعہؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ "محدث عیسیٰ بن ابانؒ ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے' لیکن ہمارے ساتھ امام محمدؒ کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے۔ میں ان کو بلاتا' تو کہہ دیتے: کہ "یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔" درحقیقت عیسیٰؒ بہت اچھے حافظ الحدیث تھے۔ ایک دن ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور وہ دن امام محمدؒ کی مجلس کا بھی تھا' میں عیسیٰؒ کے سر ہو گیا کہ آج تو ضرور ہمارے ساتھ بیٹھنا پڑے گا۔ جب

ماٰخذ و مصادر: (۱) مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ: ۸۵ (۲) امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۲۴ بحوالہ نیل الامانی

امام محمدؒ درس سے فارغ ہو گئے، تو میں عیسیٰؒ کو ان کے قریب لے گیا اور کہا: "یہ آپؒ کے بھائی ابانؒ کے بیٹھے ہیں۔ یہ اچھے ذہین اور عالم حدیث ہیں۔ میں ان کو آپؒ کے پاس بلاتا ہوں، تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: "تم حدیث کی مخالفت کرتے ہو۔" امام محمدؒ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "برخوردار! تمہارے خیال میں ہم کن احادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟ ہمارے خلاف تمہیں ہمارے جواب کے بغیر فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔" عیسیٰؒ نے اس وقت ۲۵ ابواب حدیث میں سوالات کئے اور امام محمدؒ برابر جوابات دیتے رہے اور جو احادیث منسوخ تھیں، ان کے نسخ پر دلائل وشواہد بتاتے رہے۔

عیسیٰؒ اس مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے، تو مجھ سے کہنے لگے: کہ "میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا، جو آج ہٹ گیا۔ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی لوگوں میں موجود ہوگا اور اس کے بعد امام محمدؒ کی مجلس کے ایسے دلدادہ ہو گئے کہ پھر جدا ہونا گوارہ نہ کیا حتیٰ کہ بڑے فقیہ بن گئے۔"

عیسیٰ بن ابانؒ کی علمی جلالت شان:

موصوف عیسیٰؒ علم کے پہاڑوں میں سے ایک بڑے پہاڑ تھے اور آخر کار عیسیٰ ابن ہارون ہاشمی (نے جو ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں دعویٰ کیا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے۔ خلیفہ مامون کی دعوت پر جو کہ انہوں نے علماء کو دی تھی، اس وقت عیسی بن ابانؒ نے عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کے) جواب میں ایک کتاب لکھی۔ خلیفہ نے اسمٰعیل بن حمادؒ اور یحی بن اکثمؒ کے جواب کے مقابلہ میں عیسی بن ابانؒ کا جواب پسند کیا۔ جس سے ہاشمی کی کتاب کی حیثیت بالکل ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ **"کتاب الحجة**

علی اهل المدینه ''کے راوی بنے اور خود عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کی رد میں "**الحجج الصغیر**" لکھی۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے قدیم اقوال کی رد میں ایک کتاب "**الحجج الکبیر**" لکھی۔ نیز امام شافعیؒ اور مریسیؒ کی رد میں شروط قبول اخبار کے بارے میں بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی۔

الغرض عیسیٰ بن ابانؒ فقہی مباحث کے بحّاث کبیر اور علوم حدیث وفقہ کے جبال علم میں سے تھے۔ (۱) اس جلالت شان فی الحدیث کے باوجود انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مقلد اور تلمیذ رشید کی شاگردی کو فخر سمجھتے ہوتے' آخرت سنوارنے کیلئے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کا ہار پہن کر دار الفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے۔

(۳) امام العصر حافظ الحدیث مجتہد مطلق زفرؒ کا علمی مقام:

امام ابو الہذیل زفر عنبری بصری ابن الہذیلؒ (و ۱۱۰ھ م ۱۵۸ھ) عربی النسل تھے۔ فقہ میں اگرچہ ان کا رتبہ امام محمدؒ سے زیادہ مانا جاتا ہے' لیکن ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے' اس لئے صاحبینؒ سے ان کو مؤخر لکھنا پڑا۔ شروع شروع میں ان کو حدیث کا شغل رہا اور اسی وجہ سے صاحب الحدیث کہلاتے تھے' پھر فقہ کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ علامہ نوویؒ نے تصریح کی ہے۔ اور ان کو "**الجامع بین العلم والعبادة**" فرمایا ہے۔ (۲) اور اخیر عمر تک ان کا یہی مشغلہ رہا۔ محمد بن وھبؒ کا بیان ہے: کہ ''امام زفرؒ اصحاب حدیث میں سے تھے اور ان گیارہ افراد میں سے تھے' جنہوں نے کتب مدون کئے تھے۔'' (۳)

امام وکیعؒ سے کسی نے بطور اعتراض کہا: کہ ''آپؒ زفرؒ کے پاس آتے جاتے

ماخذ و مصادر: (۱) بلوغ الامانی: ۴۹ (۲) تہذیب الاسماء: ۱/۱۹۴ (۳) الجواہر المضیۃ: ۱/۵۳۶

ہیں؟ فرمانے لگے: ”تم لوگوں نے مغالطہ آمیزیاں کر کے ہمیں امام ابوحنیفہؒ سے چھڑانا چاہا، حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب تم اسی طرح امام زفرؒ سے بھی چھڑانے کی سعی کرتے ہو، تاکہ ہم ابو اسید اور ان کے اصحاب کے محتاج ہو جائیں۔“

خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: کہ ”کسی نے وکیعؒ سے کہا: ”امام ابوحنیفہؒ نے خطا کی“ تو فرمایا: کہ ”وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں؟ حالانکہ ان کے ساتھ ابو یوسفؒ و زفرؒ جیسے قیاس کرنے والے، یحیٰ بن ابی زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبانؒ اور مندلؒ جیسے حفاظ حدیث اور قاسم بن معینؒ جیسے لغت و عربیت کے ماہر، داؤد طائیؒ اور فضیل بن عیاضؒ جیسے زاہد و متورع ہیں اور جن کے ہم مجلس ایسے لوگ ہوں، وہ خطا نہیں کر سکتے، کیونکہ اگر وہ خطا بھی کرے، تب بھی یہ لوگ ان کو صواب کی طرف لوٹا دیں گے۔“(۱)

الغرض امام زفرؒ چونکہ قیاس میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے اصحاب الرائے میں شمار کئے جانے لگے۔ چنانچہ امام فن جرح و تعدیل یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام زفرؒ صاحبِ رائے، ثقہ اور مامون تھے۔“ **"زفر صاحب الرأی ثقة مامون۔"**(۲) اور امام ابوحنیفہؒ ان کی نسبت **"اقیس اصحابی"** فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ جیسا کہ **"امام الفقه"** تھے، اسی طرح **"امام الحدیث"** بھی تھے۔ امام ابن عبد البرؒ نے انتقاء میں لکھا ہے: کہ ”امام زفرؒ صاحب عقل و دین، صاحب ورع اور روایت حدیث میں ثقہ تھے۔“ ابن حبانؒ نے ان کو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: کہ ”وہ متقن حافظ حدیث تھے۔“ حافظ ذہبیؒ نے نہ صرف ان کی توثیق کی ہے بلکہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کو حفاظ حدیث میں شمار فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ کے شیخ

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ذکر من اسمہ یعقوب: ۲۸۰/۶ (۲) تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ۱۹۴/۱

امام ابونُعَیم فضل بن دُکَینؒ کہتے ہیں: کہ ''مجھ سے امام زفرؒ نے فرمایا: کہ ''میرے پاس اپنی حدیثیں لاؤ تاکہ تمہارے لئے ان کی چھان پھٹک کروں۔'' یہ بات کسی عظیم محدث کو کہنا اور پھر اس محدث کا ان کے کمال بیان کرنے کیلئے ظاہر کرنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ امام زفرؒ صرف محدث ہی نہیں تھے بلکہ ساتھ ساتھ امام جرح وتعدیل بھی تھے۔

امام زفرؒ نے ۲۰ سال تک امام اعظمؒ سے حدیث وفقہ حاصل کی:

امام زفرؒ نے ۲۰ سال سے زیادہ امام صاحبؒ کی صحبت اختیار فرمائی۔ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ''میں نے کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ خیرخواہ اور ناصح ومشفق نہیں دیکھا۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کیلئے اپنی جان کو صرف کرتے تھے۔ سارا دن مسائل کے حل کرنے، تعلیم اور نئے حوادث کے جوابات دینے میں صرف کرتے۔ جب مجلس سے اٹھتے، تو کسی مریض کی عیادت کیلئے جاتے، جنازہ کی اتباع کرتے، کسی ضرورت مند کی حاجت پوری کرتے، کسی محتاج کی مدد کرتے یا کسی بچھڑے ہوئے سے رشتہ اخوت تازہ کرتے تھے۔ رات ہوتی، تو خلوت میں تلاوت، عبادت اور نماز کا شغل رہتا۔ وفات تک آپؒ کا یہی مشغلہ رہا۔''

امام زفرؒ نے فقہ کے ساتھ ساتھ امام صاحبؒ سے روایت حدیث بھی کی ہے، چنانچہ علامہ سمعانیؒ وغیرہ نے امام زفرؒ کی کتاب الآثار کا تذکرہ کیا ہے، جس میں امام زفرؒ نے امام صاحبؒ کے واسطہ سے احادیث روایت فرمائی ہیں۔ آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام اعمشؒ، یحیٰ بن سعید الانصاریؒ اور ایوب سختیانیؒ وغیرہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

امام زفرؒ کے محدثین تلامذہ:

آپؒ کے تلامذہ میں امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ شفیق بن ابراہیمؒ محمد بن الحسنؒ وکیع بن الجراحؒ، سفیان بن عیینہؒ ابوعاصم النبیلؒ اور ابونعیم فضل بن دکینؒ جیسے ائمہ حدیث ہیں۔ جس سے اگر ایک طرف آپ کا ماہر فی الحدیث ہونا معلوم ہوتا ہے، تو دوسری طرف آپؒ کا ثقہ اور ثبت ہونا بھی مترشح ہوتا ہے۔

(۴) اصحاب ستہ کے شیخ امام مالک بن مغول البجلی النخعیؒ:

امام مالک بن مغول البجلی النخعیؒ (م ۱۵۹ھ) امام اعظمؒ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے تھے یہ وہ ہستی ہیں، جن کو الامام نے مخاطب کر کے فرمایا تھا: کہ "تم میرے قلب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو۔" آپؒ امام حدیث وحجت تھے۔ (۱) امام شعبہؒ امام محمدؒ ابن مبارکؒ مسعرؒ، ثوریؒ ابن عیینہؒ یحی بن سعید القطانؒ وکیعؒ، اور امام عبدالرحمن بن مہدیؒ کے شیخ بلکہ اصحاب ستہ کے شیخ ہیں۔ امام احمدؒ نے ان کو ثقہ، ثبت فی الحدیث کہا ہے۔ امام یحی بن معینؒ ابوحاتمؒ اور نسائیؒ نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۲)

(۵) امام اعظمؒ کے ساتھ امام العابدین داود طائیؒ کے ۲۰ سال:

امام ابوسلیمان داؤد بن نصر طائی حنفیؒ (م ۱۶۰ھ) امام حدیث، محدث، ثقہ، زاہد، اعلم، افضل اور اورعِ اہل زمانہ تھے۔ ۲۰ سال تک امام اعظمؒ کی خدمت میں رہے۔ کبار اصحاب وشرکاءِ تدوین فقہ میں سے ایک رکن تھے۔ آپؒ کے بارے محدث محارب ابن دثارؒ فرماتے ہیں: کہ "اگر داؤد طائیؒ پہلی امتوں میں ہوتے، تو قرآن مجید میں اللہ

ماخذ ومصادر: (۱) الجواہر المضیۃ: ۱/۱۵۰ (۲) ایضاً، تہذیب التہذیب: ۱۰/۲۰

تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ۔'' اتنے زیادہ عبادت گزار تھے کہ روٹی کو پانی میں بھگوتے' جب وہ گھل جاتی' تو شربت کی طرح اس کو پی لیتے تھے اور فرماتے: کہ'' جب روٹی کو ایک ایک لقمہ کر کے کھاؤں' اتنے میں قرآن مجید کی ۵۰ آیتیں پڑھ سکتا ہوں' لہٰذا روٹی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کروں ۔''

اسحٰقؒ نے عبداللہ بن داودؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ محمدؒ اور امام زفرؒ کے متعلق پوچھا: تو کہنے لگے: ''اگر داودؒ کو اہل ارض کے ساتھ تولا جائے' تو وہ ان پر بھی وزنی ہو جائیں گے ۔''(۱) (تو جب امام ابوحنیفہؒ کے صرف ایک تلمیذ کا یہ حال ہے تو باقی تلامذہ کا کتنا اونچا مقام ہوگا؟) اس سے جہاں امام داود طائیؒ کا علو مقام معلوم ہوتا ہے وہاں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کی جلالت شان کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بقیہ اراکین تدوین فقہ:

(۶) امام ابوعبداللہ عمرو (الملقب بِمَنْدَل) بن علی عنزی کوفی حنفیؒ (و ۱۰۳ھ م ۱۶۷ھ یا ۱۶۸ھ) محدث' صدوق' فقیہ' فاضل' کبار تبع تابعین' امام حبانؒ کے بھائی اور امام اعظم کے اصحاب شرکاءِ تدوینِ فقہ میں سے تھے ۔امام اعمشؒ' ہشام بن عروہؒ' عبدالملک بن عمرؒ' عاصم احولؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کیں ۔نہایت متورع اور پرہیزگار تھے۔

آپؒ سے یحیٰ بن آدمؒ' ابوالولید طیالسیؒ' فضل بن دکینؒ' ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ ائمہٴ حدیثؒ نے احادیث روایت کیں۔ جامع المسانید میں امام اعظمؒ سے ان کی روایات موجود ہیں ۔(۷) امام نصر بن عبدالکریمؒ (م ۱۶۹ھ) محدث' فقیہ اور تدوین

ماٴخذ و مصادر: (۱) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۵۳۶/۱

فقہ کے رکن تھے۔امام ابوحنیفہؒ سے فقہ پڑھی اوران سے احادیث واحکام بکثرت روایت کئے۔ان سے سفیان ثوریؒ اورموسی بن عبیدؒ وغیرہ نے احادیث روایت کیں۔

(۸)امام عمرو بن میمون بلخی حنفیؒ (م ۱۷۱ھ) محدث، فقیہ اورامام ترمذیؒ کے شیوخ میں سے تھے اورامام ابوحنیفہؒ کے مجلس تدوین فقہ کے شرکاء میں سے تھے۔

(۹)امام حِبان بن علیؒ (م ۱۷۲ھ) تدوین فقہ کے شرکاء اورمجتہدین میں سے تھے۔ ابن ماجہ میں ان کی روایت لی گئی ہے۔آپ بہت بڑے محدث تھے۔

(۱۰)امام ابوعصمہ نوح بن ابی مریمؒ ''جامع'' حنفیؒ (م ۱۷۳ھ)مشہور محدث وفقیہ جامع علوم تھے۔اسلئے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے۔مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے۔

امام جامع ابوعصمہ کے چار مجالس:

امام موصوفؒ درس کے زمانے میں چار مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ایک مجلس میں احادیث وآثار بیان کرتے۔دوسری میں امام صاحبؒ کے اقوال نقل کرتے۔تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی مجلس میں شعروادب کے متعلق بیان کرتے تھے۔امام بخاریؒ کے شیخ امام نعیم بن حمادؒ کے استاد تھے۔ابن ماجہؒ نے باب تفسیر میں آپؒ سے روایت لی ہے۔ان کے علاوہ (۱۱)امام زہیر بن معاویہؒ (م ۱۷۳ھ)، (۱۲)امام قاسم بن معنؒ (م ۱۷۵ھ) ، (۱۳) امام حمادؒ (م ۱۷۶ھ)، (۱۴)امام حجاج بن بسطامؒ (م ۱۷۷ھ)، (۱۵)امام شریک بن عبداللہ الکوفیؒ (م ۱۷۸ھ)، (۱۶)امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)، (۱۷)امام ابومحمد نوح بن دراج نخعی کوفیؒ (م ۱۸۲ھ)، (۱۸)امام ھیثم بن بشیر السلمی الواسطیؒ (م ۱۸۳ھ)، (۱۹)امام سعید یحی بن

زکریا بن ابی زائدہ ھمدانی کوفیؒ (م۱۸۴ھ)، (۲۰) امام فضیل بن عیاضؒ (م۱۸۷ھ)، (۲۱) امام اسد بن عمرو بن عامر البجلی الکوفیؒ (م۱۸۸ھ)، (۲۲) مشہور صاحب درایت وروایت جلیل القدر محدث وفقیہ امام علی بن مسہر قریشی الکوفیؒ (م۱۸۹ھ)، (۲۳) امام یوسف بن خالد سمتیؒ (م۱۸۹ھ)، (۲۴) محدث، ثقہ، حجہ، صاحب سنت و جماعت اور صاحب کثیر الحدیث امام عبداللہ بن ادریس کوفیؒ (م۱۹۲ھ)، (۲۵) مشہور محدث امام فضل بن موسیٰ السینانیؒ (م۱۹۲ھ)، (۲۶) علی بن ظبیانؒ (م۱۹۲ھ)، (۲۷) امام حفص ابن غیاثؒ (م۱۹۴ھ)، (۲۸) امام وکیع بن الجراحؒ (م۱۹۷ھ)، (۲۹) امام ہشام بن یوسفؒ (م۱۹۷ھ)، (۳۰) امام نقد رجال یحییٰ بن سعید القطانؒ (م۱۹۸ھ)، (۳۱) امام شعیب بن اسحٰق دمشقیؒ (م۱۹۸ھ)، (۳۲) امام ابو عمر و حفص بن عبدالرحمٰن البلخیؒ (م۱۹۹ھ)، (۳۳) امام ابو مطیع حکیم بن عبداللہ بن سلمہ البلخیؒ (م۱۹۹ھ)، (۳۴) امام خالد بن سلیمان البلخیؒ (م۱۹۹ھ)، (۳۵) عافیہ بن یزید القاضیؒ (م۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ)، (۳۶) امام عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الکوفی الحمانیؒ (م۲۰۲ھ)، (۳۷) امام حسن بن زیادہ لولویؒ (م۲۰۴ھ)، (۳۸) امام حماد بن دلیل قاضی المدائن البصریؒ (م۲۱۲ھ)، (۳۹) امام ابو عاصم النبیل ضحاک ابن مخلد (و۱۲۲ م ۲۱۱ یا ۲۱۲ یا ۲۱۳ یا ۲۱۴ھ) اور (۴۰) امام مکی ابن ابراہیمؒ صاحب اکثر ثلاثیات فی البخاری (م۲۱۵ھ) رحمھم اللہ جیسے کبار محدثین تدوین فقہ میں امام اعظم کے ساتھ رہے۔

یہ سب محدثین اپنے وقت کے ائمہ فقہ ہونے کے ساتھ ائمہ حدیث بھی تھے۔

ان سب نے نہ صرف امام اعظمؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا، بلکہ آپؒ کے فقہ کے ارکان رہے اور امت کو ایک ایسا جامع فقہ وشرعی قانون مرتب کر کے دیا کہ کسی کو اس پر عمل کرنے

میں قیامت تک کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی اور نہ کوئی اقدام خلاف سنت محسوس ہوگا۔وہ اور بات ہے کہ شپرہ چشم اور عقل کے اندھے اپنی عقل نارسا کی وجہ سے ان مرتب کردہ فقہ کو خلاف سنت سمجھیں۔

اولئك اٰبائی فجئنی بمثلهم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر جبال علم متفق ہیں:

حافظ محمد ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں: ''اگر امام ابوحنیفہؒ جاہل ہوتے اور علم کے زیور سے آراستہ نہ ہوتے، تو علماء حنفیہ میں علم کے پہاڑ ان کے مذہب پر عمل پیرا ہونے پر کبھی متفق نہ ہوتے، جیسے قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن الشیبانی، طحاوی، اور ابوالحسن کرخی وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور ان سے دو گنے چوگنے علماء حنفیہ ہندوستان، شام، مصر، یمن، الجزیرہ، حرمین، عراق عجم اور عراق عرب وغیرہ میں ایک سو پچاس ہجری سے لیکر آج تک جو چھ سو سال سے زیادہ مدت گزر چکی ہے، ہزاروں کی تعداد سے متجاوز ہیں، جو شمار میں نہیں آسکتے اور ان سے ممالک بھرے پڑے ہیں، جو گنتی سے باہر ہیں، جو اہل علم و فتویٰ اور ورع و تقویٰ کے زمرہ میں شامل ہیں۔(۱)

بعض حنفی ائمہ مجتہدینؒ:

قارئین کرام! آپ حضرات نے ابھی الروض الباسم کے حوالہ سے پڑھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل پیرا ہونے والے علم کے پہاڑ تھے۔ان جبال علم میں

ماخذ و مصدر: (۱) طائفہ منصورۃ: ۱۸، ۱۹ بحوالہ الروض الباسم: ۱/ ۱۶۰

سے چند حضرات کے اسماء مبارکہ ذکر کئے جاتے ہیں تا کہ یکجا ان حضرات کے اعلام مبارکہ کی زیارت سے مشرف ہوسکیں۔

امام زفر (م ۱۵۸ھ)، داؤد الطائی (م ۱۶۰ھ)، عافیہ بن یزید (م ۱۶۰ھ)، مندل بن علی (م ۱۶۷ھ)، حبان بن علی (م ۱۷۱ھ)، لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ)، قاسم ابن معن (م ۱۷۵ھ)، عبداللہ بن المبارک (م ۱۸۱ھ)، یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (م ۱۸۲ھ)، ابویوسف (م ۱۸۳ھ)، جریر بن عبد الحمید (م ۱۸۸ھ)، محمد بن الحسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)، علی ابن مسہر (م ۱۹۰ھ)، اسد بن عمرو (م ۱۹۰ھ)، حفص بن غیاث (م ۱۹۴ھ)، وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ)، یحیٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ)، ابوعاصم النبیل (م ۲۱۲ھ)، مکی بن ابراہیم (م ۲۱۵ھ)، ابوالحسن العبدی (م ۲۱۸ھ)، یحیٰ بن مَعین (م ۲۳۳ھ)، ابوبشر اسدی (م ۲۶۷ھ)، ابوبکر الجارودی (م ۲۹۱ھ) اور طحاوی (م ۳۲۱ھ) وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سب ائمہ مجتہدین ومحدثین تھے۔ اصحاب جرح وتعدیل نے ان کے ائمۂ حدیث ہونے کا اعتراف کیا ہے اور ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دینے اور عمل کرنے کی تصریح فرمائی ہے۔

ہندوستان میں علم وعمل بالحدیث:

مذکورہ ائمہ کے علاوہ اور بھی بہت سے مجتہدین اور ائمہ حدیث اسماء الرجال کی کتابوں میں مذکور ہیں کہ وہ حنفی تھے، لیکن ان سب کا یہاں لکھنا مقصود ہے نہ یہاں ان کے ذکر کرنے کی گنجائش ہے، البتہ فقیر صرف ایک غیر مقلد عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہے، جو کہ انہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ اہل

حدیث حصہ سوم'' میں ''ہندوستان میں علم وعمل بالحدیث'' کے عنوان سے درج ذیل حضرات کا ص ۳۸۷ تا ۴۲۴ قدرے تفصیلی بحث کے ساتھ بیان اور ذکر کیا ہے۔

شیخ رضی الدین صغانی لاہوریؒ (م ۶۵۰ھ)' شیخ علی متقی جونپوریؒ (م ۹۷۵ھ) شیخ محمد طاہر گجراتیؒ (م ۹۸۶ھ)' شیخ عبدالحق دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ)' شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ)' شیخ عبدالحق دہلویؒ (م ۱۰۷۳ھ)' سید مبارک محدث بلگرامیؒ (م ۱۱۱۵ھ)' میر عبدالجلیل بلگرامیؒ (م ۱۱۳۸ھ)' حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ (م ۱۱۴۶ھ استاد شاہ ولی اللہؒ)' شیخ نورالدین احمد آبادیؒ (م ۱۱۵۵ھ)' امام الہند شاہ ولی اللہؒ (م ۱۱۷۶ھ)' مرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ (م ۱۱۹۵ھ)' شاہ رفیع الدینؒ (م ۱۲۳۰ھ)' شاہ عبدالقادرؒ (م ۱۲۳۰ھ)' شاہ عبدالعزیزؒ (م ۱۲۳۹ھ)' شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) اور استاد الآفاق شاہ محمد اسحٰقؒ (م ۱۲۶۲ھ)۔'' (۱)

شاہ ولی اللہؒ کا خاندان حنفی تھا:

قارئین کرام! مذکورہ علماء جو بقول غیر مقلد عالم محمد ابراہیم صاحب ''علماء حدیث وعاملین حدیث'' تھے' بحمد اللہ سب کے سب حنفی المذہب تھے۔ ان میں سے زیادہ شبہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندان پر ہے' جنہوں نے ہندوستان میں حدیث کی بے انتہا خدمت فرمائی ہے' لیکن آپؒ کا پورا خاندان غیر مقلد علماء کے نزدیک بھی حنفی تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ ''شاہ ولی اللہؒ کا خاندان حنفی تھا۔'' نیز لکھتے ہیں: کہ ''ان کا خاندان علوم حدیث وفقہ حنفی ہے۔'' اور لکھتے ہیں: ''''شاہ ولی اللہؒ کا سب طریقہ مذہب حنفی اور شریعت حقہ تھا' جس پر عجم اور خالص عرب کے نیک سلف و

ماخذ ومصدر: (۱) طائفہ منصورہ: ۸۹'۹۰

خلف کاربند رہے ...... بلکہ ان کا گھرانا اور خاندان حنفی اور ملت حنیفہ کا مقتدا تھا۔"
"خاندان او حنفی بود۔"(۱) "خاندان ایشان علوم حدیث وفقہ حنفی است۔"(۲) "طریقہ
هٰذا کله مذهب حنفی وشریعة حقة مضى عليها السلف والخلف
الصلحاء من العجم والعرب العرباء...... بل هم بيت علم الحنفية قدوة
الملة الحنيفة۔" (۳) اور ایک دوسرے غیر مقلد عالم محمد اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:
"حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے شاہ ولی اللہؒ کے ابناء کرامؒ تک یہ تمام مصلحین عظام
ظاہری اعمال میں عموماً حنفی فقہ کے پابند تھے۔"(۴)

قارئین کرام! فقیر نے آپ حضرات کے سامنے چند ائمہ وعلماء و عاملین حدیث کے نام مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے۔ مذکورہ محدثین کے علاوہ اور بھی بہت سے جبال علم امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیا کرتے تھے لیکن کتاب کی ضخامت بڑھنے کے خوف سے انہی چند اکابر محدثینؒ پر اکتفا کیا۔ آخر امام اعظمؒ میں کوئی خوبی تو ضرور تھی، جس نے ان آسمان علم مجتہدینؒ ائمہؒ اور حفاظ حدیثؒ کو آپؒ کی تقلید پر مجبور کیا تھا۔

مجتہد اور سلفی کا مطلب:

قارئین کرام! آپ حضرات بعض اوقات دیکھتے ہوں گے کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ امام وکیعؒ وغیرہ حضرات کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات کے ساتھ مجتہد یا سلفی کا لفظ لکھا ہوتا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات مجتہدین تھے کسی امام کے مقلد نہیں تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ "المجتهد" کبھی "مجتہد مطلق" جیسے حضرات ائمہ اربعہؒ امام سفیان ثوریؒ اور امام

ماخذ ومصادر: (۱) ہدایۃ السائل (۲) الاتحاف: ۲۹۷ (۳) الحطۃ: ۱۷۰ (۴) مسئلہ حیات النبی ﷺ: ۱۱

اوزاعیؒ وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق ''مجتہد فی المذہب'' اور ''مجتہد منتسب'' پر ہوتا ہے، جیسے امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور اسی قسم کے اور حضرات جو اپنے پیش روائمہؒ کے اصول وضوابط اور کلیات کی روشنی میں اجتہاد سے کام لیتے رہے۔ یاد رکھیں کہ کبھی کبھار ''مجتہد منتسب'' کیلئے ''مجتہد مطلق'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ نواب صاحبؒ نے حافظ ابن القیمؒ کو ایک جگہ ''مجتہد مطلق'' اور دوسری جگہ ''طبقات حنابلہ'' میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ (م ۱۲۵۵ھ) اور علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے ابن تیمیہؒ کو دونوں طرح ذکر کیا ہے، چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: "**الشیخ الامام علامة عصره المجتهد المطلق ابو البرکات شیخ الحنابلة**" (۱) یہی حال امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کا ہے کہ ان کی بابت ''مجتہد'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، مع ہذا امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار بھی تھے۔ یہی حال دوسرے حضرات کا بھی ہے۔ الحاصل ''مجتہد مطلق منتسب'' ''مجتہد منتسب'' اور ''مجتہد فی المذہب'' ''اصحاب الوجوہ'' ''اصحاب الترجیح والتخریج'' وغیرہ وسعت علمی کے باوجود، فروع میں اجتہاد کے اُصولی طور پر مقلد اور اپنے پیش رو امام کی رائے کے اُصولاً پابند ہی سمجھے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں: ''بہت سے مجتہدین مثلاً امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام زفرؒ امام طحاویؒ اور امام ابوبکر جصاصؒ وغیرہ حنفی تھے، حالانکہ ان کا اجتہاد اظہر من الشمس ہے۔ (۲) یہی حال ''سلفی'' لفظ کا ہے۔ غیر مقلدین لفظِ مجتہد کی طرح لفظِ سلفی سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ غیر مقلد تھے، حالانکہ سلفی حضرات بھی مقلد ہوا کرتے تھے،

ماخذ ومصادر: (۱) نیل الاوطار: ۱/۱۳، مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱۳۲ (۲) تنویر العینین: ۵۶

جیسا کہ حافظ ابوعمرو بن الصلاحؒ (م۶۴۳ھ) شافعی ہونے کے باوجود سلفی تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کو دونوں لفظوں سے ذکر کیا ہے' جیسا کہ علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں:"**الامام الحافظ المفتی شیخ الاسلام............ الشافعیؒ ....وکان ابن الصلاح سلفیا۔**"(۱)

صفات باری تعالیٰ کے متعلق امت کے دو گروہ:

ناظرین کرام! اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً "**ید**" "**وجہ**" اور "**استویٰ علی العرش**" وغیرہ کے بارے میں علماء اسلام کے دو گروہ ہیں۔(۱) متقدمینؒ جو ان صفات کو بلا چون و بلا کیف جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں' تسلیم کرتے ہیں اور ایسے نظریات رکھنے والے حضرات مقلد ہونے کے باوجود سلفی کہلاتے ہیں اور (۲) متأخرینؒ جو باطل فرقوں کی بے جا اور باطل تأویلات کے سدباب کیلئے "**ید**" سے قدرت "**وجہ**" سے ذات اور "**استویٰ علی العرش**" سے حکمرانی وغیرہ مراد لیتے ہیں اور یوں ایک قسم کی مناسب تأویل کر کے ان صفات کا محمل بیان کرتے ہیں۔(۲) پس معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ میں سلفی بھی مقلد ہوا کرتے تھے۔ ہاں اگر مجتہد کے بعد "**لا یقلد احدا**" کے الفاظ آجائیں' تو وہ مجتہد کسی کی تقلید نہیں کرتا' جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے امام داؤد بن علی الظاہریؒ (م۲۷۰ھ) کے متعلق "**مجتہدا لا یقلد احدا**" (۳) اور امام قاسم بن محمد بن قاسمؒ (۲۷۶ھ) کے متعلق "**صار اماما مجتہدا لا یقلد احدا**" لکھا ہے۔(۴)

مأخذ و مصادر:(۱) تذکرۃ الحفاظ :۴/۲۱۴'۲۱۵ (۲) طائفہ منصورہ ۱۴۵ بحوالہ شرح مواقف' شرح العقائد وغیرہ (۳) تذکرۃ الحفاظ:۲/۱۸۴ (۴) ایضاً:۲/۲۰۰

خلاصہ کلام یہ ہے: کہ "اھل الحدیث" "اصحاب الحدیث" "اصحاب الاثر" "المحدث" "الحافظ" "المجتھد" اور "سلفی" وغیرہ کے الفاظ غیر مقلد کیلئے نہیں، بلکہ سلف صالحینؒ نے مقلدین کیلئے استعمال فرمائے ہیں۔ بحمد اللہ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل مذکورہ حضرات بھی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے۔

کتاب الآثار کے متعلق ایک غلط فہمی:

امام ابوحنیفہؒ جن کو دنیائے فقہ میں ان کی تبحر علمی اور فقہی جلالت شان کی بناء پر امام اعظم کے جلیل القدر خطاب سے نوازا گیا ہے نہ صرف ایک بلند پایہ فقیہ تھے بلکہ آپؒ ایک مسلم الثبوت ماہر محدث بھی تھے۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص قرآن وسنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم سے پوری طرح باخبر نہ ہو وہ فقہی احکام کے استنباط کی جرأت نہیں کرسکتا۔ بعض حضرات نے آپؒ کی شان کو گھٹانے کی کوشش کی ہے اور عوام میں یہ تأثر دیا ہے کہ آپؒ کو سنت نبوی علیٰ صاحبها التحیۃ والسلام کا پورا علم نہیں تھا اور نہ کسی بڑے محدث سے شرف تلمذ حاصل ہوا تھا۔ آپؒ صرف اپنے منطقی ذہن سے تخلیق احکام کیا کرتے تھے۔ اس غلط پروپیگنڈے سے مخالفین کا تو کیا کہنا بعض اپنے بھی غلط فہمی کے شکار ہو کر کہنے لگے کہ "حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔" چنانچہ حضرت ملاجیونؒ (م ۱۱۳۰ھ) حضرت شاہ ولی اللہؒ (م ۱۱۷۶ھ) اور پھر ان کی متابعت میں ان کی اولاد میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے بعد والوں میں علامہ شبلی نعمانیؒ اور سید سلمان ندویؒ نے انکار کیا۔

قارئین کرام! ملاجیونؒ ایک بہترین فقیہ تھے لیکن حدیث میں ان کو خاص

شغف نہ ہونے کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ تو احادیث سے بہت زیادہ شغف رکھتے تھے انہوں نے نہ صرف امام اعظمؒ کی تصنیف کے موجود ہونے کا انکار کیا ہے بلکہ سوائے امام مالکؒ کے مؤطا کے سب ائمہ فقہ کی کتابوں کے موجود ہونے کے منکر ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ''اور آج ائمہ فقہ کی کوئی کتاب کہ جسے انہوں نے خود تصنیف کیا ہو سوائے مؤطا کے لوگوں کے پاس موجود نہیں ہے۔'' ''واز ائمہ فقہ امروز ہیچ کتابے کہ خود ایشاں تصنیف کردہ باشند بدست مردماں نیست الا المؤطا۔'' (۱) شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی اس قسم کا قول (۲) میں کیا ہے۔ یہی حال علامہ شبلی نعمانیؒ کا بھی ہے۔ (۳) علامہ نعمانیؒ کے جانشین مولانا سید سلمان ندویؒ نے بھی سوائے امام مالکؒ کے کسی امام مجتہدؒ کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر ہونے سے انکار کیا ہے۔ (۴)

یہاں ایک اشتباہ اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملا جیونؒ تو علم حدیث کے مقابلہ میں علم فقہ واصول فقہ سے زیادہ مانوس تھے اس لئے ان کے متعلق تو کوئی تعجب نہیں کی جاتی لیکن تعجب تو شاہ ولی اللہؒ اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ پر ہے کہ کتاب الآثار سے پوری طرح واقف ہونے کے باوجود ائمہ ثلاثہؒ کی کسی کتاب کے موجود ہونے کے منکر ہیں۔ بلکہ اول الذکر نے تو شیخ تاج الدین حنفیؒ مفتی مکہ مکرمہ سے سماع بھی کیا ہے (جیسا کہ ''اِنسان العین (آنکھ کی پتلی' آنکھ کی سیاہی) فی مشائخ الحرمین:۱۶ پر انہوں نے تصریح فرمائی ہے۔) نیز انہوں نے مصفی میں خود تصریح کی ہے کہ امام محمدؒ نے اس کتاب کو امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ ''آثار یکہ از امام ابوحنیفہؒ روایت کردہ است۔'' (۵)

ماٰخذ ومصادر: (۱) مصفی شرح مؤطا امام مالکؒ: ۱/۷۱ (۲) دیکھئے: بستان المحدثین: ۲۷، ۲۸ (۳) دیکھئے: سیرۃ النعمان: ۱۱۹ (۴) دیکھئے حیات مالکؒ: ۹۰ (۵) مصفی: ۸

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب الآ ثار کو امام ابوحنیفہؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ شبلی نعمانیؒ اور ان کے جانشین برصغیر کے نامور شخصیات نے اس کتاب کو امام محمدؒ کی تصنیف سمجھی ہے۔یہی حال ملا علی قاریؒ کی ہے۔

غلط فہمی کی وجہ:

دراصل اس اشتباہ کی وجہ یہ ہے کہ امام محمدؒ نے جس طرح کتاب الآ ثار کو روایت کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں امام موصوفؒ نے اس کتاب کے متعلق طرز عمل یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پہلے اس کتاب کی روایات نقل کرتے ہیں اور پھر ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے شیخ محترم کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اگر اصل کتاب کی کسی روایت پر ان کا عمل نہیں ہوتا تو اسے نقل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کے وجوہ ودلائل تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔کتاب الآ ثار کی اکثر احادیث امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی منقول ہیں اس لئے سرسری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام محمدؒ کی تصنیف ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ کتاب الآ ثار امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہے اور امام محمدؒ صرف اس کے راوی ہیں البتہ امام محمدؒ نے اس کتاب کی روایت اس طرح کی ہے کہ اس کی افادیت دو چند ہوگئی ہے اور اس کا تداول ونقل اس درجہ عام ہو گیا کہ بجائے اصل مصنفؒ کے خود ان کی طرف اس کتاب کو نسبت دی جانے لگی اس لئے اکثر مصنفین اس غلط کا شکار ہو گئے جس کا فقیر نے اوپر ذکر کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ شریعت کے مدون اول تھے:

امام اعظمؒ کے زمانہ تک علماء کرام حفظ و روایت اور استنباط و درایت پر اکتفاء کیا کرتے تھے اور جو احادیث ضبط تحریر میں لاتے تھے، وہ تحریر بلا ترتیب ہوتی تھی۔ اس تحریر میں کوئی باب ہوتا تھا، نہ عنوان۔ ایک مسئلہ کے بارے کوئی حدیث تلاش کرنے کیلئے پورے مجموعہ کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا، لہٰذا اس زمانے کا کوئی بھی شخص مصنف کہلانے کا مستحق نہیں تھا۔ اس ماحول میں امام اعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریقہ الہام فرمایا، جس سے کسی مسئلہ کے حل کیلئے حدیث ڈھونڈنا آسان ہوگیا۔ آپؒ نے عبادات و معاملات کے ابواب کی ترتیب قائم فرمائی اور ہر مسئلہ سے متعلق احادیث اس کے باب کے ضمن میں ترتیب وار درج کیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظمؒ کو جس طرح دوسری شرافتوں اور فضیلتوں میں اولیت عطا فرمائی تھی، اسی طرح تدوین شرائع اور ان کی ترتیب و تبویب میں بھی آپؒ کو مدون اول کا باعزت تمغہ عطا فرمایا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اور علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) آپؒ کی ان خوبیوں اور بزرگیوں میں جن میں آپؒ منفرد ہیں، ایک خوبی ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ "آپ پہلے وہ شخص ہیں، جنہوں نے شریعت کی تدوین کی اور اس کو ابواب پر مرتب فرمایا پھر امام مالکؒ نے ترتیب مؤطا میں ان کی متابعت کی اور (علم شریعت کی تدوین میں) امام ابو حنیفہؒ سے کسی نے سبقت نہیں کی۔" "**انہ اول من دون علم الشريعة ورتبه ابواباثم تابعه مالك بن انس فی ترتيب المؤطا ولم يسبق ابا حنيفة احد۔**" (۱) علامہ سیوطیؒ اور علامہ صالحیؒ نے ترتیب

ماخذ و مصادر: (۱) تبییض الصحیفۃ: ۱۲۹، عقود الجمان: ۱۵۱

وتبویب مذکورہ بالا کی طرف اشارہ فرما کر آپ کو مدون ومبوب اور مرتب اول قرار دیا۔

علم حدیث میں کتاب الآثار کا مقام:

حضرت امام اعظمؒ نے سب سے پہلے ابواب فقہیہ میں جو کتاب تالیف کی۔ اس کتاب کا نام "کتاب الآثار" ہے۔ یہ کتاب احادیثِ احکام اور ترتیب وتبویب فقہی کے ؟ لحاظ سے تصنیف وتالیف کی تاریخ میں اولیت کے شرف کے ساتھ ساتھ ایک عظیم دینی شاہکار ہے اور یہ کتاب "مؤطا امام مالک" کے مأخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ نے اس میں امام ابوحنیفہؒ کی اقتداء کی ہے اور کتاب الآثار کے اسلوب پر اپنی مؤطا کو مرتب کیا ہے۔ بالفاظ دیگر امام ابوحنیفہؒ ترتیب مذکورہ کے لحاظ سے امام اور امام مالکؒ ان کے مقتدی ہیں اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے جس کی ہمارے ساتھ درج ذیل تائیدات ہیں۔

(۱) حافظ ابن حزمؒ نے اپنی تصنیف میں واضح تصریح کی ہے کہ امام مالکؒ نے مؤطا کی تالیف یقیناً یحیٰ بن سعید انصاریؒ کی وفات کے بعد کی ہے اور یحیٰؒ کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی ہے۔ "ان المؤطا ألفه مالك بعد موت يحى بن سعيد الانصارى بلاشك وكانت وفاة يحى فى سنة ثلاث واربعين و مائة۔" (۱)

(۲) مشہور مؤرخ علامہ ابنِ فرحون نے ابومصعب احمد بن عوف الزہریؒ سے جو امام مالکؒ کے تلمیذ رشید اور ان سے مؤطا کے راوی ہیں، نقل کیا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے امام مالکؒ سے فرمائش کی تھی: کہ "لوگوں کے لئے ایک کتاب بنائیں تاکہ میں ان کو اس پر عمل کرنے پر مجبور کروں۔" امام مالکؒ نے اس سلسلہ میں کچھ کہا تو ابوجعفر منصور

مأخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۴۶ بحوالہ توجیہ النظر ۱۷

نے جواب دیا: کہ ''اس کتاب کو لکھو کیونکہ آج آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔'' آخر امام موصوفؒ نے مؤطا کی تصنیف شروع کی مگر ابھی کتاب ختم نہیں ہوئی تھی کہ ابوجعفر سربراہِ مملکت کا انتقال ہوگیا۔(۱)

سطور بالا سے معلوم ہوا کہ مؤطا کی تصنیف منصور کی فرمائش پر خود ان کے زمانہ میں شروع ہوئی اور ان کی وفات کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔منصور کی وفات ۶ ذوالحجہ ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اور اس کی جگہ اس کا فرزند محمد المہدی مسندِ خلافت پر متمکن ہوا اور اسی کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مؤطا کی تصنیف مکمل ہوئی۔یعنی امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے کم از کم نو سال بعد مؤطا کی تکمیل کی ہے۔

(۳) امام مالکؒ امام اعظمؒ کی تصانیف سے استفادہ کیا کرتے تھے جس کا ذکر کتبِ تاریخ میں صراحتاً مذکور ہے چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میں قاضی ابوالعباس احمد ابن محمد عبداللہ ابن ابی العوامؒ کی ''اخبار ابی حنیفہؒ'' کے حوالے سے سند متصل کے ساتھ مشہور محدث عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: کہ ''امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے منتفع ہوتے تھے۔'' "کان مالك ينظر فى كتب ابى حنيفة وينتفع بها۔"(۲)

(۴) علامہ سیوطیؒ نے صاف تصریح فرمائی ہے: کہ ''امام مالکؒ نے اسی ترتیب میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واتباع کی اور اس ترتیب وتدوین ابواب فقہیہ میں ابوحنیفہؒ پر کسی نے سبقت نہیں کی۔'' جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا۔

مذکورہ شہادتیں واضح بتا رہی ہیں کہ مؤطا بعد میں تصنیف ہوا ہے اور مؤطا

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً بحوالہ الدیباج المذہب: ۵۵ (۲) مناقب ذہبیؒ: ۱۱

سے قبل ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیانی عرصہ میں امام اعظمؒ کی تصانیف عالمِ وجود میں آچکی تھیں ۔اس سے یہ بات بلا ریب عیاں ہوتی ہے کہ ابواب واحکام کے موضوع پر تصنیف کے میدان میں اولیت کا شرف امام اعظمؒ ہی کو حاصل ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس حیثیت سے امام اور امام مالکؒ مقتدی ہیں اور مؤطا امام مالکؒ کی بنسبت امام ابوحنیفہؒ کی ''کتاب الآثار'' ایسا مقام رکھتا ہے' جیسے صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی بنسبت مؤطا امام مالکؒ کا مقام ہے۔

کتاب الآثار کے نسخے:

۱۲۰ھ میں جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درسگاہ میں امام اعظمؒ جلوہ افروز ہوئے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ سے باقاعدہ چلی آرہی تھی ۔امام موصوفؒ نے اجتماعی محنت سے جہاں فقہ کا عظیم الشان فن مدون کیا وہاں ابوابِ فقہ پر مشتمل صحیح اور معمول بہ روایات سے انتخاب فرما کر احادیث کا ایک مجموعہ بھی مرتب فرمایا جس کو اپنے لائق وفائق تلامذہ کے سامنے لیکچرز کی شکل میں پیش فرمایا جس کو ''کتاب الآثار'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور آج امت مرحومہ کے علمی سرمایہ میں احادیثِ صحیحہ کی سب سے قدیم کتاب یہی ہے جو دوسری صدی کی ربع ثانی کی تصنیف ہے۔امام اعظمؒ سے قبل احادیثِ رسول اللہ ﷺ کے جتنے مجموعے تھے ان سب کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعینؒ نے "کیف ما اتفق" حدیثوں کے مجموعے تیار کئے جبکہ امام صاحبؒ کی یہ کتاب فنی تھی ۔اس لئے امام اعظمؒ کی یہ کتاب فنی اعتبار سے مدون کردہ کتب میں سے اولین کتاب ہے۔

جس طرح احادیث کی دوسری کتابوں کے بہت سے راویوں کی وجہ سے ان کتب کے متعدد نسخے منظر عام پر آئے ہیں' اسی طرح امام اعظمؒ سے "کتاب الآثار" کے رواۃ بھی بہت زیادہ ہیں' لیکن ان میں چار مشہور ہیں۔

(۱) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسفؒ (۲) کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ (۳) کتاب الآثار بروایت امام زفرؒ (۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ

کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ:

پھر ان چار نسخوں میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ کو حاصل ہوئی۔ اس کتاب کو ان کے متعدد تلامذہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیرؒ اور ابوسلیمان جوزجانیؒ کا روایت کردہ ہے۔ (۱) اس نسخہ میں امام صاحبؒ کے ایک سو پانچ شیوخ ہیں جو کوفہ کے علاوہ دوسرے تیس (۳۰) بلاد کے رہنے والے تھے اور یہ نسخہ ہمارے درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ اس نسخہ کے بارے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: کہ "حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی جو مستقل کتاب موجود ہے' وہ کتاب الآثار ہے۔ جسے امام محمدؒ نے ان سے روایت کی ہے' اور اس سے قبل محمد بن حسن شیبانیؒ اور ابو یوسفؒ کی تصانیف میں امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں سے بہت سی چیزیں پائی جاتی تھیں۔" **"والموجود من حديث ابى حنيفة مفردا انما هو كتاب الأثار التى رواها محمد بن الحسن الشيبانى عنه ويوجد فى تصانيف محمد بن الحسن وابى يوسف قبله من حديث ابى حنيفة اشياء اخرى۔" (۲)**

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۵۳ (۲) مقدمہ تعجیل المنفعۃ بزوائد الائمۃ الاربعۃ: ۵ مطبوعہ بیروت

چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب:

امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں طرق اور اسانید میں اتنی کثرت اور وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی، جتنی امام بخاریؒ کے زمانہ میں طرق و اسانید میں کثرت اور وسعت پیدا ہوئی تھی۔ اس لئے امام اعظمؒ نے اس مجموعہ کا انتخاب چالیس ہزار احادیث میں سے فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابوبکر الزرنجریؒ کا قول ہے: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب فرمایا۔" "**انتخب ابوحنیفة الاٰثار من اربعین الف حدیث۔**" (۱) اور ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب فرمایا۔" "**ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفًا وسبعین الف حدیث وانتخب الاٰثار من اربعین الف حدیث۔**" (۲) اور علامہ مؤفق نے مناقب ابی حنیفہؒ (۳) میں ابو یحیٰ زکریا ابن یحیٰ نیشاپوریؒ کے حوالہ سے ان ہی کی سند کے ساتھ یحیٰ بن نصر بن حاجبؒ سے نقل کیا ہے: کہ "میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا: "آپؒ فرمارہے تھے: "میرے پاس احادیث کے کئی صندوق ہیں۔ میں نے ان میں سے صرف اتنا حصہ نکالا، جس سے نفع حاصل کیا جاسکے۔" "**سمعت ابا حنیفةؒ یقول عندی صنادیق من الحدیث ما اخرجت منها الا الشئی الیسیر الذی ینتفع به۔**" نیز یحیٰ بن نصرؒ ایک دفعہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں: کہ "میں ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا، جو

ماٰخذ ومصادر: (۱) مناقب الامام الاعظم: ۱/ ۹۵ مطبوعہ دکن ۱۳۲۱ھ (۲) عقود الجواہر المنیفة لعلامة زبیدی: ۱/ ۲۳ (۳) ایضاً: ۹۵

کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' آپؒ نے جواب دیا: کہ ''یہ سب احادیث ہیں اور میں نے ان سے تھوڑی احادیث بیان کی ہیں۔''(۱)

کتاب الآثار میں تیس بلاد سے تعلق رکھنے والے ایک سو پانچ شیوخ:

قارئین کرام! اکابرؒ کے مذکورہ اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ''کتاب الآثار میں جتنی احادیث موجود ہیں' وہ امام صاحبؒ کی تمام احادیث کا مجموعہ نہیں ہے' بلکہ ان کی احادیث کا ایک مختصر سا انتخاب ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ کتاب الآثار کا موضوع صرف وہ احادیث ہیں جن سے مسائل فقہ مستنبط ہو سکتے ہیں گویا یہ کتاب کتب سنن میں سے ہے جیسا کہ بعض محدثینؒ نے اس کا تذکرہ اسی نام سے کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں صرف کوفی یا عراقی راویوں کی مرویات نہیں ہیں' بلکہ اس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ تیس بلاد سے تعلق رکھنے والے رواۃ بھی ہیں۔ جس سے ان لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ثابت ہوا: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ کے علاوہ کسی اور جگہ احادیث حاصل نہیں کیں۔''

علم حدیث میں کتاب الآثار کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور کے محدثینؒ اپنے شاگردوں کو اس کے مطالعہ کا نہ صرف مشورہ دیتے تھے' بلکہ اس کے مطالعہ کی پرزور تاکید کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: کہ ''اس کے بغیر علم فقہ حاصل نہیں ہو سکتا۔'' اسی طرح بعض علماء نے اس کے بارے میں مدحیہ کلمات اپنے اشعار میں ارشاد فرمائے ہیں' جیسا کہ امام بخاریؒ کے شیخ امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ نے امام اعظمؒ کی شان میں قصیدہ کہا ہے' جس میں کتاب الآثار کی

ماخذ و مصدر: (۱) ایضاً: ۱/۲۳

جلالت شان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

ے روی آثاره فاجاب فیها
كطيرانِ الصقور من المنيفة
ولم يك بالعراق له نظير
ولا بالمشرقين ولا بكوفة (۱)

یعنی انہوں (امام ابوحنیفہؒ) نے آثار کو روایت کیا، تو اتنی تیزی سے چلے جیسے بلندی سے شکاری پرندے ڈراتے ہوں۔ نہ عراق میں ان کی نظیر تھی نہ کوفہ میں اور نہ مشرق و مغرب میں (اس کی نظیر مل سکی اور نہ انشاءاللہ مل سکے گی)۔

شروح و تعلیقات کتاب الآثار:

قارئین کرام! اگر کتاب الآثار کی شروح اور تعلیقات و تراجم دیکھے جائیں، تو معلوم ہوگا کہ محدثینؒ نے اس کتاب کے صرف مطالعہ کی تاکید اور اس کی بابت مدحیہ کلمات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اس کی بہت سی شروحات بھی لکھ کر منظر عام پر لائیں اور اس کتاب کے رواۃ پر مستقل کتب تصنیف کیں۔ جیسا کہ

(۱) حافظ ابوالمحاسن محمد بن علی بن حمزہ العلوی الحسینیؒ (و۷۱۵ م۷۶۵ھ) نے ایک کتاب "التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة" کے نام سے لکھی ہے، جس میں صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ متبوعینؒ کے رواۃ کے احوال جمع کئے ہیں۔ اس کتاب میں کتاب الآثار کے تمام راوی موجود ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کیلئے

ماخذ و مصدر: (۱) المناقب للموفق: ۲/۱۹۰

خود ان کی تصریح کے مطابق ''فہ'' کا رمز استعمال کیا ہے۔

(۴،۳) علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب الآثار کے رجال کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال کتاب الآثار سے متعلق ہے۔اس کا نام **"الایثار بمعرفة رواة الاثار"** تصنیف ہے۔اس کتاب کا تذکرہ انہوں نے خود اپنی اس دوسری کتاب میں کیا ہے، جو کہ انہوں نے ائمہ اربعہ متبوعینؒ کے رجال کے تذکرہ میں لکھی ہے، جس کا نام **"تعجيل المنفعة بزوائد رجال الاربعة۔"** ہے۔یہ کتاب حیدر آباد سے چھپی ہے اور آج کل دستیاب ہے۔

یاد رہے کہ **"تعجيل المنفعة"** میں حافظ صاحبؒ نے ان رواۃ کا تذکرہ کیا ہے، جن سے ائمہ اربعہ متبوعینؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ مگر صحاح ستہ میں ان کے سلسلہ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔اس کتاب میں انہوں نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ کے زوائد رجال کو بھی جمع کیا ہے۔

نواب صاحبؒ کے تسامحات:

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ غیر مقلد حضرات کے پیشوا نواب صدیق حسن صاحبؒ سے اپنی کتاب **"اتحاف النبلاء المتقين"** میں حافظ ابن حجرؒ کی ان دو کتابوں کے متعلق چند تسامحات ہوئی ہیں۔(۱) انہوں نے اس کتاب کا نام **"الايثار بمعرفة معانى الآثار"** لکھا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔اس کا نام **"الايثار بمعرفة رواة الاثار"** ہے۔

(۲) انہوں نے اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں لکھا حالانکہ خود علامہ ابن حجر عسقلانیؒ

نے ''تعجیل المنفعۃ'' کے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے: کہ ''میں نے کتاب الآثار کے رجال پر علیٰحدہ مستقل کتاب لکھی ہے کیونکہ بعض حنفی ماہر بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے مجھ سے درخواست کی اور کتاب الآثار کے رجال پر کتاب لکھی۔ اس میں جو اکابر تہذیب میں آچکے ہیں، ان کا تو صرف نام ہی ذکر کر دیا اور تہذیب کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کے علاوہ کے حالات لکھے ہیں۔''

(۳) ''تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الاربعۃ'' میں حافظ ابن حجرؒ نے صرف ان راویوں کا تذکرہ کیا ہے، جن سے ائمہ اربعہ متبوعینؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں مگر صحاح میں ان کے حوالے سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ چونکہ علامہ ابن حجرؒ نے ائمہ ستہ کی کتابوں کے رجال پر دو کتابیں ''تہذیب التہذیب'' اور ''تقریب التہذیب'' لکھی تھیں اس لئے حافظ ابن حجرؒ نے ''کتاب الآثار'' کے رجال پر مستقل کتاب کے علاوہ ایک ایسی مستقل کتاب بھی لکھی جن میں ان اشخاص کے حالات ذکر ہوں جو ائمہ اربعہؒ کی کتابوں میں آئے ہوں۔ چنانچہ خود اس کتاب میں تصریح فرماتے ہیں: کہ ''پس اس وجہ سے میں نے ائمہ اربعہ (کی کتابوں) کے رجال (کے احوال) پر اکتفاء کیا اور میں نے اس کا نام ''تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ رکھا۔'' **"فلذلك اقتصرت على رجال الاربعة وسميته تعجيل المنفعة بزوائدرجال الائمة الاربعة"**(۱)

نواب صاحبؒ علامہ شوکانیؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے:

قارئین کرام! بڑی حیرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خود حافظ موصوفؒ **"تعجیل المنفعة"** میں اعلان فرماتے ہیں: کہ ''میں نے ان رواۃ کا تذکرہ کیا ہے،

ماخذ ومصدر: (۱) ''تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ: ۸

جن سے ائمہ اربعہ متبوعینؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں روایت کی ہیں۔" لیکن علامہ نواب صدیق حسن خانؒ ہیں کہ "اتحاف النبلاء المتقین" میں علامہ شوکانیؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ان کے حوالہ سے کتاب کا نام "تعجیل المنفعۃ برجال الاربعۃ" لکھ کر "الاربعۃ" کو "سنن اربعہ" کا مصداق قرار دیا ہے اور "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" پر عامل ہوکر "صاحبِ کشف الظنون" کی اس بات کی تغلیط کی ہے کہ "اربعہ" سے انہوں نے "ائمہ اربعہ مجتہدینؒ" مراد لئے ہیں، چنانچہ نواب صاحبؒ لکھتے ہیں: "کشف الظنون گفتہ بروایت رجال الائمۃ الاربعۃ یعنی المذاہب وایں مسامحت است از وے۔"(۱) لہٰذا نواب صاحبؒ کی یہ تیسری مسامحت ہے۔ حالانکہ خود حافظ صاحبؒ کی تصریح کے علاوہ علامہ ابو جعفر الکتانیؒ نے "مسند ابی حنیفۃ" پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف لکھا ہے: کہ "اور وہ چیز جس کو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب "تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الاربعۃ" میں معتبر گردانا ہے، یہ ہے جس کو امام ذکی حافظ ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسروؒ نے تخریج کی ہے۔ (یعنی وہ مسند ابی حنیفہؒ جس کو ابن خسروؒ نے تخریج کی ہے۔" "**والذی اعتبره الحافظ ابن حجرؒ فی کتابه تعجیل المنفعة بزوائدرجال الاربعة هوما اخرجه الامام الذکی الحافظ ابوعبد الله الحسین بن محمدبن خِسروؒ۔**" (۲) اور مذکورہ علامہ ابو جعفر کتانیؒ ائمہ ستہ فی الحدیث اور ائمہ اربعہ فی المذہب کی کتابوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ "پس یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں اور ان کی پہلی چھ کتابوں کی طرف نسبت کرنے سے وہ دس کتابیں کامل بنتی ہیں جو کہ اصول اسلام ہیں اور ان پر دین کا مدار

ماخذ و مصادر: (۱): ۱۴۱ (۲) الرسالۃ المستطرفۃ: ۱۶

ہے۔ **"فھذہ ھی کتب الائمۃ الاربعۃ وباضافتھا الیٰ الستۃ الاولیٰ تکمل الکتب العشرۃ التی ھی اصول الاسلام وعلیھا مدار الدین۔"** (۱) علامہ صاحب سے اب سوال یہ ہے کہ ابوعبداللہ الحسینیؒ نے ائمہ اربعہ متبوعین کے کتب کے رجال کو ذکر کیا ہے یا سنن اربعہ کا۔

(۵،۴) علامہ ابن ہمامؒ کے شاگرد حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی کتاب الآثار کے رجال کے احوال پر ایک مستقل کتاب بنام **"رجال کتاب الاٰثار"** لکھی ہے۔ چنانچہ مشہور محدث حافظ سخاویؒ نے ''الاعلان بالتوبیخ'' اور علامہ الکتانیؒ نے ''الرسالۃ المستطرفۃ'' میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے اور کتاب الآثار پر ایک شرح بھی تحریر فرمائی ہے۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ نے ''الضوء الامع'' میں علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزیؒ کی کتاب ''العقود فی تاریخ العھود'' کے حوالہ سے حافظ قاسمؒ کی تصانیف میں ''التعلیقات علی الآثار'' بھی تحریر کی ہے۔ (۲)

(۶) علامہ چلپیؒ نے **"کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون"** میں کتاب الآثار امام محمد پر حافظ ابوجعفر طحاویؒ کی ایک شرح کا تذکرہ کیا ہے۔

(۷) حافظ زین الدینؒ نے **"التعلیق المختار علی کتاب الآثار"** لکھی ہے۔

(۹،۸) علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے اپنی کتاب **"مبسوط"** میں کتاب الآثار کے متعلق امام محمدؒ کی شرح کا بھی حوالہ دیا ہے اور اسی نام پر مولانا قیام الدین الباری فرنگی محلیؒ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

(۱۱،۱۰) محدث العصر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ نے **"الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار"** پر

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۱۸ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۵۲

حواشی کی صورت میں امام محمدؒ کے رجال پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہؓ پر ترتیب دی ہے۔ علامہ موصوفؒ نے موجودہ نسخے کے ساتھ ایک محققانہ اور نئی معلومات سے لبریز کتاب مقدمہ کی صورت میں بھی شائع کی ہے۔

کتاب الآثار کے رواۃ اور روایات کی صحت:

علامہ نعمانیؒ اپنی ایک دوسری کتاب ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'' میں رقمطراز ہیں: کہ ''کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں' وہ مؤطا کی روایات سے قوت وصحت میں کم نہیں ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے اور جس طرح مؤطا کے مراسیل کے مؤید موجود ہیں اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے۔ اس لئے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائیؒ اور حافظ سیوطیؒ کے نزدیک مؤطا صحیح قرار پاتی ہے' ٹھیک اسی معیار پر کتاب الآثار صحیح اُترتی ہے۔ مؤطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔(۱)

کتاب الآثار کے مبنائے اول وثانی:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ''غرض کتاب الآثار' قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے' جو ابواب پر مرتب ومدون ہوئی اور جس میں صرف ان ہی احادیث اور آثار وفتاویٰ نے جگہ پائی کہ جن کی روایت ثقات واتقیاء امت میں برابر چلی آتی تھی۔ امام اعظمؒ نے اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے آخری افعال اور ہدایات کو مبنائے اول اور آثار وفتاویٰ صحابہؓ وتابعینؒ کو مبنائے ثانی قرار دیا۔''(۲)

ماٴخذ ومصادر: (۱) امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۱۶۲' ۱۶۳ (۲) ایضاً: ۱۶۸' ۱۶۹

کتاب الآثار اور مؤطا مالکؒ کا موازنہ:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: کہ ''امام مالکؒ نے مؤطا کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں سے برائے نام روایتیں ہیں لیکن کتاب الآثار کے رواۃ میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔ ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ سے جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں۔ امام اعظمؒ کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو پانچ ہوئے۔ پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی، تو تیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے تھے۔

صحابہؓ میں جن بزرگوں سے مسائل فقہ وفتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد کچھ اوپر ایک سوتیس ہے (حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے الجواہر المضیۃ کے خاتمہ اور حافظ ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین کے مقدمہ میں ان سب کو نام بنام ذکر کئے ہیں۔) ان میں مرد و عورتیں دونوں شامل ہیں۔ فتوے کے بارے میں بعض صحابہ مُکثِر تھے بعض متوسط اور بعض مُقِلّ۔ جو سب سے زیادہ کثیر الفتویٰ تھے، وہ یہ حضرات ہیں: ''عمر بن الخطاب، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ، زید ابن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔'' ان سات میں اول الذکر چار بزرگ زیادہ ممتاز گزرے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں:

"واکابر هذا الوجه عمرؓ وعلیؓ وابن مسعودؓ وابن عباسؓ۔" (۱)

مؤطا میں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن

ماخذ ومصدر: (۱) حوالہ بالا: ۱۶۹، ۱۷۰

عباس رضی اللہ عنہما سے بہت کم روایات ہیں اور اس کی وجہ امام مالکؒ یہ بیان فرماتے ہیں: کہ ''یہ دو بزرگ میرے شہر کے نہیں تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہ ہوسکی۔''(۱)

خاکسار کہتا ہے: کہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایتیں موطا میں ان دونوں حضرات کی روایات سے بھی کم ہیں۔ برخلاف اس کے ''کتاب الآثار'' میں جس مقدار میں حضرت علی مرتضٰی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہیں۔ اسی کے قریب قریب حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات بھی ہیں۔''

کتاب الآثار حنفیوں کی امہات کتب میں سے ہے:

امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دوثلث اہل اسلام کیا گیا ہے' بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے' وہ مذہب حنفی ہے۔ اس مذہب کے مسائل فقہ کا مبنیٰ اسی ''کتاب الآثار'' کی احادیث وروایات ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ صاحب نے ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین''میں کتاب الآثار کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ''فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمدؒ پر ہے۔''(۲)
(۱۲) اسی طرح مفتی مہدی حسنؒ بھی تین ضخیم جلدوں میں ایک محققانہ شرح بنام "**قلائد الزهار على كتاب الاٰثار**" لکھ چکے ہیں۔ (۱۳) علامہ ابوالوفاء افغانیؒ نے دو جلدوں میں ایک کتاب "**شرح وتعليق الاٰثار**" میں لکھی ہے۔

ماٗخذ ومصادر: (۱)'(۲) حوالہ بالا ملخص از: ۱۷۰

(۱۴) ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحبؒ نے ''کتاب الآثار'' کی ایک مختصر مگر جامع شرح لکھی ہے۔ اور (۱۵) مفتی حفیظ الرحمٰن نے بھی ایک شرح بنام **"الازهار على كتاب الاٰثار"** لکھی ہے۔

کتاب الآثار بروایت ابی یوسفؒ:

''کتاب الآثار'' کا یہ نسخہ قاضی ابو یوسفؒ سے ان کے صاحبزادے یوسف ابن یعقوبؒ نے روایت کیا ہے اس نسخہ کے راوی امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالت قدر کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ جب تحصیل علم حدیث شروع کی تھی تو سب سے پہلے قاضی ابو یوسفؒ ہی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے احادیث لکھیں چنانچہ حافظ ابن الجوزیؒ مناقب میں بسند متصل ناقل ہیں: **"اخبرنا ابو منصور عبد الرحمٰن بن محمد القزاز قال اخبرنا ابوبكر احمد بن على بن ثابت قال اخبرنا الازهرى قال ثنا عبد الرحمٰن بن عمر قال ثنا محمد بن يعقوب قال حدثنا جدى قال سمعت احمد بن حنبل يقول اول من كتبت عنه الحديث ابويوسف۔"** (۱) اور علامہ ذہبیؒ اپنی کتاب ''مناقب ابی حنیفہ'' میں حافظ عباس دوریؒ سے نقل کرتے ہیں: **"سمعت احمد بن حنبل يقول اول ماكتبت الحديث اختلفت بعد الى الناس"** (۲) اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ امام احمدؒ سولہ سال کے تھے۔ (۳) امام احمدؒ نے اپنے دونوں شیوخ (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) سے تین قمطر (وہ صندوق جس میں کتابیں رکھی جاتی ہیں) بھر کر علم دین کی کتابت کی تھی۔ چنانچہ حافظ ابوالفتح بن

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب ابن الجوزی: ۲۲ (۲) مناقب ذہبیؒ: ۴۰ (۳) مناقب ابن الجوزی: ۳۳

سید الناس یعمریؒ شافعیؒ لکھتے ہیں: "قال ابراهیم بن جعفر حدثنی عبد الله ابن احمد بن حنبل قال کتب ابی عن ابی یوسف ومحمد ثلاثة قماطر قلت له کان ینظر فیها قال کان نظر فیها۔" (۱) حسب تصریح علامہ سمعانیؒ، خود امام احمدؒ کا یہ تاریخی اقرار ہے: "ابو یوسف الامام یقول فیه احمد ابن حنبل: "انه ابصر الناس بالآثار۔" (۲)

پروفیسر شیخ محمد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی نے ابوحنیفہؒ نامی کتاب میں اس پر جو عالمانہ تبصرہ کیا ہے وہ بھی پڑھ لیں۔ آپ لکھتے ہیں: یہ کتاب علمی طور پر تین وجہ سے قیمتی ہے۔ (۱) یہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند ہے جو کہ ہمیں ان کے بعض مرویات پر اطلاع دیتی ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ امام موصوفؒ نے بعض احکام وفتاویٰ کے استخراج میں ایک قسم کی احادیث کو دلائل کے طور پر کیسے استعمال کئے ہیں۔

(۲) یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ امام موصوفؒ کے یہاں مواقع استدلال میں فتاویٰ صحابہؓ اور احادیثِ مرسلہ کا کیا مقام تھا اور آپؒ ان سے کیسے استدلال کیا کرتے تھے نیز آپؒ حدیث کے مرفوع ہونے کو شرط نہیں بتاتے تھے اور عام عبارت سے ہمیں وہ شرط دکھاتے ہیں جو کہ امام ابوحنیفہؒ معتمد روایات میں اس کو لگاتے ہیں۔

(۳) اس کتاب کے ذریعے تابعین فقہاءِ کوفہؒ کے خصوصاً اور فقہاءِ عراق کے عموماً فتاویٰ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔ (۳)

کتاب الآثار بروایت زفرؒ:

امام زفر بن الہذیل العنبریؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار روایت

ماخذ ومصادر: (۱) عیون الاثر: ۱/۲۰ (۲) التعلیق المجد: ۲۲ (۳) ملخصہ ابوحنیفہؒ حیاتہ وعصرہ آراءہ وفقہہ: ۲۲۵

کی ہے۔ان سے ان کے تین تلامذہ ''ابووہب محمد بن مزاحمؒ شداد بن حکیمؒ اور حکیم بن ایوبؒ'' نے اس کتاب کو روایت کی ہے۔

اول الذکر دو حضرات کے حوالہ سے جو کتاب الآثار مروی ہے۔اس کا تذکرہ مشہور محدث ابوعبداللہ الحاکمؒ نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کیا ہے:''ایک نسخہ زفرؒ کا جسے ان سے شدادؒ نے صرف روایت کی ہے۔ایک نسخہ زفرؒ کا اور جسے ان سے صرف ابووہب محمد بن مزاحمؒ نے روایت کیا۔''(۱)

حدیث کے مشہور امام محمد بن نصر مروزیؒ اپنی کتاب قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر میں امام ابوحنیفہؒ کی جس کتاب کا ''زعم النعمان فی کتابہ''(یعنی امام ابوحنیفہؒ نے اپنی کتاب میں کہا) کے پیرائے میں تذکرہ کیا ہے وہ بھی ابووہب محمد بن مزاحمؒ والی کتاب الآثار ہے جو امام مروزیؒ کو ان کے شاگرد ابوالنضر محمد بن محمد کے حوالہ سے ملی ہے یہ نیشاپور کے نامی گرامی قاضی ہیں ان سے حافظ ابوعبداللہ الحاکمؒ نے حدیث پڑھی ہے۔امام حاکمؒ نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے۔کہ''ان کیلئے ۳۲۵ھ میں حرمین شریفین میں باقاعدہ مجلسِ درس لگتی تھی۔ان کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔

حافظ سمعانیؒ نے الانساب میں ابووہب محمد بن مزاحمؒ کو احمد بن بکر بن یوسفؒ کا استاد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: کہ''احمد بن بکرؒ اپنے استاد محمد بن مزاحمؒ سے بحوالہ زفرؒ از ابی حنیفہؒ کتاب الآثار روایت کرتے ہیں۔''''یروی عن ابی وہب محمد بن مزاحم المروزیؒ عن زفر عن ابی حنیفۃ کتاب الآثار۔''(۲)

امام زفرؒ کی کتاب الآثار کے تیسرے راوی ''حکیم بن ایوبؒ'' کے متعلق

مأخذ ومصادر:(۱)معرفۃ علوم الحدیث:۱۶۴(۲)لمحات النظر، الجواہر المضیۃ:۶۲/۱

حافظ ابوالشیخ ابن حبانؒ اپنی کتاب ''طبقات المحدثین'' میں احمد بن رستہ'' کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''احمد بن رستہ کے پاس بحوالہ محمد از حکم از زفر از ابی حنیفہ کتاب السنن تھی۔'' **"احمد بن رسته بن نبت محمد بن المغيرة كان عنده السنن عن محمد عن الحكم عن زفر عن ابى حنيفة۔"**(۱)

امام طبرانیؒ نے معجم صغیر میں اس نسخہ کی ایک حدیث بسند ذیل روایت کی ہے۔ **"حدثنا احمد بن رسته بن عمر الاصفهانى ثنا المغيرة الحكم ابن ايوب عن زفر بن الهذيل عن ابى حنيفة۔"**(۲)

حافظ ابن ماکولاؒ نے بھی الاکمال میں احمد بن بکرؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے: ''احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی ثقۃ یمیل میل اہل النظر روی عن ابی وہب عن زفر بن الہذیل عن ابی حنیفۃ کتاب الآثار۔''(۳)

شیخ ابوزہرہ کا تسامح:

شیخ ابوزہرہ لیکچرر فواد یونیورسٹی قاہرہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: کہ امام زفرؒ سے کتابیں مروی نہیں اور ان کی اپنے استاد سے کوئی روایت مشہور نہیں ہے۔'' **"زفر لم يوثر عنه كتب ولم تعرف له رواية لمذهب شيخه۔"** (۴) لیکن یہ ان کی تسامح ہے کیونکہ ابھی آپ کو بادلائل معلوم ہوا کہ امام زفرؒ سے تین تلامذہ نے کتاب الآثار از ابوحنیفہؒ روایت کی ہے۔''

ماخذ و مصادر: (۱) امام ماجہ اور علم الحدیث: ۱۷۳ (۲) معجم صغیر طبرانی: ۳۳ (۳) امام ماجہ اور علم الحدیث: ۱۷۲ (۴) ابوحنیفہ: ۱۲۳

کتاب الآثار بروایت حسن بن زیادؒ:

کتاب الآثار کا یہ نسخہ غالباً تمام نسخوں میں سب سے بڑا ہے کیونکہ امام حسن ابن زیادؒ نے امام اعظمؒ کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابو یحی زکریا بن یحی نیشاپوریؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام حسنؒ سے نقل کیا ہے: کہ ''امام ابو حنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے دو ہزار امام حمادؒ سے اور دو ہزار دوسرے مشائخ سے۔'' **"کان ابو حنیفة یروی اربعة الاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخة۔"(۱)**

قرین قیاس یہی ہے کہ امام حسنؒ نے امام اعظمؒ کی ان تمام احادیث کو اپنے نسخہ میں روایت کی ہوں گی۔ اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں کیا ہے چنانچہ انہوں نے محمد بن ابراہیم بن جیش بغویؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے: **"محمد بن ابراهیم جیش البغوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔"** محدث علی ابن عبدالمحسن دوالیبی حنبلیؒ نے اپنے مثبت میں اس نسخہ سے ساٹھ احادیث نقل کی ہیں جن کو محدث شیخ محمد زاہد کوثریؒ نے ''الامتاع'' میں نقل کیا ہے۔ محدث خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں اس نسخہ کو ''مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیادؒ'' کے نام سے پیش کیا ہے۔ خوارزمیؒ اس نسخہ کی اسناد میں امام حسنؒ تک اپنے چاروں اساتذہ یعنی شیخ ابو محمد یوسف ابن عبدالرحمٰن، شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود، شیخ ابو نصر الاغر بن ابی الفضائل اور شیخ ابو عبداللہ محمد بن علیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے: کہ **"اخبرنا الحافظ ابو الفرج عبد**

ماخذ و مصدر: (۱) مناقب موفق: ۱/۹۰

الرحمٰن بن علی الجوزی قال اخبرنا ابو القاسم اسماعیل بن احمد السمرقندی قال اخبرنا ابو القاسم عبد اللّٰہ بن الحسن قال اخبرابو الحسن عبدَ الرحمٰن بنَ عمرَ قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابراھیم ابن حبیش البغوی قال حدثنا ابوعبداللّٰہ محمد بن شجاع البلخی قال حدثنا الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفۃ۔"(۱)

علامہ خوارزمیؒ کی طرح دیگر محدثینؒ بھی اس کو مسند ابی حنیفہؒ کے نام سے روایت کرتے ہیں۔خود حافظ ابن حجرؒ کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔اس نسخہ کی اسانید اجازت کو محدث علی بن عبدالمحسن دوالیبی حنبلیؒ اور محدث ایوب خلوتیؒ نے اپنے اپنے ثبت میں اور خاتمۃ الحفاظ محمد بن عابد سندھیؒ نے "حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محمد زاہد کوثریؒ نے ان کو "الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و محمد بن شجاع" میں نقل کیا ہے۔

حافظ ابن القیم جوزیؒ نے اپنی مشہور کتاب "اعلام الموقعین عن رب العٰلمین" میں ایک موقعہ پر امام حسن بن زیادؒ کی اسی کتاب الآثار کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ان کا موقعہ استدلال میں اس کا ذکر کرنا صرف اس بات کی دلیل نہیں کہ "کتاب الآثار" کا نسخہ ان کے مطالعہ میں رہا ہے بلکہ اس بات کی شہادت ہے کہ اس کتاب کا علامہ ابن القیمؒ کے یہاں اعتباری اور استدلالی مقام ہے۔

کتاب الآثار کی روایتی صحت:

قارئین کرام! امام ابو حنیفہؒ سے اگرچہ ہزاروں تلامذہ نے احادیث پڑھیں

ماخذ و مصادر:(۱) جامع المسانید:۱/۷۳

لیکن امام صاحبؒ کے جن شاگردوں سے ''کتاب الآثار'' کی روایت کا سلسلہ چلا ہے وہ مذکورہ چار ائمہ ہیں جن کی برکت اور وساطت سے امام اعظمؒ کی کتاب الآثار آج امت کے ہاتھوں میں موجود ہے اور یہ وہ ہستیاں ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔

علامہ خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں اپنا سلسلہ سند ان چار بزرگوں تک بیان کیا ہے۔ ایسے ہی علامہ مسند محمد سعیدؒ نے ''اوائل السنبلیہ'' میں یہی اپنا سلسلہ سند بتایا ہے۔ ہمارے سامنے مذکورہ بالا چار ائمہ محدثینؒ کے علاوہ بعض دوسرے محدثین ائمہ بھی ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ سے ''کتاب الآثار'' کا با قاعدہ سماع کیا ہے۔

چنانچہ امام عبداللہ بن المبارکؒ کے متعلق امام بخاریؒ کے شیخ امام حُمیدیؒ کہتے ہیں۔ کہ ''میں نے عبداللہ بن المبارک سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: ''میں نے امام ابوحنیفہؒ سے چار سو احادیث لکھیں۔'' **"سمعت عبداللہ بن المبارک یقول کتبت عن ابی حنیفة اربع مائة حدیث۔"** (۱)

امام حفص بن غیاث سے حافظ حارثی نے بسند متصل نقل کیا ہے: کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت احادیث سنی ہیں۔'' **"سمعت من ابی حنیفة حدیثا کثیرا۔"** (۲)

شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید مقریؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نو سو احادیث سنی ہیں۔ **"سمع من الامام تسع مائة حدیث"** اسی طرح امام وکیعؒ کی بابت امام یحیٰ ابن معینؒ فرماتے ہیں: کہ میں وکیع پر کسی کو مقدم نہیں کرتا وکیعؒ امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کو امام ابوحنیفہؒ کی ساری حدیثیں یاد تھیں وکیعؒ نے ابوحنیفہؒ سے

مصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۶۰ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۶۰ بحوالہ مناقب موفق: ۱/۴۰

بہت حدیثیں سنی تھیں۔اسی طرح امام موصوفؒ امام حماد بن زیدؒ کے متعلق لکھتے ہیں: کہ ''انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیث روایت کی ہیں۔'' اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے خالد واسطیؒ کے متعلق لکھا ہے: کہ ''انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیث روایت کی ہیں۔''

قارئین کرام! یہ مذکورہ اکابر وہ ہستیاں ہیں جو اپنے وقت کے علم حدیث وفقہ کے آفتاب تھے انہوں نے کتاب الآثار کی احادیث کا سماع کیا ہے ان کے علاوہ بے شمار محدثین ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ سے علم حدیث میں استفادہ کیا ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ رقمطراز ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ سے محدثین وفقہاء میں سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جو کہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔'' **"روی عنه من المحدثین والفقهاء عدة لایحصون۔"** (۱)

کتاب الآثار کا محدثین پر اثر:

کتاب الآثار کا محدثین پر کیا اثر ہوا اس کا ایک معمولی اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کتاب میں روایات کی ترتیب اور تبویب کے سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے، بعد کے تمام مؤلفینؒ نے اسی طریقہ کو اپنایا ہے۔علامہ سیوطیؒ کی تصریح کے مطابق مؤطا کی ترتیب اسی کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں روایات کی صحت کے بارے میں امام اعظمؒ نے جو معیار قائم کیا تھا، بعد کے ارباب صحاح نے اختلافِ مذاق کے باوجود اس کا پورا پورا خیال رکھا چنانچہ حافظ ابن عدیؒ نے سند متصل کے ساتھ امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے: کہ ''میں نے اپنی

ماخذ ومصدر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۶۰ بحوالہ مناقب ذہبیؒ: ۱۱

کتاب میں صرف صحیح روایات داخل کی ہیں۔“ ”**ما ادخلت فی کتابی الا ما صح۔**“ (۱) امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں خود تصریح فرمائی ہے: کہ ”میں نے یہاں صرف وہ احادیث لکھی ہیں جن پر اجماع اور اتفاق ہے۔“ ”**انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ۔**“

امام اعظمؒ نے روایت کے احتجاج کے بارے میں ان بزرگوں سے پہلے جو طرز عمل اپنایا تھا خود انہی کی زبانی سنیں آپؒ فرماتے ہیں: کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے کسی مسئلہ کو لیتا ہوں بشرطیکہ اس میں پاتا ہوں پس جو مسئلہ وہاں نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں اور ان میں بھی آپ ﷺ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقات کے ہاتھوں میں پھیلے ہوئے ہوں ”**انی آخذ بکتاب اللہ اذا وجدتہ فما لم اجدہ اخذت بسنۃ رسول اللہ ﷺ والآثار الصحاح عنہ التی فشت فی ایدی الثقات۔**“(۱)

امام سفیان ثوریؒ امام اعظمؒ کے اس طرزِ عمل کی شہادت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقہ روایت کرتے ہیں اور جو نبی کریم ﷺ کا آخری عمل ہوتا ہے وہی لیتے ہیں۔“ ”**یاخذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملھا الثقات وبالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ۔**“(۲)

کتاب الآثار میں ان ہی آثار صحیحہ کو جن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے، جمع کر دیا ہے۔ امام اعظمؒ نے اس کتاب میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا، بعینہٖ

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب ملا علی قاریؒ (۲) الانتقاء: ۱۴۲

وہی طریقہ امام اعظمؒ کی پیروی میں علامہ سیوطیؒ کی تصریح کے مطابق امام مالکؒ نے مؤطا میں اختیار کیا ہے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے صحیحین کیلئے اصل قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوفؒ عجالہ نافعہ میں یہ بھی لکھتے ہیں: کہ ''صحیح بخاری و مسلم اگرچہ تفصیل کے لحاظ سے مؤطا سے دس گنی ہے لیکن روایت احادیث کا طریقہ' رجال کی تمیز اور اعتبار استنباط کا ڈھنگ مؤطا ہی سے سیکھا ہے۔''

قارئین کرام! اگر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے عظیم ہستیوں نے امام مالکؒ کے مؤطا سے طریقہ سیکھ کر صحیحین میں امام مالکؒ کی تقلید کی ہے تو امام مالکؒ نے بھی کسی امام سے یہ طریقہ سیکھ کر ان کی تقلید فرمائی ہے اور وہ امام علامہ سیوطیؒ کی تصریح کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں جن کی کتاب الآثار کی پیروی کر کے امت کو تصنیف کا طریقہ سکھایا۔ اس کے مطلب واضح الفاظ میں اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ روایات کی ترتیب وتبویب اور صحت کے بارے میں جو معیار امام اعظمؒ نے قائم فرمایا تھا اس کے تقریباً تمام مؤلفین کتب حدیث نے پیروی کی ہے اس لحاظ سے کتاب الآثار صحیحین (بخاری' مسلم) کی ام الام ہوئی ہے۔

ناظرین کرام! محدثین کرامؒ نے صرف تصحیح اور تبویب وترتیب میں امام اعظمؒ کی اقتدا پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے نام تک تجویز کرنے میں بھی امام اعظمؒ کی تقلید فرمائی ہے۔ چنانچہ امام طبریؒ نے اپنی کتاب کا نام تہذیب الآثار' امام طحاویؒ نے مشکل الآثار' شرح معانی الآثار اور امام ثلجیؒ نے تصحیح الآثار رکھا ہے۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ کتاب الآثار سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہیں تھی کتاب الآثار تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج شروع

ہوا اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات درج کرنے کا التزام تھا اس لئے بعد میں ابواب پر تصنیف کیلئے بھی ضروری ہوگیا کہ صحیح روایات درج کتاب کی جائیں۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ رقمطراز ہیں: ''ابواب پر تصنیف کرنے والا اس مضمون کی صحیح تر وہ روایات لاتا ہے جو لائق استدلال ہوں۔'' **"ان المصنف علی الابواب انمایوردا صح مافیه لیصلح الاحتجاج۔"**(۱)

قارئین کرام! مذکورہ تصریحات سے آپ حضرات کو اتنی بات کا اندازہ تو ضرور ہوگیا ہوگا کہ حسن ترتیب' جودت تالیف' صحت روایات اور ان کے انتخاب میں کتاب الآثار نے بعد میں آنے والے مصنفین کیلئے ایک ایسا اچھا' بہترین' عمدہ اور احسن نقش قدم چھوڑا ہے جس کی اتباع اور پیروی کئے بغیر محدثین کرامؒ نہ رہ سکے۔

امام اعظمؒ کی شاہکار کتاب جامع المسانید:

ناظرین کرام! حدیث کی دوسری کتابوں کی طرح کتاب الآثار کی کافی حد تک علمی خدمت کی گئی ہے۔ ان خدمات میں سے ایک خدمت یہ ہے کہ آپؒ کے تلامذہ میں سے بڑے بڑے محدثین کرامؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہر شیخ کی مرویات کو یکجا کرکے ''مسند ابی حنیفہؒ'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جن میں پندرہ مسانید زیادہ مشہور ہیں۔ بعض حضرات نے سترہ مسانید کا تذکرہ کیا ہے۔ ان مسانید میں سے پندرہ مسانید کو سب سے پہلے امام محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے جمع کرکے اس کا نام ''جامع المسانید'' رکھا جس میں انہوں نے امام اعظمؒ کے حالات ومناقب بیان کئے ہیں اور ان تمام اصحاب مسانید تک اپنی سند ذکر کی ہے۔ یہ کتاب

ماخذ ومصدر: (۱) تدریب الراوی: ۵۶

اگرچہ امام اعظمؒ کی اپنی تحریر کردہ تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت وہی ہے جو فی الواقع محدثینؒ کے عرف میں دوسرے مسانید کی ہے جیسے مسند ابی بکرؓ اور مسند فارق اعظمؓ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ''بستان المحدثین: ۴۴'' میں لکھا ہے۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ نے امام ابوحنیفہؒ سے منقول مسائل کے دلائل آپؒ کے اساتذہ کی مرویات کے طرز پر جمع کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن علی الحسینیؒ نے لکھا ہے: مسند امام شافعیؒ ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام موصوفؒ کی روایات میں ان کے نزدیک صحیح ہے اور یہی حال مسند ابی حنیفہؒ کا ہے۔'' **"مسند الشافعی موضوع للادلة علی ماصح عنده من مروياته وكذلك مسند ابی حنيفة."** (۱) یعنی مسند شافعی کی طرح مسند ابی حنیفہ بھی ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی روایات میں ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ حافظ حسینی موصوفؒ حنفی مؤرخ اور محدث نہیں بلکہ مسلک کے لحاظ سے شافعی ہیں اور ان کا شمار معمولی محدثین میں نہیں بلکہ بہت بڑی شان والے، بہترین اخلاق کے حامل، اثبت ثقات میں شمار، امام، مؤرخ، حفاظِ وقت اور ناقدین فن میں سے ہیں جیسا کہ حافظ ابن فہدؒ نے لحظ الالحاظ میں لکھا ہے۔ حافظ سیوطیؒ نے بھی ذیل طبقات الحفاظ میں ان کا مبسوط ترجمہ ذکر کیا ہے۔ (۲) حافظ موصوفؒ حافظ مغلطائیؒ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن رافعؒ کے معاصر تھے۔

حافظ حسینیؒ کی بلند پایہ کتاب ''التذکرۃ برجال العشرۃ'' میں جن دس کتابوں کے رجال مذکور ہیں وہ ائمہ اربعہ فقہ مجتہدین اور ائمہ ستہ حدیث کی کتابیں ہیں چنانچہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں: **"الف التذكرة فی رجال العشرة الكتب الستة**

ماخذ ومصادر: (۱) تعجیل المنفعۃ: ۵ بحوالہ التذکرۃ برجال العشرۃ (۲) لحظ الالحاظ: ۱۵

والمؤطا و المسند ومسند الشافعي وابي حنيفة۔"(۱)

عظیم محدث محمد بن جعفر کتانیؒ نے صحاح ستہ، مؤطا امام مالکؒ اور مسانید ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کو اصول اسلام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کتب پر دین کا مدار ہے۔ **"فهٰذه كتب الائمة الاربعة و باضافتها الى الستة الاولىٰ تكمل الكتب العشرة التي هي اصول الاسلام وعليها مدار الدين۔"(۲)**

امام صاحبؒ سے سینکڑوں محدثین کی روایات دو جلدوں میں مطبوعہ "جامع المسانید" کے نام سے موجود ہیں، جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث وجبال علم ہیں، جو اصحاب صحاح ستہ اور دوسرے بعد کے کبار محدثین کے شیوخ واساتذہ حدیث گزرے ہیں۔ محدث خوارزمیؒ ابتداء کتاب میں لکھتے ہیں: "میں نے شام کے بعض جاہلوں سے سنا: کہ "وہ امام اعظمؒ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر قلت روایت حدیث کا الزام لگاتے ہیں" اور یہ کہتے ہیں: کہ "مسند شافعیؒ اور مؤطا امام مالکؒ تو مشہور ہیں، مگر امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند موجود نہیں۔" بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے صرف چند احادیث کی روایت پر اکتفاء کیا ہے۔ اس لئے میری دینی حمیت وغیرت نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں امام صاحبؒ کی ان پندرہ مسانید، جن کو بڑے بڑے علماء حدیث نے جمع کئے ہیں، کو یکجا کردوں۔"

قارئین کرام! بعض لوگ ان مسانید کا امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنے سے انکار کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہی مسانید ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث ۳۷۲ بحوالہ ذیل طبقات الحفاظ: ۳۶۵ (۲) الرسالۃ المستطرفۃ: ۱۸

محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: ''اس مسند کو امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے' جیسا کہ ہم مسند ابی بکر کو' جو حضرت امام احمدؒ کا ترتیب دادہ ہے' حضرت ابو بکرؓ کی طرف نسبت کریں۔'' ''پس نسبت ایں مسند بحضرت امام اعظمؒ ازیں باب است کہ مسند ابی بکر را از مسند احمد بحضرت ابی بکر نمائیم۔''(۱) ان مسانید کی تعداد بیس کے قریب ہے بلکہ اس کے ساتھ کتاب الاٰ ثار کے چار مشہور نسخے بھی ملائیں' تو کل چوبیس مسانید بنتے ہیں۔ جیسا کہ بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی چوبیس مسانید صراحۃً ذکر کی ہیں۔ عقود الجمان میں ایسی سترہ مسانید مذکور ہیں' جن میں محدثینؒ نے امام اعظمؒ کی روایات جمع کی ہیں اور حضرت مصنفؒ نے ان سب مسندوں کی سندیں بھی ذکر فرمائی ہیں۔'' وہ سترہ مسانید درج ذیل ہیں۔

۱......: مسند امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ اس کا نام الآثار ہے)۔

۲......: مسند امام ابی یوسفؒ (درحقیقت یہ یوسف بن امام ابو یوسفؒ اور عمر بن ابو عمروؒ کی تخریج ہے۔)

۳......: مسند حماد بن امام ابوحنیفہؒ (۱۸۰ھ)۔

۴......: مسند امام حسن بن زیاد۔

نوٹ: دراصل یہ امام ابوحنیفہؒ کے مسانید نہیں ہیں بلکہ کتاب الآثار کے نسخے ہیں جن کی تفصیلی بحث آپ حضرات پڑھ چکے ہیں۔

۵......: مسند حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن حملی کلاعیؒ۔

علامہ خوارزمیؒ نے اس کتاب کو بھی جامع المسانید میں مسند ہی بنا کر شامل کیا

ماخذ و مصدر: (۱) بستان المحدثین: ۷۸

ہے لیکن دراصل یہ کوئی مستقل مسند نہیں بلکہ کتاب الآثار ہی کا ایک نسخہ ہے جس کو وہ اپنے جدامجد محمد بن خالد سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۶......: تخریج ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدیؒ (م ۳۳۵ھ)۔علامہ خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں ان کے مسند کا تذکرہ کیا ہے اور دوسرے مسانید کے ساتھ اس کی بھی تخریج فرمائی ہے۔علامہ ذہبیؒ نے حافظ ابن ابی العوامؒ کو امام نسائیؒ اور امام ابوجعفر طحاویؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔مصر کے قاضی تھے۔انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک مبسوط کتاب تحریر کی ہے یہ تخریج یعنی مسند ابی حنیفہؒ اسی کتاب کا ایک حصہ ہے۔(۲)

۷......: تخریج حافظ ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن حبیشؒ (م ۳۳۸ھ) من سماعات حسن ابن زیاد اللؤلوی صاحب ابی حنیفہؒ۔

۸......: تخریج حافظ قاضی ابوالحسن عمر بن حسن بن علی اشنانیؒ (۳۳۹ھ)۔دارقطنیؒ اور حاکمؒ کے شیخ حافظ ابوعلیؒ نے آپ کو ثقہ اور حافظ طلحہ بن محمدؒ نے بلند پایہ جلیل القدر محدثین اور حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔حافظ موصوفؒ نے امام اعظمؒ کی جو مسند تحریر فرمائی ہے محدث خوارزمیؒ نے اس سے جامع المسانید میں حدیثیں نقل کی ہیں۔(۳)

۹......: تخریج حافظ محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث الحارثی البخاریؒ المعروف بہ عبداللہ الاستاذ (م ۳۴۰ھ)۔حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے "الانتباہ" میں آپؒ کو مشاہیر احنافؒ میں اصحاب الوجوہ (یعنی مجتہد فی المذہب اور مجتہد منتسب کے درمیان کے درجے پر فائز) اور اپنے اہل زمانہ میں فقہاء احنافؒ کا مرجع بتایا ہے۔انہوں نے امام

مأخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۹۰ (۲)، (۳) دیکھئے: حوالہ بالا: ۳۸۵

ابوحفص صغیرؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔ یاد رہے کہ ابوحفص صغیرؒ نے اپنے والد امام محمدؒ کے تلمیذ رشید ابوحفص کبیرؒ سے علم فقہ حاصل کیا تھا' جبکہ طلب حدیث کیلئے خراسان' عراق اور حجاز کے مشاہیر شیوخ سے استفادہ کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے ماوراء النہر کے عالم' امام' محدث اور علامہ جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے حافظ الحدیث اور علامہ سمعانیؒ نے بڑے کثیر الحدیث شیخ' جیسے الفاظ سے موسوم کیا ہے۔ حافظ ابن مندہؒ حافظ ابن عقدہؒ اور حافظ ابوبکر جعابیؒ جیسے حفاظ کرامؒ آپ کے شاگرد ہیں۔ موصوف حافظ الحدیثؒ نے امام اعظمؒ کی مسند اس شان سے جمع کی ہے کہ علامہ خوارزمیؒ جامع المسانید میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ ''جس شخص نے ان کی مسند ابی حنیفہؒ کا مطالعہ کیا ہے اسے ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔'' حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں ان کے مسند کو ''اول مسند'' سے یاد کیا ہے۔ حافظ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں: کہ ''ان کی تصانیف میں مسند ابی حنیفہؒ کے ساتھ کشف الآثار فی مناقب ابی حنیفہؒ بھی ہے۔'' اور عجیب بات ہے کہ آپؒ جب اپنی مشہور کتاب کشف الآثار املا کراتے تھے تو آپ کی مجلس املا میں چارسو مستملی (املا لکھنے والے) ہوتے تھے۔

قارئین کرام! امام اعظمؒ کے مناقب کے املا کرنے والوں کی تعداد چارسو ہوتی تھی تو آپؒ کی مسند کے درس میں اللہ جانے یہ تعداد کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی۔

علامہ خوارزمیؒ ان کی مسند کی روایتی اور تاریخی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ ''روایتی طور پر مجھے باقاعدہ وقت کے چار اماموں کی وساطت سے یہ مسند ملی ہے (۱) خطیب جمال الدین ابوالفضائل عبدالکریم بن عبدالصمد الانصاری

(۲) شیخ صفی الدین اسماعیل بن ابراہیم (۳) شمس الدین یوسف بن عبداللہ اور (۴) شیخ ابوبکر بن محمد بن عمر فرعانی۔ (دیکھئے: امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۷۸ تا ۳۸۰) اس مسند میں (جبکہ علامہ خصکفیؒ نے جو تکرار حذف کی ہے' ان کے نکالنے کے بعد) کل احادیث کی تعداد ۵۲۳ ہے کتاب الصلوٰۃ میں سب سے زیادہ احادیث ہیں اور کتاب الاستبراء اور کتاب الرہن میں سب سے کم ہیں۔ (۱) کل ساٹھ صحابہ کرامؓ سے ۴۷۸ روایات لی گئی ہیں (جن میں سات صحابہؓ سے آٹھ احادیث بلا واسطہ مروی ہیں) جبکہ بقیہ مرویات میں مراسیل اور نامعلوم الاسم صحابہ کرامؓ کی روایات شامل ہیں۔ سب سے زیادہ مرویات ابن عمرؓ سے دوسرے نمبر پر ام المؤمنین عائشہؓ سے اور تیسرے نمبر پر ابن مسعودؓ سے علی الترتیب ۷۹' ۵۳ اور ۴۹ مروی ہیں۔ (۲)

۱۰......: تخریج حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی شافعیؒ (م ۳۶۵ھ)۔ حافظ موصوفؒ فن جرح وتعدیل میں مشہور تھے اور انہوں نے جرح وتعدیل میں ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' لکھی۔ یہ وہ حافظ ابن عدیؒ ہیں جو شروع میں امام صاحبؒ کی بڑی شدومد سے مخالفت کیا کرتے تھے۔ احناف ان کے مذہبی تعصب کے نشتروں کا خاص طور پر نشانہ بنے ہیں چنانچہ امام اعظمؒ اور ان کے ساتھیوں پر بڑی دلیری سے جو کچھ منہ میں آیا لکھ دیا ہے۔ بعد میں جب امام طحاویؒ کے شاگرد بنے' تو امام صاحبؒ کی جلالت شان کا اندازہ ہوا۔ اس وقت اپنے سابقہ خیالات کی تلافی کے طور پر ''مسند ابی حنیفہؒ'' مرتب فرمائی۔ (۳)

ماخذ ومصادر: (۱) دیکھئے: الطریق الاسلم شرح مسند الامام الاعظم: ۲۱ (۲) ایضا: ۲۳ (۳) دیکھئے: تفصیل امام اعظمؒ اور علم حدیث ۳۸۴

۱۱......: تخریج حافظ ابوالحسن محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰؒ (م ۳۷۹ھ)۔حافظ موصوفؒ امام دارقطنیؒ اور ابن شاہینؒ وغیرہ کے استاد تھے۔عراق، جزیرہ، مصر اور شام کے اساتذہ ومشائخ سے چودہ سال کی عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تھا۔حافظ ابن شاہینؒ حافظ دارقطنیؒ، حافظ ابونعیمؒ حافظ مالینیؒ اور حافظ کبرقانیؒ جیسے اساطین وارکان علم حدیث نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا تھا۔علامہ ذہبیؒ ان کے حافظ، امام، ثقہ اور محدث العراق اور تصنیف وتالیف میں بے مثال ماہر ہونے کے معترف، علامہ خطیب بغدادیؒ ان کی صداقت اور فہم وحفظ کو سراہنے والے، ابن الفوارسؒ حدیث کا علم وحفظ انہی پر ختم ہونے کا قول کرنے والے ہیں۔علامہ عسقلانیؒ نے ان کی تصانیف میں مسند ابی حنیفہ کا تذکرہ بھی کیا ہے (تعجیل المنفعۃ:۶) علامہ خوارزمیؒ رقمطراز ہیں: کہ "اس مسند کی مجھے مندرجہ ذیل مشائخ سے اجازت ملی ہے۔(۱) محی الدین ابومحمد یوسف بن عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ (۲) شیخ ابوالمظفر یوسف بن علی بن حسینؒ (۳) علی بن معالیؒ اور (۴) شیخ عبداللطیفؒ (۱)

۱۲......: تخریج حافظ محمد ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ابوجعفرؒ (م ۳۸۰ھ)۔حافظ موصوف مشہور محدث گزرے ہیں۔خطیب بغدادیؒ نے ان کے حالات قلم بند کئے ہیں اور ان کے اساتذہ کی ایک لمبی فہرست دی ہے۔علامہ عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں ان کے متعلق لکھا ہے: "امام دارقطنیؒ کے زمانہ میں مشہور ہیں اور صحیح سماع کے تھے۔" "**مشهور فی زمن الدارقطنیؒ صحیح السماع۔**" اور دارقطنیؒ کا زمانہ ۳۰۶ھ تا ۳۸۵ھ ہے۔(۲)

ماخذ ومصادر: (۱) دیکھئے: تفصیل امام......۳۸۱، ۳۸۲ (۲) تفصیل کیلئے: حوالہ بالا: ۳۸۷

۱۳......: تخریج حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی شافعیؒ (م ۴۳۰ھ) ان کو چھوٹی عمر میں اپنے وقت کے مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت مل چکی تھی۔ ان کے بارے علامہ ذہبیؒ رقمطراز ہیں: ''بڑے بڑے لوگوں کی جس قدر ملاقات ان کو میسر ہوئی ہے' کسی اور حافظ حدیث کو نہ ہو سکی۔'' اور فرماتے ہیں: ''ابونعیمؒ حافظ کبیر اور محدث العصر تھے۔'' جن اساتذہ نے ان کو پروانۂ تحدیث مرحمت فرمایا تھا ان میں واسط' نیشاپور' شام اور بغداد کے محدثین کرام ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کے اساتذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ''دنیا کے اساتذہ نے ان کو اجازت دی ہے۔'' "اجاز له مشائخ الدنیا۔" خطیب بغدادیؒ' ابوصالح المؤذنؒ' ابوالفضل احمد الحدادؒ اور ان کے برادر ابوعلی الحسن الحداد المقریؒ جیسے حفاظ حدیث کے شیخ تھے۔ حافظ مردویہؒ کہتے ہیں: ''ہر سمت سے لوگ سمٹ سمٹ کر حدیث کی خاطر ان کے پاس آتے تھے ان کے وقت میں ان سے زیادہ حافظ دنیا کے کسی گوشہ میں نہ تھا۔ صاحب تصانیف تھے۔'' علامہ خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں ان کی ''مسند ابی حنیفہؒ'' کے نام سے جو کتاب داخل کی ہے' حافظ ابوعلی الحسن المقری الحدادؒ کی وساطت سے روایت کی ہے۔(۱)

۱۴......: تخریج حافظ ابوعبداللہ حسن بن محمد بن خسرو البلخیؒ (م ۵۲۲ھ)۔ حافظ موصوفؒ حافظ ابن عساکرؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو محدث مکثر لکھا ہے۔ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ''حافظ سمعانیؒ نے جو تاریخ بغداد کا ذیل لکھا ہے اس میں ایک مبسوط ترجمہ ہے جس میں بتایا ہے کہ امام موصوفؒ مفید بغداد ہیں بہت سے مشائخ وقت سے حدیث کا استفادہ کیا ہے پھر مشائخ کے نام گنائے ہیں اور

ماخذ و مصادر: (۱) تفصیل: حوالہ بالا: ۳۸۳' ۳۸۴

تفصیل کے بعد لکھا ہے: کہ "طلب وتلاش میں بڑی محنت کی ہے تا آنکہ ان سے کمتر طبقہ سے روایت کیا اور بہت سی کتابیں اپنی اور دوسروں کی لکھیں اور غرباء کیلئے مفید تھے اور "مسند ابی حنیفہؒ" جمع کیا۔" حافظ عبد القادر قرشیؒ نے ان کے بارے میں ابن النجار کے یہ الفاظ لکھے ہیں: کہ " اپنے وقت کے بغداد میں اہلِ عراق کے فقیہ تھے۔"(۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: کہ "ان کی کتاب (مسند) میں امام حارثیؒ اور حافظ ابن المقریؒ کی کتابوں (مسانید) کے مقابلے میں زیادتی ہے۔"(۲) حافظ شمس الدین ابو المحاسن محمد بن علی الحسینیؒ نے صحاح ستہ، مسند شافعی، مسند احمد اور مسند ابی حنیفہ کے رجال پر جو کتاب لکھی ہے جس کا نام "التذکرۃ برجال العشرۃ" ہے اس سلسلے میں حافظ حسینیؒ نے جس مسند کا انتخاب کیا ہے وہ بھی حافظ خسرو بلخیؒ کی مسند ہے۔ چنانچہ علامہ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: حافظ حسینیؒ نے جس مسند پر تخریج رجال پر اعتماد کیا ہے وہ مسند ابن خسرو ہے۔"(۳)

۱۵.......: تخریج حافظ قاضی ابوبکر محمد بن عبد الباقی بن محمد الانصاری الحلبی البزازؒ المعروف بقاضی المرستان (و۴۴۲ھ، م رجب ۵۳۵ھ)۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: طبقات حنابلہ میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ حافظ ابن النجارؒ نے تاریخ بغداد کے ذیل میں ان کے حالات لکھے ہیں اور ان کے اساتذہ کے تذکرہ میں بتایا ہے کہ طلب علم کی خاطر مکہ مکرمہ اور مصر بھی تشریف لے گئے اور مکہ مکرمہ میں مشہور محدث ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد المقری الشافعیؒ سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے یاد رہے

مأخذ ومصادر: (۱) الجواہر المضیئۃ: ۲۱۸ (۲) تعجیل المنفعۃ: ۶ (۳) حوالہ بالا مزید تفصیل کیلئے: امام اعظم اور علم حدیث: ۳۸۲، ۳۸۳

کہ ابو معشر عبد الکریمؒ ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ کی اُحادیات پر مستقل تصنیف چھوڑی ہے۔ چنانچہ الکتانیؒ رقمطراز ہیں: صاحب التصانیف ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد المقری الشافعیؒ مجاور مکہ المتوفی ۴۷۸ھ نے ایک جزء لکھی ہیں جس میں وہ روایتیں ذکر کی ہیں جن کو امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہیں (۱) اور یہ رسالہ المعجم المفہرس میں حافظ عسقلانیؒ کی مرویات میں سے ہے۔ محدث خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں لکھا ہے: کہ ''اس نے ایک مسند امام ابو حنیفہؒ کی جمع کی ہے۔'' (۲) اگرچہ حافظ عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں حافظ ابن خسرو کے ترجمہ میں اس کے ماننے سے انکار کیا ہے لیکن ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاویؒ ان کی مسند کو بسند ذیل روایت کرتے ہیں: **"عن التدمری عن المیدونی عن النجیب عن ابن الجوزی عن جامع المسندقاضی المرستان۔"** (۳)

ان کے علاوہ حافظ عبد القادر قرشیؒ نے نصر بن سیارؒ کے تذکرہ میں حافظ سمعانیؒ سے نقل کیا ہے: کہ ''وہ کتاب الاحادیث جس کو امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے' عبد اللہ بن محمد انصاریؒ نے اپنے جد قاضی صاعد کی روایت سے جمع کی ہے۔'' (۴)

۱۶......: تخریج حافظ ابو بکر بن المقریؒ اور

۱۷......: تخریج حافظ ابو علی البکریؒ (یہ غالباً مسند امامؒ کے آخری جامع ہیں)۔

ان مسانید کے علاوہ سات اور مسانید جن کو ملا کر چوبیس بنتے ہیں مختصر سا تذکرہ پڑھیں۔

ماٰخذ و مصادر: (۱) الرسالۃ المستطرفہ: ۴۷ (۲) جامع المسانید: ۲/۲۹۳ (۳) تقدمہ نصب الرایۃ (۴) الجواہر المضیئہ: ۲/۱۹۱) مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: امام اعظمؒ اور علم حدیث ۳۸۵، ۳۸۶

۱۸.......: ''جمع حدیث ابی حنیفہؒ'' جس میں امام مسلمؒ و امام ابوداودؒ کے تلمیذ اور امام دارقطنیؒ کے اُستاد حدیث، صاحب تصانیف الکثیرۃ، حافظ الحدیث ابوعبداللہ محمد بن مَخْلَد بن حفص الدُوری العطارؒ (و۲۸۳ھ، م جمادی الآخرۃ ۳۳۱ھ) نے امام اعظمؒ کی مرویات مستقل کتابی صورت میں علیحدہ جمع کئے ہیں۔ حافظ موصوف بلند پایہ کے محدث تھے۔ تاریخ بغداد میں ان کا شاندار ترجمہ مذکور ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے لکھا ہے کہ ''آپؒ ثقاہت، صلاحیت اور تلاش و جستجو کیلئے محنت میں مشہور تھے۔'' (۱) اور لکھتے ہیں: "**وکان موصوفا بالصدق والثقة والصلاح** " آپؒ امام مسلمؒ اور امام ابوداودؒ کے بلا واسطہ شاگرد تھے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ''امام ابوداودؒ کی ایک لاکھ احادیث کا مذاکرہ کرنے کیلئے جب آپؒ نے ''کتاب السنن'' لکھی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثینؒ کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع ہوگئی اور اس دور کے سب ہی محدثین نے امام موصوفؒ کو حافظ وقت تسلیم کیا ہے۔ (۲) اتنے عظیم محدث جن کو اپنے وقت کے سب محدثین کرامؒ نے حافظ وقت تسلیم کیا نے امام اعظمؒ کے مرویات کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب فرمایا۔

۱۹.......: حافظ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید المعروف بہ ابن عقدہ (م ۳۳۲ھ) جن کی تعریف کرتے ہوئے حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: قوت حافظہ اور حدیث کی کثرت میں بس ان پر حد ہے۔'' "**الیه المنتهی فی قوة الحفظ وکثرة الحدیث** ۔" (۳) اور علامہ دارقطنیؒ فرماتے ہیں: کہ ''کوفہ کے تمام شہری اس بات پر متفق ہیں کہ زمانہ ابن مسعودؓ سے آج تک ابن عقدہ سے زیادہ حافظ کوئی نہیں ہوا ہے۔ جبکہ حافظ ابن جوزیؒ

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۶۰ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث (۳) تذکرہ الحفاظ: ۲/ ۵۵

رقمطراز ہیں: کہ ''ابن عقدہ اکابر حفاظ میں سے تھے اور ان کے سامنے اکابر محدثین حافظ ابوبکر جعابیؒ حافظ عبداللہ بن عدیؒ امام طبرانیؒ، ابن المظفرؒ دارقطنی اور ابن شاہینؒ نے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔''(۱) ان کے علاوہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ حضرات نے آپ کو اکابر حفاظ میں شمار کیا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند لکھی ہے اور ایک ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینیؒ تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ''صرف ابن عقدہ والے مسند ابی حنیفہؒ کی احادیث ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔'' **"ان مسند ابی حنیفة لابن عقدة یحتوی وحده علی ما یزید علی الف حدیث۔"** (۲)

ان کے علاوہ ۲۰......: حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) ۲۱......: ابن عساکر دمشقی، ۲۲......: عیسی، ۲۳......: دارقطنی اور ۲۴......: ابن شاہین کے مسانید بھی ہیں۔

محمد بن ابراہیم اصفہانیؒ مسانید کے اسانید متصلہ:

علامہ کوثریؒ نے ''تانیب الخطیب'' میں مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے اور فرماتے ہیں: کہ ''یہ سب مسانید متصل ہیں۔ ان سب کو امام صاحبؒ کے تلامذہؒ نے جمع کئے تھے۔'' حضرت شاہ ولی اللہؒ نے **"لسان العین فی مشائخ الحرمین"** میں اپنے استاد الاساتذہ محدث عیسی جعفریؒ مغربی کے تذکرہ میں لکھا ہے: کہ ''انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایسی مسند تالیف کی ہے، جس میں اپنے سے لیکر امام صاحبؒ تک کا سلسلہ متصل ذکر کیا ہے اور اس سے لوگوں کی یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کہ حدیث کا

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۷۸ بحوالہ المنتظم تاریخ الملوک والامم: ۲/۳۳۷

(۲) تانیب الخطیب: ۱۵۹

سلسلہ آج تک متصل نہیں رہا ہے۔" حضرت شاہ صاحبؒ نے سلسلہ حدیث کی سند کو متصل ثابت کرنے کیلئے دلیل ہی امام صاحبؒ کے سلسلہ سند کے اتصال کی دی ہے جس پر شاہ صاحبؒ کو بڑا اعتماد تھا۔

بے شمار محدثین کے شیخ:

حافظ مزیؒ نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے قریب کبار محدثین کے نام گنائے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ کہا ہے: کہ" میں امام اعظمؒ کی مسانید ثلاثہ کے نسخوں کی زیارت و مطالعہ سے مشرف ہوا جن پر حفاظِ حدیث کے توثیقی دستخط تھے، جن کی اسناد عالی اور رجال ثقہ ہیں۔" (۱) اور علامہ ذہبیؒ نے مناقب الامام الاعظمؒ میں لکھا ہے: کہ" امام صاحبؒ سے محدثین و فقہاءؒ کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے، جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔"

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں: کہ" محدثینؒ سفر و حضر میں اپنے ساتھ امام صاحبؒ کی مسانید کو رکھتے تھے۔" (۲) ان مسانید امام اعظمؒ میں احادیثِ احکام کا بہت بہترین ذخیرہ موجود ہے، جن کے رواۃ ثقہ اور فقہاء محدثین ہیں، بلکہ اس کی ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ ان مسانید کی اکثر روایات صرف دو واسطوں سے آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ اس سے اس کی صحت و قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ائمہ اربعہؒ میں صرف امام مالکؒ اس خصوصیت میں شریک ہیں مگر ان کی مرویات میں سب سے عالی یہی روایات ہیں جبکہ امام اعظمؒ کی مرویات میں وحدانیات بھی موجود ہیں۔

الغرض حسب تصریح اکابر محدثینؒ کا اپنے سفر و حضر میں مسانید امام اعظمؒ کا

ماخذ و مصادر: (۱) محدثین اور ان کے کارنامے، مقدمہ انوار الباری (۲) تانیب الخطیب

اپنے ساتھ رکھنا اور الزام قلت روایت کے وقت بعض اکابرؒ کی دینی غیرت کا جوش میں آکر بڑے بڑے علماء کی جمع کردہ مسانید کو یکجا کرنا اور ان کی اسناد کے اتصال پر اکابر امت کا اعتماد کرنا اور علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ جیسے اکابر کی امام اعظمؒ کی روایت عن الصحابی کا ایک ایسی کتاب میں تصریح کرنا' جو ''جامع بیان العلم وفضلہ'' (۱) سے موسوم اور اہل علم میں بہترین و مستند اور معتمد سمجھی جاتی ہے' سے معلوم ہوتا ہے کہ مسانید امام اعظمؒ کو دوسری مسانید پر بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا سیرۃ النعمان میں محدث خوارزمیؒ کی ''جامع المسانید'' کا امام صاحبؒ کی طرف مجازاً منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت علامہ موصوفؒ کو حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اس بیان سے مغالطہ ہوا ہے' جو کہ انہوں نے مسند خوارزمیؒ کو تقریباً چوتھے طبقے میں داخل کیا ہے' لیکن بعض علماء کے قول کے مطابق یہ جملہ الحاقی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا نہیں یا ''جامع المسانید'' کا مطالعہ کئے بغیر حضرت شاہؒ نے لکھا ہے۔ جس کا قرینہ یہ ہے کہ بستان المحدثین میں حضرت شاہؒ نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔

اس طرح حضرت علامہ نعمانیؒ کا اس وجہ سے مسانید کو مجازاً امام صاحبؒ کی طرف منسوب کہنا کہ اس میں بعض روایات امام صاحبؒ کے براہ راست صحابہؓ سے مروی ہیں اور اس وجہ سے اس پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے' اسلئے بھی صحیح نہیں کہ بہت سے اکابرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی روایۃ عن الصحابہ تسلیم کیا ہے' جیسا کہ علامہ ابن عبدالبرؒ وغیرہ کے اقوال ''بحث تابعیت'' کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ لہٰذا جب ایسے اکابرؒ نے روایۃ عن الصحابہ تسلیم کیا ہے' تو ہمیں انکار کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ علماء

ماخذ ومصدر: (۱) باب فضل العلم ۱: ۴۵

اصول حدیث کے قوانین کے مطابق بعض صحابہؓ اور امام ابو حنیفہؒ کا زمانہ ایک ہونے کی وجہ سے بلکہ ملاقات ثابت ہونے کی وجہ سے سماع سے کوئی چیز مانع بھی نہیں۔ بلکہ بقول علامہ نعمانیؒ رؤیت صحابہ پر اتفاق اور روایت میں اختلاف ہے۔ پس جب بالاتفاق ملاقات ثابت ہے، نیز عند البعض روایت بھی، تو پھر نہ ماننے کی کیا ضرورت پڑی۔؟

الغرض حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مسانید مالکیہؒ اور شافعیہؒ کے نزدیک بھی مسلم ہیں اور ان کو نہ صرف حجت مانتے ہیں، بلکہ ان کو مدار دین، اصول دین اور فقہ اسلامی کی بنیاد قرار دی ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی "**تعجیل المنفعة بزوائد رجال ائمة الاربعه**" کتاب کے اصل مأخذ "**التذكرة برجال العشرة**" (جو مسند ابی حنیفہؒ، مؤطا امام مالکؒ، مسند شافعیؒ، مسند احمدؒ اور صحاح ستہ کے رجال کے حالات میں ایک مضبوط کتاب ہے۔) کے مقدمہ میں مشہور ناقد حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی شافعیؒ (و ۷۱۵ھ م ۷۶۵ھ) لکھتے ہیں: کہ "مسند امام شافعیؒ ان ادلہ پر مشتمل ہے، جو امام ممدوحؒ کی مرویات میں ان کے نزدیک صحیح ہیں اور یہی حال مسند ابی حنیفہؒ کا بھی ہے۔"(۱) جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا۔

محدث ابن جعفر کتانی مالکیؒ نے کتب حدیث کے حالات میں ایک کتاب بنام "**الرسالة المستطرفة لبيان السنة المشرفة**" لکھی ہے، جس میں صحاح ستہ اور کتب ائمہ اربعہؒ کے بارے لکھتے ہیں: کہ "ائمہ اربعہؒ کی کتابیں اور ان کو (یعنی پہلے کی چھ کتابوں صحاح ستہ جو کہ ان چار کتابوں سے پہلے ذکر کی گئی ہیں) کے ملانے سے وہ

ماخذ ومصدر: (۱): ۴، ۵

دس کتابیں پوری ہو جاتی ہیں جو کہ اسلام کی بنیادی کتابیں ہیں اور جن پر دین کا دارو مدار ہے۔'' **"فھذہ کتب الائمة الاربعة وباضافتھاالی الستة الاولی تکمل الکتب العشرة التی ھی اصول الاسلام وعلیھا مدارالدین۔"**

آخر میں فقیر اس بحث کو سمیٹتے ہوئے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کی رائے پر ختم کرنا چاہتا ہے' جسکو انہوں نے **"المیزان الکبریٰ"** میں یوں قلم بند کیا ہے: ''مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کی تین مسندوں کا صحیح نسخوں سے مطالعہ کرنے کی توفیق ملی۔ ان نسخوں پر حفاظ حدیث کے قلم کی تحریریں تھیں' جن میں آخری شخص حافظ دمیاطیؒ ہیں۔ مطالعے پر میں نے دیکھا: کہ ''امام ممدوحؒ صرف ان تابعین کرامؒ سے حدیث روایت کرتے ہیں' جو اپنے وقت کے برگزیدہ ترین عادل وثقہ تھے اور جو حدیث نبی کریم ﷺ کی تصریح کے مطابق خیر القرون کے لوگ تھے اور جو اسودؒ عطاءؒ علقمہؒ مجاہدؒ مکحولؒ اور حسن بصریؒ جیسے حضرات ہیں۔ سو تمام وہ رواۃ جو امام ابو حنیفہؒ اور آنحضرت ﷺ کے مابین ہیں۔ سب کے سب عادل' ثقہ' نیک نام اور برگزیدہ ہیں ان میں کوئی شخص ایسا نہیں' کہ کذاب ہو یا اس پر کذب کی تہمت لگی ہو اور میرے بھائی ان کی عدالت کیلئے تمہیں یہ کافی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے باوجود شدت ورع اور احتیاط اور امت محمدیہؐ کا خاص خیال رکھنے کے ان حضرات کو اس غرض کیلئے منتخب فرمایا کہ ان سے اپنے دینی احکام حاصل کریں۔ امام صاحبؒ کے ان تینوں مسندوں میں ہم نے جو حدیث پائی ہیں' وہ سب صحیح ہیں۔'' یاد رہے علامہ موصوفؒ نے اس سے ایک دو صفحے پہلے تصریح کی ہے: کہ'' میں امام ابو حنیفہؒ کے بارے حسن ظن کی بجائے تتبع اور تلاش کے بعد کچھ کہوں گا۔'' انہوں نے پوری تحقیق وتتبع کے بعد یہ رائے قائم فرمائی ہے' تو اب ان مسانید کو مجازاً منسوب

کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ "وقد من اللہ تعالی علی بمطالعة المسانيد الامام ابی حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ اٰخرهم الحافظ الدمياطی فرايته لا يروى حديثاً الاعن خيار التابعين العدل الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالاسود وعلقمه وعطاء و مجاهد و مكحول والحسن البصری واخذ بهم رضى الله عنهم اجمعين فكل رواية الذين هم بينه وبين رسول الله ﷺ عدول ثقات اعلام اخيار وليس فيهم كذاب ولا متهم بكذب ناهيك يا اَخی بعد الة من اوتضاهم الامام ابوحنيفةؒ لان ياخذ عنهم احكام دينه مع شدة تورعه وتحرره و شفقته علی الامة المحمدية كل حديث وجدناه فی مسانيد الامام الثلاثة فهو صحيح۔"(۱)

ابواب ومسانید میں فرق:

ابواب اور مسانید میں فرق یہ ہے کہ تبویب کی صورت میں احادیث کو مضامین کے لحاظ سے مختلف ابواب میں تقسیم کیا جاتا ہے مثلاً طہارت کے متعلق احادیث کیلئے الگ' نماز کے متعلق احادیث کیلئے علیحدہ اور زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والی احادیث کیلئے جداگانہ ابواب بیان کی جاتی ہیں جبکہ مسانید میں احادیث کا تعلق خواہ جس موضوع سے ہو بلالحاظ مضمون ہر صحابیؓ کی ساری مرویات کو ایک جگہ بیان کرتے ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ساری احادیث مسند ابی بکرؓ میں درج کی جاتی ہیں

ماخذ ومصدر: (۱) ملخص از امام اعظم ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت: ۸۸

چاہے ان احادیث کا تعلق کسی بھی موضوع سے ہو۔

ان دونوں میں ایک لطیف فرق یہ ہے کہ مصنفینِ ابواب کے پیش نظر وہ روایات ہوتی ہیں جن کی حیثیت روایتی طور پر اعتباری اور استدلالی ہو یعنی مصنفین ابواب عموماً وہ روایات ذکر کرتے ہیں جو کسی مسئلہ کیلئے استشہاد یا احتجاج و استدلال کے قابل ہوں جبکہ اہل مسانید کا کام صرف روایات کو جمع کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بنسبت ارباب ابواب کے میدان تصنیف و تالیف میں کچھ آزاد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مسانید میں صحیح و غیر صحیح روایات بکثرت ہوتے ہیں۔ چنانچہ محدث حاکم نیشاپوریؒ رقمطراز ہیں: ''ابواب و مسانید میں فرق یہ ہے کہ مسانید کی صورت میں شرط یہ ہے کہ مصنف اس طرح عنوان قائم کرے "**ذِکْرُ مَاوُرِدَ عن ابی بکر عن النبی** (صلی اللہ علیہ وسلم)" اس صورت میں مصنف کا فرض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ساری حدیثوں کی تخریج کرے چاہے وہ صحیح ہوں یا ضعیف ......اور ابواب کا مصنف اس طرح کا عنوان لکھے گا "**ذکر ما صح وثبت عن رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم **فی الطھارۃ والصلوٰۃ او غیر ذلك۔**"(۱)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: کہ ''ابواب پر حدیث کی تصنیف کا اصول یہ ہے کہ اس کو صرف ان روایات تک محدود رکھا جائے جن میں احتجاج و استشہاد کی صلاحیت ہو برخلاف مسانید کے کہ ان میں پیش نہاد صرف احادیث کی فراہمی ہوتا ہے۔''(۲)

قارئین کرام! امام اعظم امام ابوحنیفہؒ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے انداز پر ان کے مسانید مرتب کئے

ماخذ و مصادر: (۱) المدخل فی اصول الحدیث: ۴، ۵ (۲) تعجیل المنفعۃ: ۲

گئے ہیں ۔یوں تو محدثینؒ اور حفاظ حدیث بہت گزرے ہیں مگر بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں جن کی احادیث وروایات توجہ کا ایسا مرکز رہی ہوں اوراس کثرت سے ان کی مرویات پر قلم حرکت میں آئے ہوں ۔اسی حقیقت کی طرف نواب صدیق حسن خانؒ نے اشارہ کیا ہے۔''درحقیقت یہ مسند ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ آپؒ کے بعد اوروں نے ان کی مرویات کو یکجا کیا ہے۔'''' ایں مسند درحقیقت تالیف اونیست بلکہ دیگراں بعد ایشاں مرویات ایشاں راجمع نمودہ اند۔''(۱) جن محدثین وحفاظ حدیث نے امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کو یکجا کیا اوران کے نام سے مسانید ترتیب دئے ہیں وہ خود اپنی جگہ اتنا اونچا مقام رکھتے تھے کہ ان کی سندیں لکھی جاتیں مگراس کے باوجود انہوں نے امام اعظمؒ کی مرویات کو جمع کرنے کا کام سنبھالا۔اتنی عظیم ہستیوں نے ایسا کیوں کیا اس حقیقت کو جاننے کیلئے مشہور عارف عبدالوہاب شعرانیؒ کا بیان پڑھیں:''مجھ پر اللہ تعالٰی کا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھے امام اعظمؒ کے مسانید کا ان صحیح نسخوں کے مطالعہ کرنے کی توفیق بخشی جن پر حفاظِ حدیث کے قلم سے تحریریں تھیں جن میں آخری شخص حافظ دمیاطیؒ ہیں ۔مطالعہ میں میں نے محسوس کیا کہ امام ممدوح ان تابعین کبار سے احادیث روایت کرتے ہیں جو اپنے وقت کے بزرگترین عادل اور ثقہ تھے اور جو حدیث نبویؐ کی تصریح کے مطابق خیرالقرون کے لوگ تھے مثلاً اسود' علقمہ' عطاء' مجاہد اورحسن بصری وغیرہ رحمہم اللہ۔اس لئے وہ تمام حضرات جو امام ابوحنیفہؒ اورحضور اکرم ﷺ کے درمیان واسطہ ہیں سب کے سب عادل اور برگزیدہ ہیں ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو کذاب ہو یا جس پر کذب کی تہمت ہو۔

ماخذ ومصدر:(۱)اتحاف النبلاء المتقین:۱۴۳

اے برادر! ان کی عدالت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ امام ممدوح نے باوجود بے حد ورع و احتیاط ان حضرات کو اس غرض کیلئے منتخب کیا ہے۔............ امام اعظمؒ کے مسانید ثلاثہ کی ہر حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ **"اذکل حدیث وجدناہ فی مسانید الامام الثلاثۃ فھو صحیح۔"**(۱)

تنقیص امام اعظمؒ پر مشتمل چند اعتراضات کا منصفانہ اور عادلانہ جائزہ:

اعتراض ا۔ امام ابو حنیفہؒ کے اصول و فروع غلط تھے:

بعض لوگ کہتے ہیں: کہ "امام ابو حنیفہؒ غلط عقائد رکھنے والے اور فروع میں حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف پچپن صفحات پر مشتمل معتبر شخصیات سے ان کے غلط عقائد اور غلط فروع نقل کئے ہیں۔ جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے یہودی، مشرک، زندیق، دَہری، صاحبِ ہوا، مرجئہ اور جہمی ہونے نیز اصحابِ ابی حنیفہؒ کا شبیہ بالنصاریٰ ہونا نقل کیا ہے۔ نیز یہ لکھا ہے: کہ "ان سے کفر سے دوبار توبہ کرائی گئی۔ اسی طرح فروع میں بھی اکابر علماء سے آپؒ کا خروج علی السلطان، تقیہ کرنے والا، زنا، ربا (سود) اور خونریزی کا حلال کرنے والا نیز سنن کی کساد بازاری کرنے والا وغیرہ بتایا ہے۔"

اجمالی جواب:

یہ بات صحیح ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف پچپن صفحات پر مشتمل بہتان کا ایک بڑا طوفان لکھ مارا ہے، جس میں خطیب بغدادیؒ نے

ماخذ و مصدر: (۱) امام اعظم اور علم حدیث: ۴۷۴، ۳۷۵ بحوالہ المیزان الکبریٰ: ۱/ ۶۸

بعض اکابرؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب غلط عقائد اور فروع نقل کئے ہیں۔لیکن یہ سب کی سب جرحین غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں۔ نیز ان کے راویوں کی عدالت کی توثیق خود علامہ خطیبؒ نے بھی نہیں کی جبکہ یہ دونوں امر ائمہ حدیث کے نزدیک اصولاً لازم ہیں۔اس لئے امام ابوحنیفہؒ پر مذکورہ اعتراضات غیر ثابت ہیں اور آپ اصولاً وفروعاً اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق صحیح العقیدہ مسلمان بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے سواد اعظم کے ایک مسلم امام تھے۔

تفصیلی جواب:

جیسا کہ اجمالی جواب میں کہا گیا: کہ" ائمہ حدیث کے نزدیک اصولاً دوامور لازم ہیں کہ (۱) جارح کی جرح واضح ہو اور (۲) جرح کرنے والا راوی بھی ثقہ ہو لیکن ان دوامور میں بھی کچھ شرائط ہیں اس لئے کچھ وضاحت کے ساتھ دونوں امور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

امر اول: جرح غیر مفسر غیر مقبول ہے:

ناظرین کرام! کسی جارح کی جرح تب صحیح شمار کی جاتی ہے' جبکہ وہ اپنی جرح واضح انداز میں بیان کرے اور اس میں اس کی طرف سے کوئی تعصب مذہبی اور تنافس دنیوی وغیرہ نہ ہو۔اگر کسی جارح کی ان باتوں میں سے کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے' تو اس جارح کی جرح خود مجروح ہوگی۔ جیسا کہ امام مالکؒ امام لیثؒ امام بخاریؒ امام مسلمؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ حضرات ائمہ کے متعلق بعض لوگوں نے اپنے جیسے عقیدہ نہ رکھنے پر یا کسی اور تعصب کی بناء پر جرح کی ہے۔ لہٰذا جرح مفسر ضروری ہے

لیکن وہ بھی ایسے لوگوں کے متعلق معتبر ہوگی، جن کی امامت مسلم نہ ہو اور اگر ایسا امام ہو جس کی امامت مسلم، ان کی مدح اور تزکیہ کرنے والے بمقابلہ ذم بیان کرنے والوں کے زیادہ ہوں، تو ایسے امام کے متعلق کسی جارح کی جرح ہرگز معتبر نہیں ہوگی۔ یہ علمائے اصول حدیث و فقہ کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ فقیر اپنے اس دعویٰ کی تائید میں چند غیر حنفی علماء محققین جیسے علامہ ابن صلاحؒ، امام سبکیؒ، علامہ ابن عبد البرؒ علامہ ابن الاثیر جوزیؒ اور خود علامہ خطیبؒ کے عبارات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ ان عبارات کو غور سے پڑھیں اور پھر علامہ خطیبؒ کے مبہم اور غیر مفسر اعتراضات پر خود انصاف کے ساتھ فتویٰ لگائیں۔

قارئین کرام! علامہ، حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن (المعروف بہ ابن صلاحؒ م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں: کہ "جس کی عدالت اہل نقل یا ان جیسے اہلِ علم میں مشہور ہو۔ اس کے ثقہ اور امین ہونے کی تعریف عام ہو تو اس کی صریح عدالت پر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں اور یہی بات امام شافعیؒ کے مذہب میں صحیح ہے اور اسی پر فن اصول فقہ میں اعتماد ہے۔ ابو بکر خطیبؒ نے یہی قول اہل حدیث کا نقل کیا ہے اور ایسے بزرگوں کی مثال میں مالکؒ، شعبہؒ، سفیانینؒ، اوزاعیؒ، لیثؒ، ابن المبارکؒ، وکیعؒ، احمد بن حنبلؒ، یحی بن معینؒ، علی بن معینؒ وامثالھم کے نام لئے ہیں۔ پس مذکورہ حضرات اور ان کے امثال کی عدالت کے متعلق سوال نہیں ہوگا اور بیشک صرف ان لوگوں کی عدالت سے سوال کیا جائے گا جن کا حال طالبین پر مخفی ہو۔

سبب جرح بیان کرنا لازم ہے:

رہی جرح، تو وہ صرف ایسی جرح مقبول ہوگی جو مشرح ہو اور طالبین کیلئے اس کا سبب بیان کیا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس میں مختلف الخیال ہیں کہ کونسی بات جارح ہے اور کونسی نہیں۔ ان میں سے کوئی کسی ایسی وجہ کی بنیاد پر جرح کر دیتا ہے، جس کا وہ خود معتقد ہوتا ہے۔ حالانکہ فی الواقع وہ وجہ جرح نہیں ہوتی۔ پس لازم ہے کہ سبب جرح بیان کیا جائے تا کہ یہ دیکھا جاسکے کہ آیا وہ جرح ہے بھی یا نہیں۔ یہ کھلا ہوا اصول فقہ ہے اور اصول فقہ میں مسلم ہے۔ حافظ خطیبؒ نے ذکر کیا ہے: کہ "یہی مذہب حفاظ حدیث اور نقاد حدیث میں ائمہ کا ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہ ہیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے ایک ایسی جماعت، جس پر ان سے قبل جرح ہو چکی تھی مثلاً عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ اسماعیل بن ابی اویسؒ عاصم بن علیؒ اور عمرو بن مرزوقؒ وغیرہ سے روایت کی ہے اور امام مسلمؒ نے سوید بن سعیدؒ اور ایک جماعت جن میں طعن مشہور ہے، سے استدلال کیا ہے اور یہی عمل ابوداودؒ کا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ بے شک اس وقت تک جرح ثابت نہیں ہوتی جب تک اس کے سبب کی تفسیر نہ کی جائے اور نقاد کے مذاہب سخت مختلف ہوتے ہیں اور علامہ خطیبؒ نے ایک باب باندھا ہے جس میں بعض ایسے لوگوں کے اخبار ذکر ہیں کہ اس میں اس کی جرح کی تفسیر بھی کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس چیز کو ذکر کیا ہے جو جارح بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور ان کی مثالیں دی ہیں جن میں امام شعبہ جیسی ہستی کی ایک جرح جو انہوں نے برذون پر سوار ہونے کی ذکر کی ہے، کو

رد کیا ہے۔(۱) جس سے معلوم ہوا کہ ہر جارح کی جرح غیر مفسر کا کچھ اعتبار نہیں۔

ہر جرح علی الاطلاق تعدیل پر مقدم نہیں ہے:

علامہ شیخ الاسلام تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکیؒ (م ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں: ''پس جب سنیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور آپ جرح وتعدیل کو دیکھیں اور تم جرح پر عمل کرنا چاہیں تو اپنے آپ کو بچائیں پھر اپنے آپ کو بچائیں اور اس گمان سے مکمل پرہیز کریں۔ بلکہ ہمارے نزدیک قولِ صواب یہ ہے کہ جس ہستی کی امامت وعدالت ثابت ہو اور جس کی تعدیل وتزکیہ کرنے والے بہت ہوں اور جرح کرنے والے نادر ہوں اور اس جگہ اس بات کا قرینہ ہو کہ سببِ جرح تعصب مذہبی وغیرہ ہے' تو ہم جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے بلکہ اس کی تعدیل کو مانیں گے۔ ورنہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے اور ہم جرح کو تعدیل پر علی الاطلاق مقدم کرنا شروع کر دیں' تو ائمہ دین میں سے کوئی امام اس کی زد سے نہیں بچے گا۔ اس لئے کہ کوئی امام ایسا نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

صرف عادلانہ جرح معتبر ہے:

علامہ سبکیؒ مزید لکھتے ہیں: ''اور تحقیق حافظ ابو عمر بن عبدالبرؒ نے کتاب ''العلم'' میں ایک باب **"فی حکم قول العلماء بعضھم فی بعض"** کے تحت لکھتے ہیں: ''اس معاملے میں صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور علم میں اس کی امامت اور

ماخذ ومصدر: (۱) ملخص از مقدمہ ابن الصلاح ج:۱/ ۱۰۵ تا ۱۰۷ انوع ۲۳

علم کی جانب توجہ ثابت ہو اس کے متعلق ہم کسی کے قول کی جانب التفات نہیں کریں گے' مگر اُس صورت میں کہ صاف عادلانہ جرح قانونِ شہادت کے مطابق مستند ہو اور ان کا استدلال یہ ہے کہ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے۔ بعض حالتوں میں وہ تعصب' غصہ یا حسد پر مبنی ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں تاویل واختلافِ اجتہاد اس کا باعث ہوا ہے۔ حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے' وہ اس سے پاک ہوتا ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ تاویل واجتہاد کی بنیاد پر ایک نے دوسرے پر تلوار چلادی ہے۔

معاصرین کی جرح:

علامہ موصوفؒ مزید لکھتے ہیں: ''پھر علامہ ابن عبد البرؒ نے معاصرین کی جماعت کے ایک دوسرے کی نسبت کلام کرنے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی طرف التفات نہ کی جائے۔ اسی بحث میں امام شافعیؒ پر یحی بن معینؒ کی جرح کا ذکر آتا ہے اور کہا ہے: کہ ''یہ ابن معینؒ کیلئے ناپسندیدہ اور عیب تھا۔'' اسی سلسلے میں یحی بن معینؒ کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''وہ نہ شافعیؒ کو جانتے ہیں اور نہ شافعیؒ کے کلام کو سمجھتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ انسان جو نہیں سمجھتا اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔'' آگے جا کر لکھتے ہیں: کہ ''کسی نے ابن المبارکؒ سے کہا: کہ ''فلاں شخص ابوحنیفہؒ پر اعتراض کرتا ہے۔'' تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

حسدوك أن رأوك فضلك الله بما فُضِّلت به النُّجباء

لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر وہ نوازش کی' جو شرفاء پر ہوتی ہے۔

اجماعی اصل:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے آگے لکھا ہے: ''پس جو علماء ثقات کا بعض کا بعض کے بارے میں قول قبول کرنا چاہتا ہے' تو صحابہؓ میں سے بعض کا بعض کے متعلق کہنا قبول کرے۔ اب اگر ایسا کرے گا' تو یقیناً بہت بڑا گمراہ ہوگا اور خسران مبین کے ساتھ خاسر اور ناکام ہوگا اور اگر یہ کام نہیں کیا اور وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتا بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت فرمائی ہو اور اس کو ہدایت کا الہام فرمایا ہو' تو چاہیئے کہ اس سے رک جائے جو ہم نے شرط لگائی ہے کہ اس شخص کے متعلق جو صحیح العدالۃ ہو اور اس کی علم میں توجہ معلوم ہو کسی قائل کے ایسے قول کو قبول نہ کرے جس پر برہان نہیں اور یہ وہ اصول ہے جس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ چنانچہ ان علماء کا قول ہے کہ جرح جب تک مفسر نہ ہو مقبول نہ ہوگی۔

ائمہ مشہورینؒ کے متعلق جرح غیر معتبر ہے:

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں: جو ہم نے تمہیں پہلے بتایا: کہ ''بے شک جارح سے اس شخص کے متعلق جرح قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ اس کی تفسیر بھی کرے' جس کے طاعات اس کے معاصی پر اور جس کے مادح اس کے ذام پر اور جس کے جارح اس کے تزکیہ کرنے والوں پر غالب ہوں' جبکہ اس جگہ کوئی قرینہ موجود ہو کہ یہ تعصب مذہبی یا تنافس دنیوی وغیرہ ہے' جیسا کہ ہم مثلوں میں ہوا کرتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں: ''مثال کے طور پر امام مالکؒ میں ابن ابی ذئبؒ امام شافعیؒ میں ابن معینؒ اور احمد بن صالحؒ میں نسائیؒ کے کلام کی طرف نہیں دیکھا جائے گا' کیونکہ یہ ائمہ

مشہورین ہیں۔ ان کے متعلق جارح ایسا ہے جیسا کہ کوئی خبر غریب کے ساتھ خبر دے۔"

جارح کے عقائد و مذہب کو بھی دیکھا جائے گا:

اور مناسب ہے کہ جرح کے وقت مجروح اور جارح کی نسبت جارح کے عقائد اور اس کے اختلاف کو تلاش کیا جائے۔ پس بسا اوقات جارح عقیدہ میں مجروح سے مخالفت رکھتا ہے' تو اس وجہ سے وہ اس پر جرح کرتا ہے اور اس کی طرف رافعیؒ نے اس قول سے اشارہ کیا ہے: کہ "مناسب ہے کہ تزکیہ کرنے والے مذہب میں عصبیت سے بری ہو' کیونکہ اس بات کا خوف ہے کہ ہوسکتا ہے ان کو عادل کی جرح اور فاسق کی تزکیہ پر یہی عصبیت مذہبی برانگیختہ کرتا ہے اور تحقیق بہت سے ائمہ سے یہ واقع ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے اعتقاد کی بناء پر ان پر جرح کی' حالانکہ وہ خود مخطی ہوتے ہیں اور مجروح مصیب ہوتا ہے اور تحقیق شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العیدؒ نے اپنی کتاب "الاقتراح" میں اشارہ کر کے لکھا ہے: کہ "مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے جس کے کنارے پر دو گروہ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک محدثینؒ دوسرے حکام۔"

امام بخاریؒ پر جرح کی حیثیت:

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں: اور ان مثالوں میں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا' جیسا کہ امام بخاریؒ کے بارے بعض حضرات کا قول ہے چنانچہ ان کو امام ابوزرعہؒ اور امام ابو حاتمؒ نے چھوڑا ہے کیونکہ انہوں نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ تو کیا کسی کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ کہے: کہ "امام بخاریؒ متروک ہیں۔" حالانکہ امام

بخاریؒ فن حدیث کے جھنڈے کے بلند کرنے والے ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اسلاف میں سے ہیں۔''

ہمارے دو اصول:

ہمارے پاس دو اصول ہیں' جن کو پکڑے رہیں گے۔ جب تک ان کے خلاف قطعی یقین نہ ہو جائے۔ ایک اصول اس امام مجروح کی عدالت ہے' جس کی عظمت قائم ہو چکی ہے۔ دوسرا اصول اس جارح کی عدالت جو کسی پر جرح کرتا ہے۔ لہٰذا ایسے امام (جس کی عدالت وعظمت قائم ہو چکی ہو۔) پر جرح کی جانب توجہ نہیں کی جائے گی نہ اس جرح سے وہ مجروح کیا جائے گا۔ اس قاعدہ کو یاد رکھو کہ بہت ضروری قاعدہ ہے۔(۱)

علامہ خطیبؒ کی تائید:

قارئین کرام! علامہ خطیبؒ نے بھی اصول حدیث پر اپنی تصنیف کردہ کتاب میں مذکورہ دونوں اصولوں کی تصریح کی ہے' چنانچہ آپؒ **"باب القول فی الجرح هل يحتاج الى كشف ام لا"** میں لکھتے ہیں: ''میں نے قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر الطبریؒ سے سنا:'' وہ کہتے تھے: کہ ''جرح غیر مفسر قبول نہیں کی جائے گی اور اصحاب الحدیث کا یہ قول **"فلان ضعيف" وفلان ليس بشئ"** ان چیزوں میں سے نہیں ہے جن سے ان کی جرح لازم آتی ہے اور ان کی خبر رد کی جاتی ہے۔ (یعنی جارح کی جرح مفسر ہونا لازمی ہے صرف **"فلان ضعيف" وفلان ليس**

ماخذ ومصدر: (۱) ملخص از طبقات الشافعیہ: ۲/۹ تا ۱۶

بشیء'' سے جرح ثابت نہیں ہوتی اور محدثین کے اس قول سے مجروح کی خبر رد نہیں کی جائے گی۔) کیونکہ جس چیز کے ساتھ آدمی فاسق بنایا جاتا ہے' اس میں لوگ مختلف خیال کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا سبب بیان کرنا ضروری ہے' تاکہ دیکھا جائے کہ کیا وہ فاسق ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح ہمارے علماء نے کہا ہے: کہ'' جب دو آدمی گواہی دے دیں' کہ یہ پانی نجس ہے ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' یہاں تک کہ وہ اس سبب نجاست کی وضاحت نہ کریں۔ کیونکہ لوگ اس چیز میں جس کے ساتھ پانی نجس ہوتا ہے اور اس چیز میں جو کہ نجاست میں گر گیا ہے' مختلف ہیں۔''

امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہما کا مطعون شخص سے روایت کرنا:

علامہ خطیبؒ مزید لکھتے ہیں: ''اور یہ قول ہمارے نزدیک بالکل صواب ہے اور اسی طرف ائمہ میں سے حفاظ اور نقادِ حدیث مثلِ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہما گئے ہیں۔ پس بے شک امام بخاریؒ نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ احتجاج کیا ہے' جن کے متعلق ان سے پہلے طعن کیا گیا ہے اور ان پر جرح کی گئی ہے' جیسا کہ تابعین میں حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؒ اور متأخرین میں اسماعیل بن ابی اویسؒ عاصم بن علیؒ اور عمرو ابن مرزوقؒ اور امام مسلم بن الحجاجؒ نے بھی اسی طرح (ایک ایسی جماعت کے ساتھ احتجاج) کیا ہے۔ پس بے شک اس نے سوید بن سعیدؒ اور ان کے علاوہ ایک (ایسی) جماعت سے حجت پکڑی ہے' جن پر ان لوگوں سے جو حالِ رواۃ میں نظر رکھتے ہیں' طعن مشہور ہو گیا ہے اور امام ابوداود سجستانیؒ اور ان کے بعد بے شمار لوگوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ پس یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ

حضرات اس طرف گئے ہیں کہ بے شک جرح صرف اس وقت ثابت ہوگی جب اس جرح کے سبب کی تفسیر کی گئی ہو اور اس کے موجب کو ذکر کیا گیا ہو۔‘‘ **"سمعت القاضی ابالطیب ......یقول لایقبل الجرح الامفسراولیس قول اصحاب الحدیث "فلان ضعیف" وفلان لیس بشیء "مما یوجب جرحه وردخبره وانما کان کذلك لان الناس اختلفوا فیما یفسق به فلابد من ذکر سببه لینظر هل هو فسق ام لا؟......قال الخطیب وهٰذاالقول هو الصواب عند ناوالیه ذهب الائمة من حفاظ الحدیث و نقاده مثل محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ......فان البخاری قد احتج بجماعةسبق من غیره الطعن فیهم والجرح لهم کعکرمة ......وهٰکذا فعل مسلم بن الحجاج فانه احتج بسوید بن سعید وجماعة غیره اشتهر عمن ینظر فی حال الرواة الطعن علیهم وسلك ابو داود السجستانی هٰذ ه الطریقة وغیر واحد ممن بعده فدل ذلك علیٰ انهم ذهبوا الیٰ ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه وذکر موجبه۔"**(۱)

امر دوم: صرف عادل ہی کی خبر مقبول ہے:

ناظرین کرام! جیسا کہ امر اول میں باحوالہ مذکور ہوا کہ ’’نہ ہر جرح قابل قبول ہوتا ہے اور نہ ہر جرح تعدیل پر مقدم ہوتا ہے۔‘‘ یہی حال دوسرے امر کا بھی ہے کہ ’’ہر جارح کی جرح قبول نہیں ہوتی‘ بلکہ صرف عادل ہی کی جرح (شرائط مذکورہ کے ساتھ) قبول کی جاتی ہے۔‘‘ امر ثانی کیلئے اس مختصر سی کتاب میں زیادہ تفصیلی بحث کی گنجائش

ماخذ مصدر: (۱) الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ: ۱/ ۳۳۸‘ ۳۳۹

نہیں ہے۔فقیر صرف علامہ خطیبؒ کی اصول حدیث پر لکھی ہوئی کتاب سے کچھ نقل سطور کرتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

علامہ موصوفؒ اپنی کتاب کے "**باب وجوب البحث والسؤال للکشف عن الامور والاحوال**" میں ہمارے ذکر کردہ دوسرے امر کے متعلق لکھتے ہیں: "اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ صرف عادل ہی کی خبر قبول کی جائے گی۔جیسا کہ صرف عادل کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور پھر استدلال کیلئے نبی کریم ﷺ کی بعض روایات پیش کی ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے: "بے شک آپ ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد کذابین آئیں گے۔" پس نبی کریم ﷺ نے ان سے ڈرایا اور نبی کریم ﷺ نے ان کی روایات قبول کرنے سے نہی فرمائی ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ بے شک آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسروں پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے۔پس اس وجہ سے احوال محدثین میں نظر کرنا اور ناقلین کے امور میں تفتیش کرنا دین (کو خرابی سے بچانے) کیلئے اور تلبیس ملحدین سے شریعت کی حفاظت کی خاطر احتیاطاً لازم ہے۔" "**اجمع اهل العلم على انه لايقبل الاخبر العدل كما انه لاتقبل الاشهادة العدل ...... وقد اخبر النبي ﷺ بان فى امته يجئ بعده كذابين فحذر منهم ونهى عن قبول رواياتهم واعلمنا ان الكذب عليه ليس كالكذب علىٰ غيره فوجب بذلك النظر فى احوال المحدثين والتفتيش عن امور الناقلين احتياطاً للدين وحفظاً للشريعة من تلبيس الملحدين۔**"(۱)

ماخذ ومصدر:(۱) ایضاً:۱/۱۴۱

قارئین کرام! آپ حضرات کو اب یقین آیا ہوگا کہ کسی شخص پر جارح کی صرف وہ جرح قبول ہوگی جو مفسر، مبین السبب اور غیر مبہم ہو نیز جارح عادل، غیر معاصر اور تعصب مذہبی اور دنیوی تنافس وغیرہ الائش سے پاک ہو، بشرطیکہ یہ جرح ان ائمہ پر نہ ہو جن کی امامت امت میں مسلم ہو اور اگر یہ جرح غیر مفسر، غیر مبین السبب اور مبہم ہو یا جارح غیر عادل یا معاصر یا تعصب مذہبی یا تنافس دنیوی کا شکار ہو یا یہ جرح مذکورہ الائش سے تو پاک ہو لیکن یہ جرح ائمہ مشہورین کے متعلق ہو، تو ایسی جرح مردود ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اکابرؒ کی جرحیں بھی مبہم اور غیر عادل یا تعصب مذہبی کے شکار رواۃ سے نقل کی گئی ہیں لیکن اگر بالفرض ان کے متعلق مذکورہ شرائط کے مطابق جرح بھی پائی جائے پھر بھی آپؒ پر جرح صحیح نہیں ہے کیونکہ بحمد اللہ امام ابوحنیفہ مسلم ائمہ میں سے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق جرح نامقبول ہے اور اسی وجہ سے حافظ ابن حجر (مکیؒ) میں لکھتے ہیں: کہ "خطیب بغدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کرنے کیلئے جن روایتوں کو ذکر کیا ہے، ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ اس کے رواۃ یا تو مجروح ہیں اور یا مجہول اور یہ بات اجماعی ہے کہ کسی عام مسلمان کی بھی اس طرح کی روایتوں سے بُرائی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ائمہ مسلمین میں سے کسی کی ان روایتوں کو بنیاد بنا کر برائی بیان کی جائے۔" **"ان الاسانید التی ذکرھا للقدح لایخلو غالبھا من متکلم فیہ او مجھول ولایجوز اجماعاً عرض مسلم بمثل ذالك فکیف بامام من ائمة المسلمین۔"** (۱) اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: "اے مخاطب! تو خطیب کے کلام سے دھوکا مت کھا۔ اس کے اندر بہت

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۷۹

تعصب تھا۔" "لاتغتر بکلام الخطیب فان عنده العصبية الزائدة۔"(۱) جبکہ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں: "بعض متعصبین نے جو امام ابو حنیفہؒ کے حق میں بدگوئی کی ہے۔اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی درست ہے کہ امام صاحبؒ پابندِ رائے تھے بلکہ ان کی بات جو امام کے حق میں طعنہ کرے' محققین کے نزدیک بکواس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔" "ولاعبرة بكلام بعض المتعصبين فى حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الرأى بل كلام من يطعن فى هٰذا الامام عند المحققين يشبه الهذيانات۔"(۲)

علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کی جلالت قدر:

ناظرین کرام! علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام اعظمؒ کے متعلق جو اکابرؒ کی طرف منسوب بعض ناعاقبت اندیش رواۃ کی رطب ویابس اور واہی تباہی باتیں جمع کیں ہیں ۔وہ صرف ایک تاریخی حیثیت سے دوسرے حضرات کی طرف منسوب باتوں کی طرح لکھی ہیں ۔ ورنہ علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ بڑی جلالت شان کے مالک تھے ۔ چنانچہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے متعلق لوگوں کے واہیات ذکر کرنے سے قبل آپؒ کے مناقب میں چوالیس صفحات پر محیط ایک مفید بحث تحریر کی ہے نیز مناقب کے ذکر کرنے کے بعد اور جرح کے ذکر کرنے سے قبل ایک تمہید باندھتے ہوئے لکھا ہے: کہ" ناقلین حدیث کے یہاں ائمہ مذکورین کے ایسے اقوال بھی امام ابو حنیفہؒ کے متعلق محفوظ ہیں' جو بیان بالا کے خلاف ہیں اور انہوں نے ان کی بابت بہت کلام کیا ہے۔اس کلام کے باعث وہ امور شنیعہ ہیں جو

ماخذ ومصادر:(۱) تبییض الصحیفۃ:۵۵(۲) ارمغان حق:۲/۲۳۵ بحوالہ میزان الکبریٰ

ان کے متعلق محفوظ ہیں ان میں سے بعض تو اصول دین کے متعلق ہیں اور بعض فروع کے متعلق۔ ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کریں گے لیکن جو لوگ اس کو سن کرنا پسند کریں ان سے ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر کے قائل ہیں تاہم ان کو اس بارہ میں دوسرے علماء کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کو بھی ہم بیان کردیں جیسا کہ ہم نے دوسرے علماء کے ذکر میں کیا ہے۔''

"والمحفوظ عند نقلة الحديث عن الائمة المتقدمين وهؤلاء المذكورين منهم فى ابى حنيفة خلاف ذلك وكلامهم فيه كثير لامور شنيعة حفظت عليه يتعلق بعضها باصول الديانات وبعضها بالفروع نحن ذاكروها بمشية الله و معتذرون علىٰ من وقف عليها وكره سماعها بان اباحنيفة عند نا مع جلالة قدره اسوة غيره من العلماء الذين دوّنّاذكرهم فى هٰذاالكتاب و اوردنا اخبارهم وحكينا اقوال الناس فيهم على تباينها والله الموفق للصواب۔"(١)

علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ائمہ حدیث میں سے تھے:

قارئین کرام! جیسا کہ فقیر نے ابھی باحوالہ ذکر کیا کہ علامہ خطیبؒ امام ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر کے معترف تھے۔ انہوں نے ''تاریخ بغداد'' کے علاوہ ''الکفایہ'' میں اصول حدیث کی بعض باتوں کے ثابت کرنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے قول سے استدلال کیا ہے اور بعض ابواب میں آپؒ کے ایک قول کو مختلف پیرایوں میں ذکر کرتے ہوئے حجت پکڑی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خطیبؒ کے ہاں امام

ماخذ ومصدر: (۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ ابی حنیفۃ

اعظمؒ کی جلالت شان فی الحدیث مسلم تھی۔ چنانچہ مذکورہ بالا دعویٰ کی تائید کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے ایک دو ایسے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے علامہ خطیبؒ نے دلیل پکڑی ہے۔ لیکن پہلے محدثینؒ کی اصطلاح کی تشریح لکھی جاتی ہے تاکہ بصیرت تام حاصل ہو سکے۔

تحمل حدیث کے وقت شیخ سے سننے یا شیخ کے سامنے پڑھنے کا حکم:

ناظرین کرام! احادیث پڑھنے پڑھانے کے دوران کبھی شیخ شاگرد پر قرأت کرتا ہے جس کو "**قرأة الشیخ**" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی تلامذہ میں سے کوئی تلمیذ قرأت کرتا اور شیخ اس کو سنتا ہے تو اس قسم کو "**القرأة علی الشیخ**" اور "**عرض**" کہا جاتا ہے اور یہ جمہور محدثینؒ کے نزدیک "**السماع من الشیخ**" کے مثل حجت ہے۔ کیونکہ ضمام بن ثعلبہؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سوالات کئے اور آپ ﷺ نے ان کو "ہاں" کے ساتھ جوابات دیئے اور پھر انہوں نے اپنی قوم میں جا کر لوگوں کو اس کی خبر دی اور انہوں نے ان کی بات بلانکیر تسلیم کی، لیکن جمہور محدثینؒ کے نزدیک شیخ سے سماع کرنا بمقابلہ شیخ کے سامنے پڑھنے سے افضل اور اعلیٰ وارجح ہے، البتہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام بخاریؒ اور اکثر علماء حجاز وکوفہؒ کے نزدیک دونوں برابر یا شیخ کے سامنے قرأت کرنے سے شیخ سے سننا افضل ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ، امام شعبہؒ، امام یحیٰ القطانؒ اور امام مالکؒ (**فی روایة**) نے "**القرأة علی الشیخ**" کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ ہر انسان دوسرے لوگوں کے کام کے مقابلہ میں اپنے ذاتی کام میں بہت زیادہ احتیاط برتتا ہے۔ اس لئے شاگرد کی قرأت جو کہ اپنے لئے پڑھتا ہے، شیخ کی قرأت

سے جو کہ دوسرے (یعنی شاگرد) کیلئے پڑھتے ہیں' احوط شمار ہونا چاہئے۔ نیز شیخ کی خطا کو شاگرد لاعلمی یا رعب شیخ کی وجہ سے نہیں پکڑ سکتا' بمقابلہ شاگرد کی خطا کے' کہ اس کی خطا شیخ پکڑ سکتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اور حافظ سخاویؒ کے نزدیک امکان خطا سے بچنا ہی اصل ہے اور چونکہ حالات مختلف ہوا کرتے ہیں اس لئے جہاں جو شکل مامون عن الخطا ہو وہاں وہی طریقہ ہی اقویٰ وافضل ہے۔ چنانچہ بعض حالات میں سماع اور بعض میں قرات افضل اور بہتر ہے۔ مثال کے طور پر اگر شیخ شاگرد سے سنتے وقت خود پڑھنے سے زیادہ بیدار رہے یا شاگرد استاد سے اعلم واضبط ہو' تو ان صورتوں میں قرأۃ بمقابلہ سماع کرنے کے بہتر ہے اور اگر شاگرد کے پڑھتے وقت استاد پر نیند کا غلبہ ہوتا ہو یا شاگرد کے پڑھنے کی وجہ سے استاد کو شاگرد کی غلطیاں پکڑنا مشکل ہو' تو وہاں سماع ہی بہتر (بلکہ ضروری) ہے۔(۱)

شیخ کے سامنے پڑھنا' شیخ سے سماع کرنے سے مختار ہے:

علامہ خطیبؒ کے نزدیک شیخ کا شاگرد پر قرأت حدیث کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن شاگرد کا شیخ پر قرأت کرنا مختار مذہب ہے۔ جس کی تائید میں انہوںؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا قول پیش کیا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ "**باب ذکر الروایۃ عمن کان یختار القراء ۃ علی المحدث علی السماع من لفظہ**" کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "ابو یوسفؒ کہتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے کہا: "البتہ محدث پر میرا پڑھنا' محدث کا مجھ پر پڑھنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔" یعنی مجھے شیخ سے سماع کرنے سے شیخ کے سامنے قرأت کرنا زیادہ پسند ہے۔ "**قال ابو یوسف: قال ابو حنیفۃ:** "**لأَنْ**

ماخذ مصدر: (۱) فقیر کی تالیف: دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذی: ۱/۱۳

اقرأ علی المحدث احب الی من ان یقرأ علی۔"(۱)

"القرأة علی المحدث" کے بعد بوقت ادا کیا کہا جائے:

ناظرین کرام! احادیث پڑھنے پڑھانے کے دوران محدث کبھی "اخبرنا" کبھی "حدثنا" اور کبھی "سمعت" وغیرہ کے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے' البتہ محدثینؒ کے نزدیک اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ متقدمین محدثینؒ ان میں فرق کرتے ہیں' جبکہ متأخرین علماءؒ ان کے درمیان ترادف کے قائل ہیں۔ قائلین تفریق "حدثنا" "قرأة الشیخ" اور "اخبرنا" "القرأة علی الشیخ" کیلئے بتاتے ہیں۔ یعنی ان کے ہاں لفظِ "حدثنا" اس وقت بولا جاتا ہے' جب استاد خود حدیث پڑھے' لیکن جب استاد کے سامنے ان کا شاگرد حدیث پڑھے اور شیخ خاموش ہو کر سنتا رہے' تو ادا کے وقت متقدمینؒ کے نزدیک "اخبرنا" کی تصریح کرنی چاہئے۔

"القرأة علی المحدث" کے بعد بوقت ادا "اخبرنا" کہنا:

پہلے زمانہ میں اسلاف میں احادیث حاصل کرنے کے یہی دو طریقے رائج تھے بعد میں اجازہ' مناولہ' مکاتبہ' اِعلام' وجادہ اور وصیت سے احادیث اخذ کرنے اور روایت کرنے کی رسم جاری ہوئی۔ ان آٹھ طرق اخذ و تحمل اور اداء کی مختلف صورتیں اور ان کیلئے علماء کے مخصوص صیغے جن کو "صیغ الاداء والتحمل" کہا جاتا ہے۔ ہماری ترمذی کی شرح "دقائق السنن اردو شرح جامع السنن للامام الترمذیؒ"

ماخذ مصدر: (۱) الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ: ۲/ ۱۹۷

میں دیکھیں۔ یہاں صرف "القرأة علی الشیخ" پر "صیغ الاداء" پڑھنے کی بابت عرض کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ خطیبؒ کے نزدیک شیخ پر شاگرد کی قرأت حدیث کرنے کے بعد بوقت ادا "اخبرنا" کہنا کافی ہے۔ جس پر "باب ذکر الروایة عمن قال فی العرض ﴿اخبرنا﴾ ورأی ان ذلك کافیة" کے تحت امام ابوحنیفہؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عبد اللہ ابن مبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی کہ آپؒ نے فرمایا: "جب شاگرد علماء پر علم کی قرأت کرے۔ پس (جب) وہ اس پر (دوسروں کو) خبر دے تو اگر 'اخبرنا' کہے تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں۔"" عبداللہ یعنی ابن المبارك عن ابی حنیفة قال: لا بأس :اذا قرأ العلمَ علی العلماء فَاَخْبَرَ به لا بأس ان یقول اَخبرَنا۔"(۱)

"القرأة علی المحدث" کے بعد بوقت ادا "حدثنا" کہنا:

تحمل حدیث یعنی استاد سے حدیث پڑھتے وقت اگر شاگرد استاد پر قرأت کرے تو بوقت ادا یعنی اپنے تلمیذ کو پڑھاتے وقت "اخبرنی" اور "اخبرنا" کی بجائے "حدثنی" اور "حدثنا" پڑھنا بھی جائز ہے۔ علامہ خطیبؒ اصول حدیث کی مذکورہ کتاب میں ایک عنوان "باب ذکر الروایة عمن اجاز ان یقال فی احادیث العرض "حدثنا" ولم یفرق بین "سمعت" و "حدثنا" و "اخبرنا" کے تحت قول امام ابوحنیفہؒ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: ابوعاصمؒ نے کہا: کہ "میں نے مالک بن انسؒ، ابن جریجؒ، سفیان ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا: "جو کسی محدث پر حدیث پڑھتا یعنی "القرأة

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۲/۲۵۱

علی الشیخ " کرتا ہے اور پھر وہ آدمی جب یہی حدیث دوسرے لوگوں کو سناتا ہے' تو ("**اخبرنا**" کی بجائے) "**حدثنا فلان**" کہتا ہے۔ (تو کیا یہ جائز ہے۔؟) ان حضرات نے کہا: "ہاں پڑھ سکتا ہے' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ابو عاصمؒ نے کہا: کہ "یہ دو حجازی اور یہ دو عراقی ہیں۔" آگے لکھتے ہیں: "ابو قطنؒ کہتے ہیں: کہ "مجھے امام مالکؒ نے کہا: "مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) "**حدثنا**" کہو" اور روحؒ نے (یہ الفاظ) زیادہ کئے کہ ابو قطنؒ نے کہا: کہ "مجھے امام ابو حنیفہؒ نے کہا: "مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) "**حدثنا**" کہو۔" پھر آگے لکھتے ہیں: کہ" ابو قطن نے کہا: "مجھے امام ابو حنیفہؒ نے کہا: کہ "مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) "**حدثنی**" کہو۔ اگر میں تجھ پر اس (قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کرنے) میں کوئی گناہ دیکھتا' تو میں اس کے ساتھ تجھے حکم نہ دیتا۔" آگے خطیب صاحبؒ لکھتے ہیں: ابو قطنؒ نے کہا: "مجھے امام ابو حنیفہؒ نے کہا: کہ "مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) "**حدثنا**" کہو' اور مجھے امام شعبہؒ نے کہا: کہ "مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) "**حدثنا**" کہو۔" "**قال ابوعاصم :سألت مالك بن انس وابن جريج وسفيان الثورى وابا حنيفة عن الرجل يقرأ على الرجل الحديث فيقول : حدثنا؟قالوا: لا بأس به ......قال (ابوعاصم) سألت مالكاوابن جريج وسفيان الثورى وابا حنيفة عن الرجل يقرأ الحديث على المحدث فيقول فيه: حدثنا فلان؟ ...... فقالوا : نعم۔......قال ابوعاصم: هٰذان حجازيان و هٰذان عراقيان ......قال**

(ابوقطن) قال لی مالك: اقرأ علی وقل "حدثنا" زاد ابن روح قال ابوقطن وقال لی ابوحنیفة: اقرأ علی وقل: "حدثنا"......وقال (ابوقطن) قال ابوحنیفة: اقرأ علی وقل "حدثنی" لو رأیت علیك فی هٰذا شیئا ما امرتك به......قال (ابوقطن) قال ابوحنیفة: اقرأ علی وقل "حدثنا" وقال لی شعبة: اقرأ علی وقل "حدثنا۔" (۱) اور امام ابویوسفؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: کہ انہوں نے کہا: ''میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ایسے شخص کے متعلق، جو دوسرے آدمی پر حدیث پیش کرے، پوچھا: کیا اس کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ (ادا کے وقت) اس (حدیث) کے ساتھ تحدیث کرے۔؟ تو کہنے لگے: ''ہاں! اس کیلئے یہ جائز ہے کہ کہے: **"حدثنی فلان" و "سمعت فلانا"**......"علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں: کہ ''عبید نے کہا: ''اور اسی طرح کا قول امام ابویوسفؒ کا ہے اور یہی میرا قول بھی ہے۔'' **قال ابوعبید: وکذلك قول ابی یوسف وهوقولی۔"** (۲)

یاد رہے کہ علامہ خطیبؒ سے قبل علامہ ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حربؒ (م ۲۷۹ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کا قول استدلال میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: **"اِقرأعلی وقل حدثنی۔"** (۳)

سلف میں سے کسی سے کوئی کتاب اجازت کے ساتھ ملے تو......:

قارئین کرام! علامہ خطیبؒ **"باب ذکر من روی عنه من السلف**

ماٰخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۲/ ۲۵۸ تا ۲۶۰ (۲) ایضاً: ۲/ ۲۰۶ (۳) التاریخ الکبیر المعروف بہ تاریخ ابن ابی خیثمہؒ: ۱/ ۲۵۴

اجازة الرواية من الكتاب الصحيح وان لم يحفظ الراوى ما فيه "
کے تحت لکھتے ہیں: کہ علی بن حسینؒ نے کہا: کہ "میں نے اپنے والد صاحب کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پایا (جس میں مرقوم تھا کہ) ابوزکریا یعنی یحی بن مَعینؒ نے کہا: اور اس آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو حدیث کو اپنے خط سے پاتا ہے لیکن اس کو وہ حدیث یاد نہیں ہوتی (تو اس حدیث کا روایت کرنا اس شخص کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ تو) ابوزکریا نے کہا: کہ "ابوحنیفہؒ کہا کرتے تھے: کہ "بیان نہ کریں مگر وہ حدیث جس کو تم جانتے ہو اور جو تم کو یاد ہو۔" ابوزکریا نے کہا: "اور ہم تو کہتے ہیں: "بے شک ہر وہ چیز بیان کرسکتا ہے، جس کو وہ اپنی کتاب میں اپنے خط کے ساتھ پاتا ہے، چاہے وہ اس کو جانتا ہے یا نہیں جانتا" **"قال (علی بن الحسين بن حبان) وجدت فی كتاب ابی بخط يده قال ابوزكريا يعنی يحی ابن معين: وسئل عن الرجل يجد الحديث بخطه لا يحفظه فقال ابوزكريا: كان ابوحنيفة يقول: لا تحدث الا بما تعرف و تحفظ قال ابوزكريا: واما نحن فنقول: انه يحدث بكل شئ يجده فی كتابه بخطه عرفه او لم يعرفه۔"(۱)**

ناظرین کرام! یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ اصول حدیث کی کتاب میں بعض اہم مقامات پر دوسرے ائمہ کی طرح امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ البتہ ایک جگہ امام یحی بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں، لیکن چونکہ احادیث کے نقل کرنے کے باب میں یہ مذہب بہت سخت

ماخذ ومصادر: (۱) الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ: ۲/۹۱-۹۲

تھا۔اس لئے علامہ خطیبؒ نے امام یحیٰ بن معینؒ کے قول کو اختیار کیا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام یحیٰ بن معینؒ اور علامہ بغدادیؒ دونوں کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کی حدیث دانی مسلم تھی اور ان کے ہاں امام اعظمؒ ائمہ حدیث میں شمار تھے' تب ہی تو انہوں نے آپؒ کا قول پیش کیا۔ بلکہ علامہ خطیبؒ نے مقام جرح میں معترض کے ایک قول کو رد کرنے کیلئے انہی امام یحیٰ بن مَعینؒ کا ایک قول تکرار کے ساتھ پیش کیا ہے کہ انہوں نے کہا:''ہاں! آپ (امام ابو حنیفہؒ) ثقہ ہیں' آپؒ ثقہ ہیں''اور ان کا ایک دوسرا قول نقل کیا ہے: کہ'' ابو حنیفہؒ ثقہ تھے۔ وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی' اس کو روایت نہ کرتے۔''لہٰذا اس تائید سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ حدیث کے انتہائی معتمد امام تھے۔اور ان ہذیانات سے مبرا تھے۔البتہ مذکورہ آخری باب سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کی تتبع اور تلاش میں امام اعظمؒ کا مذہب بہت شدید اور سخت تھا۔پس جس شخص کا مذہب احادیث کی تلاش میں اتنا سخت ہو وہ کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں۔

قارئین کرام! امام ابو حنیفہؒ کو علامہ موصوفؒ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے' جس کے دلائل آپ حضرات نے سابقہ صفحات میں ملاحظہ فرمائے ۔لہٰذا علامہ موصوفؒ کا امام ابو حنیفہؒ کی شان میں بے سروپا روایات کا ذکر کرنا معاذ اللہ آپؒ کی بے قدری کرنی نہیں تھی' بلکہ تاریخی طرز کو برقرار رکھتے ہوئے آپؒ کی بابت ہر رطب و یابس کو جمع کیا ہے۔جیسا کہ باقی دوسرے علماء کے متعلق موافق اور مخالف اقوال نقل کئے ہیں' لیکن علامہ موصوفؒ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق ان بے سروپا جرحوں کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں تھے۔ کیونکہ اگر بالفرض ان کے نزدیک مذکورہ بالا جرحوں میں سے

صرف ایک جرح بھی ثابت ہوتی، تو امام ابو حنیفہؒ کی جلالت وعظمت کا اعتراف تو درکنار البغض فی اللہ کی بناء پر امام صاحبؒ سے بغض کرتے۔ لیکن انہوں نے امام اعظمؒ کو بغض کی نظر سے دیکھنے کی بجائے ان کو ائمہ حدیث میں شمار کرتے ہوئے اپنا مقتدا بنایا ہے اور ان کے اقوال سے حجت پکڑی ہے۔

علامہ خطیبؒ کا مقام جرح میں امام ابو حنیفہؒ کی تعدیل کرنا:

قارئین کرام! علامہ موصوفؒ امام صاحبؒ کے متعلق تاریخی نقطہ نگاہ سے جرحیں تو نقل کرتے ہیں، لیکن جرحیں نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جابجا خود ان کے تردیدی اقوال بھی نقل کرتے جاتے ہیں۔ حالانکہ قاعدہ کے تحت ان کو یہاں تعدیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی تعدیل ومناقب کا باب قائم کیا ہے۔

مثال کے طور پر امام ابو حنیفہؒ کے متعلق خلق قرآن کے عقیدہ کی روایت بیان کرنے کے بعد علامہ موصوفؒ امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ''ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ ابو حنیفہؒ قرآن کی مخلوق ہونے کے قائل تھے۔'' **"لم یصح عندنا ان باحنیفة کان یقول القرآن مخلوق۔"** اس کے بعد ابو سلیمان جوزجانی اور معلیٰ بن منصور کا قول نقل کیا ہے: کہ ''نہ امام ابو حنیفہؒ نے نہ ابو یوسفؒ نے نہ زفرؒ نے نہ محمدؒ نے اور نہ ان کے کسی دوسرے شاگرد نے قرآن میں کلام کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بشر مریسی اور ابن ابی داود نے کلام کیا ہے اور اصحابِ ابو حنیفہؒ کو بدنام کیا۔''

"ماتکلم ابوحنیفة ولاابویوسف ولازفر ولا محمد ولا احد من

اصحابهم فی القراٰن وانما تکلم فی القراٰن بشر المریسی وابن داوٗد فهؤلاء شانوا اصحاب ابی حنیفة۔"

علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں: کہ ''ایک بار امام ابوحنیفہؒ کے پاس عبداللہ بن المبارکؒ تشریف لائے تو آپؒ نے ان سے پوچھا: کہ ''تم لوگوں میں یہ کیا چرچا ہورہا ہے؟'' جواب دیا: کہ ''ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے۔'' پوچھا: ''کیا کہتا ہے۔؟'' کہا: ''قرآن کو مخلوق بتاتا ہے۔'' آپؒ نے سن کر یہ آیت پڑھی ﴿**کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الاکذبا**﴾۔"

قارئین کرام! علامہ خطیبؒ نے خود امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کر کے ثابت فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ خلق قرآن کے قول سے بری ہیں اور یہ ان پر افتراء عظیم ہے۔

علامہ موصوفؒ امام ابوحنیفہؒ پر جنت اور دوزخ کے غیر موجود ہونے کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابومطیع اس کا قائل ہے' ابوحنیفہؒ اس کے قائل نہ تھے۔''

علامہ خطیب بغدادیؒ نے ایک مقام پر امام ابوحنیفہؒ کے متعلق امام احمدؒ کی جرح نقل کی ہے: کہ '' ابوحنیفہؒ کذاب تھے۔'' (امام احمدؒ کی طرف اس جرح کا منسوب کرنا اگرچہ اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہؒ سے حدیث نقل کی ہے' (۱)) حالانکہ انہوں نے اپنی مسند کو بے اصل احادیث سے پاک رکھا ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؒ ان کے نزدیک اللہ نہ کرے' کذاب ہوتے' تو اپنی مسند میں ان کی حدیث ہرگز نقل نہ کرتے) 'لیکن چونکہ مذکورہ جرح ان کے نزدیک

ماخذ و مصدر: (۱) ملاحظہ ہو مسند بریدہ: ۳۵/۵

مردود تھی، اس لئے اس جرح کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یحیٰ بن مَعینؒ سے پوچھا گیا: کہ'' آیا ابو حنیفہؒ ثقہ ہیں، تو کہنے لگے: ''ہاں آپؒ ثقہ ہیں، آپؒ ثقہ ہیں'' اور ان کا ایک اور قول نقل کیا ہے: کہ ''ابو حنیفہؒ ثقہ تھے۔ وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اس کو روایت نہ کرتے۔'' **"قال نعم ثقة ثقة......كان ابوحنيفة ثقة لايحدث بالحديث الامايحفظ ولايحدث بما لايحفظ۔"**

ناظرین کرام! جرح کے دوران علامہ خطیبؒ کے مندرجہ بالا تصریحات غور سے پڑھنے کے بعد یہی رائے قائم ہو سکتی ہے کہ انہوں نے مخالف اقوال نقل کرنے میں صرف اپنا مؤرخانہ فریضہ ادا کیا ہے۔ امام اعظمؒ کے متعلق ان کی یہ رائے نہیں تھی اور نہ وہ راویوں کے اقوال کو صحیح جانتے تھے۔ بلکہ آپؒ خود امام ابو حنیفہؒ کی ثقاہت اور جلالت شان کے قائل تھے، جیسا کہ سیر حاصل بحث سے معلوم ہو چکا۔

اہل علم کے ہاں امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب اقوال کی حیثیت:

الغرض امام اعظمؒ کا دامن ان خرافات سے پاک ہے جس کا ذکر تاریخ بغداد میں ہوا ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے درمیان میں آپؒ کی ثقاہت اور صفائی خود نقل کر کے بتا دیا ہے۔ دوسرے اہل علم حضرات کا بھی یہی کہنا ہے کہ یہ نری خرافات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ چنانچہ امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: کہ اگر ہم امام ابو حنیفہؒ کے مناقب اور فضائل کی شرح میں گئے تو خطبے لمبے ہو جائیں گے اور ہم اپنی غرض اور مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پس بے شک وہ عالم، عامل، صاحب ورع، زاہد، عابد، تقی، علوم شریعت میں امام

اور پسندیدہ تھے اور تحقیق ان کی طرف ایسے اقوال منسوب کیئے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلق قرآن' قدر' اِرجاء' وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کو ذکر کریں یا ان اقوال کے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرنے والوں کے نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا دامن اس سے پاک تھا اور اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا اور ان کے مذہب وفقہ کو قبول عام اور ان کے قول وفعل کی طرف رجوع ان کی پاک دامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی راز مخفی نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہوتی' نصف یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔ (جبکہ گیارہویں صدی ہجری میں احناف کی تعداد کل اہل اسلام کا دوثلث ہوگیا تھا (۱)) حتیٰ کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چار سو برس ہو چکے' ان کے فقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ اس میں ان کے مذہب اور عقیدے کی صحت کے اول درجے کی دلیل ہے اور ان کی طرف جو کہا گیا ہے' آپؒ ان اقوال سے منزہ ہیں اور ابوجعفر طحاویؒ' جو ان کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں' نے ''عقیدۂ ابوحنیفہؒ'' نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ یہی عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔ اس میں کوئی عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں' جو ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیئے گئے اور ان کی طرف سے کہے گئے ہیں۔ آپؒ کے اصحاب آپؒ کے احوال واقوال سے دوسروں کی بنسبت زیادہ جاننے والے ہیں اور تحقیق امام طحاویؒ نے اس کا سبب بھی لکھا ہے: کہ'' کیوں وہ اقوال ان کی طرف

ماخذ ومصدر: (۱) مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۴

منسوب کیئے گئے۔ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لئے حاجت نہیں کہ ابوحنیفہؒ کی شان کا آدمی اور ان کا مرتبہ جو اسلام میں ہے اس کا محتاج نہیں کہ ان کی طرف سے کوئی معذرت کی جائے۔واللہ اعلم۔''(۱)

اعتراض۲:

امام ابوحنیفہ علم حدیث سے بے بہرہ اور فن حدیث میں یتیم تھے' یہی وجہ ہے کہ آپؒ سے کل سترہ یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو احادیث مروی ہیں' وہ بھی ایسی جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں؟(۲)

جواب:

امام ابوحنیفہؒ کے بارے ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے امام جس کا فقہی مسلک تمام فقہی مذاہب ومسالک سے فروع واستنباط کے لحاظ سے وسیع تر ہو۔کائنات ارضی کے لاکھوں مسلمان آپ کے حلقہ بگوش ہوں اور علم حدیث میں ان کی کم مائیگی کا یہ عالم ہو کہ ان کو کل سترہ یا ڈیڑھ سو احادیث یاد ہوں۔

تاریخ بغداد میں اگر چہ یہ اقوال صرف مؤرخانہ انداز میں مذکور ہیں' لیکن محققین علماء کے نزدیک ان اقوال کی اسناد مجروح ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ محققین نے ثابت کیا ہے کہ خطیبؒ نے ان کے نقل وروایت میں انصاف سے کام نہیں لیا' تو ان کی یہ بات کیونکر درست ہوسکتی ہے' جبکہ موافق ومخالف کے نزدیک امام اعظمؒ مسلّم امام اور مجتہد تھے۔جملہ محققینؒ مع حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مجتہد کی

ماٰخذ ومصادر:(۱) جامع الاصول فی احادیث الرسول:۱۲/۹۵۴ (۲) تاریخ بغداد:۱۳/۴۴۴

تعریف یہ کرتے آئے ہیں: کہ ''مجتہد وہی شخص ہوسکتا ہے' جو قرآن' حدیث' آثار' تاریخ اور قیاس پر کافی عبور رکھتا ہو۔''(۱) جس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کا **"ماھر القرآن والحدیث والاٰثار والتاریخ والقیاس"** ہونا باتفاق مجتہدین و محققینؒ مسلّم تھا۔

امام ابو حنیفہؒ حافظ الحدیث تھے:

قارئین کرام! ائمہ مجتہدینؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد واستنباط کا جو اعتبار کیا اور ان کے فقہی مسائل کا اہتمام کے ساتھ حاصل کرنے کی جو کوشش کی اور ان مسائل کی اشاعت کا جو انتظام کیا تھا' وہ کسی سمجھدار آدمی سے ڈھکی چھپی بات نہیں' بلکہ ہر ذی علم کے علم میں ہے اور جب امام ابو حنیفہؒ کا فقہی مسائل میں یہ عالی شان اور بلند مرتبہ ہے' جس کی عمارت کیلئے علم حدیث ایک بنیادی حیثیت کا حامل ہے' اور یہ بات بھی اظہر من الشّمس ہے کہ مسائل کا استخراج' احادیث میں ملکہ راسخہ کے بغیر ممکن ہی نہیں اور امام صاحبؒ وہ پہلے شخص ہیں' جنہوں نے دلائل کے ساتھ مسائل کا استنباط و استخراج کیا۔ پس اگر بقول معترضین امام ابو حنیفہؒ علم حدیث میں یتیم ہوتے اور علم حدیث سے لاتعلق ہوتے یا صرف سترہ احادیث کے حافظ ہوتے' تو آخر کیونکر آپ کی فقہ اتنی پروان چڑھی کہ آج تک سواد اعظم کیلئے قابل قبول بنی ہوئی ہے؟ لہٰذا یہ کہنا: کہ ''امام صاحبؒ فن حدیث میں اپاہج اور یتیم تھے'' قطعاً بے بنیاد ہے۔ آپؒ کا شمار حفاظ حدیث اور ائمہ و کبار محدثینؒ میں ہوتا ہے' بہت سے حفاظ وائمہ حدیث نے امام ابو حنیفہؒ کو ''کبار حفاظ الحدیث'' میں شمار کیا ہے' نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

ماٰخذ و مصادر: (۱) عقد الجید

(۱) علامہ ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ''، ''المُعْتَمِع'' اور ''طبقات الحفاظ من المحدثین'' میں؛ (۲) علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی المَقْدِسی الحنبلیؒ نے اپنی مختصر کتاب ''المختصر فی طبقات علماء الحدیث'' میں؛

(۳) حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الشہیر بابن ناصر الدین الشافعیؒ نے اپنی دونوں کتابوں ''بدیعۃ البیان عن موت الاعیان منظومۃ'' اور اس کی شرح ''التبیان لبدیعۃ البیان'' میں؛

(۴) امام جمال الدین حنبلیؒ المعروف بہ ابن المِبْرَد (بکسر المیم وسکون الموحدۃ وفتح الراء الخفیفۃ) نے ''طبقات الحفاظ'' میں؛

(۵) علامہ عبد اللطیف بن مخدوم علامہ محمد ہاشم سندھیؒ نے اپنی کتاب ''ذَبّ ذُبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات'' میں؛

(۶) امام جلال الدین السیوطیؒ نے ''طبقات الحفاظ'' میں؛ (جس کو علامہ عبد الرشید نعمانیؒ نے اپنی کتاب ''التعلیقات علی ذَبّ ذُبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات'' میں نقل کیا ہے۔)

(۷) امام حافظ سمعانیؒ نے اپنی ''کتاب الانساب'' میں؛

(۸) علم حدیث ورجال کے ماہر علامہ محدث محمد بن رُستم بن قُباد الحارثی البَدَخشیؒ نے اپنی کتاب ''تراجم الحفاظ'' میں؛

(۹) مؤلف سیرۃ الشامیۃ امام حافظ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی الشافعیؒ نے اپنی کتاب ''عُقُود الجُمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان'' میں اور

(۱۰) علامہ محدث اسماعیل العَجلُونی بن محمد جَرّاح الشافعیؒ نے اپنے رسالہ ''عِقْد الجواہر الثمین

فی اربعین حدیثا من احادیث سید المرسلین ﷺ'' میں امام ابو حنیفہؒ کو حفاظ حدیث میں سے شمار کیا ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ حافظ الحدیث تھے۔ لہٰذا آپؒ پر ''یتیم فی الحدیث'' کا حکم' اس معنی میں لگانا کہ ان کے پاس احادیث نہیں تھے' بے معنی ہے۔ (۱)

مندرجہ بالا ائمہ حدیث میں سے صرف ایک امام جو سرزمین مصر کے عظیم محدث حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ شافعیؒ ہیں' کا تبصرہ لکھا جاتا ہے' ملاحظہ فرمائیں اور قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ آپؒ اپنی کتاب ''عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان'' میں رقمطراز ہیں: کہ ''امام ابو حنیفہ عظیم اور بہت بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ آپؒ نے چار ہزار تابعینؒ وغیر تابعینؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور حافظ ناقد ابو عبداللہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب ''المُعْتَع'' اور ''طبقات الحفاظ من المحدثین'' میں آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تحقیق آپؒ نے صحیح اور بہترین بات فرمائی ہے اور اگر آپؒ حدیث نبوی ﷺ میں کثرت سے شغف نہ رکھتے' تو فقہی مسائل کا استنباط آپؒ کیلئے ممکن نہ ہوتا۔ پس آپؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ادلہ (قرآن' وسنت اور اجماع) سے استنباط فرمایا اور خارج میں ان کی احادیث کا عدم ظہور اس پر دلالت نہیں کرتا کہ امام ابو حنیفہؒ احادیث میں شغف نہیں رکھتے تھے جیسا کہ آپؒ سے حسد رکھنے والے بعض حاسدین کا خیال ہے' ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔''

(۲) نیز لکھتے ہیں: ''امام ابو حنیفہؒ نے کثیر احادیث کے حامل ہونے کے باوجود کم مقدار میں احادیث روایت کیں۔ اس لئے کہ آپؒ استنباط مسائل میں منہمک رہا کرتے تھے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ سے کثرت احادیث کے باوجود قلت روایت کی

ماخذ و مصادر: (۱) ملخص از مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث: ۵۸ تا ۶۸ (۲) ایضاً: ۶۶' عقود الجمان: ۲۵۵

وجہ بھی یہی ہے۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ نے وسعت علم کے باوجود کم حدیثیں روایت کیں۔ حالانکہ دیگر صحابہؓ کی مرویات ان سے بہت زیادہ ہیں۔'' آگے چل کر حافظ محمد بن یوسفؒ نے ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کو بکثرت احادیث یاد تھیں، پھر آپؒ نے جناب امام صاحبؒ کی ان اسانید کا تفصیلی ذکر بھی کیا ہے، جو سترہ مسانید کے جامعین نے ذکر کی ہیں اور پھر آپؒ کی مرویات کی چالیس احادیث کے ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔(۱)

امام ابوحنیفہؒ سے کبار ائمہ وحفاظ حدیث نے احادیث روایت کیں:

قارئین کرام! جس طرح امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں جلالت شان کے شافعیؒ و حنبلیؒ حضرات معترف اور قائل ہیں، اسی طرح مالکیہؒ بھی آپؒ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی مالکیؒ (م۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: کہ ''حماد بن زیدؒ نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔'' اور فرماتے ہیں: ''کہ امام ابوحنیفہؒ سے خالد واسطیؒ نے بہت سی احادیث روایت کیں۔'' جبکہ حضرت وکیعؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: کہ ''امام وکیعؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی تمام احادیث یاد تھیں اور انہوں نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث سنی تھیں۔''

"وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیرة۔" (۲) "وروی عنه خالد الواسطی احادیث کثیرة۔" (۳) "وکان یحفظ (وکیع) حدیثه کله وقد سمع عن ابی حنیفة حدیثاً کثیرا۔" (٤)

ماخذ ومصادر: (۱) ملخص از عقود الجمان ......: ۲۵۵ تا ۲۸۲، حدیث رسول ﷺ کا تشریعی مقام: ۵۸۳

(۲) الانتقاء: ۲۰۱ (۳) ایضاً: ۲۱۱ (۴) جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۱۴۹

محدث ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)، امام اسد بن عمروؒ (م ۱۹۰ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: کہ "اصحاب الرائے (فقہاءؒ) میں امام ابوحنیفہؒ کے بعد اسد بن عمروؒ سے زیادہ احادیث کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔" **"ولیس فی اصحاب الرأی بعد ابی حنیفة اکثر حدیث منه۔"** (۱)

امام صدر الائمہ مکی حنفی، امام بخاری کے شیخ امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ) کی بابت لکھتے ہیں: کہ "وہ امام صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور امام صاحبؒ سے حدیث وفقہ کی سماع کی اور آپؒ سے بکثرت احادیث روایت کیں اور بارہ سال سے زیادہ ساتھ رہے۔" **"ولزم اباحنیفة رحمه الله وسمع منه الحدیث والفقه واکثر عنه الروایة وکان قد جاوز ثنتی عشرة سنة "** (۲)

امام عیسی بن ہامانؒ ابوجعفرؒ کے بارے لکھتے ہیں: کہ "آپؒ اہل الرائے (فقہاءؒ) کے حدیث وفقہ میں امام تھے۔ آپؒ نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث وفقہ کی روایتیں لی ہیں" اور فرماتے ہیں: کہ "میں نے امام صاحبؒ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔" **"امام اهل الرأی فی الحدیث والفقه اکثر عن ابی حنیفة روایة الحدیث والفقه وکان یقول مارایته افقه من ابی حنیفة۔"** (۳)

امام موفقؒ لکھتے ہیں: کہ "عبد اللہ بن یزیدؒ جو کہ ابوعبد الرحمٰن المقریؒ (م ۲۱۳ھ) ہیں، وہ خود بھی اصحاب الحدیث کے حفاظ اور کبار ائمہ میں سے تھے۔ انہوں نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث روایات کیں۔" **"وعبدالله بن یزید هوابوعبد الرحمٰن المقری من حفاظ الحدیث وکبرائهم اکثر**

ماخذ ومصادر: (۱) لسان المیزان: ۱/۳۸۴ (۲) المناقب للموفق: ۱/۲۰۳ (۳) تہذیب التہذیب: ۱/۳۴۳

عن ابی حنیفة الروایة فی الحدیث۔"(۱) اور اسی ابوعبدالرحمٰنؒ (م ۲۱۳ھ) کے بارے بعض مصنفینؒ لکھتے ہیں: کہ "آپؒ نے امام صاحبؒ سے نوسو احادیث سنی تھیں۔" اور خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: کہ "جب آپؒ امام ابوحنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے، تو فرماتے: کہ "ہم سے "شاہنشاہ فی الحدیث" نے یہ حدیث بیان کی ہے۔" جبکہ امام موفقؒ نے "شاہ مردان ذکر کیا ہے۔" "**وکان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاهنشاه۔**" (۲) "**حدثنا شاه مردان**"(۳) ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اکابرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو احادیث میں امام تسلیم کیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں اس کی کچھ جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ "**من شاء فلیراجع**"

قارئین کریم! ایک ایسی ہستی جس کیلئے ائمہ حدیثؒ "**الامام**" "**المحدث**" اور "**شیخ الاسلام**"(٤) جیسے الفاظ استعمال کرتے ہوں، وہ ہستیاں امام ابوحنیفہؒ سے نہ صرف احادیث پڑھتے ہیں، بلکہ بڑے فخر کے ساتھ دوسروں کے سامنے بھی انہی روایات کو نقل کرتے ہیں اور وہ بھی اس طریقے سے کہ حدیث روایت کرتے وقت آپؒ کیلئے "**امیر المؤمنین فی الحدیث**" اور "**شاهنشاه**" "**شاه مردان (فی الحدیث)**" جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، تو کیا اس کے باوجود آپؒ کے محدث اور حافظ الحدیث ہونے میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص اپنی بات پر مصر ہو، تو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں:

ع ببیں عقل و دانش بباید گریست اور

ماخذ و مصادر: (۱) المناقب للموفق: ۲/۳۲ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۴۵ (۳) المناقب للموفق: ۲/۳۲
(۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۳۴

عرفی تو مے اندیش زغوغائے رقیباں آوازِ سگاں کم نہ کند رزق گدارا

قارئین کرام! اللہ نہ کرے! اگر امام صاحبؒ احادیث میں یتیم ہوتے یا آپؒ کو فن حدیث میں کمال تامہ حاصل نہ ہوتا، تو آپؒ کے پاس مشتبہ اور مشکل احادیث کی تفسیر کے سیکھنے کیلئے کبار محدثینؒ مثل زکریا بن ابی زائدہؒ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ اور امام لیثؒ وغیرہ کبھی نہ آتے؟ اور یہ کبار محدثینؒ کبھی بھی اپنے زانوئے تلمذ آپؒ کے سامنے تہہ نہ کرتے؟ ائمہ کبارؒ کا آپؒ کے ہاں احادیث کے عقدوں کے حل کیلئے تشریف لانا آپؒ کا حدیث میں کامل بلکہ اکمل اور اتم درجے میں ماہر ہونے کی دلیل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی صحت کیلئے کڑی شرطیں لگائی ہیں:

محترم قارئین کرام! یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جس طرح امام بخاریؒ اور امام ابوبکر بن العربیؒ کے نزدیک حسن حدیث حجت نہیں اور ان کی اس تحقیق کے لحاظ سے احادیث کا دائرہ یقیناً تنگ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ نے بھی حدیث کی صحت کیلئے سخت اور کڑی شرطیں لگائی ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے حدیث کے قبول کرنے کے بارے میں امام اعظمؒ کی بعض شرطیں نقل کر کے لکھا ہے: کہ ''یہ سخت مذہب ہے۔'' "هٰذا مذهب شديد۔" اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جو وسعت احادیث کی ایسی سخت شرطیں نہ لگانے والوں کے ہاں ہے، وہ امام صاحبؒ کے ہاں باقی نہیں رہتی، مگر یہ کہنا کہ آپ فن حدیث میں نعوذ باللہ یتیم تھے یا اس سے چنداں دلچسپی نہیں رکھتے تھے، آپؒ پر بہتان عظیم ہے۔

صحابہ کرامؓ میں قلت روایت:

امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: کہ ''صحابہ رضوان اللہ علیہم باعتبار کثرت وقلتِ روایاتِ حدیث چار قسم پر ہیں۔(۱) مکثرین کہ ان کی مرویات ہزار یا اس سے زیادہ ہیں۔ (جیسے ابوہریرہؓ)(۲) متوسطین کہ ان کی مرویات پانچ سو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں جیسے حضرت ابوموسیٰؓ اور براء بن عازبؓ (۳) جمع کہ ان کی مرویات چالیس یا اس سے زیادہ تین، چار سو تک ہیں اور (۴) مقلین جن کی مرویات چالیس تک نہ پہنچتی ہوں۔

جمہور محدثینؒ فرماتے ہیں: کہ ''صحابہؓ میں سے مکثرین آٹھ ہیں: ابوہریرہؓ عائشہ صدیقہؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ انسؓ جابرؓ اور ابوسعید خدریؓ۔ صحابہؓ میں متوسطین عمر بن خطابؓ علی بن ابی طالبؓ عبداللہ بن مسعودؓ ابوموسیٰ اشعریؓ براء بن عازبؓ اوران کے امثال ہیں، جن کے ہاں پانچ سو سے زیادہ اور ہزار سے کم احادیث موجود ہوں۔

محترم قارئین کرام! فاروق اعظمؓ علی مرتضیٰؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے احادیث میں ایسا بہت دفعہ واقع ہوا ہے کہ بظاہر ان کی احادیث موقوف ہیں لیکن حقیقت میں وہ احادیث مرفوع ہیں۔ ان حضرات سے باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں بہت زیادہ احادیث موقوفہ منقول ہیں جو کہ بہت سی وجوہ سے مرفوع ہیں۔ اس لحاظ سے یہ حضرات بھی مکثرین میں شمار ہوتے ہیں اور اس مقدمہ کے شواہد بہت ہیں اور مُتَفَطِّن لَبِیْب کیلئے گنجائش ہے کہ جو ان کی جو احادیث موقوفہ فقہ اور احسان کے باب میں ذکر کیئے گئے ہیں ان کو احادیث مرفوعہ مثبتہ پر اصول میں پیش کرے اور سمجھے کہ

کہاں کہاں حدیث......مرفوع ہے۔" **انتھی ملخصا مع تغیر یسیر فی التعبیر۔**

قلت روایت معیوب نہیں:

قارئین کرام! قلت روایت کوئی عیب نہیں اگر بالفرض محدثین اور فقہاءؒ کے ہاں قلت روایت عیب شمار ہوتی' تو نبوت کے چھٹے سال سے تا وصال نبوی ﷺ ساتھ دینے والے خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ سے ۵۴۵ مرویات' آغوش نبوی ﷺ میں بچپن سے چوبیس سال تک رہنے والے حضرت علیؓ سے صرف ۵۸۶ مرویات' ہمیشہ پابندی سے احادیث رسول اللہ ﷺ لکھنے والے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ۷۰۰ مرویات اور ۲۲ سال کے خصوصی خادم رسول ﷺ' آپ ﷺ کے اکثر و بیشتر اسفار میں مسواک' نعلین' اور سرہانہ کی خدمت انجام دینے والے حاضر باش خدمت گزار (بقول عمرؓ علم کی بھرپور کوٹھڑی) حضرت عبداللہ بن مسعود قرشی ہذلیؓ کی ۸۸۴ یا ۸۴۸ مرویات نہ ہوتیں اسی طرح آپ ﷺ کے دنیا و آخرت میں جگری دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے داماد حضرت عثمان غنیؓ نیز مغیرہ بن شعبہؓ اور معاذ ابن جبلؓ جیسی عظیم ہستیاں سو (۱۰۰) سے کچھ اوپر احادیث کے روایت کرنے والے نہ ہوتے۔ بلکہ چوراسی (۸۴) صحابہؓ ایسے ہیں جن کی احادیث کی تعداد سو (۱۰۰) سے بھی کم ہے۔ دو حضرات انیس انیس (۱۹'۱۹)' چھ صحابیؓ اٹھارہ اٹھارہ (۱۸'۱۸)' تین حضرات سترہ سترہ (۱۷'۱۷)' تین حضرات سولہ سولہ (۱۶'۱۶)' چار حضرات پندرہ پندرہ (۱۵'۱۵)' گیارہ حضرات چودہ چودہ (۱۴'۱۴)' سات حضرات تیرہ تیرہ (۱۳'۱۳) احادیث روایت کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ تعداد ان

صحابہؓ کی ہے جن سے صرف ایک ایک (۱،۱) حدیث مروی ہے۔(۱)

بعض صحابہؓ سے یقیناً زیادہ احادیث بھی مروی ہیں لیکن یہ بہت کم ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی کل احادیث ۵۳۷۴، اماں عائشہ صدیقہؓ کی ۲۲۱۰، عبداللہ بن عباسؓ کی ۱۶۶۰، عبداللہ بن عمرؓ کی ۱۶۳۰، جابر بن عبداللہؓ کی ۱۵۴۰، انس بن مالکؓ کی ۱۲۸۶، اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی ۱۱۷۰ تھیں۔(۲) لیکن اکثر صحابہؓ کی روایات بہت کم اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ بعض حضرات صحابہؓ حضور ﷺ سے منسوب کر کے روایات بیان کرنے میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، کہ اللہ نہ کرے! اگر روایت کرنے میں نادانستہ طور پر کہیں فرق بھی آ جائے، تو وعید کے مستحق بننے سے بچ نہ سکیں گے۔ اس لئے ان سے بہت کم روایات مروی ہیں اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ اور وافر معلومات کو مسائل و فتاوی کی شکل میں پیش کیا ہے، جیسا کہ "**الاصابة**" میں مذکورہ بالا شخصیات حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سمیت، حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے لکھا ہے: کہ "ان کے فتاوی اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک فتاوی سے ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے۔"

قلت روایت کے باوجود تمام علوم صحابہؓ کے منبع صحابہ کرامؓ:

یہی وجہ ہے کہ ایک جلیل القدر تابعی امام مسروقؒ اتنی کم روایات کے منقول

ماخذ و مصادر: (۱) اعلاء السنن: ۲۱/۲۲ بحوالہ ازالۃ الخفاء مقصد ۲۔۲۱۴ (۲) ملخص از تاریخ و اصول حدیث: ۱۴ تا ۱۷

ہونے کے باوجود ان حضرات کے بارے فرماتے ہیں: کہ ''میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو بنظر غائر دیکھا، تو سب کے علوم کا منبع حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زیدؓ، ابودرداء اور ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو پایا اور اسکے بعد پھر زیادہ عمیق نظر سے دیکھا، تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کو پایا۔'' (۱)

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد:

امام شاہ ولی اللہ حنفیؒ بھی ایک طویل بحث چھیڑتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے: کہ ''ابوحنیفہؒ کے استاد الاستاد حضرت ابراہیم نخعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنھما کے مسائل وفتاویٰ پر قائم کیا۔ ابراہیم نخعیؒ علماء کوفہ کے مخزن تھے اور ان کی فقہ کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور ابراہیم نخعیؒ نے وہی مسائل جمع کئے تھے، جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کسوٹی پر کس لیا تھا۔'' (۲) اسی بحث کی تکمیل کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ''حضرت ابراہیم نخعیؒ کے مسائل اور فتاوی کو امام ابوحنیفہؒ نے حاصل کیا۔'' (۳)

قارئین کرام! اگر بالفرض قلت روایت کوئی عیب ہوتی تو ائمہ کرامؒ مذکورہ چھ حضرات کو اتنی کم روایات کی بناء پر علوم صحابہؓ کا منبع ومخزن اور سرچشمہ قرار نہ دیتے۔ حالانکہ انہوں نے مذکورہ چھ حضرات کو تمام علوم صحابہؓ کا منبع ومخزن قرار دیئے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ پھر مذکورہ صحابہ کرامؓ کے علوم کا خزانہ صرف حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کو بتایا ہے اور بقول شاہ ولی اللہؒ یہی دو حضرات ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی بنیاد ہیں اور پھر شاہ صاحبؒ ابراہیم نخعیؒ سے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کو ورثہ میں منتقل ہونے کی خوشخبری

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ملخص از ۱۴۲ تا ۱۶۱ (۲) اعلام الموقعین از علامہ ابن القیمؒ (۳) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۴۹، ۱۴۸

سناتے ہیں' تو گویا تمام صحابہؓ کے علوم کو یکجا کر کے ایک ٹھوس اور بے مثال مذہب بنانے کا شرف صرف اور صرف امام ابوحنیفہؒ کو حاصل ہے۔ **وما ذالك علی اللّٰه بعزيز وذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء واللّٰه ذو الفضل العظيم۔**

امام ابوحنیفہؒ تمام صحابہؓ کے علوم کا مغز اور خلاصہ تھے:

ناظرین کرام! مذکورہ بالا بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہؒ تمام صحابہؓ کے علوم کا مغز' خلاصہ اور نچوڑ تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ قلت روایت کے باوجود امام صاحبؒ کس طرح منبع علوم ٹھہرے؟ تو عرض ہے کہ امام صاحبؒ اور آپؒ کے تلامذہ نے صحابہ کرامؓ کے محتاط طریق کو اختیار فرمایا۔ انہوں نے ظاہری الفاظ کا تتبع' روایتی اعتبار سے حدیث کے ضعیف وقوی ہونے کا معیار' ناسخ ومنسوخ اور آخری عمل کی تحقیق کئے بغیر صرف نقل روایت پر اعتماد نہیں کیا' بلکہ انہوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہؓ کے مستحکم' جامع اور محتاط طریقہ کو اپناتے ہوئے احادیث کے ساتھ ساتھ آثار' فتاوی اور اقوال وتعامل صحابہؓ کی تلاش وجستجو کی اور معانی حدیث کی تعیین میں ان سے مدد لی۔ فقہ حنفی کی یہ فضیلت اور فضل وفوقیت' حاسدین ومعاندین اور متعصبین و مخالفین کیلئے وجہ حسد ومخالفت بنی۔ جب مخالفت کرتے ہوئے بھی کچھ نہ بن پڑا' تو قلت روایت کا الزام لگایا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے ائمہ کبارؒ اور فقہاء عظامؒ نے فقہ حنفی کے سینکڑوں مسائل واحکام کو صحیح احادیث کے بالکل موافق پایا' بلکہ امام عبداللہ بن مبارکؒ جیسی ہستی کو کہنا پڑا: کہ "ابوحنیفہؒ کی رائے کا لفظ مت کہو' بلکہ تفسیر وحدیث کہو۔" یعنی امام صاحبؒ نے جب بھی کوئی

ماخذ ومصادر: (۱) ملخص از دفاع امام ابوحنیفہ: ۹۲ تا ۹۶

رائے قائم کی، وہ بعینہٖ قرآن کی تفسیر ہوتی ہے یا کوئی حدیث ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ سے مروی مسائل اور ان کا احادیث صحیحہ کے معیار پر صحیح اُترنا:

علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدیؒ شارح قاموس نے فقہ حنفی کے احکام کے ادلہ صحیحہ "**عقود الجواهر المنيفة فی ادلة مذهب الامام ابی حنيفةؒ مماوافق فيه الائمة الستة او احدهم**" کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کئے ہیں اسی طرح علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اپنی کتاب "**اعلاء السنن**" جو کہ بائیس جلدوں پر مشتمل ہے، میں فقہ حنفی کے ادلہ جمع کئے ہیں۔ساتھ ساتھ شرح کے طور پر ان احادیث پر خوب بسط سے تفصیلی بحث بھی فرمائی ہے۔ان بائیس جلدوں میں ایک ضخیم جلد حنفی اصول حدیث پر "**قواعد فی علوم الحديث**" کے نام سے، ایک جلد علم فقہ کے فوائد میں "**فوائد فی علوم الفقه**" کے نام سے اور ایک جلد امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے محدث تلامذہ کی تبحر علمی پر بنام "**ابوحنيفة و اصحابه المحدثون**" لکھی گئی ہے جبکہ ایک جلد تمام جلدوں کی فہارس پر اور باقی اٹھارہ جلدیں ادلہ فقہ حنفی پر مشتمل ہیں۔جن میں چھ ہزار ایک سو تئیس احادیث منقول ہیں۔ان میں سے ایک جلد "**فوائد فی علوم الفقه**" محدث، فقیہ، ناقد حضرت مولانا حبیب احمد کیرانویؒ نے تحریر فرمائی ہے۔باقی کتاب علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے خود تصنیف فرمائی ہیں۔

قارئین کرام! یاد رہے امام ابوحنیفہؒ سے مروی مسائل ایک روایت کے مطابق تراسی ہزار اور دوسری روایت کے مطابق بارہ لاکھ تک پہنچتی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہؒ نے مصنف کبیر میں امام ابوحنیفہؒ کے ان مسائل کا جائزہ

لیا ہے۔ جس میں انہوں نے امام صاحبؒ کے ان مسائل کی تعداد صرف ایک سو پچیس گنوائی ہے' جو کہ ان کے خیال کے مطابق صحیح احادیث کے معیار پر پورے نہیں اترے لیکن یہ امام ابن ابی شیبہؒ کا محض خیال ہے۔ ہوسکتا ہے آپؒ کی علمی رسائی امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کی اصل احادیث تک نہ ہوسکی ہو اور انہوں نے اپنے صواب دید پر ان مسائل کو معیاری اور صحیح احادیث کے خلاف شمار کئے ہوں' بلکہ حقیقت ایسا ہی ہے کہ ان کی رسائی امام ابوحنیفہؒ کے اصل احادیث تک نہیں ہوئی چنانچہ بعض علماء نے امام ابو حنیفہؒ کے ان مستدلات کو مستقل کتب میں جمع کر کے امام ابن ابی شیبہؒ کی تردید کی ہے جن میں (۱) حافظ عبد القادر قرشیؒ مصنف الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ نے **"الدرر المنيفة فی الرد علی ابن ابی شيبة فيما اورده علی ابی حنيفة"** (۲) حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) جن کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ **"الامام العلامة المحدث الفقيه الشيخ الفاضل المحدث الكامل الاوحد"** جیسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں(۱) نے **"الاجوبة المنيفة عن اعتراضات ابن ابی شيبة علی ابی حنيفة۔"** (۳) علامہ محمد زاہد کوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے **"النكت الطريفة فی التحدث عن ردود ابن ابی شيبة علی ابی حنيفة"** اور (۴) ملا کاتب چلپیؒ نے کشف الظنون میں مصنف کا نام بتائے بغیر ایک کتاب **"الرد علی من رد علی ابی حنيفة وافتخر به وجعله بابا فی كتابه"** لکھا ہے جس میں اولاً امام ابن ابی شیبہؒ کے مسائل مع

ماخذ ومصدر: (۱) حاشیہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۴۸ بحوالہ الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع از حافظ سخاویؒ ترجمہ حافظ قاسمؒ

دلائل ذکر کیئے ہیں اور پھر اصل مسئلہ کی تقریر مع جوابات قلمبند کی ہے۔ان کتب کے علاوہ (۵) حافظ محمد یوسف صالحی شافعیؒ نے بھی علامہ ابن ابی شیبہؒ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھنی شروع کی۔ابھی دس اعتراضات کے جوابات لکھ چکے تھے کہ کتاب کا حجم بہت بڑھنے کی وجہ سے اس سلسلہ کو بند کردیا کیونکہ ان دنوں ''سیرت شامیہ'' کی تکمیل میں مصروف تھے۔(۱) اور (۶) ہمارے شیخ استاد محترم امام اہل السنۃ حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر برداللہ مضجعہ کے ایک پوتے نے بھی ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں انہوں نے بھی ان ایک سو پچیس مسائل کو صحیح احادیث سے ثابت کیئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ ایک سو پچیس مسائل بھی نہ صرف احناف کے نزدیک صحیح احادیث کی معیار پر اُترتے ہیں بلکہ شافعیہ حفاظ حدیث کے نزدیک بھی صحیح احادیث سے محلیٰ ومزین ہیں' لیکن بالفرض اگر امام ابن ابی شیبہؒ کی بات صحیح بھی تسلیم کی جائے' تو باقی گیارہ لاکھ ننانوے ہزار آٹھ سو پچھتر یا کم از کم بیاسی ہزار آٹھ سو پچھتر مسائل صحیح احادیث کے موافق ماننا پڑے گا اور اس سے یہ لازمی نتیجہ بھی ماننا پڑیگا کہ احادیث سے بارہ لاکھ یا کم از کم تریاسی ہزار مسائل مستنبط کرنے والے کے پاس احادیث کا بہت بڑا جامع ذخیرہ موجود ہوگا۔ورنہ اتنی کثیر مقدار میں صحیح مسائل کے ڈھیر کس طرح لگاتے۔

امام اعظمؒ سے سترہ مسانید کے علاوہ احادیث موقوفہ' مسائل' احکام اور آثار صحابہؓ جو کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل مروی ہیں' وہ آپؒ کے محدث ہونے پر کھلی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔؟

ماخذ ومصدر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: حاشیہ امام ابن ماجہؒ اور علم حدیث: ۴۸

الحاصل امام صاحبؒ کی طرف قلت روایت کی نسبت کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ علم اصول حدیث میں امام صاحبؒ کے نظریات و آراء نہ صرف مدون کئے گئے ہیں، بلکہ ردو قبول کے لحاظ سے ان آراء پر اعتماد و بھروسہ بھی کیا گیا ہے۔ یعنی امام اعظمؒ نے جس حدیث یا راوی کو رد کیا ہے، محدثینؒ کی ایک جماعت نے بھی اس کو رد کیا ہے اور جس حدیث یا راوی کی تائید فرمائی ہے، محدثینؒ کی ایک جماعت نے بھی اس کو سینے سے لگایا ہے۔ کیا ایسے عظیم علمی شاہکار کو علم حدیث میں اپاہج یا فن حدیث سے تہی دامن، بے بہرا، غیر دلچسپی رکھنے اور احادیث میں غلطی کرنے والا قرار دیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ سے مروی روایات:

قارئین کرام! بعض ائمہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کی طرف بعض دوسرے محدثینؒ کی طرح کبھی کم احادیث منسوب کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ صدر الائمہ مکیؒ نے بحوالہ امام حسین ابن زیاد نقل کیا ہے: کہ "امام صاحبؒ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ دو ہزار امام حمادؒ اور دو ہزار باقی شیوخ سے"۔ **کان ابو حنیفةؒ یروی اربعة الاٰف حدیث الفین لحمادؒ والفین لسائر مشائخه**۔ (۱) جبکہ بعض ائمہ حدیثؒ امام ابو حنیفہؒ کی طرف بعض اور محدثین کی طرح زیادہ احادیث بھی منسوب کرتے ہیں، جیسا کہ امام عبد القادر قرشی حنفیؒ (م ۷۷۵ھ) حضرت امام ابو یوسفؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: کہ "امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے کتاب الآثار روایت کی اور وہ ایک مضبوط جلد میں ہے۔" **یروی کتاب الاثار عن ابی حنیفةؒ وھو مجلد ضَخُمٌ** (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب موفق: ۹۶/۱ (۲) الجواہر المضیة: ۶۴۵/۳

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ''امام صاحبؒ کی احادیث میں یکتا اور منفرد کتاب جو (آج کل) موجود ہے، وہ کتاب الآثار ہے جس کو امام محمدؒ نے ان سے روایت کی ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی تصانیف میں اس سے پہلے بھی امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں سے بہت سی دوسری احادیث ملتی ہیں۔'' **"والموجود من حديث ابى حنيفةؒ مفردا انما هو كتاب الآثار التى رواها محمد بن الحسن عنه ويوجد فى تصانيف محمد بن الحسن وابى يوسف قبله من حديث ابى حنيفة اشياء اخرىٰ الخ۔"** (۱) جبکہ امام محمد بن سماعہؒ فرماتے ہیں: کہ ''امام صاحبؒ نے اپنی تصنیف میں ۷۰ ہزار سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں اور ''کتاب الآثار'' کو ۴۰ ہزار احادیث سے منتخب فرمایا ہے۔'' **"ان الامام ذكر فى تصنيفه نيفاو سبعين الف حديث وانتخب الآثار من اربعين الف حديث الخ۔"** (۲)

امام ابوحنیفہؒ سے مروی روایات میں تعارض اور تطبیق:

قارئین کرام! بظاہر مذکورہ ائمہؒ کے اقوال میں تعارض ہے لیکن ان میں علماء کرام نے یہ تطبیق دی ہے کہ جہاں ائمہ حدیثؒ امام ابوحنیفہؒ یا اس طرح باقی اور محدثینؒ کی طرف کم احادیث منسوب کرتے ہیں، وہاں ان سے مراد صرف متون حدیث ہوتے ہیں اور جہاں ان کی طرف زیادہ احادیث کی نسبت کرتے ہیں، وہاں مختلف اسانید کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ائمہ کبارؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسند احادیث کے کل متون صرف چار ہزار چار سو ہیں، چنانچہ علامہ امیر یمانیؒ لکھتے ہیں: کہ ''بے شک تمام احادیث مسندہ صحیحہ جو بلا تکرار نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں، وہ چار ہزار چار سو ہیں۔'' "ان

ماٰخذ ومصادر: (۱) تعجیل المنفعۃ: ۵ (۲) مناقب علی قاری بذیل الجواہر: ۲/۴۷۴ بحوالہ دفاع امام ابوحنیفہؒ: ۱۱۲

جملة الاحاديث المسندة عن رسول الله ﷺ يعنى الصحيحة بلا تكرار اربعة الٰاف واربع مائة حديث۔"(۱)

الغرض امام صاحبؒ کی طرف جب متون کا اعتبار کیا گیا، وہاں آپؒ کی طرف کم احادیث اور جب اسناد کا اعتبار کیا گیا ہے، وہاں زیادہ احادیث منسوب کی گئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرامؒ نے نہ صرف آپؒ کو بلکہ آپؒ کے اصحابؒ کو بھی ائمہ حدیث میں شمار کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۷ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: کہ "**الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب وسعیدبن جبیر الی ان قال ابوحنیفةؒ وابویوسفؒ ومحمدبن الحسن الشیبانیؒ وقدیربن جعفرھؤلاء کلھم ائمة الحدیث**"۔ یہ مذکور سب کے سب ائمہ حدیثؒ ہیں اور امام حاکمؒ لکھتے ہیں: کہ "ان علوم میں سے یہ نوع ان تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مشہور ائمہ ثقاتؒ کی معرفت میں ہے، جن کی احادیث جمع کی جاتی ہیں اور ان کے مذاکرے کئے جاتے ہیں اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق تا مغرب تبرک حاصل کیا جاتا ہے"۔ "**ھذا النوع من ھذه العلوم معرفة الائمة الثقاة المشھور ین من التابعین واتباعھم ممن یجمع حدیثھم والمذاکرة والتبرک بھم و بذکرھم من الشرق الی الغرب**" (۲) اور پھر ص ۲۴۵ میں علم حدیث کے ائمہ ثقات اور مشاہیر میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کا ذکر بھی ہے، اسی طرح حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ (م ۹۴۲ھ) اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ کبار محدثین اور فضلاء، علماء میں شمار ہوتے ہیں اور اگر انہوں نے حدیث کی

ماخذ ومصادر: (۱) توضیح الافکار: ۶۳ (۲) معرفة علوم الحدیث: ۲۴۰

کثرت کے ساتھ اہتمام نہ کیا ہوتا' تو فقہ میں ان کو استنباط کا ملکہ حاصل نہ ہوتا''۔

"کان ابوحنیفۃؒ من کبار حفاظ الحدیث واعیانھم ولولا کثرۃ اعتنائہ بالحدیث ماتھیا لہ استنباط الفقہ"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: کہ ''اکثر ائمہ حدیث وفقہؒ جیسا کہ امام مالکؒ شافعیؒ احمدؒ اسحاق بن راہویہؒ ابوعبیدؒ......' اسی طرح ابو یوسف صاحب ابی حنیفہؒ اور خود ابوحنیفہؒ بھی اسی مرتبہ میں ہیں' جیسا کہ ان کے ساتھ مناسب ہے' لیکن ان میں بعض کو دوقسموں کی امامت میں وہ مقام حاصل تھا' جو دوسروں کو حاصل نہ تھا اور بعضوں کو ان میں سے صرف ایک قسم کی معرفت میں وہ مقام حاصل تھا' جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل علم وایمان سے راضی ہو''۔ **"واکثر ائمۃ الحدیث والفقۃ کمالك و الشافعی واحمدواسحاق بن راھویہ وابی عبید وکذالك الاوزاعی و الثوری رحمھم اللہ ھولاء وکذالك لابی یوسف صاحب ابی حنیفۃؒ و لابی حنیفۃؒ ایضاً مالہ من ذالك ولکن بعضھم فی الامامۃ فی الصنفین ما لیس للآخر و فی بعضھم من صنف المعرفۃ باحد الصنفین مالیس فی الاٰخرفرضی اللہ تعالیٰ عن جمیع اھل العلم والایمان۔"(۱)**

امام ابوحنیفہؒ بڑے مجتہد تھے:

مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدونؒ امام ابوحنیفہؒ کی بابت تحریر فرماتے ہیں: کہ ''علم حدیث میں امام صاحبؒ کے بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر رداً وقبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے''۔ **"ویدل علی انہ من کبار**

ماخذ ومصادر: (۱) تلخیص الاستغاثۃ المعروف بالرد علی الکبری: ۱۳۰'۱۴۰۔ طبع مصر

المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذهبه بینهم والتحویل علیه واعتبـــاره ردا و قبـولا۔"(۱) امام خطیب ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی الشافعیؒ (م ۷۴۲ھ) لکھتے ہیں: کہ "آپؒ عالم، عامل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علوم شریعت میں امام تھے" "**فانه کان عالما عاملا ورعا زاهدا عابدا اماما فی علـوم الاسلامیة**"۔(۲) اور علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ "علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے امام صاحبؒ کو حفاظ حدیث کے طبقے میں لکھا ہے اور جس نے ان کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ ان کا حدیث میں اہتمام نہ تھا، یعنی ان کا حدیث میں کم اور چھوٹا مرتبہ تھا، تو ان کا یہ خیال یا تو غلطی پر مبنی ہے یا حسد پر"۔ "**ذکـــره الـذهبـی وغیره فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلة اعتنائه بالحدیث فهو اما لتساهله اوحسده**۔"(۳) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: "**احذر ان تتوهم من ذلك ان اباحنیفة لم یکن له خبرة تامة بغیر الفقة حاشا لله کان فی العلوم الشریعة من التفسیر والحدیث والاٰلة من العلوم الادبیة والمقاییس الحکمیة بحرالایجاری واما مالایماری و قول بعض اعدائهٖ فیه خلاف ذالك منشؤه الحسد وحجته الترفع علی الاقران ورمیهم بالزور والبهتان ویأبی الله الا ان یتم نوره الخ۔" (٤)** اس عبارت کا تفصیلی ترجمہ رائے ابن حجر مکیؒ کے تحت دیکھ لیں، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ امام صاحبؒ علوم عالیہ وآلیہ اور ادبیہ وغیرہ تمام علوم کے ایک بحر ناپیدا کنار تھے اور جن لوگوں نے فقہ کے علاوہ بقیہ علوم میں ان کی کامل مہارت سے انکار کیا

مأخذ و مصادر: (۱) مقدمہ تاریخ ابن خلدون: ۴۴۵ طبع مصر (۲) اکمال (۳) الخیرات الحسان: ۶۸ (۴) ایضاً: ۲۸

ہے وہ غلطی پر ہیں۔ انکار تو کجا صرف وہم کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ان مخالفین کے اس انکار کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش اور اپنے اقران پر جھوٹ اور بہتان ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاء عاصم علقمہ حماد حکم سلمہ ابوجعفر علی زیاد سعید عطیہ ابوسفیان عبدالکریم یحیٰ اور ہشام رحمھم اللہ سے احادیث پڑھیں اور روایت کیں اور امام صاحبؒ سے حماد ابراہیم حمزہ زفرؒ قاضی ابو یوسف ابویحیٰ عیسیٰ وکیع یزید عبد الرزاق محمد بن حسن یحیٰ بن یمان ابوعصمہ نوح ابوعبدالرحمٰن ابونعیم ابوعاصم اور دوسرے حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے احادیث روایت کی ہیں۔''(۱)

الغرض عبارات بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ حدیث کے بحر حافظ بہت بڑے امام حدیث اور کبار ائمہ حدیث کے شیخ تھے۔ آپؒ اور آپؒ کے تلامذہ حدیث وفقہ کے ائمہ تھے۔ اس حقیقت کا انکار کرنے والا یا تو غلطی کا شکار ہے اور یا حسد کے مرض میں مبتلا۔ اپنی برتری کا جھوٹا خواہشمند اور بہتان تراش ہے۔ لہٰذا ان ٹھوس دلائل کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح ضعیف روایات کا سہارا لے کر ایسے جلیل القدر امامؒ کی شان میں گستاخی کریں اور اپنے آپ کو حدیث قدسی ("**من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب**" یعنی جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔) کے تحت داخل کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمن بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی گستاخی سے بچنے اور ان کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ماخذ ومصدر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱/ ۴۴۹

علامہ ابن حجرؒ جیسے جلیل القدر امام' امام اعظمؒ کی حدیث بلکہ تمام علوم شرعیہ وغیرہ میں مہارت تامہ کے انکار کا وہم کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہوئے' ایسے لوگوں پر غلطی اور حسد وجھوٹ کا الزام لگاتے ہیں اسی طرح علامہ ذہبیؒ کا بھی فرمان ہے اور خوش قسمتی سے یہ دونوں حنفی المسلک کی بجائے شافعی المذہب ہیں۔

الحاصل امام صاحبؒ حدیث میں یتیم اور سترہ یا ڈیڑھ سو احادیث کے حافظ ہونے' جن میں اکثر روایات میں غلطی کرنے کے شکار تھے' کا الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ اس میں بہتان تراشی کے سوا کچھ حقیقت نہیں۔ مخالفین نے اس بہتان کو ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے ایک جلیل القدر تابعیؒ اور اللہ تعالیٰ کے ولی سے عداوت کرنے کا مظاہرہ کیا ہے' جو صرف اور صرف حسد کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

اشکال:

امام ابوحنیفہؒ اگرچہ حافظ الحدیث تھے لیکن انہوں نے نہایت سخت اصول وضع کئے تھے' جس کی وجہ سے ان کے احادیث کا دائرہ کم ہو گیا تھا۔ آخر ایسے سخت اصول وضع کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ نیز امام ابوحنیفہؒ کے اصول حدیث کیا تھے؟

اجمالی جواب:

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں دو چیزیں ''روایت بالمعنیٰ'' اور ''موضوع ومن گھڑت روایات کی بھرمار'' عام ہو چکی تھیں جس کی وجہ سے احکامات میں قضاۃ اور علماء کا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ان دونوں کی راہ روکنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ نے ایسے مضبوط اور سخت اصول وضع کئے۔

تفصیلی جواب: (۱) روایت بالمعنی اور اس کے نقصانات:

زمانہ قدیم میں بڑی بڑی درسگاہوں میں ہزاروں کی تعداد میں سامعین حدیث ہوتے تھے اور ان دنوں لاؤڈ سپیکر نہ ہونے کی وجہ سے مناسب مقامات پر کئی کئی مستملی متعین کئے جاتے تھے۔ اس دوران بعض حضرات مستملی کی آواز سن کر نقل کرتے وقت "حدثنا" کہا کرتے تھے، جو اکثر و بیشتر شیخ سے سنی ہوئی حدیث کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے سلفؒ میں لفظ "حدثنا" بولنے کی بابت اختلاف پیدا ہوا کہ مستملی سے سنی ہوئی حدیث اپنے شیخ کی طرف "حدثنا" کے لفظ کے ساتھ منسوب کر سکتا ہے، یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ مستملی کی آواز کو شیخ کی طرف منسوب کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، بلکہ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ "اس کو "حدثنا" کی بجائے "اخبرنا" پڑھنا چاہیئے۔ ابونعیمؒ فضل بن وکیعؒ، زائد بن قدامہؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو صحیح کہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے "حدثنا" کی اجازت کیوں نہیں دی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مستملی روایت بالمعنی کر دیتے تھے، جیسا کہ امام حسن بصریؒ اپنی ایک روایت میں فرماتے ہیں: کہ "یہ حدیث ابوہریرہؓ نے بیان فرمائی، لیکن میں اس جگہ موجود نہیں تھا۔ میں نے اس شہر کے دوسرے باشندوں سے سن کر "حدثنا" کہا ہے۔"

قارئین کرام! حضرت ابوہریرہؓ سے امام حسن بصریؒ کی ملاقات ثابت نہیں ہے،

آپؒ اس کے باوجود بھی "حدثنا" کا لفظ کہہ رہے ہیں، جس کی وجہ سے درمیان کے راوی کے بارے میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے؟ حالانکہ حدیث کا معاملہ بہت زیادہ باریک ہے، جس کی وجہ سے حدیث بیان کرنے میں حد سے زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

امام حسن بصریؒ کی دیکھا دیکھی میں دوسرے محدثینؒ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے احکامات میں بالکل تضاد پایا جانے لگا، جیسا کہ غزوہ بدر میں جب نبی کریم ﷺ اس گڑھے کے پاس تشریف لے گئے، جہاں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں، تو ارشاد فرمایا: "یا فلاں بن فلاں! یا فلاں بن فلاں! کیا آج تمہارے لئے یہ بات بہتر نہیں تھی کہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی؟ بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، وہ ہمیں پوری طرح حاصل ہو گیا، تو کیا تمہارے رب کا تمہارے متعلق جو وعدہ (عذاب کا) تھا، وہ تمہیں (بھی) پوری طرح مل گیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ (ﷺ) ان لاشوں سے خطاب کر رہے ہیں، جن میں کوئی جان نہیں؟" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔" **"والذی نفس محمد بیدہ ماانتم باسمعَ لما اقول منھم۔"** (۱) اس واقعہ میں دو حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں لفظ سماع اور دوسرے میں لفظ علم **(انھم الاٰن لیعلمون ......)** (۲) وارد ہوا ہے۔ اس میں ایک روایت باللفظ ہے اور دوسری روایت بالمعنی۔ اس اختلاف کی وجہ سے آگے چل کر امت میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں؟

ماخذ و مصادر: (۱) صحیح البخاری: ۵/۷۶ باب قتل ابی جہل طبع دار طوق النجاۃ بیروت (۲) ایضاً: ۵/۷۷

قارئین کرام! حدیث کا معاملہ حد درجے نازک ہے، جس کی وجہ سے حدیث بیان کرنے میں حد سے زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے محتاط طریقہ اختیار کرتے ہوئے غیر محتاط طریقوں کو ناجائز قرار دیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے مذکورہ نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے روایت بالمعنی کیلئے کچھ اصول مقرر فرمائے: کہ ''رواۃ فقیہ ہوں، ثقہ ہوں، نیز سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک اس کو وہ حدیث یاد بھی ہو۔'' امام طحاویؒ سند متصل کے ساتھ نقل کرتے ہیں: کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: '' آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ کوئی حدیث بیان کرے، مگر جو حدیث اس کو سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک یاد بھی ہو، وہی حدیث بیان کرے۔'' **"لا ینبغی للرجل ان یُحدّث من الحدیث الا ما حفظه من یوم سمعه الیٰ یوم یُحدّث به۔"** (۱) نیز امام ابوحنیفہؒ سے روایت بالمعنی کے مطلقاً عدم جواز کا حکم بھی منقول ہے، چنانچہ صاحب سیرۃ النعمان لکھتے ہیں: '' آپؒ نے فرمایا: کہ ''روایت بالمعنی مطلقاً ناجائز ہے۔'' **"لا تجوز الروایة بالمعنی مطلقاً۔"** (۲) لیکن چونکہ مابعد کے محدثینؒ کے نزدیک یہ شرائط نہایت سخت تھے، اس لئے انہوں نے نرمی سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے اکثار فی الحدیث ہو گیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے سخت شرائط کی وجہ سے ابن صلاحؒ نے آپؒ کو متشدد کہا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ ضابطہ اس حدیث کی روشنی میں مقرر کیا ہے، جس کو ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کو سند متصل کے ساتھ پہنچی ہے، چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو شاداب کرے، جس نے ہم سے جیسا

ماخذ و مصادر: (۱) الجواہر المضیئة: ۶۱ (۲) سیرۃ النعمان: ۹

سنا' ویسا ہی نقل کردیا۔" **نضر الله امرأ سمع منا فبلغه كما سمعه۔** 'اور چونکہ روایت بالمعنی سید الکونین ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ نہیں ہوتے' اس لئے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ "نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد میں جو خوشخبری اور دعا ہے' یہ روایت باللفظ والوں کیلئے ہے۔ روایت بالمعنی والوں کیلئے نہیں ہے۔" اور اس میں اس طرف بھی اشارہ دیا جا رہا ہے کہ دراصل شریعت کا مأخذ یہی الفاظ نبویؐ ہیں کیونکہ کبھی کبھار الفاظ ذو معنیین ہونے کی وجہ سے روایت بالمعنی کرنے والا ایک معنی لیتا ہے اور اس سے مراد دوسرا معنی ہوتا ہے جیسا کہ سابقہ مثال میں گزرا کہ نبی کریم ﷺ نے سماع یا علم میں سے ایک لفظ فرمایا ہے۔ اب اگر سماع کا لفظ فرمایا ہو' تو علم کا لفظ روایت بالمعنی ہے' جس کی وجہ سے امت میں ایک خاصا اختلاف سماع موتی اور عدم سماع موتی کا آ گیا کہ عام مردہ سنتے ہیں یا نہیں۔ نیز کبھی کبھار اس خاص فرمودہ لفظ کے استعمال کرنے میں بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اس فرمودہ لفظ سے دوسرے کئی مسائل کا حل بھی نکل سکتا ہے' جبکہ روایت بالمعنی کی صورت میں اس فائدہ سے محرومی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں روایت بالمعنی کے ساتھ بعض محدثینؒ غلط فہمیوں اور تساہلات و بے احتیاطیوں کے شکار ہوئے' جن کی ان بے احتیاطیوں کی وجہ سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف غیروں کے ہزاروں اقوال منسوب ہو گئے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ بعض حضرات حدیث کے الفاظ کے ساتھ ساتھ حدیث کی تفسیر بھی بیان کرنے لگے اور درمیان میں حروف تفسیر حذف کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے سامعین انہی سب کچھ کو حدیث مرفوع سمجھنے لگے۔ (۱)

ماخذ ومصدر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے سیرۃ النعمان

امام وکیعؒ اور امام زہریؒ کے یہاں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں لیکن امام صاحبؒ حدیث میں ایسی باتوں کو مندرجہ بالا وجوہات اور قبائح کی بناء پر ناپسند فرماتے تھے۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے تشدد نہیں کیا بلکہ مذکورہ حدیث پر عمل کیا ہے اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کی مرویات بمقابلہ بعض دوسرے محدثینؒ کے کم نظر آتے ہیں۔

(۲) موضوع اور من گھڑت روایات:

دوسری بڑی خرابی جس نے امام ابوحنیفہؒ کو سخت اصول وضع کرنے پر مجبور کر دیا تھا، آپؒ کے زمانہ میں مروج، جعلی اور من گھڑت احادیث تھیں چنانچہ عقیلیؒ نے حماد بن زیدؒ کی سند سے روایت کیا ہے: کہ ''زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ پر بارہ ہزار حدیثیں وضع کیں۔'' ابن عدیؒ نے جعفر بن سلیمانؒ سے روایت کیا ہے: کہ ''مہدی کہا کرتا تھا: کہ ''میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا ہے کہ اس نے چار سو احادیث وضع کی ہیں، جو لوگوں میں رائج ہیں۔''

ابن عساکرؒ نے روایت کی ہے: کہ ''ہارون کے سامنے ایک زندیق لایا گیا، انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا، تو وہ کہنے لگا: کہ ''آپ لوگ ان چار ہزار احادیث کا کیا کریں گے، جو میں نے وضع کئے ہیں۔ جس میں میں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا ہے، حالانکہ ان میں نبی کریم ﷺ کا ایک حرف بھی نہیں ہے؟ ہارون نے جواب دیا: اے زندیق! کیا تو عبداللہ بن مبارکؒ اور ابن اسحٰق الغواریؒ کو بھول گیا، وہ اس کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔'' (۱)

ماخذ ومصدر: (۱) موضوعات کبیر

جہاں ایک طرف فقیہ و غیر فقیہ محدثینؒ کے روایت بالمعنیٰ کی وجہ سے احکامات میں تضاد اور حدیث کے ساتھ بغیر حرف تفسیر کے حدیث کی تفسیر بیان کرنے کی وجہ سے تفسیر حدیث سے حدیثِ مرفوع کی غلط فہمی پیدا ہوئی اور دوسری طرف جعلی و من گھڑت احادیث کا بازار گرم ہوا۔ وہاں قانون اسلام مدون کرنے والے ایک مجتہد کیلئے کتنی دشواریاں پیش ہوں گی' ان دشواریوں کو اس مجتہد کا دل وجگر ہی خوب جانتا ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف اس قانون کیلئے اصول مقرر کرنا' پھر ان اصول کا اجراء کرنا اور دوسری طرف کتاب اللہ' سنت نبویہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا مخلوط ذخیرہ' تیسری طرف قیامت تک کیلئے اسلامی قانون کی تدوین اور وہ بھی کسی ایک خطہ یا ملک کیلئے یا کسی ایک صدی یا دوصدی کیلئے نہیں' بلکہ قیامت تک آنے والے پوری دنیا کے تمام مسلمانوں کیلئے ان کے مہد سے لیکر لحد تک کے تمام احوال پر حاوی قانون مرتب کرنا' واقعی کار شیشہ و آہن کی حکایت ہے' خاص کر ایسی حالات میں جہاں مخالفین وحاسدین کی بھی کمی نہ ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ان حالات میں پوری دنیا کی امت محمدیہ کیلئے اس قانونِ اسلامی کو نہ صرف مدون کیا' بلکہ اس کا پورا پورا حق ادا کیا اور وہ اس طرح کہ انہوں نے ہر مسئلہ کو سب سے پہلے کتاب اللہ پر پیش کیا' اگر وہ مسئلہ وہاں ملتا' تو بسر وچشم قبول فرماتے تھے' ورنہ وہی مسئلہ دوسرے نمبر پر سنت نبویہ علیٰ صاحبھا التحیۃ پر پیش فرماتے تھے۔ اگر وہاں بھی نہ ملتا' تو صحابہ کرامؓ کے اقوال وفتاویٰ دیکھتے۔ پھر اگر وہاں بھی اس مسئلہ کا نام ونشان نہ ملتا' تو بامر مجبوری اجتہاد فرماتے۔ جیسا کہ حضرت الامام خود فرماتے ہیں: ''میں پہلے کتاب اللہ اور سنت نبوی علی صاحبھا التحیۃ پر عمل کرتا ہوں'

جب کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ ملے تو میں صحابہ کرامؓ کے اقوال پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ اور اقوال میرے نزدیک قابل اعتناء نہیں ہوتے۔اس لئے کہ وہ بھی رجال ہیں اور ہم بھی رجال ہیں۔" آپؒ نے فرمایا:"حتیٰ کہ امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ ابن سیرینؒ عطاءؒ اور سعید ابن المسیبؒ یہ سب اجتہاد کرتے ہیں۔ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں۔"(۱)

اس وقت چونکہ ذخیرہ احادیث میں صحیح حدیث کو چننا اگرچہ بہت دشوار تھا ،لیکن تدوین فقہ اسلامی کا مدار اسی پر بنانا تھا۔اس وجہ سے آپؒ نے حدیث کے چننے میں بہت زیادہ چھان بین شروع کی تھی۔چنانچہ علامہ موفقؒ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: کہ"آپؒ حدیث میں بہت چھان بین فرماتے تھے'پس جب آپؒ کے ہاں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ سے حدیث ثابت ہوتی تھی' اس پر عمل فرماتے تھے اور آپؒ حدیث اہل کوفہ سے بخوبی واقف تھے۔" **"کان ابوحنیفة شدید الفحص من الحدیث فیعمل بالحدیث اذاثبت عندہ عن النبی ﷺ وعن اصحابه کان عارفا بحدیث اهل الکوفة۔"(۲)**

قارئین کرام! ایک مجتہد کیلئے یہ ازحد ضروری اور لازم ہے کہ وہ آیات واحادیث میں ناسخ ومنسوخ کا اعتبار کرے۔احادیث کے ضعف وقوت کا لحاظ رکھے۔ورنہ احکامات شرعیہ میں تطبیق دینے کی بجائے ان کو آپس میں متضاد اور متصادم بنادیں گے۔

ائمہؒ حدیث کے اصول حدیث:

احادیث کے متعلق یہ اصول تو ائمۂ حدیث کے یہاں بھی ملتے ہیں۔صحاح

ماخذ ومصادر:(۱)حیات ابن القیمؒ:۳۰۶ (۲)المناقب للموفق

ستہ کے مصنفینؒ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق احادیث کو قبول کیا ہے۔ ان میں سے بعض متشدد ہیں اور بعض میں لینت ہے۔ امام نسائیؒ کا متشدد ہونا کسی سے مخفی نہیں، جبکہ امام بخاریؒ اس راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے، جو ایمان میں زیادتی اور نقصان کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ محدث ابن جوزیؒ نے ایسے اصول وضع کئے ہیں جن کی وجہ سے بخاری و مسلم کی بعض صحیح اور حسن تک کی احادیث کو موضوعات میں شمار کر لی ہیں۔ دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی نہ کریں۔

ناظرین کرام! جب دوسرے ائمہ کرامؒ اصول وضع کرنے کا حق رکھتے ہیں، تو اگر امام اعظمؒ نے بھی اختیار حدیث کیلئے چند ضابطے مقرر فرمائے ہوں، ان سے کیوں چراغ پا ہوا جاتا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ بعض حضرات جیسے متشدد بھی نہیں تھے، بلکہ انہوں نے نہایت واضح طور پر فرما دیا ہے: ''یہ ہماری رائے ہے۔ ہم کسی کو اس پر مجبور نہیں کرتے اور نہ یہی کہتے ہیں کہ اس کا قبول کرنا واجب ہے۔''(۱)

الغرض زنادقہ کے وضعی احادیث نے ائمہ کرامؒ کو اصول وضوابط مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ وہ پہلے انسان ہیں، جنہوں نے معاصرین کی لعن طعن کی پرواہ کئے بغیر اصول حدیث مقرر کئے اور لوگوں کو قبول حدیث کا ایک معیار بتلایا۔ بعد کو دیگر اصولیینؒ نے حالات و زمانہ کے اعتبار سے ان میں ترامیم و اضافے کئے، لیکن وہ اصول بدستور رہے۔ سطور ذیل میں امام صاحبؒ کے وہ سولہ اصول پیش کئے جاتے ہیں، جن پر ان کے ہاں احادیث کی صحت وضعف کا مدار ہے۔

ماخذ و مصدر: (۱) سیرۃ النعمان

امام اعظمؒ کے وضع کردہ سولہ اصول حدیث:

(۱) مراسیل ثقہ مقبول ہیں، بشرطیکہ ان سے قوی تر دلیل موجود نہ ہو۔ مرسل احادیث کا قبول کرنا اور اس سے استدلال واحتجاج کرنا سنت متوارثہ ہے جو کہ قرون فاضلہ سے امت میں چلا آرہا ہے۔ (۱) امام بخاریؒ نے قرأت خلف الامام پر اس سے استدلال کیا ہے نیز مسلم شریف میں بھی مراسیل موجود ہیں۔ مرسل ہونے کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دینے والا معمول بہا سنت کے ایک بڑے حصہ کو ترک کرتا ہے جیسا کہ علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں: "**ومن ضعف بالارسال نبذ شطر السنة المعمول بها۔**" (۲) اور علامہ ابن جریرؒ کہتے ہیں: کہ "مرسل کو مطلقاً رد کرنا بدعت ہے جو کہ دوسو سال کے اختتام پر وجود میں آیا۔ (۳) اس لئے امام اعظمؒ نے مراسیل ثقہ کے مقبول ہونے کا اصل قائم فرمایا۔

(۲) اخبار آحاد کا ترک وقبول اصول مجتمعہ پر پرکھ کر کیا جائیگا۔ یعنی موارد شرع کو تلاش کرنے کے بعد ان کے ہاں جو اصول مجتمعہ مقرر ہیں ان پر اخبار آحاد پیش کئے جائیں گے۔ پھر جب یہ اخبار آحاد ان اصول کے مخالف ہوں تو اس اصل پر عمل کیا جائے گا اور دو دلائل میں سے اقوی دلیل پر عمل کیا جائے گا اور اس اقویٰ دلیل کے مخالف خبر واحد کو شاذ شمار کیا جائے گا اور اس میں خبر صحیح کی مخالفت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی خبر کی مخالفت ہے جس میں مجتہد کو ایک علت نظر آئی ہو اور خبر کا صحیح ہونا یہ فرع ہے اس بات کا کہ مجتہد کے نزدیک یہ حدیث علل قادحہ سے پاک ہوگا۔

(۳) اخبار آحاد بمقابلہ کتاب اللہ رد کردیا جائیگا۔ یعنی اخبار آحاد کو عمومات اور

ماخذ ومصادر: (۱) مقدمہ شرح مسند ابی حنیفہ:۳۰ (۲) مقدمہ فتح الملہم (۳) مقدمہ شرح مسند ابی حنیفہ:۳۰

ظواہر کتاب اللہ پر پیش کیا جائے گا۔ پس جب خبر واحد کتاب اللہ کے عام یا ظاہر کے مخالف نکلا تو کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا اور خبر کو ترک کیا جائے گا تا کہ دو دلیلوں میں سے اقویٰ دلیل پر عمل کیا جا سکے۔ کیونکہ کتاب اللہ قطعی الثبوت ہے اور کتاب اللہ کے ظواہر اور عمومات امام صاحبؒ کے نزدیک قطعی الدلالۃ ہیں۔ تو عمومات اور ظواہر کتاب اللہ قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ اقویٰ ہیں خبر واحد سے جو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ یا ظنی الدلالۃ ہیں۔ البتہ جب خبر واحد کتاب اللہ کے عام یا ظاہر کا مخالف نہ ہو بلکہ اس کے مجمل کا بیان ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا جبکہ کتاب اللہ میں اس خبر واحد کے بغیر وضاحت نہ ہو۔

(۴) خبر مشہور کے مقابلہ میں بھی خبر واحد ترک کیا جائے گا۔ یعنی خبر واحد پر عمل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ سنت مشہورہ کا مخالف نہ ہوگا برابر ہے وہ سنت مشہورہ فعلی ہو یا قولی تا کہ دو دلیلوں میں سے اقویٰ دلیل پر عمل ہو سکے۔

(۵) اگر دو اخبار آحاد متعارض ہوں، تو ان میں سے افقہ راوی کی خبر کو ترجیح ہوگی۔

(۶) اگر کسی راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو، تو اس حدیث کو ترک کر دیا جائے گا اور اس روایت کو منسوخ یا مؤول یا ضعیف شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: کہ "جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں سے (کچھ) پی لے، تو اس کو سات مرتبہ دھو لو (تو پاک ہو جائے گا)۔" (۱) حالانکہ خود حضرت ابو ہریرہؓ برتن کے تین مرتبہ دھونے پر فتویٰ دیتے تھے۔" (۲) تو یہ خبر واحد ابو ہریرہؓ کے فتویٰ کے خلاف ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے اس علت کی بناء پر اس پر عمل ترک کیا۔

ماخذ: (۱) صحیح البخاری: باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان: ۱/۴۵ بیروت (۲) شرح معانی الآثار: ۱/۲۳

(۷) اگر حدیث سنداً یا متناً زائد ہو تو اس کو ناقص کے مقابلہ میں ترک کر دیا جائے گا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں احتیاط پر عمل ہو۔

(۸) جس چیز میں عموم بلویٰ ہو اس کے مقابلہ میں خبر واحد ترک کر دیا جائے گا یعنی وہ چیز جس کو تمام لوگ سخت محتاج ہوں اور وہ چیز بار بار پیش آتی ہو تو اس خبر واحد کا ثبوت چونکہ شہرت یا تواتر کو نہیں پہنچا ہے۔ اس لئے اس پر عمل کرنا ترک کیا جائے گا کیونکہ قرن اول کے عموم بلویٰ کا اثبات متواتر اور متوارث ہوتا ہے پس اس میں حدود و کفارات جو کہ شبہ کی بناء پر رد کئے جاتے ہیں داخل ہوں گے۔

(۹) اگر کوئی خبر واحد ایک ہی حکم میں مختلف ہو اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو کہ انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے تو اس خبر واحد کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ مناسب تطبیق یا تاویل کی جائے گی۔

(۱۰) حدیث کے راوی کیلئے سماعت سے لیکر نقل تک استمرار حفظ ضروری ہے۔ درمیان میں کبھی اس حدیث میں بھول یا نسیان نہیں آیا ہوگا۔

(۱۱) خبر واحد صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے عملی متوارث کے خلاف نہ ہو۔

ان قواعد کے مقتضیٰ کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے اخبار آحاد پر عمل ترک کیا ہے اور حق یہ ہے کہ انہوں نے کسی عناد کی وجہ سے احادیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ واضح اور صالح دلائل کی وجہ سے اجتہاداً اس کی مخالفت کی اور امام ابوحنیفہؒ کو بتقدیر خطا ایک اجر اور بتقدیر اصابت دو اجر ہوں گے۔ (۱) انشاء اللہ العزیز

(۱۲) جس خبر واحد پر سلفؒ میں سے کسی نے طعن نہ کیا ہو اس کو اختیار کیا جائے گا۔

ماخذ: (۱) ا تا ۱۱: مقدمہ شرح مسند ابی حنیفہ مع تغییر یسیر: ۳، ۴، تانیب الخطیب: ۱۵۲، ۱۵۳ لیکن اس میں اختصار ہے۔

(۱۳) اس راوی کی روایت معتبر نہیں، جو یہ کہے کہ میری بیاض میں ہے۔ ہاں بیاض کی روایت اس وقت معتبر ہوگی، جب اس کو زبانی بھی یاد ہو۔

(۱۴) اخبار آحاد میں سے احوط کو اختیار کیا جائے گا۔

(۱۵) متأخر کو متقدم پر ترجیح دی جائے گی کیونکہ اس کی حیثیت ناسخ کی ہوتی ہے۔ اور (۱۶) حدود و عقوبات میں اخف درجہ کی خبر واحد کو لیا جائے گا۔ (۱)

یہی وجہ تھی کہ امام سیوطیؒ نے امام صاحبؒ کے بارے میں بعض شرائط نقل کر کے لکھا ہے: کہ "یہ سخت مذہب ہے۔" "**هٰذا مذهب شديد.**" لیکن یہ مذہب اگرچہ نسبتاً سخت ہے، لیکن اس زمانہ کے حالات کے مطابق یہ شرائط بہت مناسب بلکہ ضروری تھے۔

اعتراض ۳۔

امام ابوحنیفہؒ حدیث کو نظر انداز کر کے رائے، قیاس اور اجتہاد سے کام لیتے تھے، جبکہ صحابہ کرامؓ رائے اور قیاس کی سختی سے تردید کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اہل الرائے کو احادیث کے دشمن، حضرت علیؓ نے لوگوں کی آراء و قیاسات سے بچنے و دور بھاگنے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دینی مسائل میں قیاس و رائے والوں کو اسلام کے ڈھانے والے اور اس میں رخنہ پیدا کرنے والے بتائے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے: کہ "جو لوگ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے کسی بڑے سے بڑے آدمی حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کو مانتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہیئے کہ آسمان سے ان پر پتھر نہ برسیں اور وہ کہیں

ماخذ و مصادر: (۱) تانیب الخطیب: ۱۵۲، ۱۵۳

عذاب میں ہلاک نہ ہو جائیں۔“

جواب:

امام صاحبؒ پر جیسا کہ پہلے دو اعتراض بہتان اور جھوٹ نکلے، اس طرح یہ تیسرا اعتراض بھی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ امام صاحبؒ قرآن، حدیث، اجماع امت یا اقوال صحابہؓ کی موجودگی میں قطعاً کوئی قیاس یا رائے قائم نہیں کرتے تھے، بلکہ آپؒ کا طریق یہ رہا کہ اگر رائے کے مقابلے میں قرآنی آیت یا صحیح حدیث نہ ملتی، تو آپؒ ضعیف حدیث کو بھی قبول کرتے تھے اور اس ضعیف حدیث کو رائے اور قیاس پر ترجیح دیتے تھے۔ ہاں اگر ادلہ ثلٰثہ سے کوئی تصریح نہ ملتی، تو مجبوراً قیاس فرماتے اور پھر ایسا قیاس کرتے کہ بڑے بڑے اکابر علماء بھی داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکتے تھے، بلکہ ان کی رائے کو قبول کر کے اس پر فتویٰ بھی دیتے تھے، جیسا کہ یحیٰ بن سعید القطانؒ وغیرہ کا عمل تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے:

قارئین کرام! مذکورہ اعتراض بعض متعصب، کم فہم اور کوتاہ بین لوگوں کا محض خیال ہے، کیونکہ امام صاحبؒ صاف طور پر اعلان فرماتے ہیں: کہ ”جو حدیث آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو، وہ بسر و چشم قبول ہے۔“ "**ماجاء عن رسول الله ﷺ فعلى الرأس و العين**۔" (۱) امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہریؒ کہتے ہیں: ”علماء کا اس بات پر اجماع ہے: کہ ”حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک رائے اور قیاس سے ضعیف حدیث (جو موضوع اور جعلی نہ ہو) بہتر ہے،

ماخذ و مصدر: (۱) ظفر الامانی: ۱۸۲

بشرطیکہ آپؒ اس باب میں اس ضعیف حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہ پاتے۔"

"الاجماع علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولی عنده من الرأی والقیاس اذا لم یجد فی الباب غیره۔"(۱) الحمدللہ قائل وناقل دونوں بزرگ غیر حنفی ہیں۔ اس لئے جانبداری کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔

علامہ ابن حزمؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ تمام علماء موافق وغیر موافق اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ آپؒ رائے اور قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے تھے تو وہ اجماع کا منکر ہے۔

شیخ خلیل محی الدین المیس مدیر ازہر لبنان لکھتے ہیں: کہ "کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب امام ابوحنیفہؒ ایک مسئلہ میں شارع سے کوئی نص پاتا ہے اور وہ قیاس یا رائے سے اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی رائے اور قیاس جو شریعت کے مخالف سے بچائے۔

احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر عمل کرتا ہے لیکن اگر مختلف دو احادیث آجائیں اور ان دونوں میں سے کسی ایک میں کسی ایسے طریقے سے تأویل ہوسکتی ہے کہ ظاہر میں اس طریق کے علاوہ دوسری طریق نہ ہوا اور اس طریق سے دوسری حدیث کے ساتھ موافقت آسکتی ہے تو دونوں کے درمیان توفیق وتطبیق دینا لازم ہے۔ پس جب نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث نہ ملے تو آثار صحابہؓ میں سے وہ اثر جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بہت زیادہ

ماخذ ومصدر: (۱) دلیل الطالب علی ارجح المطالب

قریب ہو، پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ خود ان سے منقول ہے کہ: جھوٹ بولتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر ان لوگوں نے افتراء اور بہتان باندھا ہے، جس نے کہا: کہ ''ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں اور کیا نص کی موجودگی کے بعد آدمی قیاس کو محتاج ہوسکتا ہے؟ اور فرماتے ہیں: کہ ''ہم انتہائی سخت ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں اور یہ اس طرح کہ کتاب وسنت اور صحابہ کرامؓ کے فیصلوں کو دیکھتے ہیں پس جب ہم ان میں کوئی دلیل نہیں پاتے تو اس وقت جس سے سکوت اختیار کیا گیا ہو اس کے منطوق میں علت ڈھونڈتے ہوئے قیاس کرتے ہیں۔''(۱)

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ''امام ابو حنیفہؒ جو رئیس اہل سنت ہیں، صرف خبر واحد کو قیاس پر مقدم نہیں رکھتے تھے، بلکہ اقوال صحابہؓ کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے تھے اور ان کی مخالفت کو روا نہیں رکھتے۔''(۲)

اقیس اہل الرائے امام زفرؒ کے نزدیک بھی حدیث قیاس پر مقدم ہے:

ناظرین کرام! فقیر کتاب کے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہی چند حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہے۔ منصف مزاج وانصاف پسند اہل علم حضرات کیلئے یہی حوالے کافی ہیں۔ لہٰذا امام صاحبؒ پر یہ عظیم بہتان خالص جہالت اور نرے تعصب کی پیداوار ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔ امام صاحبؒ کے تلامذہ کا بھی یہی حال تھا۔ ان تلامذہ میں سب سے زیادہ قیاس اور رائے استعمال کرنے والے امام زفرؒ ہیں، جن کو امام اعظمؒ خود "**اقیس اصحابی**" فرمایا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپؒ بھی اثر کے مقابلے میں قیاس کو ترک کرتے تھے، جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ امام زفرؒ کا قول نقل

ماٰخذ ومصادر: (۱) مقدمہ شرح مسند ابی حنیفۃ بتغییر یسیر: ۶ (۲) رد روافض: ۲۲

فرماتے ہیں: کہ ''جب تک اثر موجود ہو' تو ہم رائے سے کام نہیں لیتے اور جب اثر مل جائے' تو قیاس اور رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔'' **"سمعت زفرؒ یقول: "لانا خذ بالرأی مادام اثر واذا جاء الاثر ترکنا الرأی۔"** (۱) اور محمد ابن وہبؒ کہتے ہیں: کہ ''بے شک وہ (امام زفرؒ) محدثین میں سے تھے اور وہ ان دس اشخاص میں سے تھے' جنہوں نے کتب مدون کئے۔'' **"وقال محمد بن وهب انه کان بین اصحٰب الحدیث وکان احدالعشرة الذین دونوا الکتب۔"** (۲)

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جب اقیس اہل الرائے کا یہ حال ہے کہ وہ اثر کے مقابلے میں رائے وقیاس اور اجتہاد کو پس پشت ڈالتے ہیں' تو ان کے استاد امام ابوحنیفہؒ کتنے محتاط ہوں گے' جن کو غیر حنفی علماء کرامؒ **"من ائمة الحدیث' من ائمة الثقات' من حفاظ الحدیث' من کبار المجتهدین"** وغیرہ الفاظ سے یاد فرماتے ہیں اور جن کی مجلس مبارکہ میں بیک وقت بہت سے صوفیاء' محدثین' فقہاء' ائمہ لغت اور مجتہدین رحمھم اللہ تعالیٰ ہوتے تھے' جبکہ خصوصاً آپؒ کے فقہ کی نشر واشاعت کرنے والے روح رواں امام محمدؒ کا صراحةً فرمان ہو: کہ ''اگر احادیث نہ ہوتیں' تو قیاس وہی کچھ چاہتا' جو اہل مدینہ کہتے ہیں' لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں اور پیروی تو صرف احادیث ہی کی مناسب ہے۔'' (۳)

امام محمدؒ کے نزدیک بھی حدیث قیاس پر مقدم ہے:

امام محمدؒ کی مندرجہ بالا عبارت صاف اعلان کر رہی ہے کہ حضرت امام محمدؒ

ماخذ ومصادر: (۱) ذیل الجوہر: ۲/۵۳۴' فوائد البھیة (۲) المواھب الشریعة فی مناقب الامام ابی حنیفة (۳) الحجة علی اھل المدینة: ۱/۲۰۴

حدیث کی موجودگی میں قیاس کو وقعت نہیں دیتے تھے' بلکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور آپؒ کے جید تلامذہ میں سے کوئی بھی حدیث مرفوع یا موقوف کی موجودگی میں رائے اور قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض الناس فی دفع الوسواس کے مؤلف لکھتے ہیں: کہ ''امام صاحبؒ اور ان کے تلامذہ کو جب حدیث نہ ملے' تو پھر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔'' "انما یعملون بالقیاس عند عدم الحدیث الخ۔"(۱) جو لوگ احناف پر قیاس اور رائے کو حدیث پر ترجیح دینے یا حدیث سے بے وفائی برتنے کا الزام لگاتے ہیں' وہ لوگ تاریخی حقائق سے بالکل بے خبر یا جہالت' ضد اور تعصب کے شکار ہیں کیونکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ امام ابو حنیفہؒ اور آپؒ کے تلامذہ حدیث ضعیف کو بھی رائے اور قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔ ہاں حدیث یا اثر و اقوال صحابہؓ کی عدم موجودگی کی صورت میں آپؒ اور آپؒ کے تلامذہؒ رائے اور قیاس کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ آپؒ کے تلامذہ اور پیروکاروں کی قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرامؓ سے وفا ایک انمٹ حقیقت ہے۔

گزر جائیں گے اہل درد' رہ جائے گی یاد ان کی
وفا کا درس جب ہوگا' تو ان کے ذکر پہ ہوگا

اقوال صحابہؓ کے نقل کرنے میں معترض کا دجل:

قارئین کرام! معترض نے جو اقوال صحابہ نقل کئے ہیں ان میں بھی اس نے دجل سے کام لیا ہے۔ دراصل صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں اہل الرئے کی ایک کثیر تعداد تھی۔ یہ حضرات نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں اور آپ ﷺ کی رحلت کے

ماخذ و مصادر: (۱) بعض الناس فی دفع الوسواس: ۲۸

بعد بھی اپنی رائے اور قیاس سے مسائل کا استنباط فرماتے تھے‘ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث تو ہر صاحب علم کے سامنے ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو یمن کا مفتی بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے پوچھنے لگے: ’’تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟‘‘ تو انہوں نے کہا: ’’کتاب اللہ سے‘‘ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کہ ’’اگر تجھے وہ حکم کتاب اللہ میں نہ ملے؟‘‘ تو انہوں نے جواب دیا: ’’میں سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروں گا‘‘ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کہ ’’اگر اس مسئلہ کا حکم تم کو سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ ملے‘ تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟‘‘ تو حضرت معاذؓ نے کہا: ’’پھر میں اجتہاد کروں گا اور اپنی رائے استعمال کروں گا۔‘‘ اس پر آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ’’تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جس کو اللہ کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے۔‘‘ **"الحمد لله الذی وَفَّق رسولَ رسولِ الله ﷺ لما یُرْضِیُ رسولَ الله."** (۱)

قارئین کرام! حضرت معاذؓ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے جس کو عادل اور ثقہ ائمہ حدیثؒ نے روایت کی ہے اور اس میں قرآن وسنت کے نہ ہوتے ہوئے رائے وقیاس اور اجتہاد کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے معلوم ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دور نبوی ﷺ میں بھی رائے اور قیاس سے مسائل شرعی کا حل صحابہ کرامؓ میں رائج تھا جیسا کہ علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں: ’’حضرت معاذؓ کی حدیث صحیح اور مشہور ہے جس کو ائمہؒ نے روایت کی ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس کے حجت ہونے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔‘‘ **"حدیث معاذ صحیح مشہور رواه الائمة وهو اصل فی**

ماٰخذ ومصادر: (۱) سنن ابی داود: باب اجتہاد الرأی فی القضاء‘ سنن الترمذی: باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی

الاجتهاد والقياس۔" (۱) اور خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اور اس کے رواۃ کثیر ہیں اور اس کی دوسری سند میں سب راوی ثقہ ہیں۔ تمام اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے یہ اس کے صحیح ہونے کی مزید دلیل ہے۔''

الغرض رائے اور قیاس سے دور نبوی ﷺ میں صحابہؓ نے حجت پکڑی ہے اور آپ ﷺ کے بعد بھی۔ مزید وضاحت کیلئے علامہ ابوزہرہؒ کی کتاب سے اختصار کے ساتھ کئی سطور لکھے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ''نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد سے عصر شافعیؒ تک ایک جماعت فقہاء کی موجود تھی جو کہ رائے سے مشہور تھی اور ان میں سے ایک دوسری جماعت حدیث اور اس کی روایت سے مشہور تھی پس فقہائے صحابہؓ میں سے بعض وہ تھے جو رائے سے مشہور ہو گئے تھے اور ایک جماعت ان میں سے حدیث اور اس کی روایت کے ساتھ مشہور ہو گئی تھی اور یہی حال تابعین اور ان کے متبعین کا بھی تھا۔ پھر ائمہ مجتہدین ابوحنیفہؒ مالکؒ اور فقہائے امصار تھے جن میں سے بعض وہ تھے جو رائے سے مشہور تھے اور بعض وہ تھے جو حدیث سے مشہور تھے۔'' **"لقد وجد من لدن وفاة النبی ﷺ الی عصر الشافعیؒ جماعة من الفقهاء اشتهروا بالرواية وجماعة اشتهروا بالرواية فكان من فقهاء الصحابة من اشتهر بالرأی وجماعة منهم اشتهروا بالحديث وروايته وكذلك التابعون وتابعوهم ثم الائمة المجتهدون ابوحنيفة ومالك وفقهاء الامصار منهم من اشتهر الرأی ومنهم من اشتهر بالحديث۔"** (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) جامع بیان العلم: ۲/۷۷ (۲) ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ وآراءہ وفقہہ: السنۃ والرأی: ۱۰۵

نصوص متناہی اور حوادثات غیر متناہی ہیں:

علامہ ابوزہرہؒ لکھتے ہیں: کہ "ہم بعض باتوں کی کچھ مختصر سی وضاحت کرتے ہیں: کہ "عبادات اور تصرفات میں حوادث کا واقع ہونا اتنا کثیر ہے کہ وہ شمار سے باہر ہیں اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ ہر حادثہ میں نص نہیں آیا اور نہ اس کا تصور کیا جا سکتا ہے اور جبکہ نصوص متناہی اور حوادث غیر متناہی ہیں اور جو چیز غیر متناہی ہوتی ہے اس کو متناہی علم والا شخص قطعاً ضبط نہیں کر سکتا تو یقینی بات ہے کہ ایسی چیزوں میں اجتہاد اور قیاس کا اعتبار کرنا لازمی امر ہے۔ یہاں تک کہ ہر حادثہ میں اجتہاد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کو ایسے حوادث سے واسطہ پڑا جو کہ لا متناہی اور غیر محصور تھے۔ ان حضرات کے سامنے کتاب اللہ اور سنن رسول اللہ ﷺ سے معروف احادیث تھیں تو یہ حضرات یہ حوادث کتاب اللہ پر پیش کرتے تھے پس اگر یہ حضرات ان حوادث میں صریح حکم پاتے تو اس کے ساتھ حکم کرتے تھے اور اگر کتاب اللہ میں واضح حکم نہ پاتے تو نبی کریم ﷺ سے منقول احادیث کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور صحابہ کرامؓ کی مذاکرات کو چھپاتے تھے تاکہ ان کے فیصلوں میں نبی کریم ﷺ کا حکم ظاہر کریں پس اگر ان کے درمیان کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جس کو حدیث یاد ہوتا پھر اپنی آراء سے اجتہاد فرماتے تھے اور اس میں ان کی مثال قاضی مقید بہ نصوص قانون کے ہوتا تھا جب کہ کوئی قاضی ایک پیش شدہ مسئلہ میں نص صریح میں کوئی ایسی چیز نہ پائے جس کے ساتھ وہ حکم کر سکے، تو وہ اس مسئلہ میں عدل و انصاف کے مطابق جس کو وہ دیکھتا اور سمجھتا ہو، رائے و اجتہاد سے فیصلہ دے سکتا ہے۔

اس طرح یہ صحابہؓ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ پہلے اپنے فیصلہ کو کتاب اللہ پر پیش کرتے تھے پھر سنت رسول اللہ ﷺ پر۔ اور اگر ان دونوں میں نہ پاتے تھے تو رائے سے کام لیتے تھے اور البتہ تحقیق حضرت عمرؓ کے اس خط میں جس کو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا' بھی آیا ہے''رائے سے کام لو' رائے سے کام لو ان مسائل میں جو تمہارے دل میں کھٹکے۔ ان مسائل میں سے جو کتاب اور سنت میں نہ ہوں ان کے اشباہ و امثال کو جان لیا کریں اور ان پر ان مسائل کو قیاس کیا کریں۔

الغرض صحابہ کرامؓ نے رائے سے کام لیا لیکن اس پر عمل کرنے والوں کی مقدار میں اختلاف ہے۔ پس ایک جماعت نے رائے سے زیادہ کام لیا اور دوسری جماعت نے کم اور اس دوسری جماعت پر توقف غالب تھا جبکہ وہ قرآن و سنت متبعہ میں کوئی نص نہ پاتے تھے۔

ان لوگوں کا یہ کام حق پر تھا یہ حضرات اگر کتاب و سنت معروفہ میں کوئی چیز پاتے تو ان دونوں پر اعتماد کرنے میں متفق تھے اور اگر سنت معروفہ اپنے پاس نہ پاتے تھے تو ان میں سے مشہور فقہاء کی رائے کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اگر ان میں سے بعض حضرات نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث یا کسی کام میں آپ ﷺ کے فتویٰ کے حفظ کرنے میں شک ہوتے تھے۔ تو اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ وہ حدیث بیان نہ کرے اور اپنی رائے سے فتویٰ دے دے کیونکہ وہ حضرات اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے مرتکب نہ ہو جائیں چنانچہ حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے۔

آپؓ فرماتے تھے:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بیشک میں اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا کہ اگر میں چاہتا تو رسول اللہ ﷺ سے دو دن تک لگاتار احادیث بیان کرتا لیکن مجھے اس بات نے اس سے

پیچھے کر دیا کیونکہ بعض صحابہ رسول ﷺ میری طرح نبی کریم ﷺ کے ہاں حاضر تھے اور انہوں نے میری طرح ان احادیث کو سنا اور یہ حضرات احادیث اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر بھی ان کی طرح احادیث مشتبہ ہو جائیں گی (جس طرح ان میں سے بعض حضرات پر احادیث مشتبہ ہو گئیں) اور ابو عمرو شیبانیؒ کہتے ہیں: کہ "میں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک سال تک بیٹھا رہا انہوں نے "**قال رسول اللہ** ﷺ" نہیں کہا لیکن جب کبھی "**قال رسول اللہ** ﷺ" کہتے، تو آپؓ پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور پھر کہتے تھے: کہ "اس طرح یا اس جیسے یا اس کے قریب نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔" "**کنت اجلس الی ابن مسعود حولا لا یقول قال رسول اللہ** ﷺ **فاذا قال قال رسول اللہ** ﷺ **استلقته رعدة وقال هٰكذا اونحو ذا اوقريب من ذا**" اور یہ ابن مسعودؓ (کسی مسئلہ کے متعلق نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرنے پر) اپنی رائے سے فتویٰ کو ترجیح دیتے تھے اور ان کو اس طرح عمل کرنے پر اس چیز نے مجبور کیا کہ اگر خطا ہو جائے تو اتنا برا نہیں جتنا یہ برا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کذب بیانی کرے اور البتہ جب کسی مسئلہ کے متعلق اپنی رائے سے فتوی دیتے تھے تو اس کے بعد فرماتے تھے: "یہ اپنی رائے سے کہتا ہوں پس اگر صواب تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خطا تھی تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور البتہ خوشی سے اُڑتے تھے جب کہ ان کی رائے حدیث کے موافق ہوتی تھی جس کو بعض صحابہ کرامؓ نقل کرتے تھے، جیسا کہ مسئلہ مفوضہ مشہورہ جس میں انہوں نے مہر مثل کے ساتھ فیصلہ دیا تھا۔ پس بعض صحابہؓ نے شہادت دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مہر مثل کے ساتھ فیصلہ دیا تھا۔" اور البتہ تحقیق دوسرا فریق اللہ تعالیٰ کے دین میں کتاب یا سنت کی دلیل کے

بغیر اپنی آراء سے فتوی دیا کرتے تھے۔“

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرامؓ دینی وجدانی قوت کی وجہ سے دو فریق بن گئے تھے ایک فریق رسول اللہ ﷺ سے تحدیث زیادہ کیا کرتا تھا تا کہ لوگ پیش آنے والے احکام جان لیں اور دوسرا فریق جن مسائل میں نبی کریم ﷺ سے اثر مشہور نہیں ہوتی تھی۔ ان میں آراء سے تحلیل وتحریم کے فتوے دیتے تھے پس اگر ان کو اپنی رائے کے خلاف کوئی حدیث ملتی تھی تو اپنی رائے سے رجوع کیا کرتے تھے۔(۱)

ناظرین کرام! بیان بالا سے معلوم ہوا کہ معترض نے "**القول بما لا یرضی بہ القائل**" سے کام لیتے ہوئے اقوال صحابہ نقل کرتے وقت دجل سے کام لیا ہے۔ دراصل معترض کے بیان کردہ اقوال صحابہؓ سے مراد وہ مذموم آراء وقیاس ہیں‘ جو نص کے مقابلے میں ہوں۔ جن سے نصوص کا رد اور بدعات کی ترویج واشاعت لازم آتی ہو‘ چنانچہ حضرت عمرؓ کے اپنے الفاظ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے: کہ ”اصحاب الرائے احادیث کے دشمن ہیں‘ احادیث کے یاد کرنے نے انہیں تھکا دیا اور ان کی حفاظت ان سے چھوٹ گئی اور جب ان سے مسائل پوچھے گئے‘ تو انہوں نے یہ کہنے سے شرم محسوس کی کہ ہم نہیں جانتے‘ تو انہوں نے احادیث کا اپنی رائے سے مقابلہ کیا۔ تم ان سے بچو اور ان کو قریب نہ لاؤ۔“ چنانچہ امام سحنونؒ فرماتے ہیں: کہ ”قول عمرؓ "**اتقوا الرأی فی دینکم یعنی البدع**" میں رائے سے بدعت کی رائے سے بچنا مراد ہے۔“(۲) اگر ان آراء سے وہ آراء مقصود نہ ہوں‘ جو احادیث سے لاپرواہی اختیار کرتے ہوئے احادیث کے مقابلے میں گڑھ لی گئی ہوں‘ تو آپؓ نے خلافت کا

ماخذ ومصادر: (۱) مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: ایضاً: ۱۰۶‘۱۰۷ (۲) جامع البیان

بوجھ چھ بزرگوں پر اپنی رائے سے کیوں ڈال دیا: کہ "یہ چھ حضرات اپنے میں سے جس کو خلیفہ بنانا چاہیں، وہی خلیفہ ہوگا۔" حالانکہ آنحضرت ﷺ اور خلیفہ اولؓ کا عمل اس سے جداگانہ تھا۔

خلفائے راشدین قیاس کیا کرتے تھے:

ناظرین کرام! شریعت کے چار اصول (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس) میں سے ایک اصل قیاس ہے۔ خلفائے راشدین مع حضرت عمرؓ کے نہ صرف قیاس کو تسلیم کرتے تھے بلکہ ان پر عمل کرنے کی تاکید بھی فرمایا کرتے تھے اور اس میں لوگوں سے مسابقت کرنے پر زور دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ قاضی شریحؒ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: کہ "جب تیرے پاس کوئی مسئلہ پیش ہو، تو سب سے پہلے قرآن کریم سے حل کرو۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے لوگوں کی آراء کی کوئی پرواہ نہ کرنا۔ اگر اس کا حل قرآن کریم میں نہ ملے، تو حدیث شریف سے حل کرنا اور اگر حدیث میں بھی نہ ملے، تو جس چیز پر مسلمانوں کا اتفاق (یعنی اجماع) ہو چکا ہو اس کو لینا اور اگر اس (اجماع) میں بھی نہ ملے، تو پھر دو باتوں میں سے جو بھی تمہیں پسند آئے، کرنا۔ ایک یہ کہ تم خاموش رہو اور خاموشی میں کوئی حرج نہیں یہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور دوسری یہ کہ اگر تم اپنی رائے سے اجتہاد کرنا چاہو، تو اس میں تم جتنی بھی مسابقت کر سکتے ہو، تو کرو۔" "ان شئت ان تجتهد برأيك ثم تقدم فتقدم ۔ " (۱)

بلکہ ایک موقعہ پر خود رائے دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ "میں جد کی بابت ایک رائے رکھتا ہوں پس اگر تم لوگ اس رائے کی اتباع کرنا چاہتے ہو، تو اس کی اتباع کرو۔"

ماٰخذ و مصادر: (۱) مسند دارمی

حضرت عثمانؓ کہنے لگے: ''اگر ہم آپؓ کی رائے کی اتباع کریں تو بے شک یہ بھی رشد وہدایت ہے اور اگر ہم آپؓ سے پہلے شیخ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کی رائے کی اتباع کریں، تو بہترین صاحب الرائے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ جد کو باپ قرار دیتے تھے۔'' "اِنـــی قــد رأیـتُ فی الجد رأیا فان رأیتم اَن تتَّبِعوه فاتبِعوه قال عثمان اِنْ نتبِعُ رأيَك فـاِنـه رَشَـدٌ واِن نتبـع رأیَ الشیـخ قبلك فنِعْم ذو الرأی کان قال وکان ابوبکر یجعله ابا۔" (١) لہٰذا ایسی واضح تصریحات کی موجودگی میں یہ کہنا: کہ'' حضرت عمرؓ کلیۃً رائے وقیاس کے منکر تھے۔'' قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مذکورہ بالا تصریح سے معلوم ہوا کہ غیر منصوص علیہ مسائل میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی قیاس اور رائے سے کام لیتے تھے، جیسا کہ جد کی طرح کلالہ میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ'' بے شک میں عنقریب اس میں اپنی رائے سے بات کہوں گا پس اگر میری رائے صحیح تھی تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط تھی تو میرے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میرا خیال ہے کہ کلالہ سے مراد وہ ہے جس کے والد اور ولد نہ ہو (یعنی جس کے اصول وفروع نہ ہوں) پس جب عمرؓ خلیفہ بنے تو کہنے لگے:'' بے شک البتہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں کسی ایسی چیز کو رد کروں جس کو ابوبکرؓ نے کہا ہو۔'' "عـــن الشعبیؒ قـال سُـئِل ابوبکر عن الکلالة فقال: " انی سأقولُ فیها برأئی فـان کـان صـوابـا فـمـن اللّٰه وان کـان خـطأ فمنی ومن الشیطان أراه مـاخـلا الـوالد والولد " فلما استخلف عمر قال: " انی لاستحیی اللّٰه أن أرُدَّ شیئا قاله ابوبکر۔" (٢)

ماخذ ومصادر: (١) ایضاً: باب رقم ٦٥٥: ١/ ٤٩١ (٢) ایضاً: باب الکلالة: رقم ٣٠١٥: ٣/ ١٩٤٤

نبی کریم ﷺ اہل الرائے کی اتباع کا حکم دیتے ہیں:

اسی طرح حضرت علیؓ کے قول سے مراد بھی ایسی آراء وقیاس ہیں، جو نص کے مقابلے میں ہوں، جن سے نصوص کا رد اور بدعات کی ترویج واشاعت لازم آتی ہو، چنانچہ آپؓ سے روایت ہے: کہ "آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا: کہ "عزم کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "اہل الرائے سے مشورہ کرنا، پھر ان کی پیروی کرنا۔" **"مشاورة اهل الرأى ثم اتباعهم۔"** (۱) لوجی! خلفائے راشدینؓ کے علاوہ خود سید الکونین ﷺ نے بھی اہل الرائے سے مشورہ کرنے اور ان کی اتباع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ غیر منصوص مسائل میں شرعاً رائے کو بھی دخل ہے، ورنہ اہل الرائے سے مشورہ کرنے اور ان کی اتباع کا حکم دینے کا کیا فائدہ؟

ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے نزدیک قیاس حجت ہے:

یہی حال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فرمان کا ہے چنانچہ آپؓ سے روایت ہے: کہ "جس شخص کو قاضی اور جج منتخب کیا جائے، پس اس کو اگر قرآن وحدیث اور نیک لوگوں کے فیصلہ سے کچھ نہ مل سکے، تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اگر وہ صاحب اجتہاد نہیں، تو شرم نہ کرے، اپنی عجز کا اقرار کرے۔" (۲)

اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کے ارشاد کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے وخواہش کو ترجیح دیتا ہے، چنانچہ آپؓ سے مروی ہے: کہ "جب آپؓ کوئی دریافت شدہ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ پاتے، تو پھر اقوال شیخینؓ

ماخذ ومصادر: (۱) ابن کثیر (۲) مستدرک

دیکھتے تھے، ورنہ پھر اپنی رائے سے جواب دیتے تھے۔'' **"قال فیه برأیه"** اور آپؓ بعد از خلفاء ثلاثہؓ خلیفہ رابعؓ کے کسی قول سے بھی سر مو تجاوز نہ کرتے تھے اور جب کبھی اپنی رائے میں نقص پاتے تھے تو اس سے رجوع کرتے تھے چنانچہ سنن دارمی میں ہے: کہ'' آپؓ اپنی رائے قائم کرتے تھے پھر اس کو چھوڑتے تھے۔'' **"ربما رأی ابن عباس الرأی ثم ترکه۔"**(۱)

صحابہؓ کا قیاس کے جواز پر اجماع:

خلاصہ یہ کہ جن اکابر صحابہؓ سے معترضین رائے و قیاس کے بطلان پر استدلال پیش کرتے ہیں، وہی اکابر صحابہؓ خود رائے صحیح و قیاس کے قائل و عامل تھے، بلکہ علامہ ابن قیمؒ نے علامہ ابن دقیق العیدؒ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ حضرات صحابہؓ کا قیاس کے جواز پر اجماع تھا۔ امام اعظمؒ بھی اس قسم کے اجتہاد و قیاس کے قائل ہیں اور صحابہؓ جس رائے کے مخالف تھے، الحمد للہ امام اعظمؒ بھی اس رائے کے مخالف ہیں چنانچہ آپؒ نے روزہ دار کے نسیاناً کھانے پر حدیث کی وجہ سے روزہ کے قائم ہونے کا حکم لگایا ہے، باوجود اس کے کہ یہ روایت مخالف قیاس ہے۔ اس لئے آپؒ فرماتے ہیں: کہ'' اگر یہ روایت نہ ہوتی تو میں قیاس کیا کرتا۔'' **"لولا الروایة لقلت بالقیاس۔"**

(۲) یہی حال نماز میں قہقہہ کا ہے یہاں قیاس کو ایک مرسل روایت (جو کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی روایت نا قابل استدلال ہوتا ہے) کی وجہ سے پس پشت ڈالا ہے اور چونکہ یہ روایت صرف ایسی نماز کے متعلق مروی ہے جس میں رکوع و سجود ہو۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے مورد نص پر اکتفاء کرتے ہوئے ایسی نماز جو رکوع و سجود پر مشتمل

ماخذ و مصادر: (۱) مسند دارمی: رقم ۶۵۴: ۱/۴۹۰ (۲) الخیرات الحسان: ۸۰، حیاۃ الامام ابی حنیفہؒ: ۱۹۹

ہوئیں قیاس کو چھوڑ کر روایت مرسل کی بناء پر قہقہہ کو ناقض وضو وصلوٰۃ قرار دیا اور نماز جنازہ، سجدہ تلاوت میں نص کے نہ ہونے کی وجہ سے قیاس کو برقرار رکھا ہے۔" (۱)

امام اعظمؒ کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا، رائے اور قیاس کرنے سے اولیٰ وارجح ہے لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کی دوا دنیا کے کسی میڈیکل لیبارٹری سے بھی میسر نہیں کیونکہ ہم میں سے کوئی دانشور اپنی دانش کو، کوئی عقلمند اپنی عقل کو اور کوئی دانا اپنی دانائی اور فہم وفراست کو حضور ﷺ کی حدیث اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مقابلے میں کچھ حیثیت اور کم سے کم وقعت دینے کو بھی تیار نہیں تو امام اعظمؒ جن کے اجتہاد و امامت کو ہر مخالف اور موافق نے تسلیم کیا ہے، وہ کس طرح سنت نبویہ ﷺ کے مقابلہ میں اپنی رائے استعمال کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اب اگر امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کو کوئی کوسنے والا کوستا رہے، تو یہ آسمان کی طرف تھوکنا ہے، جو خود اس کے منہ پر آ گرے گی۔ صاحبان عقل وبصیرت کے ہاں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ناقصین سے اصحاب کمال کی مذمت ان کے کمال کی شہادت ہوتی ہے۔

وإذا أتتك مذمتي عن ناقص ؎

فهي الشهادة لي بِأنّي كامل

قیاس کرنے والے بعض کبار تابعینؒ:

ناظرین کرام! مذکورہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ تابعین میں سے بعض ائمہ جیسے امام حسن بصریؒ، علامہ ابن سیرینؒ اور امام شعبیؒ نے بھی قیاس کی بڑی بُرائی اور مذمت بیان کی ہے لیکن اس تردید سے ان کی مراد بھی قیاس شرعی کی تردید نہیں تھی بلکہ بدعت

مأخذ ومصادر: (۱) حیاۃ الامام ابی حنیفہؒ: ۲۰۳

والی رائے اور قیاس کی تردید تھی یعنی ان کی غرض اس قیاس کی تردید تھی جو اصول شرع کے موافق نہ ہو اس توجیہ سے مذکورہ ائمہ کے قول و فعل میں تطبیق آ سکتی ہے ورنہ بظاہر ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ بہر حال بعض کبار تابعینؒ بھی قیاس شرعی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ صالحیؒ نے "**باب اجتهاد الرأی علی الاصول عند عدم الادلة**" میں فرمایا ہے: کہ ''ادلہ کے موجود نہ ہونے کے وقت رائے و اجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔'' پھر اس کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: کہ ''یہ باب بڑا وسیع ہے ہم نے جو کچھ لکھ دیا' وہ ضرورت پوری کرنے کو کافی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی رائے اور قیاس کا ثبوت کثرت سے ہے۔ تابعینؒ میں جن لوگوں نے اصول کے موافق رائے اور قیاس کیا ان کے اسمائے گرامی ذیل ہیں:

قائسین اہل مدینہ: (۱) سعید بن مسیّب (۲) ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن (۳) خارجہ بن زید (۴) ابوبکر بن عبد الرحمٰن (۵) عروہ بن زبیر (۶) ابان بن عثمان (۷) ابن شہاب (۸) ابوالزناد (۹) ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن (۱۰) مالک بن انس اور ان کے اصحاب (۱۱) عبدالعزیز بن ابوسلمہ (۱۲) ابن الذئب (۱۳) ابن دینار (۱۴) مغیرہ مخزومی (۱۵) ابن ابی حازم (۱۶) عثمان بن کنانہ (۱۷) محمد بن صدقہ الفد کی (۱۸) مطرف (۱۹) ابن الماجشون اور (۲۰) اسامہ بن زید رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قائسین اہل مکہ اور اہل یمن: (۱) عطاء (۲) مجاہد (۳) طاؤس (۴) عکرمہ (۵) عمرو بن دینار (۶) ابن جریج (۷) یحیٰ بن ابی کثیر (۸) معمر بن راشد (۹) سعید بن سالم (۱۰) ابن عیینہ (۱۱) مسلم بن خالد اور (۱۲) امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قائسین اہل کوفہ: (۱) علقمہ (۲) اسود (۳) عبیدہ (۴) شریح (۵) مسروق (۶) شعبی (۷) ابراہیم نخعی (۸) سعید بن جبیر (۹) حارث عکلی (۱۰) حکم بن عتیبہ (۱۱) حماد بن ابی سلیمان (۱۲) ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ (۱۳) ثوری (۱۴) حسن بن صالح (۱۵) ابن مبارک اور (۱۶) کوفہ کے تمام فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ۔''

قائسین اہل بصرہ: (۱) حسن بصری (۲) ابن سیرین (۳) امام شعبیؒ اور (۴) جابر بن زید (۵) عثمان البتی (۶) عبیداللہ بن حسن اور (۷) سوار قاضی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قائسین اہل شام: (۱) مکحول (۲) سلیمان بن موسیٰ (۴) اوزاعی (۵) سعید بن عبدالعزیز اور (۶) یزید بن جابر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قائسین اہل مصر: (۱) یزید بن ابی حبیب (۲) عمرو بن حارث (۳) لیث بن سعد (۴) عبداللہ ابن وہیب (۵) ابن قاسم اشہب (۶) ابن عبدالحکم اور (۷) اصحاب مالک (المزنی، البویطی، حرملہ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قائسین اہل بغداد: (۱) ابوثور (۲) اسحٰق بن راہویہ (۳) ابوعبید القاسم بن سلام اور (۴) ابوجعفر محمد بن جریر طبری۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے مزید فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام بھی لکھے ہیں۔ جنہیں اختصار کی بناء پر تحریر میں نہیں لایا گیا۔

اس فہرست پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قیاس برا نہیں، بلکہ وہ قیاس برا ہے، جو اصول شرع کے خلاف ہو۔ اصول شرع کے موافق قیاس صرف امام ابوحنیفہؒ نے ہی نہیں بلکہ تمام شہروں کے ائمہ نے دلیل شرعی (قرآن وسنت اور اجماع) نہ

ہونے کے وقت مسائل میں قیاس کیا ہے۔

اس بیان سے یہ بات کالشّمس واضح ہوگئی کہ جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے۔ انہوں نے "**من اذیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب**" کے مطابق اللہ رب العزت سے جنگ مول لی ہے۔(۱)

امام باقرؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان مکالمہ:

قارئین کرام! فقیر اس بحث کو صحاح ستہ کے ایک عظیم المرتبت راوی، نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت امام محمد بن علی بن الحسین بن علی المعروف با امام باقرؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان سفر حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں پہلی ملاقات کا منظر پیش کرنے پر ختم کرنا چاہتا ہے۔ غور سے پڑھ کر امام ابو حنیفہؒ کی عظمت کا اندازہ لگائیں۔ ہوا یوں کہ ان دنوں بعض اکابرؒ نے غلط فہمی اور بعض حاسدین نے اپنی حسد کی بناء پر امام صاحبؒ پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ امام صاحبؒ نے دین محمدی ﷺ کو قیاس سے بدل ڈالا۔ یہی بہتان امام باقرؒ کی کان تک بھی پہنچائی گئی۔ جس پر ان کو امامؒ سے نفرت ہوگئی اور جب امام ابو حنیفہؒ کی، امام باقرؒ سے پہلی ملاقات ہوئی، تو امام باقرؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: کہ "آپ نے تو میرے نانا کے دین اور آپ ﷺ کی احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا ہے۔ جس پر امام صاحبؒ نے معاذ اللہ کہا اور پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا، جو کہ ذیل ہیں۔

امام باقرؒ: آپ نے ایسا کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ: آپ تشریف رکھیں، تا کہ میں مؤدبانہ طریق سے آپ کے سامنے بیٹھ

---

(۱) ملخصہ تذکرۃ النعمان: ۲۶۴ تا ۲۶۶

سکوں' کیونکہ میرے نزدیک آپ اس طرح لائق احترام ہیں' جیسے آپ کے ناناﷺ صحابہ کرامؓ کی نظر میں لائق احترام تھے۔

امام باقرؒ بیٹھ گئے۔ امام صاحبؒ زانوئے ادب تہہ کر کے ان کے سامنے بیٹھ گئے اور پھر فرمانے لگے: ''میں تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں' آپ جواب دیں۔ یہ بتائیں کہ مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقرؒ: عورت۔

امام ابو حنیفہؒ: میراث میں مرد کو کتنا حصہ ملتا ہے اور عورت کو کتنا حصہ ملتا ہے؟

امام باقرؒ: عورت کو مرد کا نصف حصہ ملتا ہے۔ یعنی مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ۔

امام ابو حنیفہؒ: یہ آپ کے ناناﷺ کا فرمان ہے۔ اگر میں نے آپﷺ کے دین کو بدل دیا ہوتا' تو قیاس کے مطابق آدمی کو ایک اور عورت کو دو حصے دیتا' کیونکہ عورت کمزور ہے۔ اچھا یہ فرمائیے' نماز بہتر ہے یا روزہ؟

امام باقرؒ: نماز بہتر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ: یہ آپ کے ناناﷺ کا ارشاد ہے۔ اگر میں نے آپﷺ کے قول کو قیاس اور اپنی رائے سے تبدیل کیا ہوتا' تو میں عورت سے کہتا: کہ ''حیض سے پاک ہونے کے بعد روزہ کی بجائے وہ فوت شدہ نمازیں ادا کریں۔'' اچھا یہ فرمائیے: کہ ''بول زیادہ نجس ہے یا نطفہ؟

امام باقرؒ: بول زیادہ نجس ہے۔

امام ابو حنیفہؒ: اگر میں نے قیاس سے آپ کے ناناﷺ کے دین کو بدل دیا ہوتا' تو یہی فتوی دیتا کہ بول سے غسل کرنا چاہیئے اور نطفہ سے وضو۔

معاذ اللہ! بھلا میں یہ کام کیسے کرسکتا ہوں؟ کہ خلاف حدیث بات کہوں بلکہ میں تو اس کے گرد گھومتا ہوں جناب امام باقرؒ اٹھ کر امام ابوحنیفہؒ کے چہرہ پر بوسہ دیکر بغلگیر ہوئے اور آپؒ کی تکریم بجالائی۔(۱)

قارئین کرام! اس واقعہ سے صاف معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ پر حدیث کے مقابلہ میں رائے وقیاس کو ترجیح دینے کا الزام بے بنیاد اور خالص بہتان ہے۔

صحاح ستہ کے روای محدث کبیر امام ایوب سختیانیؒ کا فرمان:

امام ایوب سختیانیؒ حضرت امام حسنؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں امام حسنؒ فرمایا کرتے تھے: کہ "ایوبؒ اہل بصرہ کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور امام شعبہؒ اُن کو سید الفقہاء کہا کرتے تھے۔"(۲) اس محدث کبیر تابعیؒ سے محدث شہیر امام حمادؒ روایت کرتے ہیں: کہ "جب کوئی شخص آپؒ کے سامنے امام ابوحنیفہؒ کا ذکر برائی سے کرتا' تو فرمایا کرتے تھے: کہ "لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھادیں' مگر اللہ تعالیٰ اس سے انکار کرتا ہے۔ ہم نے ان لوگوں کے مذہب کو دیکھا ہے' جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ پر تنقید کی ہے۔ ان کے مذاہب دنیا سے ناپید ہوگئے ہیں اور امام صاحبؒ کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک (انشاء اللہ) باقی رہے گا۔" لہٰذا امام ابوحنیفہؒ پر بے جا اعتراض کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے اس نور کو بجھا نہیں سکتے' البتہ خود بجھ کر خاک ہوجائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے عداوت مول نہ لیں۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

ماٴخذ ومصادر: (۱) حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ: ۱۲۸'۱۲۹' المناقب للکردری: ۱/۲۰۸ (۲) تہذیب التہذیب: رقم ۷۳۳: ۱/۳۴۸)

ناظرین کرام! فقیر امام ابو حنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان کے متعلق اس چھوٹی سی کاوش کو اسی واقعہ پر ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ فقیر کی اس معمولی محنت اور کاوش کو اپنے دربار عالی میں قبولیت سے نوازتے ہوئے عوام وخواص میں کالشّمس مقبولیت نصیب فرمائے اور میرے لئے میرے والدین واساتذہ اہل وعیال اور ساری امت مسلمہ کے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین یارب العٰلمین ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔ ۲۳/رمضان ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۷/۱۰ اکتوبر ۲۰۰۶م بروز سوموار بوقت پانچ بجکر ۳۵ منٹ یہ کتاب اختتام کو پہنچی ☆ **فالحمدللہ علیٰ ذالک** ☆ نظر ثانی مع اضافات: ۹ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۵م بوقت اشراق بعد طلوع شمس سات بج کر ۲۸ منٹ پر اختتام کو پہنچی ☆ **فالحمدللہ علیٰ ذلک حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ ☆ اللھم تقبلہ منی واجعلہ لی وسیلۃ لرضاک ☆ امین یارب العٰلمین ☆ وصلی اللہ علی النبی الکریم والہ وصحبہ ومن تبعہ باحسان الی یوم الدین۔**

☆ آمین ☆

دیگر تصنیفات فقیر

(۱) دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذیؒ جلد اول

(۲) تسکین الباری شرح اردو صحیح البخاری

(۳) تسکین اہل اللہ فی خلاصۃ کلام اللہ

(۴) تسکین الاصاغر فی مجربات الاکابر (تعویذات ووظائف اور ہومیو ویونانی نسخہ جات کا مجموعہ)

(۵) تسکین الخطباء (فقیر کے اردو خطبات)

(۶) تسکین الفریقین فی ترک رفع الیدین

(۷) تسکین الطلباء والطالبات فی مبادیات الصحاح والمشکوۃ

(۸) دو محبوب کلمے (بخاری کی آخری حدیث پر انتہائی پر مغز ایمان اور افروز درس)

(۹) معوذتین کی تفسیر

(۱۰) کھرے موتی

(۱۱) حجیت حدیث وسنت

اور زیر نظر کتاب

(۱۲) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان

دقائق السنن

شرح اردو

جامع السنن للامام الترمذیؒ

از رشحات قلم: شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروتؔ

تلمیذ رشید: امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدرؔ نور اللہ مرقدہ

وخلیفہ مجاز: پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب زید مجدہ

خصوصیات

متن مع الاعراب	مقاصد تراجم الابواب
مطلب خیز ترجمۂ احادیث	مشکل الفاظ کی تحقیق وتشریح
تخریج احادیثِ ترمذی	احادیث ومافی الباب کی تخریج
رواۃ جامع ترمذی کے مختصر حالات	ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ متبوعینؒ کے مذاہب اور استدلالات
راجح مذہب کی نشاندہی	مع وجوہ ترجیح
مذہب احوط کی تصریح	اکابر کی شروح' تقاریر اور حواشی کا نچوڑ
احادیث کا انسائیکلو پیڈیا	فقہی' روایتی' درایتی اور تاریخی لحاظ سے ایک بہترین مرجع اور گنج گرانمایہ
علم حدیث میں منفرد انداز میں علمی ذخیرے کا اضافہ	وفاق المدارس کے امتحانات میں متوقع سوالات کا آسان' سلیس اور شستہ زبان میں بہترین حل

دوسرے ضروری، جدید اور عصر حاضر کے	متوقع مسائل پر جابجا روشنی

دقائق السنن پر اکابر و مشاہیر امت کے تائیدی کلمات کے چند مختصر ٹکڑے

تفصیلی تقریظات اسی کتاب میں درج ہیں۔

شیخ التفسیر والحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کی رائے گرامی	یہ شرح ترمذی شریف کے جملہ شروح، تقاریر اور حواشی کا انسائیکلوپیڈیا اور علم روایۃ الحدیث وعلم درایۃ الحدیث کا ایک گنج گرانمایہ ہے۔ شستہ، شگفتہ اردو زبان میں یہ مبسوط ومفصل شرح ایک بیش بہا عظیم الشان وقیع علمی کارنامہ ہے۔ رب العلمین جل جلالہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت صاحب کو صحت وعافیت کی طویل زندگی نصیب فرماوے کہ وہ اسی نہج پر مکمل ترمذی شریف کی محققانہ تشریحات وتوضیحات اساتذۂ علوم نبوت اور شائقین دورۂ حدیث کے لئے ایک نادر امتیازی تحفہ وسوغات ثابت ہو۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان صاحبؒ کی رائے مبارک	وارجو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان ینفع بها الناشئة من طلبة الحدیث الشریف والمشتغلین فی دراسة هٰذاالکتٰب من المشائخ الکرام وان یجعلها صدقة خیر للمؤلف المحترم لعقباه انه ولی ذلك والقادر علیه
مفتی سرحد مجاہد کبیر مولانا مفتی سیف اللہ صاحب مروت	مولانا موصوف نے شواغل وموانع کثیرہ کے باوجود ہمت کرکے مستند ومعتبر کتب وشروح سے ترمذی کی تشریح سے متعلق فوائد نافعہ اور مباحث شریفہ کو یکجا جمع کردیئے ہیں واقعی سچ کہا گیا ہے۔ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا وہ کونسا مشکل ہے جو حل ہو نہیں سکتا۔

یادگار اسلاف حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالدیان صاحبؒ کی تصدیق	مجھ ناچیز کی نظر سے اتنی شاندار علمی اور تحقیقی مباحث پہلے نہیں گزریں۔
شیخ الحدیث مفتی غلام الرحمٰن کی تائید مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور کی تصدیق	ہت سی خصوصیات کی بدولت متعلقہ شرح ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔
شیخ الحدیث مفتی سید قمر صاحب دارالعلوم سرحد پشاور	مؤلف موصوف نے محدثانہ، مؤرخانہ انداز میں تعارف کرانے کا حق ادا کیا۔امید واثق ہے دقائق السنن روایتی، درایتی، فقہی اور تاریخی مباحث میں اہم ترین مرجع قرار پائے گا۔
شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کی رائے	طلباء کیلئے بالعموم اور علماء کیلئے بالخصوص مفید ہے جبکہ عوام بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔
شیخ الحدیث عظیم سکالر مولانا عبد القیوم حقانی کی تصدیق	یہ شرح علمی اور اسلامی دنیا کیلئے قابل قدر علمی خزانہ ہے۔

ماہنامہ القاسم کے حقانی تبصرے

مبصر نے تمام کتب حدیث کے تبصروں میں اول نمبر پر دقائق السنن کو ذکر کر کے یوں تبصرہ کیا ہے۔جس کو ہم من وعن ذکر کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

دقائق السنن (جلد اول) شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت

کسر نفسی کی شان رکھنے والے فرد جلیل کے قلم سے' یہ گوہر افشان کتاب دقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذیؒ ہمارے سامنے ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ شرح علمی اور اسلامی دنیا کیلئے قابل قدر علمی خزانہ ہے۔اس میں اعراب کے ساتھ اصل عربی عبارت کا فقدان نہیں ہے ترجمہ موجود ہے۔تخریج احادیث میں تشنگی مفقود ہے۔رواۃِ جامع ترمذی کے حالات سے عدم سکوت ہے۔راجح مذہب کی نشاندہی کی گئی ہے۔فہرستِ مضامین کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔یہ کتاب ترمذی کے جملہ شروح' تقاریر اور حواشی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔شستہ' شگفتہ اردو زبان میں یہ مبسوط شرح ایک بیش بہا عظیم الشان وقیع علمی کارنامہ ہے۔اس میں طالبانِ حدیث کو مختلف کتب وشروح میں موجود نکات یکجا ملیں گے۔منفرد عالمانہ اور محققانہ انداز میں اس شرح کو ترتیب دیا گیا ہے۔طرز بیان فقیہانہ ہے۔مشکل الفاظ کی تشریح بھی اس میں ہے۔شیخ الحدیث مولانا عبدالستار پٹھان ہیں اور ان کی مادری زبان خالص پشتو ہے مگر بایں ہمہ اردو میں شرح لکھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔پٹھان ہو اور اردو میں پشتو جھلک کا فقدان ہو بظاہر ممکن نہیں مگر موصوف کی تقریر منجھے ہوئے اردو دان کی وقیع تحریر معلوم ہوتی ہے۔

انہی خصوصیات کی بناء پر یہ شرح ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔یہ کتاب مستند شروح احادیث کا جامع خلاصہ اور گلدستۂ تدقیقاتِ ائمہ ہو کر دقائق السنن کے نام پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔اس پُر کیف تالیف میں عالی مضامین اور انیق تحقیقات شامل ہیں۔یہ کتاب فقہ حنفی کے علوم

ومعارف کا خلاصہ اور عطر ہے۔دقائق السنن روایتی، درایتی، فقہی اور تاریخی مباحث میں اہم ترین مرجع قرار پائے گا(انشاءاللہ(مروت))

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی (رحمہ اللہ تعالیٰ(مروت)) اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔عربی میں اس کی تعریف کرنے والے(شیخ الحدیث شہید(مروت)) مولانا حسن جان (رحمہ اللہ تعالیٰ(مروت)) ہیں۔عدیم الفرصتی کے باوجود مفتی سیف اللہ حقانی کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ہمدرد طالبان ہیں۔اس کی تصدیق میں فاضل دار العلوم دیو بند مولانا ڈاکٹر عبد الدیان (رحمہ اللہ تعالیٰ(مروت)) ہیں۔اس کے فقیہانہ انداز کے مداح مفتی غلام الرحمٰن (شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور(مروت)) ہیں۔

اس کی مدح کے مولانا شیخ الحدیث سید قمر صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث دار العلوم شرحد پشاور(مروت)) بھی ایک ترجمان ہیں۔اس کی عرق ریزی کے ایک ترجمان استاد الحدیث مولانا عبد الرحمٰن ((نائب شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ لاہور(مروت)) ہیں۔اس کو منظوم خراج تحسین پیش کرنے میں پیش پیش حافظ حبیب الرحمٰن ہیں۔مجھ حقیر وفقیر (شیخ الحدیث مولانا عبد القیوم حقانی دامت برکاتہم شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ(مروت)) طالب علم پر موصوف کا حسن اعتماد یہ رہا کہ اول سے آخر تک تمام مراحل میں مشورہ لیتے رہے۔شروع میں مجھے اس پر کچھ لکھنے کا حکم فرمایا۔خلاصہ یہ کہ یہ ضخیم کتاب حافظ تسکین اللہ مکتبہ صفدریہ حسن گڑھی پشاور سے طلب کی جاسکتی ہے۔(حقانی تبصرے:10/33,34)